

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مَا لَا نَفْسٌ عَلَى شَيْءٍ كَرِيمٍ

تفصیل

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

جلد (۵) باب ۱۰۰ جزوی

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ عید الضحیٰ کی نماز کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ جو ستمبر ۱۹۱۸ء کو مسجد دوکنک کے میدان میں پڑھی گئی۔ اس فوٹو میں وحدت کا رنگ نظر آتا ہے جو عید تبلیغ پر غالب آ رہی ہے۔ اور انگلستان جیسی سرزمین میں جہاں کہا جاتا ہے کہ لوگ عید کی ضرورت سے قطعاً آزاویں اسلام نے کتنوں کے قلوب میں جگہ کی ہے۔ اس فوٹو میں نو مسلمین یورپ کے علاوہ دیگر عیسائی معزین کس کچھپی کے ساتھ اسلامی خطبہ میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس فوٹو میں اخوتِ امام کا منظر ہے۔ جس نے تمام گویے اہل کالے امتیازات کو آزاد کیا ہے۔ مشرق و مغرب کے مسلمان کس طرح پہلو بہ پہلو بچے حضرت خواجہ گل الدین صاحبِ مسلم مشنری کی اقتدا میں ایک ساتھ ایک صف میں بیٹھے اپنے وعدہ لاشریک خدا کے حضور اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ الحمد للہ کی بحیرہ میں ہم آہنگ ہو کر آواز بلند پڑھ کر اسلامی خورج و وحدت کا عملی ثبوت دے رہے ہیں +

اسی سال میں ناظرین کرام کسی دوسری جگہ عید الضحیٰ کی مفصل روٹداد ملاحظہ فرمائیے
اسکے علاوہ لندن کے دو مشہور و معروف اخبار نویسوں کی رائیں بھی قابل دید ہیں جو انہوں نے
اس اسلامی اجتماع اور حضرت خواجہ صاحب موصوف کے خطبہ کے متعلق اپنے ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء
کے گرامی صحیفوں کی اشاعت میں دی ہیں :

کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہمیں پھر اکتوبر اور نومبر کیلئے ایک ہی رسالہ (اسلامک یونیورسٹری)
شائع کرنا پڑا ہے۔ گو حجم کو کم کرنا پڑا ہے۔ لیکن جو مضامین دینے گئے ہیں وہ ہمارے
دور سالوں کے مضامین کے برابر ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ کاغذ کی قیمت اس
وقت اس قیمت کے جو جنگ سے پیشتر تھی تین گنا ہو گئی ہے۔ بلکہ کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی
وجہ سے ہے۔ بڑی کفایت شعاری سے ہم نے اس کاغذ کے ذخیرہ ۱۹۱۸ء کی ضرورت
کو پورا کیا ہے۔ لیکن ہمارے لندن کے کاغذ کے ایجنٹ نے ہمیں یقین دلایا کہ سال ۱۹۱۹ء میں
حالات بہتر ہونگے ممکن ہے کہ ہمیں اس سے بہتر کاغذ ملے۔ لیکن امید ہے کہ ہماری ضرورت کے
مطابق کافی کاغذ مل رہیگا :

دو گنگ کی تازہ ڈاک سے ہمیں یہ پڑھ کر بہت رنج ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب کے علالت
طبع کی وجہ سے کئی ہفتوں تک طبی ہدایت کے ماتحت مشن کے کاروبار سے علیحدگی اختیار
کرنی پڑی۔ نماز گاہ لندن اور دوسری کسی جگہ بھی آپ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے حصے سے
آپ کی عدم موجودگی میں ہمارے مکرم و معزز برادران جناب عبدالخالق صاحب اسمعیل نے
جناب احسان البکری، صاحب اور جناب مسٹر خواجہ اسمعیل صاحب زمرہ جمعہ کرائے ہے
اللہ تعالیٰ ان احوال کو جزائے غیر عطا فرمائے :

رحمہم اللہ حضرت خواجہ صاحب کے فرزند اکبر کی حسرت ناک وفات پر ہمیں تعزیت کے خطوط
خداؤدا ارسال فرمائے ہیں۔ ان سب کا ہم تذلل و شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو

اپنی درگاہ سے اس سہمدردی کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

یہ خبر اسلامی دنیا میں فرحت افزا ہوگی۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ میں جو مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء کو لاہور میں منعقد ہوا یہ تجویز بالفاق رہے پاس کی کہ ہندوستان کے اندر اور بیرونی ممالک میں متعدد اسلامی مشن قائم کئے جائیں اس کام کیلئے بیس ہزار روپیہ سالانہ کا تحنہ کیا گیا ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ممبروں نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی جلسہ میں اس پاک مقصد کو سرانجام دینے کیلئے ایک اور اہم تجویز کی گئی جس میں تقریباً پچاس حضرات نے صرف اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ ان میں سے خصوصیت کے ساتھ ذیل کے اصحاب کے اسماء گرامی قابل تذکرہ ہیں:-

(۱) حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔

(۲) حضرت مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ۔

(۳) جناب صاحبزادہ سعید عبدالجبار شاہ صاحب ابنق بادشاہ سوات۔

(۴) جناب نواب زادہ محمد سلیم خالص صاحب ٹیری۔

(۵) حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی۔

(۶) جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

لندن میں جلسہ مولوی ابی

سنٹرل اسلامک سائنس کے زیر اہتمام گذشتہ سالوں کی طح سال ۱۹۸۱ء میں بھی آنحضرت صلیم کا یوم ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ یہ سعید تقریب دسمبر ۱۹۸۱ء کی کسی دہائی تاریخ کو لندن نماز گاہ میں منعقد ہوئی۔ رسالہ دسمبر ۱۹۸۱ء اسلامک بلو انگریزی مولود نمبر شائع ہوا ہے جس میں وہ تمام تقاریر و مضامین درج ہیں جو کارکنان و دلگاہ

دو دیگر مشاہیر قوم نے اس مبارک وسعہ تقریب کو کامیاب بنانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی فضیلت جتانے کے لئے پڑھے۔ یہ ضامین موجودہ زمانہ کے عجیب و غریب حالات کو دیکھیں کہ ہم اس وقت تمام کے تمام گزر رہے ہیں (ملک کو نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ تاکہ مسلم و غیر مسلم قارئین رسالہ اسلامک ریلو کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشوائی کی غنی معلوم ہو۔ جو آپ کے جلیل القدر پیغام میں موجود ہے۔ اور اس قسم کے دیگر حالات کے اندر آپ کی زندگی میں ہیں ایک درخشاں نمونہ ملت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر پیشوائی کے دعویٰ کو جو وسعت اور عقولیت پر مبنی ہے تمام دنیا کے سامنے ثابت کرنے کیلئے موجودہ وقت بڑھ کر کوئی اور وقت نمودار نہیں ہو سکتا ہے۔

ایٹ ہوم

(دعوت چاء وغیرہ)

مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۷۹ء بروز ہفتہ ایک نہایت ہی کامیاب و شاندار ایٹ ہوم (دعوت چاء) منعقد ہوئی۔ چاء نوشی اور نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم شری نے ایک متم بالشان لیچر دیا جس میں اپنے بتایا کہ مذہبی دنیا کے آپس کے اختلاف میں سے اتحاد و وحدت کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ سامعین نے معزز مقرر کے لیچر کو نہایت کون شتیاق اور ہمت گنجش ہو کر سنا۔ لیچر کے اختتام پر سامعین میں سے بہت سے احباب نے مختلف قسم کے استفسارات فاضل لیچر سے کئے۔ جن کے تسلی بخش جوابات فاضل لیچر دار نے نہایت معقولیت اور خوش اسلوبی سے دیئے۔

اس کے بعد ”دی کوسٹ“ کے فاضل ایڈیٹر جناب مسٹر میڈ صاحب نے ایک نہایت ہی فصیح اور مختصر سی تقریر فرمائی۔ چسپیں کہ انہوں نے اس فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کا اظہار کیا۔ جو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب بروسو کے دوران تقریر میں مشاہدہ کی۔ فاضل ایڈیٹر نے حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کی تائید کی۔ اور اس مبارک دن کے دیکھنے کی ملی خواہش ظاہر کی۔ جبکہ متذکرہ بالا فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کی نوع کل دنیا کے مذاہب کا

خاصہ ہو جائے +

اس کے علاوہ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بروز ہفتہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اور ان کثیر التعداد مسلمان و دیگر احباب کو دعوت دی گئی جو اسلامی کام میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور جنہوں نے ان تمام جلسوں باقاعدہ طور پر شامل ہونے کا عہد کیا ہوا ہے جو لندن نماز گاہ میں منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ نماز اور چاء کے بعد ایک مختصر سی تقریر حضرت خواجہ صاحب نے ”میرا ہشت میرا اپنا ہے“ کے موضوع پر فرمائی جس میں آپ نے بتایا کہ اسلام میں ہشت کی صلیت اور ماہیت کیا ہے۔ تقریر کے اختتام پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہوا

لندن مسلم نماز گاہ

لندن مسلم نماز گاہ میں اتوار کے لیچر اور جمعہ کی نماز حسب معمول باقاعدہ جاری ہیں لندن مسلم نماز گاہ میں ہر اتوار کی دوپہر کے بعد لیچر ہوتے رہے ہیں۔ جن کا پروگرام تاریخاً ہر تھہ ناظرین کیا جاتا ہے +

(۱) ۲۱ جولائی ۱۹۱۸ء حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے خدا کے ساتھ عاجزی و چلو پر لیچر دیا +

(۲) ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے ”نماز“ پر لیچر دیا +

(۳) ۴ اگست ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ”نماز“ پر لیچر دیا جس میں بتایا کہ نماز پاکیزگی اور طہارت کی جڑ ہے +

(۴) ۱۱ اگست ۱۹۱۸ء کو مسٹر سی۔ سلمان سلج نے ”ترک اعتقاد پر لیچر دیا +

(۵) ۱۸ اگست ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی تفصیلات پر لیچر دیا جس میں معاشرتی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۶) ۲۵ اگست ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری نے ”زندگی کی جدوجہد“ پر لیچر فرمایا +

(۷) یکم ستمبر ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فوقیت پر لیچر دیا

اور اخلاقی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۸) ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر سی۔ سلجمن نے ”توکل اور اعمال“ پر لیکچر فرمایا + مسلمانانِ لندن کی سوسائٹی نے ماہ۔ اکتوبر۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل پروگرام پر عملدرآمد کر کے اپنی سہ ماہی کو عوام الناس کیلئے مذہبی رنگ میں نہایت ہی مفید ثابت کیا ہے۔ ان مجموعوں میں سامعین کی تعداد ہمیشہ معقول ہی ہے۔ جن میں مختلف طبقہ کے انگریز نژاد لیڈیاں و اخوان شامل ہوتے رہے ہیں۔ اس سوسائٹی نے ماہ اکتوبر نومبر ۱۹۱۸ء میں جلسے منعقد کر کے مندرجہ ذیل لیکچر دیئے +

(۱) ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈوڈے رائٹ صاحب نے ”بے کلامی کا منصبی اور اسکی حقیقت“ پر لیکچر دیا۔

(۲) ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر لوگروٹ نے ”گمان و حیان“ پر لیکچر دیا۔

(۳) ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈوڈے رائٹ نے ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

ایک انسان کامل اور آپ کا کار منصبی“ پر لیکچر دیا +

(۴) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے ایک لیکچر فرمایا۔

(۵) ۱۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈوڈے رائٹ صاحب نے ”اسلام پر لیکچر دیا۔

جس میں یہ ثابت کیا۔ کہ اسلام میں صرف نقد پر ہی دار و مدار نہیں ہے +

(۶) ۱۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب نے ”اسلام اور عیسائیت“

پر لیکچر فرمایا +

(۷) ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈوڈے رائٹ نے لیکچر دیا +

حضرت خواجہ حسام کی تقریر کے متعلق

لندن کے مشہور و معروف اخبار الزیبریسٹ کی رائے

گزشتہ ہفتہ کو جناب خواجہ جمال الدین صاحب کو مسلم پریشر ہوس (عباد نگاہ مسلمان) واقعہ کمپٹن ہل روڈ میں دعوت دی گئی۔ اور وہاں ایک کثیر تعداد مسلمانانِ لندن کی خواجہ

سے ملاقات کرنے کیلئے جمع ہوئی۔ ایک مختصر سے لیکچر میں جو انہوں نے اس موقع پر دیا بیان کیا۔ کہ دنیا میں ترقی کا قانون یہ ہے کہ ایک جنس سے مختلف قسم کی جنسیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر مختلف جنسوں کو ملا کر اتحاد اور وحدت کی صورت پیدا کی جاتی ہے۔ مثلاً دنیا کے تمدن کی طرف نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سادہ امور خانہ داری سے جبکہ گھر میں ہر ایک آدمی شکاری کا شکار۔ صلاہا۔ درزی وغیرہ کا کام کرتا تھا۔ ایک اعلیٰ درجہ کی مختلف الانواع جمہوریت پیدا ہو گئی جنہیں کہ مختلف قومیں ہی مختلف تجارتیں نہیں کرتیں بلکہ دنیا کے مختلف حصے خاص صنعت و حرفت میں مشغول ہیں۔ یہ غیر جنسیت رحمت کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اگر اسکے مختلف جزیں متفق ہو کر کام کریں۔ یہی اصول اخلاقی اور روحانی امور میں عائد ہو سکتا ہے۔ مذہب ایک ہی خدا کی طرف سے آیا اور اسکی مختلف شاخیں ہوئیں۔ اب سوال حل طلب یہ ہے کہ اس اختلاف کو وحدت میں کس طرح تبدیل کیا جائے۔ عالمگیر مذہب تو کسی خاص جگہ کے ساتھ وابستہ نہیں ہو سکتا۔ اسکی بنیاد ایسے اصولوں پر ہونی چاہئے جو سب جگہ اور سب لوگوں پر حاوی ہو۔ اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ کیونکہ اسکے پیروں نے ان سب احکام کو قبول کیا جو خدا کی طرف سے اس کے پیغمبروں پر نازل ہوئے بلا لحاظ اسکے کہ وہ پیغمبر کب اور کس جگہ پیدا ہوئے + (از اخبار نیر ایسٹ مورخ، اکتوبر ۱۹۱۵ء)

بلاذغریہ میں تبلیغ اسلام قبول اسلام

گزشتہ دو ماہ میں پانچ مستورات نے اسلام قبول کیا۔ دو تو آڈنبرگ کی رہنے والی ہیں ایک ٹائٹنگم۔ ایک ماچسٹر اور ایک لندن کی۔ ان میں سے ایک آڈنبرگ یونیورسٹی کی گریجویٹ ہے۔ اور اس نے موجودہ زبانوں کا اعلیٰ امتحان بھی پاس کیا ہے + (از ملک عبدالقیوم)

مسلمانوں کا تہوار عید الضحیٰ

مسجد و کنگ میں تہوار عید الضحیٰ کے متعلق ہمیں پتہ اٹھانے کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اب یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ یہاں کے مسلمان جو کہ تمام انگلستان میں پھیلے ہوئے ہیں اسلامی تہواروں کے بڑے شوق سے منتظر رہتے ہیں۔ حسب معمول اس موقع پر بھی ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگ جمع تھے صرف اس لحاظ سے نہیں کہ وہ مسلمان مرد و زن جو کثیر تعداد میں جمع ہوئے مختلف قسم کے کاروبار کرتے ہوئے تھے۔ اور جن میں ہندوستانی مسلمان افسر جرنل سے چندایم آرام کرنے کے لئے انگلینڈ آئے ہوئے تھے۔ اور ہمارے نو مسلم انگریز بھائی کچھ تو سول کے اور کچھ جنگی محکمہ کے اپنی خاکی وردیوں میں اور ایک کثیر تعداد ہندوستانی اور مصری طلبہ کی جو انگلستان کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں شامل تھی بلکہ اس شال سے ہی کہ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے مختلف طبقوں کے لوگ ایک بھاری مجمع میں مطرح اکٹھے ہوئے ہوئے تھے کہ تو میڈت رسم و رواج اور لباس کے اختلاف کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ تھی۔ دنیا کے کسی حصہ میں ایسا مجمع شاید ہی دکھائی دے جہیں مسلمان اور دیگر مذاہب کے مرد و زن شامل ہوں۔ اس موقع پر بڑے بڑے معزز پادری۔ ہندو اور کچھ صاحبان بھی موجود تھے۔ لندن سے آخری ریل گاڑی میں مسلمانوں کے پہنچنے پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وعظ میں قربانی کے وسیع الاصل معنوں کے متعلق خطبہ بیان کیا۔ خطبہ کے بعد مجمع میں سے ایک نے تمام حاضرین سے عموماً اور انگریزوں سے انڈیا فے فٹڈ میں چند دینے کیلئے درخواست کی۔ یہ چند ان ہندوستانی مجروحین اور بیماروں کے لئے سامان آرام و آسائش جمع کرنے کیلئے تھا جو جنگ میں تھے۔ ایک دوسرے کو عید مبارک کہنے کے بعد ساری جماعت نے حسب معمول عید کا کھانا تناول کیا اور نماز ظہر کے بعد چائے نوشی ہوئی۔ اور پھر نماز عصر کے بعد زیادہ حصہ جماعت کا رخصت ہوا چند اصحاب نماز مغرب تک ٹھہرے۔ اور کھانا کھا کر رخصت ہوئے +

ہم اپنی انگریزی سہنوئے از قلم نگار میں جنہوں نے دو دن بڑی محنت کام کر کے عید کے دن کامیاب بنایا

مسلم تہوار عید الضحیٰ کے متعلق

لندن کے مشہور و معروف اخبار پالمال گزٹ کی رائے

مسجد و وکنگ میں میں مسلم اجتماع کو دیکھ کر بہت مرعوب ہوئے۔ ہندوستان عرب۔ ایران و مصر کے مسلمین اپنے انکستانی نو مسلمین بھائیوں سے ملے۔ ان لوگوں میں جو اسلامی طرز سے نماز ادا کرتے تھے۔ میں نے دو ٹومیز اگوروں کو دیکھا۔ جن کی خاکی ٹوپیاں اپنے ہم مذہب بھائیوں کی شرخ فیض ٹوپی سے نمایاں فرق ظاہر کر رہی تھی۔ خواجہ کمال الدین صاحب جنہوں نے نماز کرائی اور اسکے بعد ایک شاندار خطبہ پڑھا پنجاب یونیورسٹی کے بی اے۔ ایل ایل بی ہیں۔ خواجہ صاحب موصوف انگریزی بولنے میں بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ اور ان کی آواز بھی خاصی بلند ہے۔ (پالمال گزٹ ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

مسجد و وکنگ

مسجد و وکنگ میں اتوار کی نماز اور لیچر حسب معمول مسلسل طور پر ہوتے رہتے ہیں جنہیں حضرت خواجہ صاحب و جناب سید الکبریٰ جی۔ اور جناب ملک عبدالقیوم صاحب باری باری اس خدمت کو سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل لیچر مسجد و وکنگ میں جناب ملک عبدالقیوم صاحب نے (۱) ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جنگ پر لیچر دیا۔ اور اس میں امامی نقطہ خیال سے روشنی ڈالی۔ اور جنگیوں کے حقوق بتلائے۔

(۲) ۱۳ اکتوبر کو بھی جنگ پر لیچر دیا۔ اس میں جنگیوں کے فرائض بتلائے۔

(۳) ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء اسلام میں فتح و نصرت کے مفہوم کو بیان کیا۔

(۴) ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو حضرت محمد صلعم فاتح پر لیچر دیا۔

(۵) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے شعبہ میں اسلام کی حیثیت ضرورت

پر لیچر دیا۔



شہرانی اور تقویٰ

ترجمہ خطبہ عید الضحیٰ (عید قربان) جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد دکنگ میں ستمبر ۱۹۱۱ء کو پڑھا
 و لكل امة جعلنا منسكا ليدكر واسم الله على مارت قهمر
 من بهيمة الانعام فالهكم اله واحد فله اسلموا و لشر
 المحبتين ه الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم والصدبرين على
 ما اصابهم والمقيي الصلوة ومارت قهمر ينفقون ه والبرين
 بعلمها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فا ذكر واسم الله
 عليها صواف فاذا وجبت جنوبها فكلو منها واطعموا القانع
 والمعتر كذلك سخرناها لكم لعلكم تشكرون ه لن ينال الله
 حومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم كذلك سخرها
 لكم لتكبروا لله على ما هدكم و لشر المحسنين ه ان الله يدفع
 عن الذين امنوا ان الله صلا يحب كل خوان كصوره سورة الحج
 آیت ۳۴ سے ۳۸ + (ترجمہ) اور ہر ایک اُمت کیلئے ہم نے قربانی قرار دی تھی۔
 تاکہ خدا نے جو ان کو پیشی چار پائے دیے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) ان پر خدا کا نام
 لیں۔ سورہ (فوغو) تم سب کا خدا (دوبی) خدائے واحد ہے تو اس کے فرمانبردار بنو۔ اور
 (اے پیغمبر) عاجزی کر نیوالے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں)
 کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ انکے دل لرز اٹھتے ہیں۔ اور حبیبیت اُن پر پڑے اس پر سب کرتے
 اور نمازیں پڑھتے اور جو ہم نے انکو دیے رکھا ہے اس میں سو (راہ خدا میں) فوج کرتے ہیں۔ اور
 (مسلمانوں) ہم نے تمہارے لئے قربانی کے اونٹوں کو (بھی) اور (قابل اداب) چیزوں میں
 قرار دیا ہے۔ جو خدا کے ساتھ نامزد کی جاتی ہیں۔ ان میں تمہارے لئے (چند درجہ فائز)
 ہیں۔ تو (ان فائدوں کے شکریہ میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) ان کو کھڑا رکھ کر
 (ذبح کرو اور ذبح کرنے وقت) ان پر خدا کا نام لو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور

ٹھنڈے بر جائیں) تو ان میں سے (آپ بھی) کھاؤ۔ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (برطرح کے محتاجوں) کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں ان (جانوروں کو) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو۔ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں۔ اور نہ ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری (اور فرمانبرداری) پہنچتی ہے۔ خدا نے ان کو یوں تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ اس نے جو (احکام حج تعلیم کر کے) تم کو (دین کا) رستہ دکھا دیا ہے۔ تو (اس کے) اس (احسان) کے بدلے میں اپنی بڑائیاں کرو۔ اور اے پیغمبرِ خلوص دل سے نیک کام کرنے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنادو۔ خدا مسلمانوں (کے دشمنوں کو ان) سے ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کسی دغا باز یا ناشکر کو پسند نہیں کرتا +

آج ہم یہاں قربانی کا تہوار منانے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ رسم ہر ایک قوم کے نزدیک متبرک ہے۔ اور ہر جگہ مذہب اور روایات اسے مقدس ٹھہراتا ہے۔ آج سے چار سال پیشتر میں اسمعیٰ دن اس مشہور پہاڑی پر جو کہ مکہ معظمہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس غرض کیلئے گیا۔ کہ خدا کے اس صادق عاشق یعنی حضرت ابوبکر علیہ السلام کی یادگار کی زیارت کروں جو کہ قوموں کے باپ ہیں جو اپنے لڑکے حضرت سیدنا کو قریباً پانچ ہزار سال آج سے پہلے اس مقام پر قربان کرنے کے لئے لائے۔ تاکہ اس تک کو جو دنیاوی محبت کی وجہ سے اُن کی خدا کی محبت کے درمیان حائل ہو سکتی ہے دور کر دیں سچی محبت کیا معنی ہیں؟ دل و جان سے اس چیز میں محو ہو جانا جس کی ہم عباد کرتے ہیں سچی محبت ایک سے زیادہ میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اور نہ سچا دل ہر ایک کا عبادت گاہ بن سکتا ہے۔ محبت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کو جس کی ہم قدر کرتے ہیں یا جس کا ہم خیال ہے قربان کر دیں۔ ہماری زندگی ہی ہمارے خیال میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور سب سے زیادہ اسکی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ عمدہ چیز ہم محبت کے ذریعہ پر قربان نہیں کر سکتے ہیں۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا کے صادق عاشق کو جب اس معشوق کے ذریعہ کیلئے کوئی مناسب تر قربانی نہ ملے تو وہ

اپنی زندگی قربانی کی صورت میں پیش کر دیں۔ سیوج سے انسانی قربانی کا رواج گزشتہ زمانہ میں ہوا لیکن تم اپنے لڑکے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتے ہو۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ تمہارے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔ اور تمہاری وفات کے بعد تمہارا نام زندہ رکھنے والا ہے۔ ہم اپنے بچوں کے فائدہ کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ باوجود ان باتوں کے حضرت ابراہیم اپنے بڑے لڑکے حضرت اسمعیل کو عشق و محبت کے منہج پر قربان کرنے کیلئے لاتے ہیں انہوں نے گوارا نہ فرمایا کہ انکی اور ان کے معشوق کے درمیان وہ چیز حائل ہے جو ان کی نظر میں بے بہا تھی۔ لیکن اپنے لڑکے کو فوج کرنے سے پیشتر انہیں اس محبت کو اور ان خیالات و تمام جذبات کو بھی فوج کرنا تھا جو انسان کے دل کو اپنی اولاد پر بڑھتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ضرور ان تمام رشتوں کو منہج پر آنے سے پیشتر کاٹ دیا ہوگا۔ انہوں نے پیراناہ محبت کو ذبح کر دیا۔ ان کے دل سے وہ تمام باتیں نکل گئیں جن کی وجہ سے وہ پیالے بچہ کو محبت کرتے تھے۔ اور وہ دل صرف خدا کا ہو گیا۔ دل کے اس قسم کی کیفیت کے ساتھ وہ قوموں کے باپ خدا کے حضور اپنی قربانی لایا حضرت ابراہیم کا امتحان کیا گیا۔ اور وہ اسمیں کامل اترے۔ وہ خدا کی عبادت کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچے۔ اور روحانیت کے تمام مدارج میں سے ہو کر گزے۔ تو پھر کیا یہ ضروری تھا کہ وہ قربانی جو وہ کرنا چاہتے تھے ضروری کیجاتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں اس قربانی کا مدعا تو پورا ہو چکا۔ کیونکہ تمام خواہشیں اور جذبات تو فنا ہو چکے عشق فخر نہ ہوا۔ تمام خواہشیں اور جذبے قتل کئے گئے۔ اور روح تمام دنیاوی رغبتوں سے پاک کیا گیا۔ اس صورت میں جان قربان کرنے کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ اس کے خدا نے الہام کیا۔ اور انسانی قربانی کی جگہ حیوان کی قربانی مقرر کی گئی۔

رسم قربانی کا تفسیر

لیکن قربانی کی اس پاک رسم کو جہالت اور غرض اعتقادی کی وجہ سے بگاڑ دیا گیا ہے۔ اس رسم جو روح پیدا کرنے کی غرض تھی اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ تو ہمتا لے عجیب طرح کے خیالات سے ملبوس کر دیا۔ اس سے تو دینداری اور صفائی کی روح پیدا کرنا تھا لیکن

اب اسے بدی اور گناہ کا کفارہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ان مقدس انسانوں کو جنہوں نے راستی کیلئے قربان ہو کر اپنے مذکے ساتھ محبت کا اظہار کیا خدا بنایا گیا۔ اور ان کی موت کفارہ خیال کیا گیا +

اب سوال ہو سکتا ہے کہ آیا خون اور جان کشی سے خدا جو کہ رحیم اور رحمن ہے حقیقت میں غمخس ہوتا ہے۔ اور کیا وہ مجھارات جہیں حیوان کے خون کے ذرات ملے ہوئے ہوں اس خدا کے ننھنوں میں خوشبو کا کام دیتے ہیں۔ جو کہ برکات سخاوت اور رحم دلی کا حشر ہے لیکن قسمتی ہو جہالت اور خوف۔ زود اعتقادی اور بزدلی نے اس پرمعنی برم قربانی کو ایسی باتوں کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے خون اور قربانی کے ناراض شدہ خدا خوش نہیں ہوتا۔ خدا کا عصۂ خوریزی ہی سے فرو ہو سکتا ہے۔ اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ خدا کو پہنچنے اپنے گناہوں سے ناراض کیا ہے۔ اور اس کے غضب کی اپنی نے انصافی اور بدکرداری سے بھرا کا یا ہے۔ کیا ہم پر اس کا حکم سزا اس گناہ کی وجہ سے جاری نہیں ہوا جسے بعض موروئی خیال کرتے ہیں۔ اب خدا کو جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ناراض ہوا ہے کیسے خوش کریں۔ انسان تو یوں استدلال کرتا ہے کہ یا تو ہمیں سزا ملے۔ یا ہم قربانی کریں اور یا کوئی چیز یا انسان ہمارے لئے کفارہ ہو۔ اور اس طرح اس پاک برم قربانی کو اس نے بگاڑ دیا ہے۔ وقت فوقتاً ایک انسان کی شرارتوں کے کفارہ کے لئے مینڈا۔ بکرا۔ کبوتر اور دیگر طیتور کو اس پنج پر جو خدا کے لئے تیار کیا ہو قرض کر دیا گیا۔ لیکن کسی قوم کی اس شرارت اور ظلم کے لئے کفارہ دیا جائے جو بعض اوقات قوم کی بھارتی سبائی کا موجب ہو۔ اس سے بچنے کیلئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت ہے اور اس طرح ہندوستان میں زمانہ قدیم میں اسوا میدا یعنی گھوڑے کی قربانی کا رواج ہوا۔ اور آج ہم بنگالہ میں کالی دیوی کے مذبح پر سینکڑوں بھینسوں کو ذبح ہوتے دیکھتے ہیں۔ بس اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے۔ اور اگر ہمارا خدا قدوس۔ جو آسمانوں پر ہے ایسا سخت دل ہے۔ کہ وہ بغیر معاوضہ لئے رحم اور مہربانی نہیں کرتا۔ اور معاوضہ بھی بہت بھاری خون کی شکل میں مانگتا ہے۔ تو پھر سینٹ پال کی نیم پیغمبرانہ منطق

خوش کن معلوم ہوگی۔ اگر ایک قوم کی شرارت کا کفارہ گھوڑا ہو سکتا ہے۔ یعنی ایسا جانور جو سب جانوروں سے شریف ترین اس وقت ہندوستان میں خیال کیا جاتا تھا۔ تو تمام نسل انسانی کا بوجھ دو نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ گھوڑے سے زیادہ شریف چیز کو قربان نہ کیا جائے۔ یعنی خود انسان کو۔ مگر یہ عجیب منطق سینٹ پال کے دماغ میں سب سے پہلے پیدا نہیں ہوئی۔ ایک نے ضرر کثیف انسان کو جو گلیل کا رہنے والا تھا مقام کاٹوری میں صلیب پر چڑھانے سے پیشتر بھی گاہ بگاہ انسانی گناہوں کیلئے بہت سی قربانیاں دی جا چکی تھیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہودیوں۔ یونانیوں اور مصریوں کے نزدیک یہ نیا نہ سبب ان کے اپنے پرانے قصوں کو گویا دہرانا تھا +

لیکن خدا کی نسبت ایسا خیال ایک سخت غلطی ہے۔ آپ کا اس انسان کی نسبت کیا خیال ہوگا جو سوائے معاوضہ قبول کئے معافی نہیں دیتا۔ اور جس کے نزدیک دوسرے کو گونگی غلطیوں کی سوائے خون اور قتل کے اور کسی قسم کی سزا نہیں۔ اور جس کی ضابطہ سوائے خون بہانے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیا ایسا شخص ایک وحشی حیوان نہیں؟ اگر آپ کا یہ فیصلہ اسکی نسبت درست ہے تو پھر آپ اپنے خدا کی نسبت کیا خیال کریں گے۔ کیا تمام قوموں اور تمام ممالک میں لفظ خدا یا دیگر زبانوں میں اس لفظ کے ہم معنی لفظ عظمت اور نیکی تمامہ کا لُب لباب نہیں۔ آپ خدا کو اپنا باپ جو آسمانوں میں ہے کہہ کر پکارنے میں تو کیا اس قسم کا اعتقاد اس باپ کے متعلق خیال میں عزیمت پیدا کرتا ہے۔ باپ کی طرف تو محبت۔ اُلفت۔ اور نرم دلی کو منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ اس باپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ جس کی غیروں کے ساتھ محبت کا اظہار خون کے قطروں میں ہوتا ہے میرے بھائیو اس قسم کے اعتقاد سے آپ خدا کو ناراض کر رہے ہیں۔ خدا کی نسبت خیال پر یہ ایک قسم کی زد ہے۔ خون کے ذریعہ گناہ کا کفارہ دنیا کے کسی مذہب میں نہ ہوا اور نہ جائز رکھا گیا۔ یہ خدا کی غرضی یا موجب نہیں۔ اس کی شہ نہیں کہ قرآن شریف قربانیوں کی اجازت دیتا ہے لیکن ساتھ ہی جب قربانیوں کے متعلق آیات بالاس ذکر کرتا ہے تو یہ فرماتا ہے کہ خدا تک تو ان کے گوشت ہی پہنچے ہیں اور ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری ہی پہنچتی ہے +

تمام مغالطہ غن اور قتل کو تقویٰ کی غرض کے ساتھ مخلوق کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس کا مسئلہ ایک ہی قسم کی آئین پیدا ہو گئی ہے۔ آئین بنانیوالا حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں موقع پر حیوان کچ کر دو اور اس سے تمہیں نیکی و تقویٰ کا سا رطیفہ مل جائیگا۔ اور تمہیں ہمارے تمام بڑے افعال کے نتائج سے مخصوص حاصل ہر جائیگی۔ کیا یہ خیالات کی قابل افسوس ہستی نہیں۔ اور کیا یہ ایک عظیم الشان خیال کی طرف پست اور سحرانگیز خیال کی طرف قابل نفرت منزل نہیں۔ وہ قربانی جس کی غرض غایت لہو و لیس کے خیالات پیدا کرنا۔ خدا کی رضا کے آگے جھک جانا اور احکام الہی کو پورا کر کے کامل تقویٰ حاصل کرنا تھا اس طریق سے گناہ کرنے کے لئے ایک طرح کا انعام اور بد معاشی کے لئے ایک پروانہ راہداری کا کام دینے لگی۔

پیشتر اس کے کہیں کچھ اسکے متعلق بیان کروں کہ قرآن کس طرح سکھاتا ہے کہ قربانی اور تقویٰ کا باہمی تعلق ایسا ہے جیسا کہ اسباب اور نتائج کا ہیں چاہتا ہوں کہ اس نکتہ چینی کا جواب مختصر آدوں جو اس رسم قربانی پر وہ لوگ کرتے ہیں جو ہمدردان اسلام کے نام سے لپکا لے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا جانوں پر ظلم کرنا بدی نہیں۔ اور کیا کسی چیز کا سناٹہ کرنا ظلم و ہستی اور تقویٰ نہیں۔ اور کیا بانی کاتیسوار کج اسلامی دنیا میں ہزار ہا حیوانوں کے کچ ہونے کا باعث ہو گا۔ اس کو سفدر خرفناک فضول مزجی اور تباہی اور سفدر ظلم جانوروں پر ہے۔ منیطق تو واقعی خوش کن ہے لیکن افسوس ہے کہ اسباب کے میں امور تنقیح طلب پر اچھی طرح غور نہیں کی گئی اور ٹھیک طور پر نہیں نکالے گئے۔ ظلم و رحم۔ خونریزی اور نرم دلی وغیرہ وغیرہ الفاظ صرف سنی اختراعات ہی نہیں تبدیلے حالات ان کے معنوں پر اثر پڑتا ہے۔ اغراض و مقصد اور نتائج کے لحاظ سے ہمارے تمام کام قابل تحسین یا قابل مذمت ٹھہرے جاتے ہیں۔ اسباب میں اس سوال پر گوشت خور اور بزی خور فرقوں میں بحث ہے۔ اگر اصول حفظان صحت اور علم موجودات جو کہ حال ہی میں سائنسدانوں نے دریافت کئے ہیں گوشت خوری کو تمہارے جسم کی ساخت کیلئے اور جسمانی اعضا کے درست طور پر کام کرنے کیلئے اب وہ اس کے حالات کو مد نظر رکھ کر ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور اگر آپ ہر روز مختلف قسم کے گوشت پکاتے ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ذبح کرنے کے معاملہ میں آپ کیوں سفدر و دشمن جاتے ہیں۔ کیا آپ تمام خونریزی کے ذمہ دار نہیں۔ آپ کا قصاب گویا قاتل ہے۔ اور اُسے آپ کے ملازم رکھا ہے وہ ایک تنخواہ دار سفاک ہے اور آپ اس کے آقا ہیں۔

پائے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالیں۔ اگر آپ جناب بڑھ کی سی زندگی کو اختیار نہیں کر سکتے۔ گو اس زندگی کو معدودے چند ہی نے اختیار کیا ہو لیکن عام طور پر انسانوں کیلئے یہ مفید ثابت نہیں ہوا۔ تو آپ کا فعل آپ کے خیالات کے مطابق نہیں۔ اور اگر آپ گوشت کو عمدہ غذا اور لطیف اور ضروری قسم کی خوراک خیال کرتے ہیں تو

تو کیا آپ ہمیں سے اپنے پڑوسی غریب کو حصہ نہ دیں گے۔ مجھے تو آپ کے فیاض طبع سونے پر یقین ہے لیکن کیا آپ کے سوسائٹی کے غریب اور محتاج لوگوں کو ہمیں سوتھوڑا سا حصہ دینے کا انتظام کیا ہو جس کا آپ ان میں مزا اڑا رہے ہیں۔ اور اگر آپ غریب کو بھلا دیا ہے تو چاہئے کہ مذہب آپ کو اپنے فرائض یاد دلانے کیلئے موجود ہو ہمیں اسلئے قربانی کا تہار منانا چاہئے۔ اور جب قدر جانور ہماری غوراکھیں روزانہ کچھ کھاتے ہیں انکی تعداد میں چند ایک ہزار کا اضافہ کر دیا جائے۔ آپ تو اپنے فائدہ کی خاطر جانور کو کمانے کے فعل کو جائز رکھا ہو۔ تو آپ پھر دوسروں کے نقصان کیلئے کیدوں نئے طرز کے اخلاق کا وعظ کرتے ہیں۔ اب تو سوال صرف تمہارا اور قسم قربانی کا باقی رہ گیا ہو۔ اور اس کا فائدہ غریب اور نادار لوگوں کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ میں آیا ہے۔ فاذا کرموا اسم الله علیہا صواف فاذا وجبت فکلوا منها واطعموا القالع والمعتد۔ ترجمہ۔ ان کو کھلا رکھ کر ان پر خدا کا نام لاؤ پھر جب وہ کسی پہلو گر پٹن میں سے کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ کو بھی کھلاؤ۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ غریب اور مساکین کی ضروریات کا خیال رکھنا فضولِ خیر ہے۔ اور کیا یہ ناخدا ترسی ہے کہ آپ کی جیب میں سے کچھ رقم اس غرض کیلئے نکال لیجائے۔ کہ سال میں ایک یا دو دفعہ محتاج لوگ اس قسم کی مزیدار خوراک کھالیں جس کا کھلے آپ ان میں اڑاتے ہیں +

اب بھاری سوال حیوانی زندگی کو تکلیف دینے اور اس پر ظلم کرنے کا سامنے آتا ہے۔ اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ کہ جانور کو تکلیف ہوتی ہو اور خطرناک ہوتی ہو۔ میں اس فعل کو یہ کہہ کر جائز قرار دے دوں گا کہ دنیا میں میرے چاروں طرف ایسا ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ اونٹن طبقہ کے جاندار اعلیٰ طبقہ کے جانداروں کی غوراکھ کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات میں ثوق ہو کہ سکتا ہوں کہ بہتری اور ترقی تکلیف کی راہ سے ملتی ہے۔ اس کیلئے مصائب اور ابتلاؤں میں پڑنا پڑتا ہے۔ اور جان بھی قربان کرنی پڑتی ہے۔ فنا کے دروازوں میں سے گذر کر تکریم و احترام حاصل ہوتا ہے۔ ذرہ ان مختلف مدارج کا خیال آپ کریں جنہیں ایک ذرہ بھر استیغاثہ کو گزرنا پڑتا ہے پیشتر اس کے کردہ انسانی جسم تک پہنچے۔ اور کس طرح ان ذرات سے جو کسی خاص غرض کو پورا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک نئی ترتیب پیدا ہوتی ہو مگر اعلیٰ طبقہ میں ظہور کرنے سے مراد اعلیٰ طبقہ میں موت کا اختیار کرنا ہے کسی قسم کی ترقی اور درجہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ فنا نہ ہو اور وہ ساخت کو گزرنے جائے۔ اور کوئی نئی ترتیب اور ساخت نہیں ہوتی پیشتر اس کے کرپرائی ترکیب کے حصے متفرق نہ ہو جائیں۔ ترقی کا اصول فنا ہے۔ اور جنابِ مجدد کے اس کلام سے کہ فنا ہی سکنتی ہے۔ یہی مراد ہے + (باقی آئندہ)

رسول کا کارِ منصبی

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي تَقَعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ
أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا
نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (سورہ اعراف آیت ۱۸۰)

یہ سورت جس عہد کی اور سادگی سے رسول کے فرضِ منصبی و کام کو ظاہر کرتی ہے۔ اسکی
تفسیر دیکھائی نہیں دیتی۔ رسول صلعم مومنوں کو فتح و ظفر کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور شر بدوں کو
ان کے افعال کے بد نتائج سے جو انہیں اس دُنیا میں اور آخرت میں بھگتنے پڑینگے اگلاہ
کرتے ہیں۔ لیکن آپ یہ دعویٰ نہیں فرماتے کہ آپ میں خدائی زور اور طاقت ہے۔ عربوں
کی ایک توہم پرست قوم تھی۔ اور اگر رسول پاک جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے چاہتے تو آپ
دعوئے فرما سکتے تھے۔ کہ آپ میں بہت بڑی فوق العادت طاقتیں ہیں۔ لیکن آپ کی رسالت
کا کلب لباب آیت کریمہ بالانے مختصر الفاظ میں طاف ظاہر کر دیا ہے۔ بہت سی ایسی روایات
بیان کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ کی طرف خدائی طاقتوں کو منسوب
کیا۔ لیکن آجپنے اس قسم کے تمام بھروسہ خیالات کا صاف انکار کر کے رائل کر دیا۔ وایت
کہ آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے دن شرج کو گرہن کامل لگا۔ لوگوں میں ٹھیکے چسکے یہ
طباہ ہو رہی تھی کہ رسول صلعم کے بیٹے کی وفات کی وجہ سے سورج بالکل سیاہ ہو گیا ہے لیکن
آپ ایسے دیا نندار اور صادق تھے۔ کہ آپ نے گوارہ نہ فرمایا کہ لوگ اس قسم کے دھوکے میں ہیں
اگرچہ آپ کی خاموشی سے آپ کی قدر و منزلت آپ کے متبعین کی نظروں میں بہت بڑھ جاتی۔ لہذا
آپ منبر پر چڑھے اور یوں گویا ہوئے:-

الشمس والقمر آیتان من آیات الله لا تتكسفان لموت احد... الخ چاند اور
سورج یقیناً اللہ کے دو نشان ہیں۔ نہ تو انہیں کسی کی وفات کی وجہ سے گرہن لگتا ہے اور
نہ کسی کے پریا ہونے سے لپر۔ اگر تم گرہن دیکھو تو اللہ کو پکارو۔ اسکی تسبیح کرو۔ اسکی عبادت کرو۔
اور غیرت دو۔ کبھی کسی رسول نے اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ اور اس سے زیادہ صاف دلی

سے اپنی قوم سے گفتگو نہیں کی۔ جن لوگوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کیا وہ کئی صدیوں سے توہم پرستی اور بُت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اگر رسول پاک اپنے لئے دعویٰ خدائی پیش کرتے تو لوگ بڑی غوثی سے اس دعویٰ کو قبول کر لیتے۔ لیکن آپ تمام اغراض نفسانی سے بالاتر تھے۔ اور جو کچھ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک ایسے قہب سے نکلتا تھا جو ہر ایک قسم کی ریاکاری اور ذاتی خیال مفاد سے مُبرا تھا۔ آپ صاف صاف خدا کے حکم کی تعمیل میں فرمادیا کہ آپ ایک انسان ہی ہیں۔ اور آپ کے پاس خزانے نہیں۔ اور نہ انسان سمجھنے کی حیثیت میں آپ نے دعویٰ کیا کہ آپ غیب دان ہیں۔ اور نہ ہی آپ نے بشریت سے بالاتر ہونے کا اظہار کیا۔ بلکہ عوام اور اصحاب کام آپ نے کئے۔ اور جتنی پیشگوئیاں آپ نے کیں۔ ان سبکی وجہ سے کسی قسم کی شہرت یا نام آپ نے حاصل کرنا پسند نہ فرمایا۔ آپ نے پکار پکار کر یہی کہا۔ کہ سب بڑائی اور بزرگی اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہاں عوام الناس میں اور آپ میں یہ بالالانتیاز تھا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رضا و حکم ظاہر کرتا تھا۔ اور آپ بڑی دیانت اور امانت سے اس پر چلتے اور جو کچھ آپ پر نازل ہوتا اسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ اور آپ چاہتے تھے کہ لوگ بھی آپ کی طرح ہی بن جائیں۔ آپ کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ آپ کے متبعین عنز ان کے مالک بنیں یا طاسمات دکھائیں یا نجومیوں کا سا کام کریں۔ بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ ان میں انسانیت اور شرافت پیدا ہو اور وہ زندگی کے اُن اعلیٰ اصولوں پر قدم مایں جو آپ خدا کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے۔ آپ نے لوگوں کو کھلے الفاظ میں بتلادیا کہ آپ اُن سے کیا چاہتے ہیں۔ اور اپنی صاف گوئی ہی کی وجہ سے آپ کو بار بار قرآن شریف میں نذیر نہیں کر کے پکارا گیا ہے۔

وَلَا تُكْرِمُ مَـلَـئِـمًا لَّیْسَ بِشَیْءٍ اَوْ اَعْظَمُ شَیْءٍ نِّیّی۔ کہ آپ نے کبھی بھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ آپ مرفحہ قرآن انسان کی طاقتیں میں۔ اگرچہ بہت سی قرآن شریف کی پیشگوئیاں آپ کی زندگی ہی میں پوری ہو گئی تھیں۔ لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ آپ کو غیب کا علم نہیں۔ اسلام نے غلبہ پایا۔ لیکن آپ نے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ آپ خدائی مسز انوں کے مالک ہیں۔ پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور کامیابیوں کے حاصل کرنے پر آپ یہی فرماتے رہے کہ یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہے جو قادر و علیم ہے۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ
 أَنِّي مَلَكٌ إِنِ اتَّبَعْتُمْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ - کہدے (ائے رسول) میں تم سے نہیں کہتا کہ خدا کے
 خزانے میرے پاس ہیں۔ نہ میں غیب کا حال جانتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ
 ہوں۔ اور میں پیروی نہیں کرتا کسی چیز کی بسواے اسکے کہ جو مجھ پر اتاری گئی ہے +
 ان آیات کا مقابلہ جناب سچ کے ان اقوال سے جو انہوں نے اپنے متعلق کہے
 کہا۔ میں خود بخود کچھ نہیں کرتا (یوحنا ۸ باب ۲۸ آیت) میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔
 (یوحنا ۱۴ باب ۲۸ آیت) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو؟ وہ آیات کے اور کوئی نیک نہیں جی اللہ
 میں شیطان کو خدا کی انگلی سے نکال دیتا ہوں (لوقا ۹ باب ۲۰ آیت) لو مغروں کے لئے بل
 ہمیں نہ ہو اسکے پرندوں کے لئے گھوسلے ہیں لیکن انسان کے فرزند کیلئے کوئی جگہ سر رکھنے
 کی نہیں۔ میری نسبت پوچھتے ہو تو میں کہتا ہوں۔ کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اُس نے اور
 اُس ساعت کی نسبت کسی انسان کو علم نہیں۔ اور بیٹے کو بھی نہیں (ان الفاظ سے خواہ کچھ
 ہی معنی کیے جائیں۔ کیا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے بولنے والا ایک بے انسان تھا
 نہیں وہ ایک رسول تھا یا ایک خدا۔ لیکن اگر اُسے خدا مانیں تو دیکھئے کہ خدا کی کو کس
 وجہ تک گرا دیا گیا ہے +

اب ہم یہاں قرآن شریف کی ان آیات کو دیکھتے ہیں جو خدا کی صفات کے متعلق ہیں۔
 لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ آيَاتُ اللَّهِ وَمَا خَلَقَهُمْ
 وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا +

عکس مکتوبات حضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والے مصر کو لکھا بعد حروف عربی
 عکس نہایت ہی قابل دید ہے۔ جس پر آپ کی مہربانیت بھی ثبت ہے۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد
 کا پیاں احباب کو ضرور خریدنی چاہئیں۔ قیمت فی عکس ارنی درجن ۱۰ +
 المشرقہ۔ مینجرا اشاعہ اسلام ص ۱۰۷ عزیز منزل پو لکھا ہوا

ظہور اسلام اور مابعد

ترجمہ جو جبار علی بن محمد بن اسماعیل نے مسلم الشریعی سوانحی لندن میں دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ایک قسم کا سلسلہ انقلابات تھا۔ اور میں آپ کی کامیابی کے متعلق مختصر طور پر کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ آپ نے ایک منزل کی طرف لیجانے والے طرز زندگی کا آغاز کر کے اسکی بجائے ایک جدید اور نہایت مفید تہذیب کا بیج بو دیا۔

نزدہی الفتلاب

حضرت محمدؐ کے زمانہ میں بہت سے مذاہب موجود تھے ہر ایک میں مادہ کی پرستش کتنی کسی رنگ میں کیجاتی تھی۔ اور ہر ایک میں جد اجد افرقے تھے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ زبان سے قسم دیتے تھے اور تلوار سے لڑتے تھے۔ اس طرح مذہب بجائے امن و آرام کے سرچشمہ بننے کے لڑائی اور التبری کا منبع تھا کسی جگہ کشت و خون ہوتا۔ اور کسی جگہ آتشزدگی ہوتی۔ غرضیکہ ہر جگہ طوفان بے تمیزی برپا تھا۔

حضرت محمدؐ کو معلوم تھا کہ عرب شام میں اس قسم کی حالت ہے۔ آپ نے ان معاملات پر غور فرمایا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مذہب کا کام بگاڑنا اور تباہ کرنا نہیں بلکہ سنوارنا اور بنانا ہے۔ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا نہیں بلکہ ملانا۔ لوگوں کو غلام نہیں بلکہ انہیں آزاد کرنا۔ اور انہیں بجائے ذلیل اور بد اخلاق بنانے کے انہیں خوشحال عروج کی طرف لیجانا ہے۔ آپ کئے سالوکی توجہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اچھا مذہب جس کی طرف ہر ایک کو جمع کرنا چاہئے وہ ہے جہیں انسان ایک اعلیٰ اور غیر فانی خدا کی عبادت کرے۔ اور غیر متزلزل خدائی قوانین پر چلے آئے خیال کیا کہ ایک گندم کے دانے یا کسی پودے یا درخت کے بیج بونے۔ اسکی نشوونما پانے اس کے پھوٹنے۔ اور پھر اس کا انسان کے جسم کے لئے خوراک بننے اور آنکھوں کے لئے خوش منظر پیش کرنے میں صرف خدا ہی کا ہاتھ ہو۔ اس حیرت انگیز دنیا میں ہر ایک کام کی تیسری ہی تہی ہے اور وہ ہستی نہ تو چاند نہ سورج اور ستارے ہیں اور نہ درخت پودے اور پھول ہیں۔ نہ وہ پہاڑ۔ دریا اور سمندر ہی ہیں۔ اور نہ کوئی اور بیجان چیز ہے اور پھر وہ ہی انسان بھی نہیں۔ بلکہ وہ مخلوق کی

روح ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ خدا کا غیر فانی ہونا نہایت ضروری امر ہے وہ ہر جگہ حاضر ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ شرق و غرب سیاہ و سفید و زرد و رنگ تو ہوں گا اور ہر ایک ذرہ کا جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ نہا ہے۔ وہ واحد ہے اور سب کا خدا ہے۔ اکی نظر میں ہے اچھا انسان وہ ہے جو خلق اللہ کی سچی خوشی و آرام کیلئے سب سے زیادہ کوشاں ہے۔ خواہ وہ سیاہ رنگ کا ہو اور خواہ سفید کا +

اس قسم کا مذہب ہم مخلوق پر حاوی ہوتا ہے۔ اور تمام سابقہ مذہبوں کو جو اتحاد علم اور تہذیب پیلانے کیلئے آئے۔ کل جہان کے لوگوں کا مشترکہ ہاوی خیال کرتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام دنیا متحد و متفق ہو جاتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مذہب کو جمیع انسانی ہمدردی ہے محمدی مذہب کے نام سے نہیں پکارا۔ اور نہ وہ شخص جو اس کا نتیجہ ہے محمدی کہلایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے غیر فانی نہ تھے۔ مگر یہ مذہب غیر فانی ہے۔ اور اس کا نام اسکا ہے۔ فقط ایک اور واحد خدا ازل سے ہے۔ اور اسکے قوانین انسانی و ابدی ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے اٹل قوانین کی اطاعت کرنا ہی اسلام ہے۔ اور حضرت محمد آپ کی اور میری طرح تھے اور مسلمان تھے +

اسلام ایک مفید اور متواتر ترقی چاہتا ہے۔ مسلمان بعد از موت بھی ترقی کرتا ہے۔ وہی مسلمان ہے جو فطرت کے باریک اور پوشیدہ رازوں کی تلاش میں ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ اور ہمارے اس علم میں جو دنیا کے متعلق ہے اضافہ کرتا ہے۔ یہ کام اسی طرح جاری رہیگا جتنے کہ انسان اس کمال تک پہنچ جائے جس کا اسے وعدہ دیا گیا ہے۔ اس حالت میں اس کا خدا سے خیال ہوگا۔ اور یہی اسلام ہے +

انقلاب قوائے عقلیہ

آزادی رائے۔ اولین اصول اسلام

دوسرا امر جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توجہ مبذول فرمائی ٹہری یہ تھا کہ لوگ بجائے ترقی کرنے اور متحد ہونے کے کیوں رُوبہ تنزل اور ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں نہایت غور و خوض کے بعد آپ نے دیکھا کہ تمام توہمات و تعصبات اور خرابیوں کی تہ میں

عقل و قوت استدلال کو استعمال نہ کرنا اور اسے گویا جکیر بند میں رکھنا ہے۔ انسان عقل سے کام نہیں لیتے اور وہ بھیروں کی طرح آنکھ بند کر کے چلتے ہیں۔ حضرت محمد مصلم نے فرمایا کہ عقل و فہم خدا کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ وہ شخص جو اسے استعمال کرتا ہے وہ خدا کا شکر گزار ہے۔ اور جو اس سے کام نہیں لیتا۔ وہ کفرانِ نعمت کرتا ہے ہر ایک بات کی سچائی جتنے کہ خدا کی ہستی کے متعلق بھی اطمینان کرنے کیلئے عقل و طوائف کو کام میں لانا چاہئے۔ حضرت محمد مصلم پیغمبر ہیں نہ صرف اسلئے کہ آپ نے ہمیں سب باتیں بتلائیں۔ بلکہ اسلئے بھی کہ آپ نے انسانی بہتری اور مہم روی کے لئے بہت معجز نما کام کیا۔ جسے ہم دیکھتے ہیں۔ اور قدر کرتے ہیں۔ اس طرح آزاد خیالی کی بنیاد ڈال کر حضور نے ان عجائبات کے لئے راہ کھول دی جو علم، سائنس، تجارت، حرفت اور لوگوں کے میل جول سے ظہور میں آئے۔ پس اسلام نے مقبولیت اور استدلال کو ممتاز جبکہ دی +

انقلابِ تمدن

حضرت محمد مصلم نے جو اصلاحیں تمدن کے متعلق فرمائیں وہ بہت عظیم الشان تھیں اور ان کا اثر دور تک پہنچا۔ آپ کے قوانین کاغذات ہی پر لکھنے کیلئے نہیں تھے۔ بلکہ آپ نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اور وہ آپ کے ہر حکم کا تعمیل کرنے کیلئے ہر وقت مستعد اور سرگرم تھے + یہ اصلاحات مختلف قسم کی ہیں۔ اور ہر ایک بذاتہ ایک جدا مضمون ہے۔ میں ان کے متعلق مختصر ایسی بیان کر سکتا ہوں +

(الف) عورت کے متعلق

۱۔ کثیر الازدواجی اس وقت عالمگیر تھی۔ اور عیسائی ممالک میں بھی باوجود حبشینیوں کے حکم کے اس کا رواج تھا۔ ایک مرد علاوہ ناجائز طور پر عورتوں سے تعلق رکھنے کے جب قدرتی بیویاں اپنے بیاہ میں لانا چاہے لاسکتا تھا۔ عرب میں تو عورت کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور جب کبھی کوئی مرد فوت ہوتا۔ اس کا لڑکا علاوہ دیگر جائزاد پر قبضہ کرنے کے اسکی بیویوں کا بھی مالک بنتا اور جس طرح چاہتا ان سے برتاؤ کرتا۔ اس کے اختیار میں تھا کہ وہ ان میں سے ایک یا زیادہ سے شادی کرے یا ان سے ناجائز طور پر تعلق پیدا کرے یا انہیں فروخت کر دے۔ یا انہیں بطور گھٹ

کسی دوسرے کے پیش کرے +

۲۔ عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ اور مصر میں ہر سال ایک جوان دو تیز لڑکی کو دریائے نیل میں غرق کر دیا جاتا تھا +

۳۔ اگر کوئی آزاد (حُر) عورت کسی غلام سے بیاہ کرتی تو اُسے قتل کر دیا جاتا +

۴۔ اس قسم کے بیشمار برہنہ کن اقوات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی کچھ قدر منزلت تھی اس وقت ایسے حالات کی موجودگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما دیا کہ چاہا دیا کہ جنت ماں کے قدموں کے پیچھے ہے۔ اور مسلمان کو چاہئے کہ عورتوں کے متعلق بدگونی نہ کرے۔

فہرہ لکھی نظر میں مرو اور عورت برابر ہیں۔ اور اسلام نے مرد اور عورت کو اتحادِ محبت اور برادری کے سلسلہ میں باندھ دیا ہے اور تعلیم سب مرد اور عورت کیلئے لازمی ہے۔ نیز آپ عورت کے حقوق اس کے لڑکی بیوی۔ ماں اور فرزند ان یا جماعت ہونے کی حیثیت میں قائم کر دیئے +

وہ حقوق جو مسلمان عورتوں کو گزشتہ کئی صدیوں سے ملے ہوئے ہیں۔ یورپین عورتوں کو کھوئے عرصہ میں اس ایکٹ کے ذریعہ دیئے گئے ہیں جو انگلینڈ میں شادی شدہ مستورات کی جائداد کے متعلق نافذ ہوا ہے۔ عام کاروبار میں اسلام نے مرد و عورت کو ہمیشہ یکساں رکھا ہے +

(ب) غلامی

غلامی بھی عالمگیر ہو رہی تھی۔ زبردست زیر دست کو غلام بنالیتا تھا۔ غلام کو خوراک اور لباس بُری قسم کا دیا جاتا تھا۔ اُسے دکھ و عذاب میں رکھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اُسے بلا خون سزا قتل بھی کروایا جاتا تھا۔ عیسائیت نے بھی غلام کج حالت بہتر نہیں بنائی۔ روم کے قانونِ اسبارہ میں جاری ہوئے لیکن غلامی پھر بھی موجود رہی غلام آپس میں ایک دوسرے سے شادی کر سکتے تھے۔ اگر غلام کسی آزاد (حُر) عورت سے شادی کر لیتا تو اُسے زندہ جلادیا جاتا۔ دُور کیوں جاہلین امریکہ والوں کا طرز عمل غلاموں کے بارے میں اکثر لوگوں کو یاد ہوگا۔ اور اسبارے میں مسیحی کے نئے قسم کے قانون ایسے عام ہیں کہ انہی شرح کی ضرورت نہیں +

اسلام نے شریعت میں انسانی مساوات کا اعلان کیا۔ اور غلاموں کے متعلق قانون جاری کیا جس کی غرض و غایت اس شرمناک طریقہ کو بالکل نیست و نابود کرنا تھا۔ میں ذیل میں چند ایک

نوکر کرتا ہوں :-

- ۱۔ جو شخص انسانوں کی تجارت کرتا ہے وہ دائرہ انسانیت سے خارج سمجھا جائیگا +
- ۲۔ اگر کسی غلام عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو تو وہ آزاد سمجھی جائیگی۔ اور اس بچے کے وہی حقوق ہونگے۔ جو ایک جائز اولاد کے ہوتے ہیں +
- ۳۔ کوئی مسلمان غلام نہیں بنایا جاسکتا +
- ۴۔ ان جنگوں میں جو جائز طور پر کئے جائیں گرفتار شدہ لوگ اس وقت تک غلام تصور کیے جائیں گے۔ جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کریں یا زبردیہ ادا نہ کریں یا آزاد نہ کئے جائیں۔
- ۵۔ غلام اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے +
- ۶۔ خدا کی عبادت کا نہایت مقبول طریق یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے +
- ۷۔ صاحب غلام اگر قانون کی نظر میں مستوجب سزا سمجھا جائے تو ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس کا غلام آزاد کیا جائے +
- ۸۔ آقا اور غلام کے لباس اور خوراک میں کوئی تمیز نہ ہو +
- ۹۔ کسی غلام کو اسکی طاقت اور قابلیت سے زیادہ کام نہ دیا جائے +
- ۱۰۔ غلام کو بوجہ اس کی غلامی کے تقاریر سے نہ دیکھا جائے +
- ۱۱۔ بیت المال کا ایک نیچہ بھی فرض ہے۔ کہ روپیہ داکر کے غلاموں کو ان کے مالکوں سے آزاد کرایا جائے +
- ۱۲۔ اگر آقا اور غلام کے باہمی معاہدہ کا توڑا جانا آقا کی طرف سے پایا جائے تو اس سے غلام کو جسے لامسکان آزاد کئے جانے کا فائدہ اٹھایا جائے +

(ج) قوانین

۱۔ دیوانی اور فوجداری قوانین

مجموعہ قوانین دیوانی و فوجداری تیار کیا گیا۔ اور اس قسم کے عام اصول جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ آئین ہمنوی الے واضعان قوانین کی ہدایت و رہبری کے لئے درج کر دیئے گئے۔

(۱) علما و فضلاء میں سے صرف وہی لوگ قانون وضع کر سکتے ہیں جو اپنے تمام علوم کی

واقفیت اور انسانی زندگی کے حالات جاننے کی وجہ سے ممتاز ہوں۔ قوانین پرانے روایات پر پستی ہوں بلکہ نئے حالات کو مد نظر رکھ کر اصول اسلام کے مطابق ہوں۔ جب کبھی انہیں اختلاف پیدا ہوتا تو فیصلہ کثرت رائے پر کیا جائے +

(۲) تمام امور میں خواہ وہ اخلاقی ہوں یا جسمانی اعتدال کو مد نظر رکھا جائے +

(۳) کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے +

(۴) قانون کے ظاہری الفاظ پر اس کی اصل غرض منشا کو ہمیشہ فوقیت دی جائیگی +

(۵) از روئے قانون تمام لوگ برابر سمجھے جائیں گے (۶) بدی کو اس طرح سخت کر دیا جائے +

قوانین جنگ

اسلام سے پہلے فاتح لوگ مغلوب دشمن کے ساتھ نہایت بیرحمی سے سلوک کرتے تھے۔ کئی قانون سے بھی ان کے اس ظلم و تعدی کی روک تھام نہ تھی۔ اس طرح یہودی۔ یونانی۔ اہل روم اور اہل فارس وغیرہ انسان کو جانے اور مقتول کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا رواج تھا + انجیل کی عبارتوں سے جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں اس قسم کے افعات کی صاف تصویر نظر آتی ہے۔ کتاب چہارم عندنا قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۰ آیت - اور انکے سارے شہر و ملک جنہیں وہ ہتھے تھے اور ان کے مستعبدوں کو چھوٹا کر دیا +

کتاب چہارم عندنا قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۰ آیت - سو تم ان سچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو +

کتاب ہشتم - ۳ باب ۱۰ آیت - اور تم نے ان کو یعنی انکے مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کو سب ایک شہر میں جرم کیا +

حزقیل - ۱۰ باب ۱۰ آیت - اور چھوڑ دو اور نہ بچوں اور عورتوں کو ایک سخت مار ڈالو + اسماعیل - ۱۰ باب ۱۰ آیت - سو اب تو جا اور عاملین کو مار - اور سب جو کچھ کہ ان کا ہے کہ - ایک سخت جرم کر - اور ان پر رحم مت کر - بلکہ مرد اور عورت شہید بچے اور شیر خوار - اور بیل بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر +

آیات بالا کا ان ہدایات جو حضرت محمد سلم نے اسلامی فہمائے کے راز کو پس مقابلہ کریں -

آپ حکم دیتے ہیں۔ کہ ان تکالیف کے بدلے میں جو ہمیں دینی میں اُن نے ضرر لوگوں کو جو گھروں میں ہیں دُکھ نہ دوسُتورات کو بچاؤ۔ جو بچے دودھ پیتے ہیں انہیں ایزامت دو۔ اور بیماریوں کو بھی تکلیف نہ دو۔ اُن باشندوں کے گھروں کو جنہوں نے مقابلہ نہیں کیا مسار نہ کرو۔ اور اُن کے ذرائع خورد و نوش کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی اُن کے پھلدار درختوں کو جو احکام حضرت ابو بکر ظلیفہ حضرت مصطلح نے اسلامی فوجوں کو دینے وہ بھی ذیل میں اُسے مقابلہ لکھے جاتے ہیں :-

اس امر کا اطمینان کرو کہ تم اپنی قوم کو تکلیف نہیں دے رہے۔ اور انہیں بچپنی میں نہیں ڈال رہے۔ بلکہ معاملہ میں ان سے مشورہ کرو۔ اور خبردار کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو چنانچہ اولیٰ الصلٰت سے دُور ہو۔ کیونکہ جو اس کے خلاف کریں گے وہ خوشحال نہ ہوں گے۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھادری سے مقابلہ کرو۔ اور اپنی پیٹھ مت دکھاؤ۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو۔ تو چھوٹے بچوں۔ بڑے مردوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ کھجور کے درخت بران نہ کرو۔ اور اناج کے کھیت مت جلاؤ۔ پھلدار درخت نہ کاٹو اور نہ کسی دہشتی کو ایزا پہنچاؤ۔ بحر اُن جانوروں کے جنہیں تم اپنی خوراک لینے فوج کرو۔ اور اگر تم کوئی معاہدہ کرو تو اُسکی پابندی دل سے کرو تمہیں مغرب میں ایسے مذہبی لوگ ملینے جو خالق ہوں میں گوشت خنشین ہیں اور اپنے طریق پر خدا کی عبادت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہرگز قتل نہ کرو اور نہ اُنکی مخالفت ہوں کو ویران کرو +

اسلامی جرنیلوں نے ان ہدایات کے مطابق اپنے سپاہیوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ کام لیا۔ عمر ابن عباس جب ہرہہ قدیم میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے تمام مصریوں کے قانون کے مطابق میں آزادی اور مساوات کا اعلان کر دیا۔ امن اور انصاف اور قانونی عدالتیں قائم کر دیں۔ اور عوام الناس کی بہتری کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ جب وہ قاہرہ سے سکندر پر جانے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک کبوتری نے اُن کے خیمہ کے اوپر گھونسل بنا رکھا ہے اور اُس میں اُن کے ڈینے ڈنڈے ہیں۔ انہوں نے اس کبوتری کی خاطر خیمہ چھوڑ دیا اور تاکید یہ حکم دیا۔ کہ کوئی اس جانور کو نہ چھیڑے۔ یا اس خیمہ کو نہ اکھاڑے جب تک کہ کبوتر کے ننھے اڑنے کے قابل نہ ہوں +

اُس زمانہ میں مصریوں کا اعتقاد تھا کہ دریا سے نیل میں اس وقت تک طغیانی نہیں آتی جب تک کہ کسی جہان باکرہ کو عروسانہ لباس پہن کر ہر سال اُس میں نہ ڈالا جائے۔ جب انہوں نے اس رواج سے متعلق

سنا تو انہوں نے خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھا اور انکی ہدایات کے مطابق اس کو وہ رسم کو فوراً بند کر دیا۔

قوانین حفظانِ صحت

حضرت محمد مصطفیٰ کو علم تھا کہ شراب، گرد و غبار اور ناصاف ہوا انسان کیلئے مضر ہیں اسلئے آپؐ روزانہ وضو و غسل کے متعلق ہدایات صادر فرمائیں۔ اور حکم دیا کہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار تمام جسم کو پانی سے صاف کیا جائے اور ہتھیرے کیڑے پہنے جائیں۔ اور شراب اور تمام ایسی اشیاء سے جو تجربہ سے انسانی صحت کے لئے مضر پائی گئی ہیں قطعاً ممانعت فرمادی۔ قرآن کا حکم ہے کہ کھانا پیو لیکن اعتدال سے باہر قدم نہ مارو۔ اس حکم کی ممانعت میں ہمیشہ فائدہ ہی ہے۔

۴۔ اخلاقی قوانین

مسلمان کیلئے بعض فرائض مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ جو انکی ذات کے متعلق دیگر مسلمانوں کے عام انسانوں کے اور میزبان جانوروں کے متعلق ہیں۔

۱۔ قمار بازی قطعاً بند کر دی گئی۔ انصاف۔ راست گوئی پہنے جذبات پر قابو رکھنے۔ اور دیگر نیک خصائل کے بارے میں بہت تاکید کی گئی۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف تین احکام اس موقع پر بیان کئے جاتے ہیں :-

(۱) مسلمان بوجہ مذہب دینے کے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اسلئے چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں۔ اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے پہلو ہتی کریں۔ اور نہ ایک دوسرے کو تھارت دیکھیں وغیرہ وغیرہ۔

(۲) سب اچھا انسان وہ ہے جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

(۳) جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں خدا کا خوف دل میں رکھو۔ ان پر اس وقت مہاری

کر جب وہ سواہری کے قابل ہوں۔ اور جب وہ تھک جائیں ان سے کام نہ لو۔ جو میزبان جانوروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں انہیں اجر ملے گا۔

بہت سی مخرب الاخلاق باتوں کی ممانعت کر دی مثلاً کعبہ کے گرد برہنہ اور بے تمیزی سے طواف کرنا۔

(د) ممانعتِ رعبانیت

حضرت محمد مصطفیٰ نے دیکھا کہ انسان نہ تو سب سب نیک ہی ہیں اور نہ سب سب بڑے البتہ لگاتار

ترقی کرنے سے کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہاں بن کر ترقی کرنا مشکل ہے یہی رفتہ رفتہ اس بات سے دور ہو سکتی ہے کہ انسان دنیا اور اس کے طریقوں کا پورا پورا علم حاصل کرے۔ اسی وجہ سے ہم کی رہبانیت سے اسلام نے لوگوں کو روک دیا۔

(۱) انسدادِ مفلسی

اسلام کے بینظیر ارکان میں سے ایک رکن زکوٰۃ یعنی اذ۔ اذ مفلسی ہے۔ یہاں کے بعد ایک رکن میں سے جس کی مقدار ایک خاص رقم سے زائد ہو اور ہائی روپیہ فیصدی محصول یا ٹیکس وضع کیا جاتا تھا۔ جو مجموعہ دیگر ٹیکسوں کے بیت المال کا بنیادی پتھر تھا۔ اس طرح آمد و خرچ کا انداز رکھا جاتا تھا۔ اور موجودہ بجٹ کی ابتداء اس سے ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے بادشاہ اپنی برصغرت عیت اور مفتوح لوگوں پر جس قدر مال تبرعہ دی سے وہ وصول کر سکیں کرتے تھے۔ اور اس مال کو یہودیوں اور دیگر اپنی برعاشیوں میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ لوگوں کی آرام آسائش کا کبھی خیال نہ کیا جاتا تھا۔ اور تنقید حاکم کی بھی اس میں دلچسپی نہ ہو۔ لیکن اسلام نے حکومت کو لوگوں کا خادم بنادیا۔ بیت المال قائم کیا گیا اور وہ لوگوں کی مشترکہ جائداد سمجھا جاتا تھا۔ غلیفہ اس میں صرف اس قدر ملتا تھا جو اس کے اور اسکے خیال کے گزارہ کیلئے کافی ہو۔ جو دولت باہر سے آتی تھی وہ اسلام کے عام اغراض پر بڑی دانشمندی کے ساتھ خرچ کی جاتی تھی۔ بیوگان اور یتیموں کی خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا تھا۔ جو بحیثیت ہونے کے ان کا حق تھا۔ لیکن اسے خیرات نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور ضرورت کے وقت مدد دی جاتی تھی۔ ہر ایک مسلمان کا فرض تھا کہ وہ اپنی قوم کی بہتری کیلئے کچھ نہ کچھ امداد کرے۔ اور اگر وہ نادار ہوتا تو اسے کچھ دیا جاتا۔ اگر کوئی معزز مسلمان پو الیہ ہو جاتا تو اس کا خاندان کبھی قسم کی امدادی کام کرنے کی درخواست نہ کرتا بلکہ وہ اٹھا ایک حق طلب کرتا جو اسے فوراً دیا جاتا۔ اگر ناداری اس کی اپنی کسی غفلت کی وجہ سے ثابت نہ ہوتی۔ اگر وہ کسی کام کیلئے درخواست کرتا تو اسے دیا جاتا اور اس کی مدد طریق کی گنجائی تاکہ وہ اپنی پہلی تجارت قائم کر سکے۔ یا کوئی اور تجارت شروع کرنے کے مثلاً اگر اسلامی سلطنت کے کسی حصہ میں قحط سالی ہوتی تو بیت المال ضروری امداد دینے کیلئے تیار ہوتا تھا۔ اور اس پر مسلمان ہونے کی حیثیت لوگوں کا حق تھا۔ اس دستور العمل کو وہ لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے جنہیں

اتسہی کا اور اس کے نتائج کا علم ہر جو یورپ کے ان مقامات میں رہ رہی ہے۔ جہاں مفلس اور دار
لوگ ہتے ہیں۔ یورپ میں بیکاروں کے جلوس دیکھے جاتے ہیں۔ اور ان میں سب ایسے نہیں
ہوتے جو کام کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان میں ایسے قسمت لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو باوجود قوی
اور طاقتور ہونے کے کام حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کے جیلے پتلے چہروں اور پھٹے پڑنے
کپڑوں سے صاف طور پر مفلسی عیاں ہوتی ہے۔ اکثر ان میں سڑا سمان تلے رات گزارتے ہیں۔
اور جب کبھی لمحہ بھر کیلئے ان پر نیند غالب آتی ہے۔ تو پولیس والا ہوشیار ہو کہہ کر انہیں بے آرام
کر دیتا ہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ۔ اگر مفلس لوگوں کے محلوں کے تنگ و تنار کونچوں اور محلوں میں
آپ جائیں تو وہاں ان کی مفلسی کا ایدینا نظارہ دکھائی دیگا۔ وہاں اس قسم کے غریب دوری
پیشہ لوگ آباد ہیں جنہیں محنت کی مزدوری استفادہ ملتی ہے جو ان کے جسم و جان کو قائم و تحمل
رکھ سکتی ہو۔ کچے ایسے بچوں سے پُر نظر آتے ہیں جو گندی نالیوں ہی میں کھیلتے ہیں۔ ان بچوں کی
حالت نہایت رحم کے قابل ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے انہیں کوئی مفید موقوفہ نہیں ملتا جس صورت
میں ان کے چاروں طرف ناقابل بیان گندگی اور اس کے لازمی نتائج ہوں تو کب معزز شہری
بننے کا وہ موقوفہ پاسکتے ہیں۔ نیویارک کے ایک شخص کی نسبت میں نے سنا کہ وہ ہر سال ہوم
سرمایہ میں خفیف جرم کا مرتکب اسلئے ہوتا کہ اسے جلیخاندہ میں خوراک اور گرم جگہ ملیگی۔ بطرح
ایک ضعیف العمر شخص نے چند ہفتے لیوی پوسٹر بیٹ میں کہا کہ میں جلیخاندہ میں جا کر مشقت
کرنے کو اس کا رخانہ پر ترجیح دیتا جہاں کہ وہ گزشتہ سال کو کام کر رہا ہے۔ اصل تہذیب
اس کا نام نہیں کہ ہر ایک شخص کیلئے کام مہیا کیا جائے بلکہ اس لیل مفلسی کو دور کرنا ہی سچی
تہذیب ہے جیسا کہ اسلام نے مختلف طریقوں سے کیا +

افتلاب ملکی

نئی طرز حکومت جس کی بنیاد دینیہ میں رکھی گئی حقیقت میں جمہوری سلطنت تھی۔ مرد اور عورت
بڑا حال اور جان۔ شہری اور آزادہ سب سب اس سچی جمہوری حکومت کے ماتحت مساوی
حقوق رکھتے تھے۔ اور ہر ایک کا کل سلطنت و قوم کی بہبودی کیلئے کوشاں رہنا فرض تھا۔
اس نئی حکومت نے کمزور کو زبردست سے، غریب کو دولت مند سے اور عوام کو طبقہ امرا سے بچانے کا

بڑا اٹھایا۔ غر بکیلئے یہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو پناہ و حفاظت میں سمجھا اور انہیں معلوم ہوا کہ کوئی زبردست طاقت انہیں بچانے والی موجود ہے۔ زبردست اب محتاط ہو گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ انہی تختیوں کی وجہ سے انہیں سزا ملیگی ۛ

اس وقت نہ کوئی مطلق العنان اور نہ موروثی بادشاہ تھا۔ قوم میں سے جو سب سے اچھا ہوتا اسے قوم کی بہتری کیلئے اور اسلام کے اصولوں کے مطابق حکومت کرنے کیلئے منتخب کیا جاتا تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کبر مسجد کی سیرۂ حصیوں پر سیریا کرتے خلیفہ کا خزانہ عامرہ پر دو سرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ قوی نہ تھا۔ اکتی خواہ مقررہ تھی۔ اور مسلمانوں کی لے کے خلافت ہمیں ضاۃ نہ لیا جاسکتا تھا ۛ

محصول زمینیں مقررہ تھے۔ اور بیت المال کے ذریعہ اکٹھے کئے جاتے اور انکا انتظام ہوتا۔ بیت المال کا کام ایک نرالی قسم کا تھا۔ بیوگان یتیمی اور بکیوں کی پرورش اس سے ہوتی۔ بیکاروں کیلئے کام کا انتظام ہوتا۔ اور جب تک یہ انتظام اپنی اصلی اور ابتدائی صورت میں با مفلسی معدوم ہو گئی۔ بیت المال کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ تمام مسلمانوں کا اس پر برابری تھی۔ نہ بیانیہ انوت حقیقی تھی اور نہ کہ نرالی تھی۔ کسی جماعت کو کوئی خاص حقوق لوگوں پر ظلم کرنے کیلئے حاصل نہ تھے۔ خواہ جماعت نیا داروں سے تعلق رکھتی ہو اور خواہ مذہبی لوگوں سے مشرقی مصر اور مغربی ہسپانیہ کا حال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس اتحاد و اخوت کے غیر مالک کے لوگوں پر اور بالخصوص ان مفتوحہ اقوام پر جو رومیوں کے ماتحت تھے ضرور اثر کیا ہوگا۔ یہ لوگ مدینہ میں آئے۔ اور دیکھا کہ اس قسم کے حالات اور کسی جگہ نہیں ہیں انہوں نے فوراً مسلمانوں سے التجا کی کہ وہ انہیں ان ظالموں کے پنجے سے جن کے ماتحت وہ اس وقت تھے نجات دلائیں ۛ

حالت ہسپانیہ رومیوں اور مغربی گاہنہ کے زیر حکومت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سلطنت و م کے دیگر علاقوں کی طرح ہسپانیہ کی بھی بہت برسی حالت تھی۔ گو امراتعدا میں زیادہ نہ تھے لیکن اُنکے قبضہ میں فریباً ملک کی ساری دولت تھی۔ ان کی خدمت میں بیشمار اعلام موجود تھے۔ اور وہ تمام عمر قمار بازی عیاشی اور ہر ایک قسم کی بدعاشی میں صرف کرتے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ ان کی کسی قسم کا محسوس محسوس نہ تھا۔ بلکہ اس کا بوجھ دیگر فرقوں اور اشخاص پر تھا۔ ان نخواستہ رومیوں کی خاطر

مختلف قسم کی تعدادی دوست درازی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی مالگزار یا کس اد اگر نیوالا ناوا رہ جاتا تو اس کے ہمسایہ کو دگنا کس یا خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ متوسط درجہ کے زمیندار کوئی حالت قابل افسوس تھی۔ ان لوگوں پر تمام محصول خراج کا بوجھ پڑتا۔ پھر اپنی زمین بلا منظوری شاہ و مافوق خیرت کر سکتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مایوسی کی حالت میں بھاگ جاتا تو کوئی بُری بھلی ملازمت کر لے تو اسے دھونڈ کر پکڑا جاتا۔ اور اپنے پہلے کام پر پھرانے جبراً لگایا جاتا۔ زمیندار کوئی آسامیوں کی حالت تو اور بھی بدتر ہوتی۔ وہ گویا زمین کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ اور زمین کے ساتھ وہ بھی بیچ دیئے جاتے تھے۔ اُن کا فرض تھا۔ کہ وہ زمین کے مالک کے لئے کام کریں اور غلہ بہم پہنچائیں۔ روٹیوں کو دود اپنا علیحدہ محصول ادا کرتے۔ اُن کو فوجی خدمت لینے کا روٹیوں کو ہر وقت حق تھا۔ علماموں کی ان سے بھی بڑھ کر خراب حالت تھی۔ وہ اپنے مالک کے نزدیک ایک قسم کی جائیداد سمجھے جاتے تھے۔ وہ تعداد میں اس قدر بشمار تھے کہ جب ایک دفعہ روما کے سرداروں نے تجویز کی کہ سب ایک ہی قسم کی پوشاک پہن کریں تو اس تجویز کو اس بنا پر روک دیا گیا کہ غلاموں کو معلوم ہو جائیگا کہ انکی تعداد ان کے مالکوں کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ ایک بہت بڑی جنگ کے بعد بھی حسین شہید رعلاموں کا نقصان نہ ہوا۔ کچھ گھبراہٹ کا بعض مالکوں کے پاس چار ہزار بلا آٹھ ہزار تک غلام موجود تھے۔ اُن غریب قبیلوں کے ساتھ انکے مالک بڑی برائی سے سلوک کرتے۔ اور ان کی زندگی اور موت پر اثر بھی جاتی تھی۔

اوسط درجہ آدمی اور زمینداروں کی آسامی اور غلام کے لئے اس ظلم و ستم حاصل کرنے کی ایک تھی۔ وہ جنگلوں میں بھاگ جاتے اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ وہ قزاقوں کا ایک حلقہ بنا لیتے اور وقتاً فوقتاً جہاں کہیں ممکن ہوتا ڈاکہ زنی کرتے ایک دفعہ تو ان کا وجود ایسا خطرناک ہو گیا کہ ان کو مقابلہ کیلئے ایک فوج بھیجی جاتی۔

ان واقعات معلوم ہو سکتا ہے کہ عوام کو اس بات کی بالکل پرواہ نہ تھی کہ ملک پر کون کون سی بات ہے۔ انکی اس قسم کی لاپرواہی سے مغربی گاہنے کیلئے ہسپانیہ کا فتح کرنا آسان ہو گیا۔ ان جنہوں نے اگرچہ ان کا مقابلہ بھی کسی نے نہ کیا۔ مگر جوں اور گھروں کو جلا دیا۔ اور عورتوں مردوں اور بچوں کو یا تو قتل کیا اور یا غلام بنالیا۔ اس خوف کی وجہ سے جو لوگوں کے لوں پر طاری ہوا جنگلوں میں قزاقوں

کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد گاہنہ و ہاں مالک کی حیثیت میں تقسیم ہو گئے لیکن پادریوں کے اثر میں آگئے جو اس طرح ایک زبردست طاقت بن گئے +

جب پادریوں کی طاقت کمزور تھی۔ تو یہ سامیوں اور غلاموں کی مدد کرتے۔ بلکہ انکی آراوے اور رہائی کے لئے دعا بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن جی ہنی انکی طاقت بڑھی۔ اور ان کے قبضہ میں پڑے ہوئے املاک اور محلات خد متگا روں اور غلاموں کے آگئے تو انہوں نے غلے الا اعلان ظاہر کیا۔ کہ فطر نے بعض کیلئے غلام اور بعض کیلئے آقا ہونا لکھ دیا ہے۔ جب حالات اس سے بھی ابتر ہو گئے۔ اور لوگ پکار اٹھے کہ پادریوں کی حکومت بجائے زمینی بہشت بننے کے ایک زندہ دوزخ ہو گئی ہے۔ تو کلیسیا سے جواب دیا کہ یہ حالت اسلئے ہے کہ یہودیوں کو جنہوں نے جناب مسیح کو مارا تھا تا حال سزا نہیں ملی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بد سختوں کو ہر جگہ دکھ دیا گیا۔ پھر دیکھتے کیلئے ابض ہودی عیسائی بن گئے۔ لیکن اس حالت میں بھی ان کے بچے ان سے جدا کئے گئے۔ تاکہ ان بچوں کی تربیت یسٹینی عیسائیوں کی طرح ہو۔ بعض کی آزادی اور جائیدادیں چھین گئیں۔ اور انہیں ان عیسائیوں کا غلام بننا پڑا جو خود پہلے غلام تھے + (باقی دارد)

دین عیسوی کا مفاد

اکثر اور بار بار میرے دل میں خیال پیدا ہوا ہے کہ کیا فائدہ کسی راحت اور طمانیت اور کیا نفع روحانی۔ اخلاقی یا مادی ان لوگوں کو ہوتا ہے۔ جو اس زمانہ میں سچی عقائد پر ایمان رکھتے اور اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ جبکہ سائنس اور عقولیات اس درجہ ترقی کر چکی ہیں۔ اور جو زمانہ اسی حیرت انگیز انقلاب سے تیرہ صدی تک بھی زیادہ عرصہ کے بعد آتا ہے۔ جو انقلاب بی بی آئسٹن کے نتیجے میں ہے۔ نہ سب۔ اخلاق۔ روحانیت اور تمدنی اور سیاسی نظامات کے متعلق انسانی خیالات میں پیدا کر دیا بلکہ غرض عقل انسانی میں ایک تغیر پیدا کر دیا۔ اور اُسے اوہام باطلہ اور تعصبات کی جکڑ بندیں کو آزاد کر کے حریت کے زور سے آراستہ کر دیا پس میں نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ ان فاضل زبردست و سبارہ میں ہدایت چاہتا ہوں۔ جو موجودہ یا سابقہ عیسائیت پر کچھ یقین

رکھتے ہیں۔ اگر ایسے صحابہ واقعی کہیں موجود ہیں ؟

یہ بحث ایسا بلند پایہ اور سنجہ نشان پرکرا کے متعلق سوال و آزاری اور سنجہ دہی کی بنا سے نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اس کا جواب بھی کٹ جھٹی کے خیال سے نہیں بلکہ کورے طور پر یقین دلانے والا ہونا چاہئے۔ عیسائیت اس قدر فراخ و درشاخ فروع اور گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ عیسائیوں میں علم اور تحقیق علیہ عقیدہ کیا ہے۔ جسے عیسائیت کے نام سے موسوم کیا جاسکے عیسائیت اب ہرگز ایسی شخص اور مصرح نہیں ہے۔ جیسا کہ مثلاً اسلام ہے۔ اسلام میں بھی مذہبی منافشات اور فرقہ بندی لگتی ہیں یہ جس کے اختلافات اور تفرقے پیدا ہوئے ہیں۔ جن سے اسلام کے اس پہلو کے اعتبار سے جو علم فقہ کے متعلق ہے بلکہ بعض رسمیات کے بارے میں بھی کئی زمین ہونگے ہیں۔ لیکن اسلام کے بنیادی اصول و معنی وہی ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل اور شرک سے پاک ایمان کو وہ پاک اور بزرگ ہے یا خردمند ہے۔ خدا در حقیقت ہے اور الرحمن اور الرحیم ہے۔ فراخ دلانہ اور فرق نہ کرنے والا ایمان تمام ان انبیاء اور محف پر جو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام و ممالک کے لوگوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً اور آخری اور خاتم النبیین نبی کی بعثت سے پیشتر جو اپنے ساتھ آخری اور ابدی اور ناقابلِ تحریف ہمہ گیر کتاب لایا معجوف یا نازل فرمائے اور ایمان اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر اور ایم آخرت پر۔ یہ تمام عقائد یا حامل اسلام کے اساسی عقائد ہیں۔ علیٰ ہذا اسلام کے پانچ ارکان بھی یہی ہیں جو پہلے تھے یعنی (۱) کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر صدق دل سے ایمان (۲) نماز پنجگانہ (۳) زکوٰۃ یعنی غربا کی اعانت اور دیگر نیک کاموں کے لئے لازمی چیلہ (۴) حج کعبہ زندگی میں کم از کم ایک بار (۵) ماہ رمضان میں روزے +

مختلف اس کے دین مسیوی میں کیا بلحاظ عقائد اور کیا بلحاظ اصول زندگی کوئی بات جو یقیناً مستغنی نہیں ہے۔ اکثر عیسائی اب بھی پُرائے عہد نامہ کو اپنے لئے قرعہ صلی کتاب مانتے ہیں۔ لیکن یہی جماعت کثیرہ بعثت مسیح کے متعلق جو عقیدہ رکھتی ہے اس کا اُسے پہلے عقیدہ سے توافقی نہیں ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عام عقیدہ تو یہ ہے کہ پرانا عہد نامہ الہامی کتاب ہے، لیکن عام عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک باطل نبی

اور نادر شریعت کے شریعت کے آئینوں کی جگہ قربانی نے لیلی۔ جس سے کفارہ کا مسئلہ منسوخ ہوا
ان دونوں باتوں میں تعلق پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اگر شریعت کو قائم رکھا جاتا۔ اور اگر ان قوانین
کی بجائے ایک خاص قوم کے لئے خاص حالات میں وضع کئے جاتے تھے۔ اس قی یا فتنہ زمانہ میں
جبکہ نفع انسانی ایک دوسرے کے قریب تر آگئی ہے۔ ممکن ثابت ہو جاتی۔ تو صاف ظاہر تھا
کہ عیسائیوں کو عیسائی بننے سے وہی ظالمانہ یا مادی فوائد حاصل ہوتے جو یہودیوں کو یہودی بننے سے
حاصل ہوتے ہیں لیکن عیسائیت موجودہ صورت میں تمام الہامی قوانین سے تقریباً پورے طور پر ہٹ گیا
اور بے تعلق ہو چکی ہے کسی دُنیا میں قانون سازی کا کام ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔
جنہیں بے کوفی تعلق نہیں۔ پس کاروبار کی سرانجام دہی کیلئے انفرادی یا قومی حیثیت کے ان کا
عیسائی یا دہریہ کہلانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم عیسائی ممالک میں دیکھتے
ہیں کہ پادریوں کی مخالفت کے باوجود قانون پاس کر دئے جاتے ہیں۔ جیسا مثلاً انگلستان میں متونی زرد
کی ہمشیر کے ساتھ جواز نکاح کا قانون +

عیسائیوں کے مذہبی اور تمدنی قوانین بھی پڑانے عہد نامہ کے قانون نہیں ہیں۔ ان کا سبب
الگ ہے۔ انہوں نے تہذیب و ادب کو جس کا یہودی بزرگوں میں رواج تھا۔ ترک کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ
جیسی کہ آج کل عیسائیت کی صورت ہے۔ وہ عملاً اس عقیدے پر عامل ہے۔ کہ حضرت مسیح ایک بالکل
نئی شریعت لائے۔ ہزاروں سال کے تجربہ کے بعد خدا کو معلوم ہوا کہ انسان جو خود اسکی مخلوق ہے اس
قابل نہیں ہے۔ کہ اس کے قوانین کی تابعداری کر کے نجات حاصل کر سکے۔ لہذا اس سے نفع انسان
کیلئے نجات حاصل کرنے کا ایک نیا طریق نکالا اور وہ یہ کہ تمام بنی آدم کے اعمال کی ذمہ داری کا
بوجھ ایک شخص کے کندھوں پر ڈال دے۔ مسیح کے مصلوب ہونے کے دن اس بات کی ضرورت نہ رہی
کہ لوگ قانون الہی کی تابعداری کرتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ نے الواقعہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ وہ ان
قوانین کی پابندی کے فطرتاً قابل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مجبوراً اور نافرمانی اپنے پڑاؤں
اعلیٰ حضرت آدم اور حوا سے جہنم میں پائی ہے۔ اگر وہ دوسری دُنیا میں نجات حاصل کر سکتے ہیں
تو صرف مسیح کے ذریعہ سے۔ اور جہان تک دنیاوی مصلحت کا تعلق ہے۔ یہ یا دشاہوں کا فرض ہے۔ کہ
انکی نگہداشت کریں عیسائیت کو بننا۔ اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سوائے اسکے کہ معاشرتی قوانین

خدا تبارک و تعالیٰ یا اقوام میں ترک مسکرات کے متعلق مصلحات میں رکاوٹ پیدا کرے +

تمام وہ قومیں مثلاً یہودی اور مسلمان جو مذہبی شریعت رکھتی ہیں ان شریعتوں پر عمل کرتی ہیں۔ نہ صرف ان قوانین پر جو انکی کتب مقدسہ میں مرقوم ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اُتوہ پر بھی۔ موسیٰ علیہ السلام یہود کیلئے سند ہیں۔ وہ ان کے لئے اُتوہ اور نور ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ حج بھی وہ موسیٰ کے نقش قدم پر چلنے سے کچھ حاصل کرتے ہیں یعنی کہ وہ آج اُن کے ہادی اور رہنما ہیں۔ مسلمانوں کیلئے تو زندگی یا خیال کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں حضرت محمد مصلم کی ذات مبارک ایسا ہی اُتوہ۔ نمونہ اور مثال پیش نہ کرتی ہو۔ جیسا کہ وہ اس زمانہ میں پیش کرتی تھی۔ جبکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے آنحضرت مصلم بحسد عنصری اس معورہ میں تشریف فرما تھے ہر ایک مسلمان کو اپنے ابد قرار اور ہمہ گیر پیغمبر کی ذات مبارک پر فخر اور ناز ہے۔ تاریخ کے فتوے نے ان پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ جس قدر وہ حضرت محمد مصلم کے اُتوہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ بقدر زیادہ وہ قومی اور انفرادی حیثیات سے مادی۔ عقلی اور روحانی ترقی کرتے ہیں۔ اسلام کی پاک کتاب محفوظ ہے۔ اور تحریفات اور تصرفات پاک ہے۔ کیونکہ اسکی تصنیف انسانی ہاتھوں سے نہیں ہوئی ہے۔ تمام ضروری قوانین اس میں موجود ہیں۔ پھر بھی اہل اسلام محسوس کرتے رہے ہیں۔ کہ اس دنیا میں بھی وہ اُتوہ اور نمونہ کے محتاج ہیں۔ انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ ہزاروں احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ اس وسیع عالم میں کوئی انسان نہیں ہے۔ بلکہ اس پیرائہ سال دنیا میں ایک انسان بھی ایسا نہیں گذرا۔ جس کے حالات زندگی اس قدر تفصیل۔ باریک بینی۔ خلوص عقیدت اور صحت کے ساتھ معرض تحریر میں لائے گئے ہوں۔ جیسے کہ ختم الموصلیں۔ ختم المصاحبین۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھے گئے ہیں۔ مسلمان رسول اللہ کے اُتوہ کی ضرورت کامل طور پر محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت نے خود فرما دیا تھا۔ کہ میں تو مہادی طرح ایک انسان ہوں۔ اسلام کا مرکزی اصول ہمیشہ مسلمانوں کو اکٹھا کرتا رہتا ہے۔ کہ محمد مصلم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول تھے۔ نبی اللہ کے بندے تھے باوجود اسکے تمام جہان سے مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا۔ جو یہ یقین نہ کرتا ہو کہ وہی بنی تمام جہان کیلئے اُتوہ حسنہ ہے +

میسائیوں کا معاملہ اس سبب بالکل مختلف ہے۔ مسیح ان کے لئے آئندہ نہیں ہیں۔ اور جو بھی کہتے تھے ہیں جیکہ انہوں نے اکو خدا بنا رکھا ہے۔ وہ اکو خدا کے خیمہ از زندوں کو ایک نہیں سمجھتے۔ بلکہ واحد اور اکلوتا بیٹا ملتے ہیں۔ اگر انہوں نے کیا کیا ہوتا۔ اور اس کے نمونہ کو اس دنیا میں قابل اتباع نہ بنا دیا ہوتا۔ تو بھی وہ شخص جسے سر نکانے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ جو تحفظ ذاتی کے لحاظ سے عطا کتا تھا جس نے دو لقمہ دوں کیلئے بہشت میں جانا ناممکن قرار دے دیا تھا۔ جو خود اپنی نرمی میں اپنے مٹی بھر قہر ہی پروردوں اور شاگردوں میں وفا شعار سی۔ سہج بازی اور اخلاقی مجرات کی روح نہ چھوڑ سکے۔ اور جو ایک قبیلے کی زندگیوں میں بھی کوئی اصلاح نہ کر سکا۔ لیکن نہیں کہ اس زمانہ کی ترقی یافتہ اور مضبوط نسل انسانی کے لئے نمونہ بن سکے۔

پس یہ پہچاننا آسان نہیں۔ کہ میسائی لوگ اپنے آپ کو مسیح کا پیرو کسے سے اس دنیا میں کیا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ نئے لواقدہ اسکی پیروی نہیں کرتے۔ نہایت نیکارادوں اور حمایت ملیج کو مشنوں کے باوجود وہ اسکی پیروی نہیں کر سکتے۔ میسائیوں کو اس کو کوئی اخلاقی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ میسائیوں نے وہ نہیں ہے۔ اسلام کی طرح یہ ایک زندہ طاقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے افعال و افعال ان کے عقائد پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر علاوہ اس کامیابی کے جو اسے نسل انسانی کے ایک کثیر حصہ کو جمہوریت۔ مساوات اور اخوت کے اصولوں پر عمل پیرا بنانے میں اور ان میں سکرات کو قطعاً ترک کرانے میں حاصل ہوئی۔ اور یہ ایسی کامیابی تھی جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر اسلام سوائے اسکے اس دنیا میں اور کچھ بھی نہ کرتا۔ تو بھی یہ اس قابل تھا۔ کہ ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر فخر اور ناز کرتا۔ وہ زندہ اخوت جو باوجود منزل و مخططات کے اس زمانہ میں بھی مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اسلام کا ایک انمول عطا ہے۔

جب میں قسطنطنیہ گیا۔ اور مجھے پرائیویٹ طور پر مسلمانان عالم کے خلیفہ شہنشاہ معظم کے حضور میں شرف باریابی بخشا گیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ اس عظیم خیر و نفع سے مجھے اور میرے ہم وطنوں کو بہت بڑا شرف اور اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اس کا جواب نہایت سنسنی خیز تھا۔ سلطان العظم نے فرمایا۔ کہ شرف غیر وہ کا کیا ذکر۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس وہ سب ایک دوسرے

مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کیا یہ ایسا مؤثر دھماکا کہ جس سے اپنے مسلمان بھائی پر غر کرنا یقیناً محض
نہانی یا سناٹا کی راہ سے نہیں تھا۔ بلکہ حقیقی اور عملی بات تھی۔ میں اس ملک میں جہی تھا۔ جو
میں نے اپنے ملک میں حاصل ہے۔ سلطان المعظم کو اس کا حسب اس علم نہ تھا۔ میرا اثر تھا
صرف یہ تھا۔ کہ میں مسلمان تھا۔ اور میں نے دیکھ لیا۔ کہ نہایت عالی مرتبت اور بلند ترین ہستی
سے مساویاد اور برادرانہ سلوک حاصل کرنے کیلئے صرف یہی سہ کافی ہے +

تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک انگریز مسلمان کے
ایک عیسائی بھائی کو جو مرنے لگا اس جنگ میں گرفتار کر لیا اتفاق ایسا ہوا۔ کہ اسی کمپ
میں انگریز کا ایک مسلمان بھی اسیر جنگ تھا۔ مسلمان قیدی کو مجبوراً لوم ہوا۔ کہ انگریز قیدی کا ایک
بھائی مسلمان ہے۔ تو اس اسلامی نے فوراً اپنا اثر دکھایا۔ اور اسے انگریز مسلمان بھائی کو
محبت آمیز خط لکھنے پر مجبور کیا۔ حالانکہ وہ اس کی زبان جانتا تھا۔ نہ اس کا ملک اس نے کبھی
دیکھا تھا۔ اور کوئی جان پہچان نہ تھی +

اس قسم کی ہزار ہا مثالیں موجود ہیں۔ جو نہایت کثرتی ہیں۔ کہ اسلامی اخوت کی زندہ طاقت
ہے۔ پس کم از کم اس لحاظ سے تو مسلمان کینیت مسلمان بھائی کے بہتر حالت میں ہیں +

بمخلاف اس کے عیسائیوں میں ایسی اخوت اور ہمدردی جو مسلمانوں کی یا مساوات ہرگز نہیں ہے
امریکہ میں ایک سفید رنگ عیسائی دوسرے سیاہ رنگ والے عیسائی کو مار پیٹ کرنے سے چنداں
پس دیش نہیں کرتا۔ ہندوستان میں جب عیسائی مشنری باورچی کسی نہایت بیچ ذات کے
آدمی کو (اور عیسائی مشنری عموماً پہاڑی بیچ اور فطرس طبقہ سے اپنے رنگ و بھر کر کرتے
ہیں) گراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو ذات پات کا امتیاز نہ صرف باقی رہتا ہے۔ بلکہ
پہلے سے بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ نام نہاد گوروں کا سبھی تکبر و نخوت نہایت بیدروداد
ہے عیسائیوں میں بھی ایسی۔ بڑا غلط فیصلہ۔ بلکہ جہی امتیازات بھی ہمیشہ اور زندگی کے
میں میں نہیں فرمیں شیعہ بھی شامل ہے نہایت نمایاں رہتے ہیں۔ حالانکہ ہم انسان کو وہ خدا
تاکر نہیں تھے یہی وہ ایک معمول عورت کے جیسے پیدا ہوا تھا۔ جس کا خاندان تجارتی پیشہ کرتا
تھا۔ عیسائی جامعہ میں پیشہ دار اور درویش کی نظریے دیکھے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ

اُمرا کے محلات میں تاجر پیشہ لوگوں کے اندر آنے کے لئے الگ پائیس دروازے مخصوص ہوتے ہیں پس مساوات اور اخو کے اعتبار سے اور ہمہ گیر جمہوریت کے لحاظ سے کوئی عیسائی بحیثیت عیسائی ہونے کے بہتر حالت میں نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک مسلمان ہے +

اخلاقی بندشوں کے لحاظ سے عیسائیوں کی حالت اور بھی خراب ہے۔ ایک عیسائی ملک میں جہاں کہ کلبوں اور پرائیویٹ مکانات میں قمار بازی کی اجازت ہوتی ہے۔ جہاں زنا کار بھی کوئی جرم نہیں ہوتا۔ جہاں شراب خانوں کی تعداد گرجوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جہاں ترغیبی نہ صرف منع ہی نہیں۔ بلکہ خاص خاص مواقع پر مذہبی تقدس اپنے اندر رکھتی ہے۔ وہاں ایک مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو بہتر حالت میں محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ یہ محض اس کے مذہب کی تعلیمات ہی کے سنہین سو ہے۔ کہ وہ ان تمام بدلوں سے حظ اٹھانے کی ترغیبات اور تحریکات پر قابو پانے کے قابل ہو جاتا ہے +

مسلمانوں کی زندگی ان کے مذہب کے قواعد کے پورے پورے تابع ہوتی ہے عیسائیوں کی زندگی پر ان کے مذہب کا ہرگز کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بہت کم اسلام ایک مسلمان کو تمام وہ قوانین اور تعلیمات دیتا ہے۔ جو اس کو ایک بہتر رعایا بہتر سپاہی بہتر تاجر بہتر سیاست دان۔ الغرض بحیثیت مجموعی بہتر مرد اور عورت بنانے کیلئے ضروری ہیں عیسائیت کو ان مجملہ معاملات سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے پیروؤں کو اس سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس سے وہ کوئی ہدایت نہیں پاتے۔ یہ ان کو کوئی ضابطہ نہیں سکھاتی +

پس اخلاقی تہمدنی۔ سیاسی یا اخوت ہمہ گیر کے اعتبار سے عیسائیت قطعی ۷۷ سودا ہے اور اس سے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اس شخص کو جو یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے اعمال کی ذمہ داری کا بار کسی دوسرے کے کندھوں پر ڈالا جا چکا ہے اور اسکی نجات اور بھلائی کے لئے اس کے اپنے اعمال پر مبنی ہو اس کا انحصار کسی دوسرے شخص کے خون کی قربانی پر ایمان لانے پر ہو جو ان تمام لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لاتے ہیں کفار ہو کر مرا۔ ایسے شخص کو اس مذہب کے کیا روحانی فائدہ پہنچ سکتا ہے کسی مسلمان شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حقاکر باعقوبت دوزخ برابر ست

و مستحق بہ پانچ دھائی ہمسایہ در بہشت

سج کے خون کے ذریعہ کفارہ کا ایمان اگر ایمان واقعی اور حقیقی ہو۔ تو سوائے بغایت
مخرب اخلاق ہونے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین اتن ہے۔ کہ کوئی سلطنت اس
ایمان کی بناء پر کہ بقیہ ہی حصول نجات جہلی اور فطری معصیت کی بجائی کیلئے کافی ہے۔ قوم کے
بچوں کو اخلاقی قوانین و احکامات کی تعلیم دینا ترک نہیں کر دیگی +

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی روح جو خود اپنا بار اٹھائے ہوئے ہے کسی دوسری روح کا بار
نہیں اٹھائیگی۔ غیر مسلم لوگ اپنے اعمال کا نتیجہ پالینگے اور مسلمان اپنے اعمال کا جہاں لینگے
و علیٰ ہذا القیاس +

خون کے ذریعہ حصول نجات کا عقیدہ نہ صرف مخرب اخلاق ہے بلکہ بالکل وحشیانہ
ہے۔ روحانیت اور تقویٰ کے خلاف اس سے زیادہ اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ قاتل و مطلق۔
رحیم اور منصف خدا نہ صرف ایک سفاک و قتل تجویز کرے۔ بلکہ ایک معصوم انسان کو نہایت
شدید عذاب کا شکار بنائے۔ خواہ اس فعل کا مقصد تمام نسل انسانی کی نجات ہی کیوں نہ ہو۔
یہ عقیدہ تو خدا کو ایک ظالم و سنگدل اور ناکارہ ہستی ثابت کرتا ہے۔ جو دیدہ و دانستہ اپنے
اکھوتے بیٹے پر عذاب الیم نازل کرنے کا صرف اس وجہ سے تہیہ کر لیتا ہے۔ کہ وہ خود انسانی
روح کو معصوم سمجھتا ہے نہ کہ سکا۔ اس سے تو خدا ایک معمولی آدمی سے جو اپنے تخت جگر کو بیخ و بالا
سے محفوظ رکھنے کیلئے خود اپنے آپ کو گرفتار بلا کرنے کو تیار ہو جائیگا۔ بھی کم محبت کرنے والا
کم فیاض اور کم شفقت پدری نہ کہنے والا ثابت ہوتا ہے +

کیا ایسے عقائد سے کوئی شخص بھی جو اپنے اندر روح رکھتا ہے روحانیت میں ترقی کر سکتا
ہے۔ کیا ایسے ایمان پر اس کو راحت اور طمانیت حاصل ہو سکتی ہے نسل انسانی کا بہترین طبقہ
اس قسم کی خود غرضی سے بہت بالا ہے۔ کہ ایسے مکروہ عقائد پر ایمان لا کر دوسرے دنیا میں
نجات کے وعدہ پر خوش ہو۔ ایک بلند ہمت اور عالی حوصلہ شخص ایسے خدا کی پرستش کرنے کی بجائے
جو اس قدر بے درد۔ ظالم اور سفاک ہے کہ اسے اپنے اکھوتے بیٹے کو عذاب میں گرفتار کرنے کا منصوبہ

باندھا۔ اس بات کو زیادہ پسند کر لیا۔ کہ اس خدا کے قہر کا شکار بنے اور ابدی جہنم میں رہے
ایک بلند ہمت شخص اپنے اعمال میں کی مزا بھگتتا زیادہ پسند کر لیا۔ اور یہ گوارا نہ کرے گا
کہ کوئی بگینا آدمی اسکی جگہ اسکو ہی نے کیلئے مزا پائے +

جو عیسائی اس عقیدہ سے اپنے قلب میں راحت محسوس کرتے ہیں کہ مسیح کا خون ان کیلئے
نجات حاصل کر سکتا ہے۔ کبھی ہونہیں سکتا کہ شرافت و نجابت اور عدل و انصاف کا صحیح مفہوم ہے
دلوں میں ہو۔ مردی بلکہ انہیت کے درجہ سے بھی وہ بہت گرے ہوئے ہیں۔ اگر میں بیان کر
کہ کسی دوسرے شخص نے میری جگہ اپنی جان دے دی ہے۔ تو خوش ہونے کی بجائے میری تمام عمر رنج و
الم کی تلخی کا می میں گزرے گی۔ کیا کسی مرد یا عورت کو کوئی تسلی اس بات سے ہو سکتی ہے کہ مسیح ان کیلئے
عظیم کی موت مرا +

نہ صرف اخلاقی نقطہ نظر سے بلکہ آسمانی نقطہ نظر سے بھی سچی تخلیق کا عقیدہ
کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور مذہب میں ایک مہندسانہ پیچیدگی داخل کر نیسے
کوئی زمینی مفاد یا سادہ طمانیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ واحد عظیم و بصیر۔ قادر مطلق رحم
لیکن ساتھ ہی جزا و سزا کے مالک خدا پر ایمان لانا اور اسکے آگے سرسجود ہونا بہت زیادہ سیدھا
سادہ و نشین ہو گیا اور روح کو ترقی دینے والا ہے اس پر کہ انسان اپنے دماغ کو پریشان کرے
اور ازراہ خوش عقیدگی ظاہر داری کے طور پر ایمان لے آئے۔ کہ ایک تین ہے اور تین ایک
ہے۔ تضرع۔ محبت۔ اطاعت اور تابعداری کو ایک سے زیادہ بہتوں میں کیوں تقسیم کرتے ہو۔
اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے کوئی راحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر خدا قادر مطلق ہے۔ تو
اسکو ایک جتنے کی امداد کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ عظیم و بصیر اور رحمن ہے تو انسان کو اس بات
کی ضرورت نہیں کہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے انسان کو وسیلہ بنائے +

اگر ہم مسیح کی صلیب کشی کے سانحہ روح فرسا پر ایمان لے بھی آئیں۔ کہ خدا نے اپنا مظلوم
کو بھیجا کہ عذاب سے اور قتل ہو۔ تو اب تخلیق پر ایمان رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ باپ اور بیٹا
پھر ایک ہو گئے ہیں۔ بیٹا پھر باپ کے اندر ضم ہو گیا ہے۔ لہذا تمام عبادت اور عاجزی صرف باپ کے
آگے ہی ہونی چاہئے۔ خدا نے مقسم پر اب کہیں ایمان جاری رکھا جائے۔ اور خدا کے لئے یہ بھی تو

بتاؤ کہ خدا کا رحم اور محبت مقابلہ نہایت خلیل تعداد تک کیوں محدود رکھتے ہو۔ مسیحی انسان کو یہ پرایمان رکھنے والوں کی تعداد نسل انسانی کے اس کثیر حصہ کے مقابلہ میں جو اس پرایمان نہیں رکھتی بہت تھوڑی ہے۔ انہیں کیوں یہی جتنی کاسرزاوار ٹھہراتے ہو اور اس قرآنی تعلیم پر کیوں عمل نہیں کرتے کہ ان الذین امنوا والذین ہادوا والنصارى والسابیین من امن بالله والیوم الاخر وعمل الصالحات فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ آیہ ۶۲) ترجمہ۔ تحقیق وہ جو ایمان لائے (مسلمان) اور وہ جو یہودی ہیں اور عیسائی ہیں اور سابی ہیں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے رب سے اس کا اجر پالینگے۔ پس ان کے لئے خوف نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کو رنج ہوگا +

الغرض کسی پہلو سے بھی نگاہ ڈالی جائے بحیثیت مذہب اخلاقی قوت۔ نظام تمدن۔ مائت اور نرمی پیدا کرنے اور عقل کو فروغ دینے کا ذریعہ اور طاقتور محرک عمل سمجھنے سے عیسائیت کا مفاد اسلام کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ اسلام تمدنی پاکیزگی اور مسکرات سے قومی پرہیز کی کامیابی کے ساتھ تعلیم دیتا ہے۔ عیسائیت ایسا نہیں کرتی۔ اسلامی ہمہ گیر اخوت اور مساوات عمومی کی عملی تعلیم دیتا ہے۔ دین مسیحی اس سے قاصر ہے۔ اسلام موثر اخلاقی قوانین نافذ کرتا ہے۔ عیسویت اس سے غافل ہے۔ اسلام مردانگی۔ بہادری عمل اور قوت کی روح پھونکتا ہے۔ نصرا نیت کی جتنی۔ ابا حن اور رہبانیت پیدا کرتی ہے۔ اسلام عملی تحقیقات و اشاعت علوم۔ سفر اور تجارت کی حمایت کرتا اور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مسیحیت کا جب رد کرتا تھا۔ تو اس نے ان سب کی مخالفت کی۔ اور ہسپانیہ سے لیکر گلیلیہ تک ذکی الذہن اور نئے خیالات پیدا کرنے والوں کے ساتھ نہایت نئے دروازہ سلوک کیا جہاں اسلام نے غلاموں کو آزادی اور عورتوں کو حقوق دینے کیلئے قوانین بنائے۔ وہاں عیسائی مذہب نے غلاموں پر جفاکاری کی اور عورتوں کو جادوگر نیاں کہہ کر زندہ آگ میں جھونک دیا۔ عیسائی مذہب سب سے زیادہ خون بہایا ہے۔ اور سب سے زیادہ انسانوں کو ایذا اور دکھ پہنچایا ہے +

عیسائیت کا اہمیت کا پہلو وحشیہ سے بھی گرا ہوا ہے خالص فیک اور بدھی مطمح نظر بھی اس کو بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ یہ مدت اور بدعت دونوں نے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان کے لئے ایک راہ نکالی ہے۔ گو وہ تنگ پرخطر و دشوار گزار اور مشکل ہے تاہم انہوں نے انسان کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے +

اسلام ایک کُشاوہ صاف پُختہ جنگلہ اور ہموار راستہ۔ شاہراہ بلکہ شارع عام بنانے میں کامیاب ہوا۔ جس پر اندھے بھی سلامتی سے چل سکیں اور عورتیں اور بچے بھی خدا کی راہ میں چل سکیں۔ اسلام نے انسان کو اس میں پر خدا کا خلیفہ بنا دیا جو سوائے اس بالا اور برتر ذات کے اور کسی سے کم نہ رہا۔ بخلاف اسکے دین عیسوی نے انسان کو ایک بد نصیب بخت اور فطرتاً معصیت کا رہنما بنا دیا۔ عیسائیت نے خود خدا کو بھی نیچے گھسیٹ کر انسان کے برابر کر دیا اور اسے ایک ایسا انسان بنا دکھایا۔ جو انسانی اور شہوانی جذبات سے پر ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ دین سچی نے خدا کو بُت پرستوں کا سا خدا بنا دیا ہے۔ جس کا تو صرف خونی قربانی سے ہی ٹھنڈا ہو سکتا ہے جو مصیبت اور بلا میں بھجستہ بشری خواص اور کیفیات سے مُصنّف ہے۔ انصاف نہیں کرتا۔ اسے بیٹے کے تو تسل کے بغیر اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔ دین علیٰ ہذا عیسائیت نے خدا کا رتبہ کم کیا۔ انبیاء کا رتبہ کم کیا۔ اخلاقی۔ روحانیت اور انسانیت کو ذلیل کر دیا۔ اور فرقہ انانیت پر فتنے کو لگا دیا کہ نافرمانی اور گناہ کی علت ازلہ یہی ہے۔ پس عیسائیت نے انسانی روح کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ایک مرداد و عورت کو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ یہ سوال اپنے آپ پر چھینا چاہئے + مندرجہ بالا گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح کی ذات کی کوئی عزت میرے دل میں نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتا اگر میرے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت نہ ہو۔ وہ ایک اولوالعزم پیغمبر ہے۔ گو اتنی محبت تو نہیں لیکن اس قدر عزت میرے دل میں حضرت مسیح کی ہے جس قدر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لئے ہے۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ وہ عیسائی لوگ (قبضہ سے انکی تعداد ہستہ) ہر قبیلہ پر جو مسیح کی دُشیزانہ زندگی کا متبع کرتے ہیں جو سادگی اور افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

مجرد اور تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ انکساری اور مسکینی سے رہتے ہیں اور ہمہ تن مصروف عبادت
ہیں۔ وہ اس قسم کی زندگی سے کچھ نہ کچھ قلبی راحت اور سکون محسوس کرتے ہوں گے۔
گو ان کے لئے بھی شاید گونم بہتر نمونہ ہوتا۔ لیکن جسوں کی تشریح میں چاہتا ہوں۔ وہ
یہ ہے۔ کہ وہ بیش کر ورا انسان جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں عیسائیت سے کیا فائدہ اٹھاتے
ہیں وہ بلوہ عیسائی ہونے کے آپ کو کس طرح بہتر حالت میں پاتے ہیں عیسائیوں کو عیسائیت
کو نسا ر و حانی۔ اخلاقی۔ سیاسی۔ تمدنی یا عقلی فائدہ ہوتا ہے عیسائیت کے وجود کے
ہی سرے سے کیا فائدہ ہے + (الفتہ دہائی)

اسلام سراسر امن ہے

اسلام و وفاداری مترادف ہیں | تاج برطانیہ کا وفادار حامی اور نصیر
شاہ انگلستان کا عقیدت کیش ہوا وہ خواہ ہونے کی حیثیت سے میں اس امر کا اظہار کر دینا اپنا
فرض منصبی سمجھتا ہوں۔ کہ پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت اور اسلام کے
حلقہ جگہوں کی اشاعت کسی طرح بھی سلطنت برطانیہ کیلئے موجب خطرہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ
اسلام اور وفاداری دو مترادف الفاظ ہیں۔ اور ہر ایک مومن جو قرآن کو خدا کی
کلام سمجھتا ہے۔ اُس کا فرض ہے۔ کہ محبت الہی اور شفقت علی خلق اللہ کو اپنا شعار
بنائے۔ اور دنیا کے کسی ایچ یا حرص پر مغلوب ہو کر صراطِ مستقیم کو نہ چھوڑے۔ اور
ہمیشہ بغاوت و عنانگی راہوں سے بچتا رہے +

مسلمان باغی نہیں ہو سکتا | قرآن کریم میں لکھا ہے۔ لا اکفرہ فی الدین

یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ اور اس حکم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ
اس کے مقابل آیت الکفرسی جیسا اسم اعظم اور بعد میں مفصل ذیل ارشاد باری ہے۔

تد تبین الی اللہ من الغی فمن
یکفر بالطاغوت ویؤمن
بتحقیق ظاہر ہو گئی ہے بغاوت سے پس شخص
انکار کرے شیطان کا اور ایمان لائے اللہ پر

تد تبین الی اللہ من الغی فمن
یکفر بالطاغوت ویؤمن

بِاللّٰهِ فَقَلِيلًا مِّمَّا سَمِعْتُمْ بِالْحَرَّةِ
الْوَلَقِ لَا الْغَضَامِ لَهَا
وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اس نے پھر دیا مضبوط رستہ کو جو کہ ٹوٹنے والا نہیں
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور
جاننے والا ہے۔

اب اس حکم ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کا عامل ہرگز کوئی ایسی راہ اختیار نہیں
کر سکتا جو بغاوت کے گرد و غبار سے آلودہ اور امن و آشتی سے بیگانہ ہو۔
حقیقی مسلمان ہر ایک سچا مسلمان خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض و دین
سمجھتا اور طاق ارض و سما کی رضا کے سامنے تسلیم و نیا زخم کرنا اپنے لئے نہ صرف موجب
سعادت تصور کرتا ہے بلکہ انکی نظر میں مقام تسلیم ہی وہ مقام ہے جہاں سے بہشت بریں
بہت قریب اور نزدیک ہے اُس مقام پر پہنچا ہوا مومن خواہ امیر ہو یا غریب۔ وہ بہر حال محبت
اور عشقِ الہی کے جامِ تلمطفِ فرین سے شہرِ رہنما اور ورلی زندگی کے جملہ بیم و ہراس سے
امن میں ہوتا ہے۔ اور وہ کیوں ایسا امن و سلامتی کو بہرہ اندوز نہ ہو؟ جب کہ اس کے
لوگ و ریشہ میں یہ خواہش سراپت کر چکی ہے۔ کہ اس کا کوئی فعل خلاف منشاءِ ایزدی نہ ہوگا
اور وہ ہر حالت میں روح القدس کی رہنمائی اور تائید سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور
رضاء جوئی حاصل کرتا رہیگا جیسے دنیا اگرچہ حقیقی مسلمان کے مدارج سے ناواقف ہے
تاہم فطرت انسانی نے ان دُعاؤں کی کتاب میں بھی نوحہ بالا مقام کے حصول کیلئے ایک
دعا کا اندراج کر دیا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

امن و سلامتی کے لئے دُعا اے خداوند خدا! ہم تیرے بغیر تیری عبادت
کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ پس تو اے رحیم و کریم خداوند روح القدس سے ہماری
رہنمائی کر اور ہمارے دلوں پر حکومت کر۔

بُحان اللہ کیا اعلیٰ دُعا ہے۔ اور مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کے حضور میں کسی ناپسند
التجا ہے لیکن اگر اس انسانی تصنیف کردہ دُعا کو دینِ فطرت کے آسمانی صحیفہ کی فہمناہی
دُعا کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہنا پڑیگا کہ
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بلکہ اس بات کا بھی مقرر ہونا چاہیگا۔ کہ حقیقی سلامتی و امن کا وہی راستہ ہے جس کی طرف قرآن کریم کی پہلی صورت لیجا رہی ہے +

اللہ! اللہ! کیا پاک عبارت ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یعنی مولائے تم تو صرف انہی لوگوں کا راستہ چاہتے ہیں۔ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ اور یہ راستہ ہے رب العلمین ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ ہم نے آیاتِ کَ تَعْبُدُ وَآيَاتِ كَ لَسْتَعِينُ ۝ یعنی تیرے ہی حضورؐ جھکنے اور تیری ہی مدد و رہنمائی سے حاصل کر سکتے ہیں +

نفسی دینے والا مذہب | اب جو قوم صرف خدا ہی سے اپنی دستگیری اور راہنمائی کی منتی ہو اور اسی اسلام یعنی مبداء سلامتی سے اپنی سلامتی اور امن کی خواہش ہو۔ بھلا وہ کیونکر لغات کی راہیں اختیار کر سکتی اور کیونکر اپنے اطمینان قلب کو بحال بددلی سے تبدیل کر کے خدا کی عطا کردہ تسلی و تسکین کو پس پشت ڈال سکتی ہے + اور ہر ایک سچا مسلمان جو ذات باری کو احکم الحاکمین اور اسلام کو تسلی دینے والی سچائی کی رُوح کا تعلیم کردہ پاک مذہب بتین کرتا ہے۔ اس کی نظر میں مشرق بعیدہ کا اڑنگ حبشی یا بر اعظم افریقہ کا سیاہ فام حبشی شیخ و دنیا کا سرخ رنگ انڈین ہو یا فرنگستان کا گورافرنجی سب کے سب ایک ہی خدا کی مخلوق اور ایک ہی آسمان کے نیچے رہنے والے انسان ہیں۔ مسلمان کو ان کی دنیوی حیثیت اُن کے ملکی حالات ان کی قومیت اختلاف السنہ اور آب و ہوا سے سروکار نہیں۔ اگر وہ اُس کے ہم عقیدہ ہیں تو کُلِّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کے ماتحت اُن کے برادر ہیں دینی ہیں۔ اگر وہ مسافر ہیں تو ابناءِ بسیل بننے کی حیثیت سے قابلِ خدمت ہیں۔ اگر وہ مجکوم ہیں تو رعیت ہونے کے باعث قابلِ رعایت ہیں۔ اور اگر وہ حاکم ہیں۔ تو سلامتی کا مذہب اُن کی اطاعت اور وفاداری کا سبق دیتا ہے۔ غرض ہر حالت میں سلام کامل تسلی اور امن کا مذہب ہے۔ اور اسکی تعلیم تشکر و تملطف۔ جود و سخاوت۔ کامل عطا و حمد و ثناء سے آتی اور صلح و آشتی کے شہری اصولوں پر مبنی ہے +

امن کیلئے جنگ کرنی پڑتی ہے | ہمارے سچی دوست کہہ سکتے ہیں کہ دراصل

امن کا مذہب تو مسیحیت ہے۔ کیونکہ خداوند مسیح نے فرمایا جو کوئی میرے دہنے گال پر پٹا نہ چڑھائے
 دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔ لیکن میں کہوں گا۔ تعلیم مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ہی
 مؤذروں ہو سکتی تھی۔ اب تو اس پر عمل کرنا بعض حالات میں معصیت کا موجب ہو سکتا ہے
 کیونکہ شیطان کی افواج تمام اقطاع عالم میں مستعد ہی سے یلغار کرتی اور ایمان کے
 قلعوں کو توڑنے میں مصروف ہیں۔ اس لئے امن کی بحالی کی بہترین صورت اب یہی
 ہے۔ کہ بدیوں کے شہزادہ کو دار پر لٹکا دیا جائے۔ اور جزاء سیئۃ سیئۃ مثلاً
 پر عمل پیرا ہو کر شیاطین کے کیمپ پر خطرناک گولہ باری کی جائے لیکن سوال یہ ہے
 کہ اس عظیم الشان جنگ کی طرح کس طرح ڈالی جائے؟ اور تاریکی کے فرزندوں کا
 کن قوانین حرب کے ساتھ مقابلہ کیا جائے؟ اور ملائکہ کی افواج کس کے اشارہ و اثر
 پر میدان جنگ میں اتریں؟

شہزادہ امن ان سوالوں کا بہترین جواب صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں۔ جو
 الہام آتی کے توان پر ایمان رکھنے اور اس بات کے قائل ہیں۔ کہ حق و باطلی خدائے یکتا نہ
 اب بھی اس طرح نزع خدا ہے۔ جس طرح وہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا۔ اور اب بھی
 ہماری ہدایت کیلئے اسطرح آسمان کے دروازے کھلے ہیں جس طرح پہلے تھے +
 ایسے مومن اپنے ایمان کی بناء پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت رب الارباب بتاب
 احدیت مآب کو نقص امن اور بغاوت ناپسند ہے۔ لہذا امتداد تھا کہ علیہ السلام کی
 پیشگاہِ عالی سے لشکر انشرا کی سرکوبی کا خاص حکم نامہ ایک موعود شہزادہ امن یا
 آسمانی سپہ سالار کے سپرد ہوا اور وہ شیطان کی باغی جمعیت و ذریت کو مغلوب و
 مغلوب کر کے ان کی شرارتوں سے خدا کے پاکباز کو مخلصی دے +

وہ شبیل انبیا ہوتا ہے لیکن جب ایسے شخص دنیا کی اصلاح اور تاریکی
 کے فرزندوں کی گمشدگی کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ تو شیطان کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچ جاتی
 ہے۔ اور کم نہیں ہو دوست کو دشمن خیال کر لینے کی غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ مثلاً کسی
 وقت دنیا اپنی ارتقائی رفتار سے ترقی کرتے کرتے ایسی حالت میں پہنچے کہ مسیح علیہ السلام

کی نرم تعلیم میں مصلحت کے تقاضا سے ترمیم یا انزادی کی ضرورت لاحق ہو تو خیال کیا جائیگا۔ کہ ایسی تعلیم کا وعظ کرنیوالا دجال اور مسیح کا دشمن ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ ایسا شخص تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں کمزور ایک آلہ کے ہوتا ہے۔ اور اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کیلئے موشی۔ سیخ اور محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وقوع میں آئی تھی۔ وہ سلسلہ انبیاء کی زنجیر کا ایک جُز و اور الہام الہی کے چشمہ سے جاری شدہ ندی کے پانی کی مانند ہوتا ہے چونکہ قانونِ فطرت کی دفعات غیر مُبَدِّل اور غیر متغیر ہیں۔ لہذا بعد میں آنیوالا الہام اپنی نوعیت میں ہرالا ہونے کی بجائے سابقہ الہامات سے مماثلت رکھتا۔ اور ظہر من اللہ انبیاء سابقین کا مثیل ہوتا ہے +

دُنیا مخالفت کرتی ہے | تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمانی لوگوں کی آمد پر زمینی انسانوں کو اُن کے شناخت کرنے میں ہمیشہ غلطی لگتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سوا سے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ دُنیا شیاطین کے زیر اثر ہو کر آسمانی حکومت سے بغاوت کا رُشد اختیار کر لیتی ہے۔ اور جب کوئی آسمانی عامل پر دُنیا حاکم کے کرتا ہے۔ اور اپنی سرکار کے محکم و صرح احکام سناتا ہے۔ تو باوجود اس صراحت و توضیح کے جگڑی ہوئی دُنیا اُس مُرسَل من اللہ کو مجنوں و سرطی اور وہمی خیال کرتی ہے۔ آہ۔ اُس پیار کر نیوالے ہاتھ کو کاٹنے کی کوشش کی جاتی اور آسمانی پیغام سنانے کا صلہ مخالفت اور ایذا وہی کی صورت میں دیا جاتا ہے مگر آخر فرشتے اُس کی نصرت کو آتے اور ایک نہ ایک دن تاریکی کے بادلوں کو کاٹ کر راستی کا منور جہرہ دُنیا کو دکھاتے ہیں +

مخالفت کی وجہ جہالت ہے | یہاں پر اگر کوئی شخص مُتَعَجَّب ہو کر پوچھے۔ کہ

اِس اپنے محسن اور بھی خواہ کی مخالفت کی جاسکتی ہے؟ تو میں کہوں گا۔ کہ مخالفت کی وجہ نادانی اور ناواقفیت ہے۔ اور چنانچہ آپ فرض کر لیں۔ کہ اگر آج کوئی شخص البرٹ ہال میں لکچر دیتا ہوا کہے۔ کہ میں یوحنا فقیہ کی کرامات مندرجہ کتاب مکاشفات

کا اپنی ذابت میں مشابہہ کیا ہے۔ تو ایسے خطیب پر خود اُمجھون مجھے کافتمیٰ صادق کیا جائیگا اور اسے اپنے دماغ کا علاج کرنے کا مشورہ دیا جائیگا۔ اور کوئی تحقیقات نہ ہوگی۔ کہ آیا اُس کا بیان صحیح ہے یا غلط۔ اس جلد بازی اور حق کی تلاش سے لاپرواہی کا باعث یہ ہے۔ کہ دہریت اور مادیت نے دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور وہ خداوند تعالیٰ کی لامحدود طاقتوں سے ناواقف ہونے کے باعث یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ اپنے قوانین کو معطل۔ مُبَدِّل یا حالات کے موافق کر سکتا ہے۔ اور

شہزادۂ امن کے اوصاف اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے۔ الہام

سے مستفیض کر کے مختلف عالموں کی خوبیوں اور گنہ سے آگاہی بخشتا ہے۔ اور اُس کو غیب کے اُن امور سے مطلع کرتا ہے۔ جن کی اُس عالم الغیب کی وساطت کے بغیر کسی نفس کو قطعاً اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح وہ السلام خدا شیطان کے مکائد جیل کو توڑنے اسکی بڑھی ہوئی افواج کو شکست دے کر امن و امان بحال کرنے کے لئے بوقت ضرورت ایک شہزادۂ امن مامور کر کے اسلام کی نصرت کرتا رہتا ہے پس اے مسلم! تو خوش ہو۔ کہ تیرا مذہب سراسر امن ہے۔ ۴

سید لاجپت (مومیائی)

یہ بے ضرور زود اثر مفرد وائی صدر صبر کی مقوی اعصاب و معدہ ہے جسکو گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ ریش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن کی محنت کے بعد صبح کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے کئی کر مردوزن بچہ بڑھاپہ ہر قسم میں تھیر استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولد ایک روپیہ (دو روپے خوراک ایک تلی سے دور تلی حسب مزاج ہمراہ دودھ اچال کر۔)

کتاب غسل مصفٰی

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام و حضرت محمدی علیہ السلام کی آمد کے مفصل و مبسوط بحث ہے۔ یہ کتاب قابل دیدنے جو مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام و محمدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو وہ اس کتاب کو مرنگا کر دیکھے۔ ہمیں بڑی قیمتی معلومات کا ذخیرہ پائیگا۔ یہ دو ضخیم جلد نہیں کر۔ قیمت ہر دو جلد۔ ۱۰۰ لے

المشتہر - خواجہ عبدالغنی - عزیزی نزل - لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْمَرْغَابِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَحْبَسَ لَهُمُ الْآيَاتُ وَمَا لَهُمْ مِنَ الشَّيْءِ مِنْ حِسَابٍ

کیا ابھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل سے ذکر کے لئے اور اس کے لئے جو حق سے نازل ہوا جھک جائیں +

برادرانِ اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک درد دل کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچا تاہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں کو اس کے لئے کھول دے +

اسلام پر مصائب کی انتہا ہو گئی ہے۔ بہتوں کی نظر اسلام کی ملکی طاقت کے جانے رہنے پر ہے۔ اس کی بادشاہتوں کی بربادی میں وہ اسلام کی تباہی کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ عیسائی۔ پادری کھلے طور پر یہ کہتے ہیں کہ اسلام اب تباہ ہو جائیگا کیونکہ اس کی طاقت کا موجب اس کا ملکی اقتدار تھا۔ وہ جاتا رہا۔ واقعاتِ عالم کو دیکھ کر کچھ دوستوں کے دل بھی بیٹھے جاتے تھے۔ مگر علیم و حکیم خدا نے اسلام کی کمزوری کے وقت یہ سنا دیا تھا۔ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَنْ الدِّينِ كُلِّهِ

خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے سارے
دینوں پر غالب کرے۔ یہ

خدا کا وعدہ

اسلام کے بڑے بڑے مصائب کے وقت میں سچا ہوا۔ خود باقی اسلام علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی زندگی میں ایسے موقع آئے کہ دشمنان اسلام نے کہا کہ اسلام اب گیا۔ کبھی عین
میدان جنگ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارا جانے کی خبر آتی ہے
مگر ایمان ان لوگوں کا تھا۔ کہ اس خبر کو سن کر بول اٹھے ان کا محمدؐ قد قتل ضرب محمدؐ
یقیناً۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ تو رب محمدؐ قتل نہیں ہوا۔ کبھی چوبیس ہزار لشکر
جراڑ مٹھی بھڑسانوں کو محصور کر رہا ہے۔ اور کمزور دلوں میں وعدہ الہی کی صداقت پر شبہات
پیدا ہوتے ہیں۔ تو سچے مومن بجائے گھبرانے کے پکارا بٹھتے ہیں۔ ہذا ما وعدنا اللہ
وہ رسولہ وصدق اللہ ورسولہ یہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ
کیا تھا کہ اسلام پر بڑے بڑے سختی کے دن آئیں گے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ
کہا کہ اسلام آخر کار کامیاب اور غالب ہوگا اور تھوڑے ہی دنوں میں۔

اسلام کی بادشاہت دور دراز ملکوں میں قائم ہو جاتی ہے

کبھی ایک دوسرا نقشہ نظر آتا ہے۔ کہ اسلام کی سلطنت غیر مسلموں دتا تاریوں کے ہاتھ سے
تباہ ہو کر جب اسلام شکست خوردہ نظر آتا ہے۔ تو خود فاتح قوم ہی اسلام کی زبردست اسلامی
سلطنت کے سامنے سر جھکا دیتی ہے۔ اور یوں شکست ہی اسلام کی فتح کا موجب
ہو جاتی ہے۔ غرض اگر کبھی خدا کا زبردست ہاتھ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے
غریب نام لیواؤں کو ملکوں کا فاتح اور بادشاہ بنا دیتا ہے تو وہی زبردست ہاتھ دوسرے
وقت میں زبردست فاتحین اور بادشاہوں کو اسلام کی غلامی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ پس اگر
یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اسلام کا ملکی اقتدار جاتا رہا۔ تو اس میں اسلام کی مغلوبیت کی کوئی دلیل
نہیں۔ بلکہ یکسی فتح کا پیش خمیہ ہے۔ اور یہ ملکی اقتدار کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مذہب
کی ترقی و تشریف کا حقیقی مدار ہو۔ بلکہ یہ خود ایک تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے۔ اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ ہر قوم کا اپنی قسمت اور اپنے نظم و نسق کا آپ مالک ہوتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے جس کی طرف کل دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ مذہب کے اصول ہمیشہ کے لئے قائم ہیں۔ بدلنے والی چیزیں ان پر اپنا آئی اثر ڈالیں مگر ان اصول کو برباد نہیں کر سکتیں

اسلام کی آخری کامیابی

دنیا کے کل مذاہب پر غالب آنے کی خوشخبری جو ہم کو تباہ سے مولانے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی اور جس کا ظہور ان تیرہ سو سال میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ اگر غور کی نگہ سے دیکھا جائے تو آج اس کے کھلے آثار بھی ہم کو نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود یہ جنگ جس میں چار ساڑھے چار سال کے عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں تندرست اور توانا انسان خاک کے شے جاسوئے اگر کوئی دیر پا خوشخبری ہم کو دیتی ہے تو وہ اصول اسلامی کی کامیابی ہے۔ آج تک عیسائی مذہب کو یہ فخر یا کمال انجیل کی اخلاقی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اور قرآن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے دشمنوں سے پیار اور محبت کرو مگر قرآن دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ ساری دنیا کو ایک جنگ میں شامل کر کے خدا نے اپنے طاقتور ہاتھ سے بتا دیا کہ انجیل کی تعلیم ناقص ہے۔

جنگ ضروریات انسانی میں

ہے۔ اور ظلم و تعدی کو روکنے کے لئے جنگ کرنا نتیجہ خواہ فتح ہو یا شکست۔ اخلاق انسانی میں ایک نہایت اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اب جنگ کے بعد صلح سے جو فیصلہ قوموں کی قسمت کا ہو وہ کب تک قائم رہے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انسان آج ایک چیز بنا تا ہے کل سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غلطی کی ہے۔ آج ایک کے ساتھ دوستی کا تقاضا ہے۔ کل کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا دشمن تھا چیزیں جلد جلد تغیر پذیر ہیں۔ مگر صلح کا اگر کوئی مستقل اور دیر پا اثر نوع انسانی پر رہ سکتا ہے تو وہ

اصول شوری

اصول شوری۔ اصول مساوات انسانی کی روح ہے۔ کیونکہ یہ توحید دلوں پر ہے مگر کیا بیچ نہیں کہ یہ اصول بحیثیت ایک مذہب کے اسلام ہی سے سکھائے۔ احمدیہ شوری بینہ حکومت شورہ کا ہی کام ہے۔ سوائے اسلام کے کس مذہب نے سکھایا یا انما انا بشر مثلکم جب سید الکونین

فخر نسل انسانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے انسان کے منہ سے یہ کہلوایا جائے کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی بشر ہوں۔ حالانکہ بشر اس آفتاب کے سامنے خاک کے ذرات کی طرح ہیں۔ تو جمہوریت کی وہ بنیاد رکھدی گئی جس کو کوئی جابرانہ حکومت دنیا سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود نہیں کر سکی۔ گو ایک وقت اس کے اوپر تاریکی کا پردہ چڑھاتا ہے۔ ان اگر حکم عند اللہ القلم میں بتا دیا کہ چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

عرب و عجم گورے کالے آزاد غلام کے فرق کو ایسا مٹایا۔ کہ جس قوم کے لئے ابو بکرؓ، عمرؓ، فخرؓ ہیں۔ اس میں ایک حبشی غلام بدلانہ کی عزت کسی طرح کم نہیں۔ غرض جو کچھ قوموں کی قسمت کا فیصلہ اس جنگ کے نتیجے میں ہوگا۔ وہ ایک عارضی اور تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے مگر جو فتح اصولِ جمہوریت اصولِ مساواتِ نسل انسانی، اصولِ شوریٰ کو عطا ہوئی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو عظیم الشان فتح اصولِ اسلامی کو ہوئی وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ غرض

اصولِ اسلامی کی کامیابی کا نظارہ

نظرِ دور میں اس وقت دیکھ سکتی ہے اصولِ مذہب میں مسئلہ توحید کو جو غلبہ بت پرستی، تثلیث وغیرہ غلط عقاید پر حاصل ہو رہا ہے۔ نیکی بدی کی جزا و سزا کا جو مسئلہ اسلام نے سکھایا تھا جس طرح کفارہ اور دوسرے عقاید کی پخت کنی کرتا جا رہا ہے۔ اصولِ سیاست میں جمہوریت جو فتح حاصل کرتی جا رہی ہے۔ اصولِ تمدن میں جو آج نزکوۃ اور مسئلہ وراثت میں سوشلزم کی مشکلات کی حل موجود ہے۔ اصولِ معاشرت میں جو ضروریات انسانی قوموں کو اسلامی اصول کی طرف لے آنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں یہ سب کھلی علامات اس بات کی ہیں کہ آخری غلبہ دنیا میں اسلام کے لئے مقدر ہے مگر مسئلہ کا اس قدر جو ہم ہے کہ اکثر دلوں میں بجائے اس مضبوط ایمان کے کہ اسلام غالب ہوگا۔ ایک کمزوری پیدا ہو گئی ہے یا دیکھو اسلام کے غلبہ پر ایمان ہی ہماری کوششوں میں جان ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو بار آور کر سکتا ہے۔ یہی ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تھا جس نے ان سے اسلام کی جان ثاری کے ناممکن کام کرا دیئے۔ اور اسی ایمان کے اس زمانہ میں دوبارہ پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے

ہی کامیابی کی حقیقی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے۔ اور یہی وہ دو باتیں ہیں جن کی طرف

اپس ہٹنے کی بجائے آگے بڑھنا ہے۔ اسلام کے لئے مسیح موعودؑ اور
حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسلمانوں کو توجہ دلائی +

جب چاروں طرف اسلام پر مصائب کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب کوئی انسان واقعات عالم پر غور کر کے اپنے قیاس سے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا تھا۔ کہ دنیا میں آخری کامیابی اسلام کے لئے مقدر ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی حالت دن بدن تنزل کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری اسی انسان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائی۔ کہ

بجزلم کہ وقت تو نزدیک سید یائے محمدؐ یان منار بلن تر محکم افتاد

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے گر تکی چلی جاتی تھیں۔ جب مسلمانوں کا اخلاقی تنزل حد درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ جب اس قوم کو گرتی ہوئی سلطنتوں کی خطرناک آوازیں بھی خواب غفلت سے بیدار نہ کرتی تھیں۔ جب ہر لسان سب کے سب ایک بابوسی کی حالت میں تھے۔ جب غیر مذہب کے حملوں سے غیر مذہب کی جدوجہد سے اسلام میں لوگوں کے داخل ہونے کی بجائے اسلام سے لوگ نکل رہے تھے۔ اور مسلمان دوسرے مذاہب کی تردید ایک طرف رہی اپنے مذہب کو غیروں کے حملوں سے بچانے کی طاقت بھی اپنے اندر نہ دیکھتے تھے۔ ان حالات میں یہ روشنی کی چمک ایک قلب پر خدا کی طرف سے پڑی۔ اور یہ زندگی بخش پیغام خدا کی طرف سے ایک دل زندہ کو ملا۔ کہ یہ سب ظلمتیں پاش پاش ہو جائیں گی۔ اور انہی بادلوں کے اٹپنے سے اسلام کا منور آفتاب نمودار ہو کر ساری دنیا میں اپنی روشنی پھیلائیگا۔ یہاں تک کہ وہ مغرب بھی جس نے اس آفتاب کی روشنی کو اجتنک قبول نہیں کیا اس کی تیز شعاعوں سے بچ نہ سکیگا۔ اور

اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب سے

نمودار ہوگا پس پہلی وہ بات جو اس شخص کو اس زمانہ میں مسلمانوں کی امیدوں کا مرجع بناتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارت دینے والی آواز اس زمانہ میں سب سے پہلے اسی کے دل پر ڈالی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کا دل اسلام کی آئینہ کامیابی پر ایمان سے لبریز تھا۔ اور یہی ایمان اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا۔ برادران اسلام! میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ ایمان جو حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب نے ایک قوم کی قوم کے اندر پیدا کر دیا ہے۔ اسی کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ جب تک کہ دل مایوس ہیں۔ جب تک ان کے اندر سے وہی آواز نہ نہیں اٹھتی جو تمام اسباب شکست کے پیدا ہو جانے پر صحابہ کئے لوں سے اٹھتی تھی۔

ولما دار المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله

جب تک ان کے دلوں میں وہ ہمت پیدا نہیں ہوتی جو حد درجہ کے زخم رسیدہ ہونے پر بھی اس پاک گروہ کے دلوں میں موجود تھی +

أَفَقُلْ لِّهِنَّ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
اس وقت تک کامیابی کا منہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اس آواز کو ایک خادم نے اس زمانہ میں زندہ کیا۔ اور اس نے یہ بشارت دیکر اپنی طرف بلایا ہے۔ ہمارے کام کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں ایسے نذرینے والے کی ضرورت تھی۔ وہ نذرانے اپنے ایک

مُحَمَّدٌ

کے ذریعہ سے دیدی ہے۔ اب اس کو سن کر اس کی طرف آنا نہ آنا آپ لوگوں کا اختیار ہے دوسری ضرورت صبا کہ میں نے کہا یہ تھی۔ کہ

اسلام کی کامیابی کی حقیقی راہ

پر ہمارے قدم پڑیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیالات جاگزین تھے کہ اسلام کی آخری کامیابیاں اس مہمدی وسیع کے ذریعہ سے ہوں گی جن کا غلبہ تلوار سے ہوگا مگر دہی شخص جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک بشارت کی آواز ہم تک پہنچائی کہ اسلام ضرور سب دینوں پر غالب ہوگا۔ اسی کے ذریعہ یہ بھی ہم کو بتایا کہ اسلام کی وہ آخری کامیابیاں تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ قلم کے ذریعہ سے دلائل و براہین مقدر ہیں۔ پادریوں نے اسلام کی پہلی کامیابیوں کو یہ کہہ کر مشتبہ کرنا چاہا۔ کہ وہ اسلام کی کامیابی نہ تھی۔ بلکہ تلوار کی کامیابی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں یہ دکھانا چاہا ہے کہ اسلام کے اصول کے اندر کامیابی کے بیج مخفی ہیں۔ اور وہ اپنی کامیابی کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں اس نے پہلے بہتر سے تلوار چلائے والوں کو اپنا غلام بنایا ہے۔ اب اس زمانہ میں جو ایک علمی زمانہ ہے۔ وہ اسلام کو علوم کے ذریعہ سے کامیاب کر کے دکھائیگا۔ اور مسلمانوں کے فائقین کو اسلام کی حلقہ بگوشی میں داخل کر کے یہ دکھا دیگا کہ اسلام کا غلبہ فتوحات ملکی سے نہ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اب بھی دلوں کو اسی طرح فتح کر رہا جا رہا ہے۔ بلکہ

فتوحات ملکی درحقیقت اصول اسلام کی صداقت کا نتیجہ ہیں

جس طرح اب اصول اسلامی کی فتوحات ان کی صداقت کا نتیجہ ہیں۔ ہاں چونکہ وہ پہلا زمانہ ایک

ایسا زمانہ تھا کہ اس وقت اگر اسلام کی بادشاہت قائم نہ ہوتی۔ تو دین اسلام کے پھیلائے
میں خطرناک رکاوٹیں تھیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے

اپنی حکمت بالغہ سے

ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے فوراً سلطنت اسلام کو قائم کر دیا۔ اور اب جب سب
ان رکاوٹوں کو ایک بڑی حد تک اپنے فضل سے یوں ہی دور کر دیا ہے تو اب اسلام
کے اقتدار ملکی کے کم ہو جانے سے اسلام کو کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر واقعات
عالم پر غور کیا جائے تو خود اس خیال کا بطلان نظر آتا ہے جو ایک مدت تک غلطی سے مسلمانوں
کے دلوں میں جاگزین رہا ہے کہ اسلام کا آخری غلبہ تلوار کے ذریعہ سے ہوگا۔ گذشتہ سو
سال میں جہاں جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے ان کے قدم پیچھے ہٹے ہیں لیکن
اسلام کی تبلیغ

کے لئے تھوڑی سی بھی کوشش کی ہے اس کا ثمرہ امید سے بڑھ کر پایا ہے۔ اگر ایک طرف
افریقہ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم نے عیسائی دنیا کو حیران کیا ہے تو دوسری طرف
یورپ میں ایک تھوڑی سی کوشش دہم و گمان سے بڑھ کر پھیل لائی ہے۔ اور یہ وہ حقیقت
ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے **محمدؐ** کو مطلع فرمایا۔ اور پرانے خیالات
کو اس کے ذریعہ سے دلوں سے نکال کر اسلام کی کامیابی کی صحیح راہ پر لگایا۔ پس ان
برادران اسلام سے جو اسلام کے لئے اپنے سینے میں کچھ درد رکھتے ہیں میری یہ درخواست
ہے کہ وہ ان واقعات پر غور کریں۔ اور ان اسباب کو جو اسلام کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ
پیدا کر رہا ہے تحقیق کی نظر سے نہ دیکھیں مجاہد و ہر صدی کے سر پر آنے رہے۔ اب جب کہ
اسلام کی مصائب و سبکی کی انتہا ہو گئی یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو پورا نہ کرتا۔ وہ آواز
آئی جو بشارت اس لئے ہمیں دی اس کے آثار بھی ہمیں نظر آتے ہیں پھر بھی اس کی طرف توجہ
نہ کرنا محبت اسلام کے دعوئے کے منافی ہے۔ ایک عظیم الشان کام کرنے میں چھوٹی چھوٹی
باتوں پر روک جانا اور ان پر غالب آنے کی کوشش نہ کرنا حد درجہ کی بدتمنی ہے۔ آخر اس نذر
دینے والے کے ساتھ ہو جانے سے کچھ بگڑتا تو نہیں۔ وہ اسلام سے الگ
نہیں کرتا۔ کوئی نیا مذہب نہیں لایا۔ قرآن و حدیث اس کا مسلک ہے۔ اور اسلام کی خدمت
کے لئے بلاتا ہے۔ اور اس راہ پر لگاتا ہے جیسا کہ سب دل بھی شہادت دے اٹھے ہیں

کہ وہی کامیابی کی سچی راہ ہے جس پر چل کر کامیابی کی جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ یہ سوہوم باتوں پر خواب غفلت میں پڑے رہنا اور ماتھ پاؤں نہ ہلانا شیوہ دانشمندی نہیں۔

برادران اسلام!

لَا تَسْتَوُوا مِنْ رَحِمَةِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

اللہ کی رحمت سے بالواس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کافر بالواس ہوا کرتے ہیں۔ بخود ہی سہی بہت کرو کچھ قدم آگے اٹھاؤ۔ کچھ غور و فکر سے کام لو۔ اور دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ ان کوششوں میں کیا برکات ڈالتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جماعت اسلام میں ایک اور فرقہ بڑھانے کیلئے نہیں بڑھائی۔ بلکہ اس لئے کہ یہ جماعت خدمت اسلام کا وہ عظیم الشان کام نہیں ہو سکتا تھا۔ جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔

۲

اوپر بتا کر کے ہی دیکھ لو کہ اس کے ساتھ جو لئے ہیں اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بہر حال غور کرو تحقیق کرو اور اس آواز کو تحقیق کی نظر سے نہ دیکھو۔ یہ ہماری جنملائی کے لئے ایک آواز ہے۔ اس کے گرو جمع ہو کر ہم خدمت اسلام کے ایک عظیم الشان کام میں لگ سکتے ہیں۔ اسلام کے مزور دنیا بڑے غر کا مقام ہے خواہ کام لینے والا کوئی ہو پھر جب خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک شخص کو کام لینے کیلئے کھڑا کر دے تو انتظار کیا ہے

اسلام کے مزدور

وہ لوگ بنے جن کے ہاتھوں میں آج فدا ہوتے ہیں پھر اس پاک گروہ میں شامل ہونے سے گھبرائیں کیوں ہے؟ کوئی عزت اس عزت سے بڑھ کر نہیں جو اسلام کی خدمت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ میں درود دل کے ساتھ اس آواز کی طرف اور ان واقعات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اس آواز کی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں۔ یہ واقعات کی شہادت کے صدق پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ دنیا میں تو میں اپنے اپنے نصیب کو ترسی دینے کی سرتور کو ششیں کر رہی ہیں۔ ہمارا نصب العین

دین اسلام کا کل دینوں پر غلبہ

ہونا چاہئے۔ اور اسی کے لئے ہمیں سرتور کوششوں میں لگ جانا چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسلام سے محبت رکھنے والے میری اس درخواست کو بے توجہی کی نگاہ سے نہ دیکھینگے۔

واخرد عوینا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والسلام

خاکسار محمد علی احمد ریہ بلنگسل لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۸۰ء

مروارید (۳)

خطبات عربیہ

تین تین میں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں
یہ برکت کا کتاب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم منٹری
جو غرض میں مضامین پر نایاب اور ہمیشہ کتاب میں ہر جگہ تفصیل
ذیل میں ہیں ان کے مطالعہ کے قابل ہیں ۱۔ ۲۔ ۳۔
برامین شریعت اول (موت و نذر و کامل الہام)
اس میں لکھا گیا ہے کہ قرآن ایک قائم اور دائم الہامی کتاب ہے
جس میں تین حصوں کے حامل قوانین موجود ہیں اس میں
مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی
نگاہ ڈالی جو کل اس بزرگوار کے عقائد اور اصولوں پر بہت
منطقی بحث کی گئی ہے ۴۔
اقم الامسنة (موت و نذر و کامل الہامی) ۵۔
یہ کتاب بائبل پر تصنیف کے اور وہ مضمون پر بھی لکھی ہے
اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں بھی لکھی ہے
اس میں لکھا گیا ہے کہ عربی الہامی بان کر اور کل دنیا کی بان
اس نعلی میں اور ابتدا میں سبکوں کے باوا و اجساد
عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے خلق رکھتی ہے ۶۔
اسوۂ حسنہ (موت و نذر و کامل نبی)
قیمت ۸ روپے اس میں آنحضرت صلیم کا کامل نمونہ
بکثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتب
مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر
ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلیم نام نبی
ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی
ذات پاک ہی ہے ۷۔
نوٹ۔ محصول اول بزرگوار حسنہ عیار ہو گا ۸۔

فی خطبہ (۳) اردو و محض اول بزرگوار خریدار۔
خطبات چھپ کر تین تین ہوں۔ کا فذ کی قلت کی وجہ سے کوہست
قبل قتل میں چھپ گئے ہیں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت
ہو رہے ہیں۔ احباب و دانش میں عجبت سے کام لیں۔ ورنہ بعد
میں مایوس ہونا پڑے گا ۹۔
مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب ۱۰۔ ایں۔ ایں۔ ایں۔
مسلم منٹری ایڈیٹر اسلامک یونیورسٹی ونگنگ انگلینڈ
یہ حرکتہ الامرا خطبہ میں جو خواجہ کمال الدین صاحب
اپنے قیام لندن میں آشتیاں اسلام کو اسلام سے معرفت
کرانے اور ان رجحانات کو تحقیق کرنے کیلئے انگلستان میں اس
اور انگلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لے کر اور تقریریں لکھی
شکل میں دیئے۔ اس کے پچھلے سو پر ایک شخص صرف اسلام
کی غریبوں اور اسکے اصولوں کو ہی اکتفا کرتا ہے بلکہ دوسرے
نہ اس کے مقابل اسے اسلام کی فضیلت قابل ہونا پڑتا ہے ان
ان خطبوں میں خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار کی فرمائش
اور وہیں ترجمہ کرانے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے
انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیے :-
(۱) سلسلہ خطبات غربیہ ۱۱۔ مومنین و گنگنگ ابتدائی خطبات
(۲) ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
(۳) ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔
(۴) ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔
(۵) ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔
(۶) ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔
نوٹ۔ چھ خطبات کے مکمل سٹک کے
خریدار سے عمر محلہ فیصلہ ہوتا ہے ۱۱۔

المستدھن عبد الغنی منبر شاہ صاحب ایک بڑے عزیز منزل کو لکھا لاہور

اسلام کی رو سے مجریہ لندن

اس کا اردو ترجمہ سالہ اشاعت اسلام قیمت لائے تین روپے

ایڈیٹر جنرل محمد الہی صہابی لے۔ ایل۔ ایل۔ نی۔ مولوی صدیق الدین صہابی لے۔ جلدی
مسلم سہیل میں اسلام کی رو سے کسی معرفت کرنے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے
ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں لیکن ہر ایک
خود راہ گویا دلا دغریب میں شاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کو شش کر کے انگریزی
رسالہ کے پانچ ارادہ کے دس ہزار خریداریہ کر دیں تو ان کا منافع ہمارے دو گنک کے اسلامی مشن کا تعین
ہو جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کی ہزار گنک دلا دغریب میں مفت تقسیم ہوا کر کوئی تبلیغ اسلام کا شہابی
تبعین پانچ روپے سالانہ بھیج دے تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ اور ہر ہفت تقسیم کر دیں گے۔ کیا ملت رضی
کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو! اٹھو! جاگو! وقت کو غنیمت سمجھو! اسلام کی رو سے ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا کتاب
ہوا ہے! بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے یہ سب کو مضبوط

کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ + والسلام
نوٹ: ہر دو گنک کے ٹکٹ آنے پر مفت رسالہ خدمت کیا جائیگا۔ کل دروہ ہمارے خریداریہ قبول ہوتی چاہیں

ملت انوار محمدی

علمی۔ ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواں مجموعہ و انصاف
کے مختلف شعبہ زندگی کا کچھ موقع حسین جناح اور کمال الدین صہابی لے۔ ایل۔ ایل۔ نی۔ حضرت مولوی صدیق الدین صہابی
بی۔ اے۔ بی۔ تی۔ حضرت مولوی محمد علی صہابی لے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ و جناب شیخ مشیر حسین صہابی قدرتی پیر پٹریٹ لاء
جناب مامیہ نوک کپٹھال و جناب ایس۔ ایچ۔ لیدر مصنف یزرت و دیگر مشاہیر قوم کے انقدر مضامین میں جنہما
قبل یہ ہیں اور انصاف صہابی کو مختلف جہتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۶ روپے ۱۰

اشاعت ہوا عبد الغنی منیر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ لاہور۔

اشاعہ اسلام

اردو ترجمہ
اسلام کی رو سے اینڈ مسلم انڈیا مجسٹریٹ

کمال الدین فیاضی
مستند فتویٰ
صد الدین
جلد (۵) باب (۱) میں ردیہ سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان سہولیات کی خریداری پر حائزینِ کرامت کی خدمت میں
بہت تک مسلم و کنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے یہ سالانہ کی دس ہزار
اشاعت و کنگ مشن کے اخراجات کی خدمت میں ہے

جلد (۵) باب (۱) میں ردیہ سالانہ

فہرست مصنفین	
۱۔ سہولیات	۴۹
۲۔ بلادِ عرب میں تبلیغ اسلام	۵۱
۳۔ اہلِ افسوسناک نقصان	۵۲
۴۔ یہلم تسلیم و رضا	۵۵
۵۔ سیرۃ نبوی	۵۸
۶۔ قرآنی اور فقہی	۶۲
۷۔ اسلام غایتیں کو ایک ص	۶۵
۸۔ پس پردہ	۶۶
۹۔ عورت اور عورت کے حقوق پر اسلام	۶۷
۱۰۔ روحانی باریش	۷۰
۱۱۔ اسلام اور حجاب	۸۸
۱۲۔ امریکہ کا قانون افسردہ منشی	۹۳
۱۳۔ انجیل اور عیسائی شہ	۹۶

اطلاع عام

(۱) رسالہ اشاعت المیزان کی چھبیس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی بچہ نہ پہنچے تو اسے دوسرے ماہ کی دس تاریخ تک منگالینا چاہئے۔ ورنہ پھر ملنا ناممکن ہے (۲) رسالہ اشاعت المیزان ایک ہی قسم کے اچھے کاغذ پر اڑانے والے اچھے امیروغریب کے لئے چھپتا ہے۔ جس کی سالانہ قیمت ہے رومہ محصول ڈاک جو بہر حال پیش آنی چاہئے (۳) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کو کسی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں بھیجی تو ہم آئندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لئے وہی پتہ بھیجنے کے محباز ہونگے (۴) جواب طلب اس کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔ شکایتی خطوط میں خبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے نام و پتہ خوشخط لکھنا چاہئے۔ ورنہ تحویل نہ ہوگی + سینجر رسالہ

ایک مودبانہ التماس

جو مالی تقویت سالہانہ کے ذریعہ بلاد غریبہ میں تبلیغ اسلام کو پہنچ رہی ہے وہ مسلم فرد پیشہ جو کہ مسلم مشن و ٹنگ کے کاروبار میں دلچسپی لیتا ہے عیاں ہو لیکن کس قدر اس کا مقام ہو کہ سالانہ دی۔ پتی کے موقع پر ایک کثیر التعداد احباب نے رسالہ مذکور سے دی۔ پتی لینے کو انکار کر دیا۔ جس کو دفتر مذکور محصول ڈاک کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ حالانکہ اجروای پتی کو منبجہ فرد اور اطلاع کارڈ بھی انکی خدمتیں آئندہ اٹھانے دریافت کرنے کیلئے ارسال کئے تھے لیکن اس وقت تو انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ اور بعد ازاں ہی پتی انکار فرما دیا۔ یہ حال ان سے کوئی گلد و شکوہ نہیں۔ ہم اب اپنے موجودہ ناظرین کو کم و مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ ازراہ کرم شدہ اس کمی کی غافی کرنے کیلئے دست اعانت بڑھا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور کم از کم تین جدید خریدار ناظرین رسالہ میں سے ہر ایک ہی خواہ دفتر مذکور سال فرما کر اس فرض کو سبکدوش ہو۔ سال بھر میں جن حسدیر ازراہ کم کرنے کوئی بڑی بات نہیں +

ضروری نوٹ ہمارا ارادہ ہے کہ ہر ایک ہلامی کالج اور اسلامی ٹیٹو سکول میں رسالہ اشاعت المیزان کی انگریزی مفت بھیجا جائے پیشتر ازیں نوٹنگ سے جایا کہ تا قیام پتہ انگریزی رسالہ بھی لاہور سے ہی خریدار و نوٹ تقسیم ہوتا ہے۔ اسلئے ازراہ کرم ہمارے احباب ہم کو اسلامی سکولوں کالجوں کے نام و پتہ سے جلد مطلع فرمائیں +

خواجہ عجب الغنی مینجر رسالہ اشاعت المیزان عزیز منزل۔ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدٌ وَفَصَّلِي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اشاعہ اسلام

ترجمہ اردو اسلاما کر نوٹو اینڈ مسلم انڈیا مجرینڈن

جلد (۵) . یابیت قروری ۱۹۱۹ء نمبر (۲)

شذرات

یہ ٹرھہ کرہیں از صرست ہوئی ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت و بصحت سے آپ گذشتہ اکتوبر ۱۹۱۹ء سے علیل تھے۔ مدت طویل کی آب و ہوا نے آپ کی صحت پر نمایاں اثر کیا ہے۔ اُمید وائق ہے۔ کہ آپ بہت جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مشن کے کاروبار میں مصروف ہو جائیں گے۔

حضرت خواجہ صاحب کا وجود اس وقت مجلہ مسلمین کے لئے بہت سے قابل قدر اور لائق تقلید ہونے اپنے اندر رکھتا ہے۔ ان میں کو ایک عظیم الشان نمونہ آپ کا وہ سب سے استقلال و قیام و رضا ہے جو اپنے اپنے لائق فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم کی حسرتناک وفات کی تاریخ خبر سننے پر اپنے دو گنگ میں دکھایا۔ چنانچہ آپ کا وہ گرامی نامہ جو آپ نے اپنے مکرم و محترم بزرگ دوست جناب شیخ رحمت اللہ صاحب امین دو گنگ مسلم مشن کے نام اس موقع پر انجمنستان کو ارسال فرمایا ہے اس پر شاہ عادل ہے۔ جو بحسنہ ناظرین کرم کے ملاحظہ کیلئے اس رسالہ میں

کسی دوسری جگہ ”پیام تسلیم و رضا“ کے عنوان کے مندرجہ ذیل ہے۔ ہماری رائے ہے کہ ایسے قیمتی وجود کو اللہ تعالیٰ شفا عاقل اور صحت کامل عطا فرمائے۔ اور اس جاگہ کا ذکر مودعہ فرسائد میں کاظم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

محرم محترم جناب شیخ مشیر حسین صاحب دینی جن کا قیمتی وجود مسلم مشن دکن کی سب سے کیلئے نہایت ہی منفعت بخش ثابت ہو رہا ہے۔ اور جو اپنے گرانقدر مضامین کی رسالہ اسلامک لیوے انگریزی کو مزین فرمانے رہتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد مرحوم کی خوشنودی پر انہوں نے ایک مضمون ”افسوسناک نقصان“ کے عنوان پر رسالہ اسلامک لیوے جنوری ۱۹۱۸ء میں تحریر فرمایا ہے جس میں مرحوم کے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور مرحوم کی وفات کو ایک مضمون ”قرارداد“ میں مضمون بھی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کر دیا گیا ہے۔

لندن مسلم سوسائٹی نے گذشتہ اکتوبر نومبر ۱۹۱۸ء میں تبلیغی کوششوں میں نہایت سرگرمی دکھائی جس کی مختصر سی رپورٹ گذشتہ نمبر میں ناظرین رسالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور جو لیچر سوسائٹی مذکورہ کی طرف سے اکتوبر نومبر ۱۹۱۸ء میں چھپے گئے۔ وہ بھی گذشتہ نمبر میں درج ہو چکے ہیں۔ سوسائٹی مذکورہ تبلیغی جدوجہد میں مسلسل طور پر بہت تن مصروف ہے۔ اور اپنی ہستی کو مسلمانان لندن اور دیگر یورپین احباب کے لئے مفید ثابت کر رہی ہے۔ جس سے کہ مذہبی اشتیاق، روز افزاں ترقی پر ہے۔ چنانچہ ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں سوسائٹی مذکورہ نے مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق طلباء منعقد کر کے اسلام کی فضیلت کو دیگر مذاہب پر ثابت کیا۔

- (۱) یکم دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر سید احسان الہجری صاحب اسلام اور اصلاحی گھر پریچر دیا۔
- (۲) ۸ دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر ایس۔ ایچ۔ رضا صاحب اسلام ایک بڑا اخلاقی مذہبی پریچر دیا۔
- (۳) ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر سید احسان الہجری صاحب ”نبوی کاروبار میں اسلام کی حیثیت“ پر لیچر دیا۔

۲۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈوے رابٹ صاحب مسلم نے لیچر فرمایا۔

کارکنان و وکنگ نے ان تعلیم لیکچروں کو جو لندن مسلم ہوس میں دیئے جاتے ہیں یا جو چھوٹے چھوٹے ٹریکیٹوں کی صورت میں بطور تبلیغ مفسد تقسیم کئے جاتے ہیں ان سب کو اسلامک یونیورسٹی میں شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کا ترجمہ وقت فوقتاً ناظرین رسالہ تک پہنچتا رہے گا۔

لندن مسلم ہوس میں مسازحہ سب معمول ہوتی رہتی ہے اور جناب خواجہ اسماعیل صاحب و جناب سید احسان الیکبری صاحب و جناب مسٹر عبد الستیم ملک صاحب باری باری خطیب کچھ مسکراہجیم دیتے رہتے ہیں۔

یہ غیر کل اسلامی دنیا کیلئے نہایت ہی فرصت افزا ہے کہ امریکہ نے اپنے تمام مالی منفعات کو نظر انداز کر کے شراب کا بنانا اس کا بیچنا ملک کے اندر آنا اور باہر جانا قانوناً بند کر دیا ہے۔ اور اس طرح اسلام کے اہل قانون انہما الخمر والمیسر ولا نصاب ولا ملائم حرب من جمل المشیطان فا جتنبوہ لعلکم تفلحون کے سامنے گردن تسلیم خم کر دی ہے۔ مسلمانوں کیلئے یہ امر خاص خوشی کا موجب ہے کہ اس جو اسلام کے ایک عظیم الشان اصول کی بین فتح ہوتی ہے۔

بلا و غربیہ میں تبلیغ اسلام

قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہر ماہ کسی نہ کسی سید روح کے حلقہ نبوش اسلام ہونے کا مژدہ جانفزا ہمارے اذ و یاد ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ گو ملک و قوم (یورپ) کی توجہ بادہ تر ان نا خوشگوار حالات کی طرف منحطف تھی۔ جو گذشتہ پانچ سالوں میں وقوع پذیر ہوئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ دین فطرت بھی اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کے رسالہ

اشاعہ اسلام میں ہم ناظرین کرام کو پانچ سعبہ روحوں کے اسلام سے بہرہ اندوز ہونے کی مسرت انگیز خبر سنا چکے ہیں۔ فصل ایزدی کو گذشتہ ماہ بھی قبو لیستہ سلم کو خالی نہیں گیا۔ چنانچہ جناب مسٹر ڈی۔ وی انڈرسن ماہل آج لندن نے اسلام قبول فرما کر ہمارے اسلامی سلسلہ اغوت میں منسلک ہو گئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اللہ عز و جل فرما +

ایک افسوسناک نقصان

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحبہ دانی برٹرائٹ لائسہ دہلی ونگلنگستان)
 ”پیارے بشیر کو مشیت ایزدی نے بلالیا۔ اور ول تیزین کے ساتھ ہم تسلیم خم کرتے ہیں +“
 مندرجہ بالا الفاظ اس سنی خیر تار کے تھے جو ہندوستان میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو دو گنگ ارسال فرمائی +
 خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ انکی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی۔ اور عین عالم شباب میں تھے جبکہ ۲۰ سال کی عمر میں انہوں نے نبی لے پاس کیا۔ آپ کا کالج کی کھیلوں میں بھی بڑے مشہور و معروف تھے۔ جہانی لحاظ سے بھی ایک قوی الجشتہ تھے اور آپ کا حسن خلق ہر ایک شخص کو جو آپ سے ملتے گرویدہ کر لیتا تھا +

قرآن کریم اور آنحضرت صلیم ایسے جانکاہ صد مات اور حادثات پرانا للہ وانا الیہ راجعون کے پرمعنی الفاظ و دہرانے کی بتلقین فرماتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی ہمیں یہ بھی تعلیم ہے کہ ایسے مواقع پر ہم استقلال اور مضبوطی کو کام لیں۔ ہندوستان کی تار نے جس سے کہ اس متوحش خبر کا پتہ چلا ہمارے منہ کو بھی نبی الفاظ و دہرائے۔ جو کہ ہر ایک مسلم کیلئے ایسے موقع پر تسکین و سکینت قلب کا موجب ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک مسلم کو چاہئے کہ اس خالق اکبر کے واپس بلالینے پر تسلیم و رضا کے ساتھ تسلیم خم کرے۔ ہمیں شک نہیں کہ ایسے موقع پر اس قسم کا استقلال اور صبر دکھانا مشکل امر ہے۔ لیکن مرحوم و مغفور کے والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے تسلیم خم کیا +

ایک جوان ثمر رسیدہ کا عین عنفوان جوانی میں رحلت کر جانا نہایت ہی حسرتناک ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور امر جو زیادہ تر تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ مرزا نے مشنری زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور انگلستان آکر اپنے معزز والد صاحب بزرگوار کا اسلامی کام میں ہاتھ بٹانے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔ تاکہ حضرت خواجہ صاحب کو موجودہ کاروبار میں ہر قدر سے فرصت مل سکے۔ اور وہ انگریزی زبان میں اسلام پر مبسوط مضامین لکھ کر پھیلنے کے قابل ہو سکیں۔ حقیقتاً خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم اس اسلامی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف فرما چکے تھے۔ مگر بچپن میں ہی انہوں نے ہر ایک قسم کے دنیوی کاروبار اور خواہشات پر لات ماری۔ انہوں نے نوکری پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ قطعاً سر سے نکال دیا تھا۔ بی اے پاس کرنے کے بعد دو سال تک مرحوم علم عربی صیغہ اور حضرت صلح کی سوانح عمری کی تحصیل و تعلیم میں مصروف رہے۔ اپنے ہوطنوں کی بہبودی کے لئے آپ اسلامک ریلوے کا اردو میں ترجمہ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب بزرگوار نے آپ کو ووکننگ سے مطلع کیا۔ کہ مذہبی زندگی ایک فقر کی زندگی ہے جو قربانی اور ایثار چاہتی ہے۔ آپ جوان عنایت سے اور آپ کے سامنے شاندار مستقبل بھی تھا۔ اسکے ساتھ ہی قابل بھی تھے۔ اور حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عزیز و نرینہ عطا فرمایا فخرتا جوان امیوں کے لئے آئندہ کا آرام و آسائش چھوڑ کر قربانی اور ایثار کرنا بڑا مشکل معاملہ ہے۔ لیکن مرحوم و معذور بشیر ایک لمحہ بھر کے لئے بھی اس قربانی سے جس کا کوہ دل سے تہیہ کر چکا تھا منزلوں نہ ہوئے۔ انہوں نے ایک مشنری کی فقر کی زندگی کے بسر کرنے کا دل و جان مقصود اور پختہ ارادہ فرمایا لیا ہوا تھا۔ اور آئندہ کی تمام زندگی کو مفلسی و فرتنی اور انکساری کے ساتھ بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا جو بلاشبہ ایک نہایت ہی اعلیٰ اور احسن عزم بالجرم تھا۔ خواجہ بشیر احمد مرحوم اپنا وطن گھر بابر پور اور بیوی اسل اسلامی خدمت کے لئے چھوڑنے کو بالکل تیار ہی تھے۔ جبکہ مشیت ایزدی نے ان کو اپنے پاس واپس بلا لیا یہ امر نہایت ہی افسوسناک ہے۔ کہ اس وقت جبکہ مرحوم نے خدا کی راہ میں پہلا قدم اٹھانا تھا۔ اور ووکننگ کی اسلامی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے انگلستان روانہ ہونا تھا۔ کہ

مشیتِ ایزوی نے اسی نصیبہ اس کو بلالیا ۔

یہ ایک برہمنی امر ہے کہ ہر ایک مسلم اپنے پیالے دین میں کا بڑا حصہ بیعت ہے خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت۔ لیکن نو جوانوں میں ایسے لوگ بہت ہی نایاب ہیں جو بلیب خاطر اپنی آئینہ بے پروا دی پر لات ماذکر نہ دل سے مشنری زندگی کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ مرحوم و مغفور کی وفات جملہ مسلمین کیلئے ایک بڑا بھاری نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر محال ہے۔ مسلمانوں کے لئے موجودہ ایام دوبارہ شقاوت کے ہیں اور ایسے وقت پر جبکہ بیشتر سے ہی ہم میں قحط الرجال ہوئے قیمتی وجود کا ہم کو اچانک داغ مفارقت سے جانا ہمارے غم و اندوہ کو دوگن کرنے کیلئے کافی ہے۔ خواجہ بشیر احمد کی وفات صرف حضرت خواجہ صاحب کا ہی ذاتی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ یہ نقصان مسلم مشن و رنگ کی سب سے کیلئے خصوصاً اور جملہ مسلمین کے لئے عموماً اور ان احباب کے لئے جو اس مسلم مشن کے کام میں دلچسپی لیتے ہیں جسے دہریت اور اصرہی کا انگلستان جیسی سرزمین میں قلع قمع کیا اور اسلام کا نام بلند کر کے مذہب کی اہمیت اور ضرورت کا احساس لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ یہ ایک عظیم الشان قومی نقصان ہے۔

القذوائی مورخ ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء

پیام تسلیم و رضا

حضرت خواجہ جمال الدین صاحب کا خط خواجہ بشیر احمد مرحوم کی وفات پر

بیم و بھلا ۱۹۱۱ء

برادرم حضرت شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ بن باقی ہو بس

بشیر کو مشیت ایزدی نے بلایا۔ خدا تعالیٰ کی شان اُسی ہفتہ جب اُس نے پاسپورٹ لیکر خدا کی راہ میں پہلا قدم اٹھانا تھا۔ اور اس طرح دُنیا کو اسی جہان میں چھوڑنے کے لئے سفر شروع کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت نے اُسے ہمیشہ کیلئے دُنویٰ علائن ہو چھوڑا لیا۔ ایک باپ کے قلم سے پیکلمات شایہ کسی کو انوکھے نظر آویں لیکن جس وقت مجھے مرحوم کے چلے جانے کے بارے وہ ایک بجے کا وقت تھا۔ اور نماز ظہر قریب تھی۔ اسی وقت معا میرے دل میں خیال آیا کہ اب جو نمازیں کھڑا ہو کر بنے الحمد للہ رب العالمین کہنا ہے تو کیا واقعی میں پتے دل سے الحمد اس واقعہ کے بعد کہ بکتا ہوں۔ یا غیماز بھی لفظ حق کی ہوگی لیکن اگر ایک مسلمان کو ہر حال میں پانچ وقت نماز ادا کرنی ہو۔ اور غیماز میں الحمد ہی کئی کئی دفعہ کہنا ہے۔ تو پھر یہ منافقت ہے۔ اگر میں اس قضائے الہی کے ساتھ چورے طور پر رضا مند نہ ہو کر نماز ادا کروں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ایسا ہی کیا۔ اس وقت میری صحت کی حالت جس کے متعلق میں کچھ چکا ہوں اور اس وقت تک بھی ایک حد تک نہایت ہی نازک تھی۔ اس مرض میں کسی دشتناک خبر یا تشویش یا غصہ یا اشتعال کا آنا نام قابل ہو میرے دوستوں نے ازراہ شفقت سب پل تا میں متعلق باہمی مجھ کو کئی دن سوچھا رکھی تھیں۔ اور یہ تاریخ صبح کو آئی ہوئی تھی۔ یہ بھی ایک بجے تک چھی ہی گدشت نہ سال بخیر اس قدر کام کیا ہے۔ کہ جس سے میرے اعصاب بالکل تباہ ہو گئے۔ معمولی سے معمولی تشویش میرے رگ و پٹھ کو گرم کر دیتی ہے اور اس موسم سرما میں کئی کئی کوزے سرد پانی کے مجھے سر پہ ڈالنے سے

آرام آتا ہو۔ اسی حالت میں یہ قربانی ہو جو کئی گھنٹہ چھپائی گئی۔ لیکن اتفاق ہے مجھے پتہ لگ گیا
 خدا کی شان ہے کہ یہ خبر جو اس نازک حالت پہنچا رہی تھی میری پہنچ چکی تھی۔ میرا خاتمہ کر دیتی ہے۔
 سُننے پر نے الفو میرا جسم ایک قسم کی برودت سے بھر گیا۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک ایک قسم کی
 ٹھنڈک کی چادر میرے اندر باہر لپیٹی گئی۔ یہ احساس مجھے دوسری دفعہ زندگی میں مڑا۔ اقول
 اُس دن جب اللہ بشیرِ حرم سالہ ۱۹۱۲ء میں اچانک دنیا سے رخصت کر گئی۔ اس دن بھی میرے
 ساتھ یہی واقعہ ہوا۔ اُس دن اس وقت یہ برودت ایک دن رہی۔ اور اس واقعہ یہ برودت باہر
 دو دن رہی۔ رہا اس عزیز کا رخصت ہو جانا یہودی نوی اصول ہو تو میں اُسے تبت ہوئی اپنی
 طرف سے رخصت کر چکا تھا۔ میں نے ایام حج میں بمقام منازعہ ذبیح اللہ پر جب دو رکعت
 نفل ادا کئے تو سجدہ میں اُسے خدا کی نذر کیا۔ میری طرف سے تو وہ عین قربانی کے دن و سال
 بٹوئے خدا کے آگے بطور قربانی پیش ہو چکا۔ خدا نے جب چاہا اس قربانی کو قبول کر لیا جب
 اس نے بی اے پاس کیا تو اُسے میں نے کہا۔ کریں اسے خدا کی نذر کر چکا ہوں۔ لیکن اگر اُسے
 دنیوی کاروبار کی خواہش ہے تو بھی میں حاضر ہوں۔ وہ لا کلاس میں داخل ہو لیکن اس نے
 نہایت جوانمردی کو دنیا پر لات ماری۔ اور اٹھتی جوانی میں میری رفاقت کرنی پسند کی۔ اور
 قربانی کو قبول کیا۔ اس پر اسکی بی بی کا بھی حق تھا۔ اسلئے میں نے مرحوم کے خسر
 اور اُن کی اہلیہ صاحبہ سے بھی استرضا کیا۔ اور ان کو بھی کہا کہ اگر وہ اس فقر کی زندگی کو جو
 مشنری کے سامنے ہونی چاہئے پسند کر سکتی ہوں تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ جو پیشہ اُس کے
 لئے موزوں سمجھیں یا پسند کریں۔ میں اس کا ہتھیہ کر سکتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جزاے
 موفور عطا کرے! انہوں نے بھی بطیب خاطر میری خواہش کو مانا +

سو ایک جوان نمر رسیدہ بچہ سے جو والدین کو دنیوی توقعات ہو سکتی ہیں۔ اس سے تو
 مدت ہوئی میں نے قطع تعلق کر لیا۔ وہ میری طرف سے خدا کی نذر تھا۔ پھر میرا کیا تعلق۔ وہ
 جس طرح چاہے اُسے لے۔ میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کا موقع دیکھتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ
 نے عین اس وقت اُٹھا لیا کہ ابھی وہ دنیا کے علائق اور گندوں سے پاک تھا۔ اور وہ ایک
 مشنری کیلئے تیاری کر رہا تھا۔ اسکے وہ خطوط جو اسکی خبر وفات کے بعد مجھے ملے اور وہ اسکے

اپنے ہاتھ کے تھے۔ اُن میں بھی اگر اچھے تراب تھی تو اس امر کی کہ مولوی صاحب الدین صاحب کے اشتغالِ مدرّسہ کے بعد چونکہ فرصت نہیں۔ اس لیے وہ پورا وقت حدیث کے لئے اُسے نہیں دے سکتے دوسرے خط میں مرحوم کی طرف سے اُنہما درج کی خوشی کا اظہار اس امر پر تھا کہ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے اب اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی مسلم مشنری زندگی اختیار کرنا چاہے تو حضرت قبلہ خود اسے تعلیم دینگے۔ مرحوم مجھے اطلاع دیتا ہے۔ کہ اب میرا مولوی صاحب قبلہ پر اس اعلان کے بعد خاص حق ہو گیا ہے۔ اب ان کا فرض ہے کہ مجھے خود تعلیم دیں۔ اور طیارا کریں۔ یہ خطوط اس کی وفات کے دو ہفتہ پہلے کے ہیں۔ جو بچہ ان خواہشوں اور اُمنگوں میں ہو۔ جس کے اوقات علم دین کے حاصل کرنے میں گزریں اور جو دنیا کو لات مارنے پر طیارا ہو۔ اب اگر وہ جہنم دُنیا سے اُٹھ لیا جاوے اور اس پر لا انتہا ترقیات اور عطاء غیر محدود کا دروازہ بلا اس محنت شاقہ کے جو ایک مومن کو اس دارالانفلا میں نفس مطمئنہ سپید کرنے کیلئے اُٹھانی پڑتی ہیں کھل جائے تو پھر میں کیوں خبر وفاق کے سننے کے بعد ہی جو نماز پڑھوں اس میں الحمد بادل صد درد بیشک لیکن نفاق سے خالی نہ کہوں؟ مرحوم کی بیوی جس نے اپنے شوہر کے ساتھ پوری رفاقت کی نہایت ہی سعید لڑکی تھی جو زورِ تعلیم سے خالی نہ تھی جیسے کہ آپ کو علم ہے۔ شادی کے بعد اس نے زیادہ وقت نیت کا علم حاصل کرنے میں گزارا۔ اس کی بھی یہی خواہش مرتے دم تک تھی کہ وہ میری مدد یہاں آکر مشن میں کرے۔ اس کے سرے بھی دُنویٰ جوش سب نکل چکے تھے۔ وہ پورے ارادے سے اپنے شوہر کی رفاقت کرنا چاہتی تھی۔ یہی اس کے خطوط مجھے لندن آتے تھے۔ ایسی بی بی کس طرح دُنیا میں اپنے شوہر کے بعد رہ سکتی تھی۔ اس نے حق رفاقت ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے وابستگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور انہیں جس طرح چاہے نعم اللہ ل عطا کرے +

خادم

خواجہ کمال الدین از سیدہ و گنگ
انگلستان

سیرت نبوی

للہ الحمد ہر اس چیز کے خاطر میں خواست

آخر آئندہ پس پردہ تقدیر پدید

علامہ شبلی مرحوم کی جدید تصنیف جس کا مغلطہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں گونج رہا تھا اور جس کی افادیت کے لئے ملک کی آنکھیں انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھیں آخر کار نامی پریس کا ہندو کی لغویا اور دیدہ زیب چھپائی کے ساتھ شائع ہوئی یہ جلد سیرت النبی کی پہلی جلد ہے۔ اور اس میں حضور و در عالم صلعم کے حالات زندگی و عادات تک مکمل کئے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں اسلام کی امن کی زندگی تنظیم و تفسیر و اشاعت اور وفات و اخلاق کے حالات قلمبند کئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے +

افسوس ہے کہ مصنف مرحوم کی زندگی نے اس قدر وفات کی کہ عقیدت و ارادت کا یہ گلہ مستحضر مختلف چمن کدوں سے تیار ہوا ہے بذات خود استاذ نبوت پر جڑ جاتا مگر اس بیج کے ساتھ ہمیں ایک گونہ خوشی یہ بھی ہے کہ آخر کار سید سلیمان ندوی کی مساعی جمیلہ سے علامہ مرحوم کی منت ٹھکانے لگی۔ اور مرحوم کا مسودہ ایک دفع تصنیف کی صورت میں پبلک کے سامنے پیش ہو گیا + کتاب کے شروع میں سید سلیمان ندوی نے بحیثیت جامع ایک مختصر سادیہ لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں صلی مسودہ مصنف میں بعض حوالے اور حواشی چھوڑ گئے تھے وہ انہوں نے تلاش کر کے لکھے لیکن اس کے متعلق کامل احتیاط لگی گئی ہے کہ جامع کا کوئی لفظ مصنف کی عبارت میں نہ ملے پائے +

اس کے بعد مصنف کا فاضلانہ دیباچہ شروع ہوتا ہے جس میں انہوں نے فن سیرت کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہم بلا غور تردید کہہ سکتے ہیں کہ اصول علمیت کے لحاظ سے یہ حصہ کتاب کا بہترین حصہ ہے۔ روایت و درایت پر ایک لطیف بحث کی گئی ہے۔ فن سیرت پر ایک مضبوط اور کین تبصرہ کیا ہے۔ اور عرب کی قدیم تاریخ اور اسکے ماضی پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب لکھا ہے۔ غرض کتاب کی ترتیب و تدوین نہایت قابل تعریف ہے۔

ارباب سیرت جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہایت ہی سادی و سادہ اور

غریبانہ زندگی تھی۔ یہاں تک کہ یورپ کے مصنف جو حضور سرور عالم کی ذات خودہ صفات میں خامیاں نکالنے کیلئے اُدھار کھائے بیٹھے ہیں محض یہ کہ اس حصہ زندگی میں کئی ایسی بات نہیں جس پر وہ انگلی رکھ سکیں۔ لیکن مبنی زندگی میں حالات بہت بل چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر اقامت دار حاصل ہو گیا تھا۔ سلسلہ غزوہات بھی شروع ہوا۔ کفار عرب کی طاقت اُترنا میں درہم و درہم ہوئی۔ اسی زمانہ میں مدینہ کے یہود اپنی شرارتوں کی سزا میں جلا وطن کئے گئے۔ غرض شانِ جلالی کا زمانہ مبنی زندگی کو بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی لئے یورپ کے خودہ بین اس زمانہ کے سوانح کو جی لگا کر پڑھتے ہیں۔ اور اس میں خوشگافیاں کرتے ہیں۔ کہہ کر جناب سید علیہ السلام کی درویشانہ اور فقیرانہ سوانح کو ٹٹنے والوں کو شائبہ اقدار اور پر معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذی (جنگیں) پر یورپ نے بڑی دیدہ و لیری اعتراض کئے ہیں۔ اور اشرق میں فائدہ ساز واقعات بھی تراش لئے ہیں۔ بعض وقت مسلمانوں نے بھی ان واقعات سے دھوکا کھایا۔ اور انہیں اپنی مکتبوں میں لکھ دیا ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ کی سیرت میں **مخاوی** کا حصہ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ اور ہم خوش ہیں کہ علامہ مرحوم نے سیرت النبیؐ میں اس حصہ کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے۔ اور ان روایات کی خوب تنقید کی ہے جو حضور سرور عالم کی ذات خودہ صفات کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتی تھیں جو شانِ نبوک کے منافی ہیں۔ اور جن کو یورپ کے مصنفین نے سرورِ عالم پر اعتراضات کی بوجھاڑ کے لئے آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ مثلاً **خروہ بدل** کے متعلق معترضین کا عام اعتراض ہے کہ انکی ابتدا محض اسلئے ہوئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلہ کو لوٹنے کا قصد رکھتے تھے۔ لیکن سیرت النبیؐ میں ان تمام روایات کی تنقید کرنے کے بعد ثابت کیا گیا ہے کہ قریش نے یہ فواد خود ہی خیراع کر کے اُڑادی تھی۔ اور اسی بنا پر وہ مدینہ پر حملہ کرنے کو آئے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً صرف حفاظتِ مدینہ اور انترفاعِ حملہ کے لئے باہر نکلے۔ اور جنگ بدر کا واقعہ ہوا +

تصویر کا دوسرا رخ

ہر چند کہ سیرت النبیؐ بلحاظ سیرت نہایت مستند کتاب ہے۔ مگر بعض ضمنی امور میں جنہیں اصل موضوع کتاب ہے چنداں سرور کا نہیں کسی قدر زور گذاشت ہو گئی ہے۔ جو محض یہ قلم کہا جاسکتا ہے

اگر مصنف مرحوم زندہ ہوتے تو غالباً وہ مسودہ کی نظر ثانی کرتے وقت تصحیح کر دیتے۔ لیکن افسوس کہ

اس تصحیح بے شکست اس ساقی نمائند

آبِ حیاتِ نبوی کی تدوین تکمیل کی امانت مولانا سید سلیمان ندوی کے سپرد ہے لیکن وہ مصنف کے اصل مسودہ کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ابتدائی نوٹ میں خود بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں اگر جامع کی طرف سے حواشی میں ان امور کی صحت کی طرف شاہد ہو جاتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا تعمیر کعبہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور اسمعیل کو عرب لائے۔ اور ان کو یہیں آباد کیا۔ حضرت سارہ نے جیسا کہ تورات میں ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد انتقال کیا۔ حضرت ابراہیم مکہ میں چلے آئے۔ حضرت اسمعیل جو ان ہو چکے تھے۔ اعلان حق میں ایک ہم آواز بات آیا۔ دونوں نے ملکر ایک چھوٹے سے چوخونٹے گھر کی بنیاد ڈالی +

ازیر نعم ابراہیم القواعد من البيت واسمعيل (اور جبکہ ابراہیم اور اسمعیل خانہ خدا کی دیواریں اٹھاتے تھے) +

گھر بن چکا تو وحی الہی نے آواز دی:-

وطهر بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود۔ ہمارا گھر طواف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک کر (صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالنے والے حضرت ابراہیم تھے۔ مگر تاریخی روایات کے منافیہ کہ خانہ کو حضرت ابراہیم سے بھی پہلے کا ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید نے اسے بیت العتیق کہا ہے اور ایک مقام پر فرمایا:-

اول بیت وضع للناس۔ سب پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا +

مسٹر میور نے یہی اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم کا تعمیر کردہ ہے۔ مگر تاریخ کتنی ہے کہ ان سے پہلے کا ہے۔ اس اعتراض کا جواب نبیائے آسمان ہر ایک پر رقم القواعد کے یہ متون تو نہیں کہ اس خانہ خدا کی بنیاد ڈالی۔ بلکہ معنی صرف یہ ہیں کہ یہی دیواریں طبع کیں ایسے نتیجہ کی توثیق

قرآن مجید میں ایک اور آیت بھی ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم سے پہلے کا ہے۔

ان اسكنت ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم۔ اے خدا میں نے اپنی ذریت کو یہ گاہ دادی ہے جس سے پاک گھر کے قریب بسایا ہے +

صفحہ ۹۳ پر فرماتے ہیں :-

تبلیغ اسلام کی حیثیت سے جو کچھ ان کے (یہودیوں کے) سامنے پیش کیا جاتا تھا صرف اس قدر تھا قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوائے بیننا و بینکم لا نعبدک الا اللہ ولا لشرك به شیئاً لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فاعولوا شہد انا انا مسلمون (آل عمران ۷۷) کہہ دے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جس کو ہم دونوں کیسے مانتے ہیں وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ تو اگر وہ منہ پھیریں تو تم کہہ دو کہ آچھا گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں +

ان باتوں میں سے ایک بھی ان کے معتقدات اور مروجہ عوام کے خلاف نہ تھی لیکن ان تمام عربانیوں اور انظار لطف مدار کا جو صلہ تھا یہ تھا کہ انہوں نے ہر طرح سے اسلام کی غلامی بڑا ہی کا عزم کر لیا +

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ محض توحید ہی اسلام میں داخل ہونے کے لئے صرف کافی ہے۔ نبوت کے اقرار کی ضرورت نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں اسلام نے غیر مذاہب سے فیصلہ کرنے کا ایک جامع طریق بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امور مشترکہ کو مان لیا جائے۔ اس میں شک نہیں مذاہب الم میں جو امور مشترک ہیں وہ اسب سلام میں پائے جاتے ہیں۔ اور غیر مذاہب سے فیصلہ کرنے کا یہ طریق نہایت حکیمانہ ہے +

ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس قسم کی لغزشیں آئندہ ایدیشنوں میں درست کر دی جائیں گی اور کمال عبارت میں تغیر تبدیل کرنا مورد نہیں تو کم از کم حواشی میں ان کی توضیح ہو جانی چاہئے +

قربانی اور تقویٰ

(سلسلہ صفحہ ۱۶ جلد ۵ نمبر ۱)

ایک ذرے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں۔ بیشتر اسکے کہ وہ عالم غیری میں ہیں۔ اور غیری میں اشیاء کو ذی جس بننے کیلئے پہلے خود فنا ہونا چاہئے مثلاً دیکھو کہ سیاہ مٹی کے تونے کس طرح سے خود فنا ہو کر ایک خوبصورت میوہ دار باغ کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اگر عالم نباتات معدنیات سے بہتر ہے۔ تو اس کا ظہور معدنیات کے فنا سے ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی اس میں حرکت کی کمی ہے۔ کمزور اگر ان میں بعض چلنے پھرنے کی طاقت اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ حیوانات کی خوراک بن جائیں۔ اسی طرح سے اگر ایک لیڈا عروج کی طرف جانا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی ترقی کا راستہ کھلا ہے۔ ہمیں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اور روحانی قابلیت کا مادہ پیدا ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ فوج ہو کر ہمارے دسترخوان پر نہنچے۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں وہ انسان کے جسم کا ایک جز ہو جائیگا۔ یہی سبق ہے جو کہ قرآن کی آیات جو میں نے آج تلاوت کی ہیں کھاتی ہیں اپنے اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر جھکا دو۔ اور اس کے راستے میں اپنے آپ کو فنا کر دو۔ تو پھر تم میں خدائی آثار پیدا ہونگے۔

اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قرآن کریم اس غلطی کو متنبہ کرتا ہے کہ خون اور گوشت سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ اس آیت میں جو میں بھی پڑھی ہیں قربانی کا پہلائی اور تقویٰ سے تعلق بتلایا ہے۔ اور اگر آپ ان اصولوں پر غور کریں جو ایک طرف تقویٰ اور دوسری طرف قربانی کی بنا ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان کے درمیان نہایت ہی گہرہ تعلق ہے۔ اور سچائی کی بڑی صفائی اور فصاحت کے ساتھ آپ کو سمجھ آ جائیگی۔ قرآن کریم اس مضمون پر ایک اور جگہ کافی روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ۔ تم نیکی اور تقویٰ حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ تم وہ چیز خرچ نہ کرو جسے تم سے زیادہ عزیز رکھتے ہو۔ اگر قربانی کے معنی میں (اور درحقیقت اس کے معنی بھی یہی ہیں) کہ ایسی چیز کو

اپنے سے جدا کیا جائے جس کو کفر و انکھن کا از صرغ ہشتم ہے۔ اور جسے کہ جائز طور پر انسان رکھ سکتا ہے۔ تو بدی کے معنی میں کہ اس چیز کو اپنے پاس رکھنا جس کو کہیں محبت ہے لیکن جس پر جائز طور پر ہمارا حق نہیں۔ کیا ان دو ذہنی کیفیتوں کے درمیان مطابقت ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ چاہتی ہے کہ ہم اپنے مقبوضات سے علیحدہ ہو جائیں اور دوسری سبابت کی توجہ دیتی ہے کہ دوسروں کا مال قبضے میں لائیں۔ کیا قربانی کرنے والے شخص کے دل میں یہی اور شیطنت گھس سکتی ہے۔ اگر قربانی کے معنی بے نفسی اور بغیر غرضی ہے۔ تو کیا خود غرضی اور دوسروں نقصان پہنچا کر دیگر ذاتی ترقی حاصل کرنا ان تمام بدلوں اور شرائط کی جڑ نہیں ہے صرف وہ شخص جو قربانی اور ایثار کا عادی ہو۔ اپنے اندر دوسروں کو اس قسم کی چیزیں لینے کی عادت پیدا کر سکتا ہے جس کو کہ ان کو فائز پہنچے۔ اور جو کہ جائز طور پر وہ اپنے پاس رکھ بھی سکتا ہے۔ اور وہی جان سکتا ہے کہ دوسروں کے مال پر طمع اور حرص کرنے سے کس طرح بچنا چاہیے۔ کیا میں پانچ پونڈ کیلئے ڈاکر زنی کا مرتکب ہو سکتا ہوں۔ جب کہ میں پانچ پونڈ روزانہ کی خیرات کرتا ہوں۔ کیا ہماری محبت مختلف اشیاء کے ساتھ ان تمام جرائم اور بدلوں کی ذمہ دار نہیں ہے۔ شخص کہ اپنی چیز کو اپنے سے علیحدہ کرنے کا مشاق ہے۔ تو اسے بے انصافی اور بدی کی طرف ترغیب نہیں دی جا سکتی۔ کامل تقویٰ اور نیکی حاصل کرنے کیلئے ہمارے لئے از صرغ دوسری بے کہم دنیاوی تعلقات وغیرہ کو قربان کرنے کی مشق کریں۔ یعنی اپنا وقت بڑے۔ کمائی۔ شیانے خوردنی اور نوشیدنی۔ اپنے لباس اور دیگر آسائش و آرام کی چیزوں اور انکی رفاقت و محبت کو بھی چھوڑ دے۔ اور اپنے وطن کو بھی اپنے سے جدا کر دینی عادت لیں۔ یہی ہمارے بڑے بڑے دنیاوی تعلقات ہیں۔ ان کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے زیادہ مختلف قسم کے جرم و گناہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان چیزوں کی علیحدگی اختیار کرنے کے لئے اسلام نے ایک قسم کی ورزش جیسے روحانی ورزش کہا جا سکتا ہے۔ تجویز کی ہے جو کہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ یا اسلام کے پانچ ارکان میں سے چار ارکان ہیں۔ ایثار اور قربانی کی عادت ڈالو۔ تاکہ بدی کا فور ہو جائے۔ کوشش کرو کہ آپ کے بموطنوں میں بے نفسی اور بغیر غرضی پیدا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ کو تمام محکمہ جات ملت و پولیس کی ضرورت نہ رہے گی۔ لیکن

وہ کوئی قربانی ہے۔ جو ہمیں اس خدائے تبارک و تعالیٰ کے منج پکڑنی چاہئے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ قربانی سے عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ محبت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس سچائی کی محبت کا اظہار ہوتا ہے! اور انسان اپنے محبوب کو خوش کرنے کیلئے کیا کچھ قربان نہیں کر دیتا؟ بلکہ سچی محبت کا معیار صرف یہی ہے کہ انسان تمام اپنی پسندیدہ چیزوں کو اپنے مشوق کی خاطر قربان کر دے۔ انسانی قربانی کا رواج اپنے ساتھ اس رذیل خیال کو نہیں لایا کہ خدا کا غصہ اس سے فرو ہوتا ہے۔ خدا کے سچے عاشقوں کا یہ منشا تھا۔ کہ اس کے سامنے وہ چیز پیش کریں جو ان کی نظر میں نہایت گراں قدر ہے۔ وہ اپنی جان کو زیادہ تر کسی اور چیز کو خیال نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح انسانی قربانی کا قدیم زمانے میں رواج ہو گیا۔ اور جس کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیوان کی قربانی قائم ہوئی۔ لیکن خدا کی نظر میں انسان کی زندگی سب کوئی اور چیز بھی زیادہ قیمتی تھی۔ اور جس کے قربان کرنے کو ہی خدا خوش ہو سکتا تھا۔ اور جس سے کہ محبوب کا دل پرتا حاصل کر سکتا تھا انسان صرف اس کا نام نہیں۔ کہ وہ خون اور گوشت کی بنا ہو۔ یا ایسے وہ تازگی بخش چیز ہو۔ جس کا نام زندگی ہے۔ بلکہ اس میں ہم حسبِ یوازوں جیسے ہیں۔ ان ہونٹوں کی مخلوقات میں زندگی ہے۔ جو علم موجودات جاننے والوں کے نزدیک خون اور گوشت کی ترکیب سے بنی ہے۔ اب ہماری مرضی ہمارے ہی سمجھ اور ہماری قوت فیصلہ الغرض ہمارا ذاتی علم ہے جس سے کہ ہم انسان کہلاتے ہیں۔ اگر قربانی کے معنی تابعداری ہے۔ اور اس کی اطاعت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آیات بالا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اپنی زندگی کا حوالے کر دینا قربانی نہیں ہے۔ یہ تو حیوان بھی کر سکتا ہے۔ سچی قربانی صرف یہی ہے کہ ہم اپنی مرضی کو خدا کی رضا کے آگے ڈال دیں۔ اسلامی قربانی کی جڑ یہ ہے کہ خدا کی مرضی اپنی مرضی خیال کی جائے۔ رضائے مولا کے آگے جھکنا اور خاموشی ہو اسکی حکومت کو ماننا ہی سچی قربانی ہے حضرت ابراہیم نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے تمہیں اپنی جان قربان نہ کرنی چاہئے۔ ایک ونے یا بکرے ذبح کرنے سے یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔ لیکن اپنے نفس کو مارو۔ اور خدا کی رضا کے آگے بچو۔ چراستہ پیغمبر خود۔ یہی اسلام ہے۔ یعنی راضی رہنا جس کا مطلب ایک کلمے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ میں پرورش کے قابل سوائے ایک اللہ کے اور کوئی نہیں ہے

اور یہی اسلام کا پہلا رکن ہے +

پس اسلام اور قرآن مترادف ہیں۔ تم مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ قربانی کی مشق نہ کرو۔ اور خدا کے قوانین کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ اور جب تک کہ خدا کی مرضی کو اپنی مرضی نہ سمجھو۔ یہی تمہاری ترقی کا باعث ہو سکتی ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں تم نرن نہیں رہ سکتے۔ جب تک کہ تم خاص قوانین پر عمل نہ کرو۔ اپنے چاروں طرف دنیا میں دیکھو کہ ذرہ ذرہ اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ ہر ایک چیز خدا کی مرضی کے ماتحت ہے +

مسلم خواتین کو ایک صدا

(ایک اہندوستانی مسلم خاتون کی قلم سے)

خواتین اسلام! اٹھو۔ کشت و خون و جد کی جنگ و جدال کیلئے نہیں۔ بلکہ عزت و شہادت و شکوہ و خود داری کی جدوجہد کیلئے اٹھو۔ مسلم قوم پستی و انحطاط کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ تم اسکو غرذت میں گرنے سے بچانے کیلئے اٹھو۔ تم اس فرض کو ادا کرو۔ جس کو کہہا ہے بھائی بندوں نے خواب غفلت میں پڑ کر عیش و عشرت آرام و آسائش کی زندگی میں منہمک ہو کر فراموش کر دیا۔ مسلم خواتین کو چاہئے کہ انہیں اس خواب گمراہی سے بیدار کریں۔ اور ان کے بیٹوں اور لڑکیوں کو رستہ باز اور پارسا بنا کر اسلام اور خدائے اسلام کی شان و فلوکٹ۔ جاہ و جلال کو دوبالا کریں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کسی قسم کا دنیوی اجر نہیں چاہتے۔ ہمیں ہر ایک بات میں آپ کی اتباع لازم ہے ہمیں اپنے بچوں کو تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ خداوند تعالیٰ پر توکل کریں اور صدق و صفا سے کام کریں۔ سبھا را مقولہ یہ ہونا چاہئے کہ جو امر دینی و راستبازی سے کھڑے ہو کر ہمیں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہئے۔ اور اس حق و صداقت کو جو ہمارے پاس ہے۔ اس کا اظہار کریں۔ تاکہ ہر ایک اس سے متمتع ہو سکے۔ ہم کو جو امر و دولیر بننا چاہئے۔ اور اس کا ہر جگہ چرچا کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہی لوگ زندہ رہتے ہیں۔ جو کہ جرات و دلیری کرتے ہیں +

ہماری آئندہ نسلیوں کی بقا و دوام۔ بھلائی یا بُرائی آغوشِ مادر پر ہی حصر رکھتی ہے کیا ہم
مسلم خواتین سچی ملیج کر کے اپنی قوم کو اعلیٰ و احسن پیمانہ پر نہیں لاسکتیں ؟
خواتین اسلام ہم کو اب کمرِ محنت باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اور اس فرض کو دلیرانہ
بے باکانہ بغیر کسی خوف و خطر کے سر انجام دینے کیلئے کمر بستہ ہونا چاہئے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ
نے ہمارے سپرد کیا۔ خواہ فوجی حالات کیسے ہی ناواقف کیوں نہ ہوں۔ ہم فرقہ واث کو فرقہ
ڈکوری بڑھ کر کار ہائے تمیلیان کر کے دکھانا چاہئے۔ ہم کو اس بات میں مدد ہونا چاہئے۔ کہ فرقہ وکار
خود اٹھیں جس طرح کہ ہم اپنے آپ کو اٹھانے میں کوشاں ہیں ہمیں دیگر اقوام کے مال و متاع کی
خواہش نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ کسی بھی صورت میں کسی اغیار کی تقلید ہرگز نہ کرنی چاہئے
بلکہ اپنے فرزندوں کو اس زمانہ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جبکہ غیر اقوام مسلم تہذیب
علم و فنون کے سامنے تسلیمِ خم کرتی تھیں۔ مسلم قوم کی طاقت۔ جاہ و جلال۔ رُعب و دُرب ہے
تھراتی تھیں۔ جبکہ اسلام کا پھر یہاں مشرق و مغرب پر بڑی شان و شکوہ و اہلِ مہمان تھا۔
ہمیں اپنے بچوں کو بہادر۔ جوانمرد۔ دلیر۔ راستباز۔ شریف النفس۔ مہربان اور صادق بننے
کی تعلیم دینی چاہئے۔ دیکھ کر ہمیں رنج پہنچتا ہے۔ کہ ہمارے فرقہ وکار کو بڑی حقارت اور
بی عزتی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ان کو ایک حقیر قوم کا ماسلک کیا جاتا ہے ہمیں اس
رذیل و کمینہ زندگی کی رد کو بدلنا چاہئے۔ اور ایسی صورت میں پہنچتی ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کی
ایسے طریقے سے پرورش کریں۔ جس سے کہ ان میں خود داری کا مادہ پیدا ہو۔ اور وہ اہلِ شوخت
بکتر کے مقابل ڈٹ کر کھڑے ہوں ہمیں انسانیت کی اصلاح کرنی چاہئے۔ اور ایسے انسان
پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسرے کسی کو بھی خائف
نہ ہوں۔ اور جو اپنے بھائی بندوں کی فلاح و بہبودی اور اپنے مذہب کی اشاعت اور اللہ تعالیٰ
کے جاہ و جلال کو قائم و دائم رکھنے کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ یہی اس قسم کے لوگ
پیدا کرنے چاہئیں۔ جو ہمارے اولوالعزم پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان کے نمایاں ہوں۔ والسلام

پس پردہ

وہ مبارک لکچر جو حضور سرکار فرما کر فرمایا تھا ریاست بھوپال ادا م اللہ ملکہا والا افضال نے آل انڈیا خواتین کانفرنس کے پہلے سالانہ جلسہ بھوپال میں مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۱۵ء کو دیا اسلام میں پردہ یا ستورات کے برقعہ کا حکم بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق اہل مغرب نے بد قسمتی سے بہت سی بجا تکتہ بندی کی ہے۔ گو یہی موجودہ صورت قرآن شریف کی ہدایت کے کلیتہً مطابق نہیں۔ اور حالات و واقعات زمانہ نے اس پر بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ اور ہندوستان میں اسلامی اور غیر اسلامی اقوام میں بھی برابر اس کا رواج ہے۔ تاہم اس قسم کے سیر دنی اثر سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ دنیا کی مختلف قوموں کی موجودہ حالت پر سرسری نظر ڈالنے سے ایک نکتہ صاف ظاہر ہے کہ پردہ کے حق میں فیصلہ کر لگایا۔ خصوصاً وہ پردہ جس کی تشریح قرآن مجید میں ہے۔ اور جس کی بڑی غرض یہ ہے کہ مرد و عورت بلا امتیاز یک دوسرے سے ملین پر دیکھی بھی نہ سکیں۔ اور نہ ان کی دم موجودگی کو ان لوگوں نے علوم کے خزانے حاصل کئے ہیں جو اسکے حامی نہیں۔ ممالک غریبی کی عورتیں ہمیشہ پردہ کے بغیر رہی ہیں لیکن آج سے پچاس سال پہلے ان کی ذہنی ترقی اور علمی و ادبی قابلیت رشک نہ تھی۔ لیکن ان کی مسلمان بہنیں پردہ کے اندر رہ کر بھی وقت فوقتاً مردوں کے ساتھ علوم کی مختلف شاخوں میں مقابلہ کر سکتی تھیں۔ مشرقی ممالک میں اب بھی حقیقت میں گھر کو ٹھیک طور پر چلانے والی اور آئندہ نسلوں کے اخلاق اور چلن کو بنانے والی ہے۔ انگلستان کے ایک نہایت عظیم خطرہ کے نوقتہ پر ہندوستان کے کچھ کہا بچوں کا ایک حیرت انگیز وطن پر سینہ سپر ہونا۔ اور اپنے زبان و وعدہ کو عملی جامہ پہنا کر شرط و فاداری کو لپکا کرنا ان ستورات کے خیالات اور استعداد اور دلوں کا ایک نقشہ ہے جس کے وجہ سے ہیں۔ انہیں بازار میں جا کر خرید و فروخت کرنے کے لئے کافی وقت نہیں ملتا۔ کیونکہ پردہ کے اندر انہیں اس سے زیادہ ضروری کام پر اپنی پوری توجہ دینا ہے۔ آج مسلمان تہذیب ہی پردہ کے اندر بند وستان میں اپنے بچوں کے اطلاق اور ان کی آئندہ روش زندگی کو بنا رہی ہے۔ ستورات نے اپنی انجمنیں اور سوسائٹیاں بنا رکھی ہیں وہ ان میں شامل رہتی ہیں اور اپنی کانفرنسوں کا

اجلاس کرتی ہیں اور انہیں تربیت و ترقی کے لئے ہر قسم کا موقع ملتا ہے۔ لیکن پردہ نے کبھی بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کی چونکہ عورت کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایک نہایت مہذب و مستمتہ خیال کی (ملکہ) بیگم بھوپال ہیں جن کی زیر صدارت تمام ہند کی مستورات کی کانفرنس کا اجلاس ان کی اپنی دار السلطنت بھوپال میں منعقد ہوا۔ حضور عالیجنابہ بیگم صاحبہ بالقابہ خود بدولت اعلیٰ درجہ کی ذہین ہیں۔ بہت سی زبانوں میں مہارت آپ کو حاصل ہے ہندوستان کے علوم و فنون میں ماہر ہیں۔ اور بہت سی کتابیں جو اعلیٰ پایہ کی ہیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں۔ اور لکھو کہا لوگوں پر آپ نہایت انائی اور فراست سے حکومت کر کے اپنی بینظیر ذہانت اپنے عہد حکومت کو روشن فرما رہی ہیں حضور مدد و مددہ بالقابہ نے مستورات کی حالت درست کرنے اور مختلف طریقوں کو ان تک تعلیم اور دیگر اسی قسم کی نعمتیں پہنچانے کے وسائل پیدا کرنے میں قلمی۔ درمی۔ قدمے امداد و دیگر خاص طور پر امتیاز حاصل کر رکھا ہے سرکار مددہ بالقابہ کی فیاضی ہی کے باعث بہت سی زنانہ اور مردانہ دکانیں وغیرہ کامیاب اور خوشحال نظر آتی ہیں۔ آپ نے سفر بھی بہت کیا ہے۔ اور یہاں (انگلینڈ) بھی تشریف لائی تھیں۔ ان لوگوں کے لئے جو صحیح طور پر جانتا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی تہذیب اپنے ملک کیلئے کیا کر رہی ہیں ذیل کا پھر جو سرکار عالیہ بالقابہ نے دیا بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اپنے اُردو دان ناظرین کے فائدہ کیلئے وہ پھر قریباً قریباً تمام یہاں درج کرتے ہیں۔

لیکچر دینے سے پہلے جنابہ شہزادی میمونہ سلطان حمید اللہ بیگم صاحبہ بالقابہ نے جو کانفرنس کی انتہا لکھنؤ کی صدر تھیں حضور سرکار عالیہ کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا۔ سرکار والادار نے تمام مستورات کا جن میں اکثر دُور دور کی کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے تشریف لائی تھیں شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ انہوں نے کانفرنس کے معاملات پر فخر کرنے کے لئے اس جگہ آنے میں بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ پھر سرکار عالیہ نے فرمایا کہ ایک صدی کی زیادہ عرصہ سے بھوپال پر ملکہ ہی کا راج رہا ہے۔ اور یہ ایک دلیل ان بیشمار دلائل میں سے اس امر کی ہے کہ ہندوستان کی مستورات عہدہ کلام کرنے کی بہت بڑی استعداد اور طاقت رکھتی ہیں اور فرمایا کہ گو غنٹ ہند نے سلسلہء میں لڑکیوں کی تعلیم کو ترقی دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اور فرمایا کہ اس طرح کا لیا مشاہدہ آئندہ بھی نہ ہو جبکہ چھٹھ سال کے بعد اس کا خیال نہیں آئے
ہلن البستہ عملی طور پر کچھ دکھانیسے مدعا حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اسی قسم کی تحریکات مشرق
کے تمام ممالک میں مثلاً چین۔ جاپان۔ ایران۔ ترکی۔ مصر میں ہو رہی ہیں۔ گویا اس
کو شش کا پتہ ثبوت میں۔ جو زمانہ ماضی کو چھوڑ کر مستقبل کے آزادانہ اور خوشتر زمانہ
میں داخل ہونے کے ہو رہی ہے۔ اس تمہیدی گفتگو کے بعد سرکار عالیہ
بالقباہا کرسی صداقت پر متمکن ہوئیں۔ بعد ازاں آپ نے جبکہ سامعین کے فہم و تفہیم کو
بلند بہرہ ہے تھے کھڑے ہو کر ذیل کا کچھ فرمایا +

میں آپ کی اس مہربانی کی قدر اور عورت کرتی ہوں جو اپنے آل انڈیا لیڈر کی پہلی
کانفرنس صدارت کے لئے مجھے انتخاب کرنے میں ظاہر کی۔ سالہائے گزشتہ کے قومی اور سیاسی
کام کے تجربہ کی بنا پر جو مجھے حاصل ہوا ہے میری لئے ہے کہ تمام مذہب ملت اور ہندوستان کے
ہر گوشہ کی مستورات کیلئے ایک مرکزی انجمن قائم کرنا جو ہندوستان کی تمام مستورات کی
بلا لحاظ ذات پات کے عام حالت کو بہتر کرے۔ اور یہ ملک کے لئے از حد اچھا
ہوگا۔ اس قسم کی انجمن کا قائم ہونا ہی اس امر کی امکان کی ایک بڑی بھاری دلیل ہوگی۔
کہ مختلف قومیں مشترکہ غرض کے لئے یکجا اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ اس بارہ میں میں خاص طور پر
اس مقصد کام کی طرف توجہ دلاتی ہوں جو مسلم لیڈرز کانفرنس ہائے گال کانفرنس۔ استری
جما منڈل سبھا اور مبئی میں سیوا سادھن کر رہی ہیں کہ ہندوستان کی مستورات تمدن
کی اصلاح میں کس قدر بھاری مدد دے سکتی ہیں لیکن یہ مقبلاً ہی ہیں اور خاص کمیٹیوں کے
زیر اہتمام ہیں۔ لیکن آل انڈیا لیڈرز کانفرنس ہندوستان کی مستورات کے لئے خواہ وہ
کسی حصہ میں ہوں اور خواہ وہ سوسائٹی کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں بلا لحاظ مذہب و
مرکزی انجمن ہوگی۔ اس تحریک کے بانہوں کی خواہش ہے کہ فرقہ اور مذہب کے قیود سے
نکل کر ہندوستان کی لاکھ دو لاکھ لڑکیوں کو اپنی مقنن کو شش اور مہمت سے فائدہ
پہنچایا جائے۔ اس طرح یہ کانفرنس بلحاظ اپنے اجرائی تمام ہند کی نمائندہ ہوگی
اس کا ممبر ہر ایک ہو سکتا ہے +

اس کے بعد دوسرا امر یہ ہے کہ ہم اپنے کام کو ترتیب دیں غیرے خیال میں اس کا نفرین کا
 بڑا کام سب اندرونی قسم کا ہوگا۔ لیکن اسمیں کامیابی کے لئے گورنمنٹ کی امداد کی ایک حد تک
 ضرورت ہوگی۔ گو میں مانتی ہوں کہ اس کام کے حاصل کرنے کیلئے ہماری اپنی پوری دلی
 کوشش ہی ہماری آخری کامیابی کا باعث ہوگی۔ اس طرح ہمیں سب بات کا علم حاصل
 کرنے کا خیال پیدا ہوگا کہ انگلینڈ کی دستور آ کی ہو جو قابل رشک حالت۔ مس جسٹس۔ مس
 فلورنس نائٹنگیل۔ مس الزبتھ کی محنت ہی کا نتیجہ ہیں۔ جو حضور ملک معظمہ کو
 انجمنی کے زمانہ مبارک میں تھیں۔ ان مستورات نے ایسے گھرتیا رکھے جہاں مفلس
 اور بیکس عورتوں کیلئے مفید کام سیکھنے کا انتظام کیا گیا جہاں اندھوں کو خاص قسم کی تعلیم
 دینے کے لئے سہولتیں پیدا کی گئیں۔ اور جہاں بیمار اور لنگڑے و ٹچے بہمدردانہ انداز
 حاصل کرتے تھے ہمارے زمانہ میں بھی گلستان زیادہ آسودہ و خوشحال ہے۔
 کیونکہ حضور ملکہ انگلینڈ کا صاحبہ۔ جنابہ ملکہ میری صاحبہ نرادی صاحبہ لڑکی تہ و تک تیار ہوا
 بڑی محنت اور تنہی سے ملکہ کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ ان ممتاز مستورات کا کام تمام دیگر
 عورتوں کے لئے جہاں کہیں وہ ہوں بطور نمونہ خیال کیا جانا چاہئے۔ دیگر مالک میں بھی
 ہمیں کوئٹس مونسٹری صاحبہ کا پتہ ملتا ہے جو بچوں کے دماغ کی تربیت و تعلیم کی وجہ سے
 مشہور ہیں +

بھیرا اس احسان کو فراموش نہ کرنا چاہئے جو اسلامی مستورات کی کوششوں اور عقلمندی
 سے تمام دنیا پر ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے۔ کہ عورت کے دل میں انسانی ہمدردی اور محبت
 کا ایک خاص حصہ ہے۔ وہ قانون یا مذہب جو عورت کو مرد کے برابر برابر اپنی قابلیت کے
 اظہار کا موقوف نہیں دیتا۔ وہ انسانی تہذیب کے معمولی معیار سے بھی گرا ہوا ہے زیادہ تر
 اسلام ہی کی طفیل مستورات کو اپنی لیاقت و قابلیت کے اظہار کیلئے بہت بڑے
 وسیع میدان ملے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اکثر ملکی اور جنگی امور کے متعلق مستورات کا نام
 دکھائی دیتا ہے مثلاً نور جہاں زیب القسا۔ چاندنی بی۔ جہاں آرا۔ یہ چند نام
 ان درخشاں ستاروں میں ہیں۔ جن کا پر تو آج تک ہندوستان پر پڑ رہا ہے ایسی تہذیب

بھی لکھی جاتی ہیں جنہوں نے صرف انتظامی معاملات ہی میں اپنی دانائی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ
 علم ادب اور سائنس یا طبیعیات میں بھی کمال دکھایا۔ مثلاً عائشہ خاتون - خدیجہ
 بنت الیقینام - آمنہ - عاصیہ بنتی قانون انی - علم اخلاق - فلسفہ علم و فضل کے لئے
 مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض بڑے مجموعوں میں جہاں اس زمانہ کے کئی ایک لائق و فاضل
 بھی موجود ہوتے تھے۔ عالمائے کچر دیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ خلیفہ المامون کے شاہی حکیم
 کے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں بھی بہن اور بھانجی جو دونوں طب اور جراحی کے کام میں
 بہت ہوشیار تھیں بہت تک ہاتھ بٹا یا کرتی تھیں۔ ہمارے اپنے زمانہ میں بھی
 فاطمہ علیا خاتون نے اپنے علم و ادب کے کتب کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی ہے مصر
 کی مستورات زینت خاتم کی اس اعلیٰ درجہ کی اور آج تھک کو سٹیشن سٹیٹ از حد
 مشکور ہیں جو مسماۃ مذکور نے لاکھوں کی تعلیم کے لئے کیں۔ اور آغا خاتم کی عام فیاضی مسلمانان
 پولند میں ہر ایک کو معلوم ہے۔ اسی طرح لکھنؤ میں ہمارے مکتب یعنی ندوۃ العلماء بہت
 حد تک جناب بیگم صاحبہ ہالپور کامنوں و مرہون ہے۔ ہاں تو یہ میری داستان اوصوری
 رہیگی۔ اگر میں اس جگہ سبناجی - سکنتلا - دروہتی - پدمنی جیسی رانیوں کا ذکر نہ کروں
 جو بلحاظ شکل و شباهت اور بلحاظ صفائی باطن مشہور تھیں۔ جن کے اوصاف کے گیت
 مختلف زبانوں میں گائے جاتے ہیں۔ شورا تی جی کو ان کے وقت کے لوگوں نے عالم
 فاضل تسلیم کیا۔ راجہ بھوج نے قدیم زمانہ میں ایک سینا نامی عورت کی تمام دربار میں تعظیم و تکریم
 کی بدیں وجہ کہ اس نے ریاست کا ایک نہایت مشکل عقدہ حل کیا۔ اسی طرح انوسیا
 نے اپنی زندگی مستورات کی تعلیم و ترقی کے لئے وقف کر دی۔ آٹھویں صدی کا بڑا
 بھاری معلم یعنی بھٹا چار جیہ نے سب کچھ اپنی والدہ کی فراست - علم - مرد حافی
 صفائی کی وجہ سے حاصل کیا۔ ان لوگوں سے جو بند و ستان میں مستورات کی آئے ہیں
 ترقی کو دیکھ رہے ہیں۔ پنڈت رام بابائی سرسوتی اور انندی بابائی کے کام پوشیدہ نہیں ہیں۔
 ان حالات کا لحاظ رکھ کر جن کے درمیان ہماری تربیت و پرورش ہو رہی ہے اور
 ان فرائض کو مد نظر رکھ کر جو ہمارے ذمہ ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم خاص طرح اس

کی طرف منقطع کریں۔ کہ ہماری لڑکیاں کس قسم کی تعلیم اور تربیت حاصل کریں۔ تعلیم پر یک
نوع تعلیم پر ہی ہماری ہماری کی ساری قوم کا مستقبل انحصار رکھتا ہے۔ ہماری لڑکیوں کو
ایسی تعلیم دے جائے کہ وہ گھر کے اندر ایک صدر کی حیثیت رکھیں جو ان کی لائق ہے۔ اور اگر
ضرورت ہو تو انہیں اپنے اور اپنے بچوں کیلئے روزی کمانے کے بھی قابل بنادیا جائے
بڑی بڑی اعلیٰ دماغ والی عورتوں کی صفائی اور خوبی اخلاق کا بڑا باعث زیادہ تر ان کی
مذہبی تعلیم ہی دیکھا گیا ہے۔ اس قسم کی تعلیم کا نہ ہونا ہر جگہ ایک خطرناک نقص ہے۔ اور
اسے نظر انداز نہ کرنا چاہئے +

سال گذشتہ وسط منسٹر کے چرچ ہوس میں لارڈ پارمر اور بشپ آف آکسفورڈ
نے اپنی تقریروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس میں مذہبی تعلیم کی طرف کم توجہی بہت
کچھ اظہار افسوس کیا۔ اور تمام مجمع نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ طلباء کے تعلیمی نصاب کا
زیادہ تر حصہ کسی قسم کی مذہبی تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔ ہم ہندوستان میں کوجن کیلئے مذہب
ہی زندگی کا روح روان ہو اس فیصلہ کو دیکھ کر متنبہ ہو جانا چاہئے چونکہ اس وقت
ہمیں عمدہ طریق پر ٹرینڈ شدہ مدبرین کی ضرورت ہے۔ اسلئے میں نے ایک تعلیمی نصاب
تیار کرنے کا انتظام کیا ہے۔ یہ نصاب تیار ہو ہی چکا ہے۔ اور افسران صنیعہ تعلیم کے
پاس بے زنی اور تنقید کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو مبارکباد دینی چاہئے
کہ پوٹا میں مستورات کی یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے۔ اور چونکہ اس کا انتظام قابل ہاتھ نہیں ہے
اسلئے عمدہ نتائج کی اُمید کیجا سکتی ہے +

جو کام آج ہمارے درمیں ہیں وہ مختلف قسم کے اور بہت ضروری ہیں۔ اگر اس
تحریر کے ہماری عرض یہ ہے کہ ہم ان وسائل و ذرائع کو عام کریں جن سے ہمارے لڑکے اور
لڑکیاں آئندہ اچھے طریق پر تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں۔ اور وہ تعلیم اس ڈھنگ
کی ہو۔ کہ جب وہ ہمارے مقام پر پہنچیں تو وہ دنیاوی کاروبار چلانے کیلئے جو آئے دن
زیادہ تر کوشش و محنت چاہتے ہیں۔ ہم ہی بہتر طریق پر تیار ہوں۔ اور اگر ہمارا مقادیر بھی ہے
کہ ان غیر مضیعات اور روایات کو جو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے جو آج کل ہمیں گھیرے ہوئے ہیں

اور جن کے ذریعہ گذشتہ زمانہ میں مسلمانوں میں رد و آل و نا کامی ہوئی ہے۔ نیز اگر ہماری خوش
ہے۔ کہ ہم اپنے ایک کلنامہ جہانے لیتے با عسف خراج و غیرہ مالک اسکی عزت کریں۔ تو
اس نصیب میں کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی تمام زندگی وقف کر دیں۔
ہندوستان میں عام طور پر مستورات کا تنزل ان کی برادری کے لوگوں کے لئے ایک
ہمیشہ کی ملامت ہے۔ قرآن شریف نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ مرد و عورت
اپنے قوائے ذہنی کے استعمال کرنے اپنے مقبوضات کے رکھنے اور دنیا میں مختلف موقعوں سے
فائدہ اٹھانے کا مساوی حق رکھتے ہیں مسلمانوں کی مشہور تاریخیں ایسی مثالوں سے روشن
ہیں۔ جو بتلاتی ہیں کہ اسلامی مستورات نے بڑی جرات و دلیری سے اپنی قومی زندگی کے
قریباً تمام کاموں میں حصہ لیا ہے۔ لیکن انکی معکوس ترقی کے اسباب ان کی اپنی شہستی
اور لاپرواہی نیز ان فرائض کی طرف عدم توجہ ہے۔ جن کی ادائیگی سے انہیں وہ علوم
ذرائع حاصل ہو سکتے تھے جن سے ان کے دماغی قومی کا اظہار ہوتا۔ اسلئے آج ہمیں
سچے دل سے طعن اٹھانا چاہئے کہ جب تک ہم اس کام کو خواہ وہ کتنا ہی مشکل
اور اہم کہیں نہ ہو ایسے راہ پر نہ لائیں جس سے اسکی تکمیل ہو اس وقت تک ہم اپنے
نزدیک ہر ایک قسم کا ڈور اس راہ میں گناہ خیال کیا جائیگا۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں
کہ مشرق میں عورت کا مرتبہ بڑا زبردست ثابت ہوا بلکہ اسکی زبان زیادہ تر
مؤثر مانی جاتی ہے۔ اس قسم کی تکمیل کے لئے جس سے آپ کی تمام پوشیدہ قوتیں
اور قابلیتیں ظہور میں آسکیں بڑی بہت و جرات درکار ہے۔ آؤ ہم سب ملکر اس
قادری مطلق کے حضور دعا کریں جو صدق دل کو کوشش کرنے والے کو کامیابی کا منہ دکھاتا ہے
کہ وہ ہمیں اپنے نور ہدایت سے ان معاملات میں ہنمائی کرے۔ اور ہمیں اپنے ارادوں میں استقلال بخشنے
پس آج ہم سب اس تحریک کی بنیاد رکھتی ہیں جو مسلمانوں میں ہندوؤں۔ پارسیوں جینیوں اور
سکھوں کی مشترکہ غرض ہوگی۔ اور جس کا پھل آئندہ ہم سب یکساں طور پر چکھیں گی۔ اور
اس قسم کی قابل فخر اور عالیشان تدعا کو لئے ہوئے۔ ہمیں کامیابی کے لئے بہت دیر
انتظار میں رہنا نہ پڑیگا فقط

عورت اور عورت کے حقوق و مسائل

سلسلہ صفحہ ۵۳۶ جلد ۲ نمبر ۱

(از قلم شیخ منیر حسین صاحبہ وائی)

اسلام کی شان و شوکت فساء اسلام سے ایسی ہی ہو رہی تھی جیسی کمردوں سے۔ خود نبی اُمّی کی پیاری بیٹی علم و حکمت کی خاتون بن گئی۔ اور رسول اللہ صلعم کی کم سن حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہ اپنے زمانہ کی ایک نہایت بلند پایہ فقیہہ۔ محدث۔ مفسر اور نساب ہوئیں۔ حضرت عائشہ علم طب سے بھی واقفیت رکھتی تھیں۔ اور عربی علم ادب اور شعر و سخن سے کامل ماہر تھیں۔ علم فقہ میں ان کا یہ رتبہ تھا کہ فقہ کے متعلق اسلام میں جس قدر احادیث ہیں ان کی ایک چوتھائی حصہ کا ماخذ حضرت عائشہ صدیقہ خود ہیں۔ جب کبھی شریعت اسلامی کے کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا تھا۔ تو حضرت عائشہ سے رجوع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بن قیس لکھتا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ (حضرت عائشہؓ کے والد) حضرت عمرؓ (حضرت علیؓ اور دوسرے فضلاء اور قابل بزرگوں کے وعظ اور خطبے سنے ہیں لیکن جو کچھ میں نے حضرت عائشہ سے سنا فصاحت اور ادبیت کے لحاظ سے اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ تاریخ اسلام اہل کمال مسلمان عورتوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت امام حنینؒ نسہید کربلاؓ کی دختر سکینہ علمی فضیلت میں بہت شہرت رکھتی تھیں امتہ الواصلہ حسین بن اسماعیلؒ کی بیٹی کتابت۔ حدیث۔ فصاحت۔ ریاضیات اور علم صرف و نحو میں ماہر تھی +

سپین میں بھی مستورات فتون لطیفہ کی ماہر ہوتی تھیں۔ قرطبہ کے خلیفہ کی بیٹی ولادہ حسن و قابلیت میں بکتاے روزگار تھی۔ اسی دربار کی اور شہزادی عائشہؓ کسی ہم پلہ تھی۔ اس کے خطبہ اور نظمیں اکثر اس شہر کی مجلس نشاہ میں پڑھتی باقی تھیں۔ اور خراج تحسین وصول کرتی تھیں۔ اسی مشہور آفاق و مطلق

کی بہنے والی بعینہ صرف شعر و سخن میں نے نظیر تھی بلکہ فلسفہ اور ریاضیات میں بھی بحر رکھتی تھی۔ اور خلیفہ حکم کی خانگی نظامت کے عہدہ پر جو مستورات کو شافہی نصیب ہوتا تھا محنت از تھی۔ سیول کوناز تھا صفیہ پر بس کا شاعرانہ کلام اور خوبصورت دستخط برابر کی تحسین حاصل کرتے تھے۔ اور الغانیہ پر جو خلیفہ کے قصیدے لکھا کرتی تھی اور مریم پر جو عربی ادب میں خاص شہرت رکھتی تھی + نسباء اسلام میں جو خاتونیں ولایت کے مرتبہ کو پہنچیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن راجہ الادویہ نے وہ مرتبہ حاصل کیا۔ کہ بقول ابن خلکان قرون وسطیٰ میں اس کا مقبرہ زیارت گاہ عوام بن گیا تھا۔ ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری تھا۔ عربوں کی ادبی تاریخ میں سواسی ایک نظم کا حسب ذیل ترجمہ ہے:- میں تجھے دو طرح سے محبت کرتی ہوں۔ خود غرضی سوا اور دوسرے جیسے کہ تیری شان کے شایاں ہو۔ یہ خود غرضانہ عشق ہے۔ کہ میرے دل میں ہر وقت تیرا ہی خیال رہتا ہے۔ اور میں کچھ نہیں کرتی۔ اور دوسرا خالص عشق ہے۔ جب تو میری قربان بنوالی نکا ہوں کے سامنے اپنی نقاب لٹ دیتا ہے۔ ان دونوں باتوں میں کسی تعریف کی مستحق نہیں ہیں اقرار کرتی ہوں۔ کہ دونوں میں قابل تیری ہی حمد و ستائش ہے + حضرت راجہ کو قرآن کریم پر اسقدر عبور تھا۔ کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے تیس سال تک دوران گفتگو میں قرآنی آیات کے سوا اور کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا +

نسباء اسلام مختلف مشعبہ ہائے زندگی میں بڑے بڑے مناصب پر فائز رہی ہیں اور خوش سلوکی و کار سے انہوں نے صنف نازک کو چار چاند لگائے ہیں مسلمان خاتونیں نہایت مشہور طبیب اور فقیہہ ہی ہیں +

مشہور دوران خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ اور شاہنشاہ ہندوستان جہانگیر کی ملکہ نور جہاں نے اپنے اپنے زمانے کی تاریخ میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے مسلمان شہزادیوں نے ملکوں اور وسیع سلطنتوں پر کامیابی سے حکمرانی کی ہے +

خلیفہ مامون بن ہارون الرشید کی بیوی بوزان علمی تہذیب میں مشہور تھی۔ اور ایسی ہی مامون کی ہمشیرہ ام الفضل اور امی بیٹی ام المجدیب کا حال تھا۔ مشہور فقیرہ راجہ نے اپنے علمی تجربہ کیلئے اپنی والدہ حمیدہ کا احسان مند تھا +

پانچویں صدی ہجری میں فخر النساء شیخہ شہدہ بغداد کی مسجد جامع میں ستر عام کچر دیا کرتی تھی +

بغداد کے مشہور مؤرخ احمد بن ابی طاہر نے تیسری صدی ہجری میں بلاغت النساء کے نام سے ایک کتاب خاتونان اسلام مثلاً حضرت فاطمہ الزہراء حضرت عائشہ صدیقہ حضرت حفصہ کے خطابات و مواظپ پر لکھی تھی +

حضرت فاطمہ الزہراء نے اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو مرنیہ کہا وہ یہ ہے کہ کڑا پائینے والا ہے۔

دیگر مشہور مسلمان شاعرات اور ادیبوں کے نام حسب ذیل ہیں :-

اروسی بنت الحارث - زینب العقیل - زینب - ام کلثوم - عبد المطلب کی بیٹیاں - ام حاکم و عیمہ - صفیہ الدین - نبی بی بیدل - نور جہاں - زینب النساء - رضیہ بیگم - شہا جہان بیگم اور گلبدن بیگم - راجہ شامیہ - حکیمہ و منشیہ - شخصہ عربیہ - راجہ بصری کی طرح جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مشہور اولیاء تھیں +

دین عیسوی کا جب زور تھا تو ایک فاضل عورت کا وجود بھی گوارا نہ کر سکا۔ ڈیپر لکھتا ہے :-

ہائی پیشیا اور سائرل ! ایک کو علم و حکمت میں تہذیب و تہذیب میں تو غل !! بھلا اجتماع ضدین کیونکر ممکن تھا ؟ سائرل کو اس کا احساس ہو گا اور فیصلہ کر لیا کہ کیا ہونا چاہئے۔ ایک دن ہائی پیشیا درسہ کو جا رہی تھی۔ کہ سائرل کی اُمّت کے ایک گروہ کثیر الاختصار یعنی بہت سے پادریوں نے اسے آگھیرا۔ بیچ بازار میں اس کے کپڑے نوچ کھسٹ ڈالے۔ اُسے بالکل بربنہ کر دیا۔ اور پھر کھینچنے کھینچنے ایک گرجا میں لے گئے جہاں عصائے پاپس سے اس کا کام تمام کیا گیا۔ اسٹی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے

گرفت واپست کو سہیلوں سے چھبلا گیا۔ اور بڑوں کو آگ میں جھونک دیا گیا۔ اس خوفناک جرم کے متعلق سائرل سرجواب تک نہ لیا گیا۔ گویا یہ تسلیم کر لیا گیا کہ چونکہ مقصد محمود تھا اسلئے اسکی کھیل کا جو خوریا اختیار کیا گیا۔ وہ بھی محمود ہو گیا +

اسکندریہ میں یونانی فلسفہ کا چراغ اس طرح گل بڑا۔ اور جس علم کی اشاعت کیلئے فرماؤ وایان سلسلہ بطلمیوسیہ نے اس قدر کوششیں کی تھیں اس کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا۔ سرسپین کا کتب خانہ جو اسکندریہ کے کتب خانہ کی شاخ تھا پر باد دہوی چکا تھا۔ گویا وہی علم کے اکتساب کی اُمنگیں جو دلوں میں باقی تھیں ہائی پیشیا کی مرتناک انجام نے ان کو ٹھنڈا کر دیا۔ انسانی تخیل کی آزاد سی ہمیشہ کیلئے چھن گئی۔ الغرض سلسلہ وہ تاریخ ہے جبکہ انسان کو متنبہ کر دیا گیا۔ کہ ہر شخص صرف انہیں خیالات کو ذہن میں جگہ دے سکتا ہے جس کی اجازت حکام کلیسیا دیں۔ ایٹھنہ میں بھی فلسفہ دم توڑ رہا تھا۔ جسطین نے بالآخر اسکی تعلیم کی ممانعت کر دی۔ اور اسی شہر کے تمام مدارس بند کر دیئے +

کسی نہایت تنگدل مسلمان نے بھی کسی عورت کے ساتھ کبھی وہ سلوک نہیں رکھا۔ جو ان لوگوں نے ہائی پیشیا کے ساتھ کیا۔ اسلامی تاریخ اس قسم کی ہمیشہ پاک مسلمان فلسفہ پر کچر دینے کی پاداش میں عورتوں کے ساتھ کس طرح بد سلوک کر سکتے تھے۔ جبکہ قرآن کہتا ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتیٰ خیرا کثیرا۔ اور جس کو حکمت (فلسفہ یا حکمیات) دی گئی ہے تحقیق اُسکو بہت اچھی چیز دی گئی ہے (سورہ بقرہ ۲۶۹) اسماء اُبی میں سے ایک الحکیم بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھائے۔ (یَعْلَمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ۔ سورۃ الحجہ) پوری آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے وہ اللہ تعالیٰ مالک القدوس العزیز الحکیم کی تسبیح کرتا ہے یہی ہے۔ جس نے ایک اُمی قوم کیلئے انہی میں سے ایک رسول پیدا کیا۔ جو انکو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتا ہے۔ اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اسلام میں تو عورتوں کو اتنی تکلیف بھی نہیں اٹھانی پڑی جتنی گزشتہ سالوں میں۔
اس آزادی پسند انگلستان میں حقوق طلب عورتوں کو اٹھانی پڑی۔ اسلام میں عورتوں کو
اپنے حقوق کیلئے کبھی لڑنا نہیں پڑا۔ جرمِ اعات اُن کا حق تھیں وہ ان کو ہمیشہ
ملتی رہی ہیں۔ اگر اُن کو وہ حقوق حاصل نہ ہوتے تو بلاشبہ وہ بھی ان کیلئے جدوجہد
کرتیں۔ مسلمان عورتیں بہادری اور جرات میں کسی سے پیچھے نہیں ہی ہیں۔ مسلمانوں
میں جن آف آف آرک بہت ہوئی ہیں۔

صفیہ - ام صلیت - ام سلیم - ام عمرہ - خنہ - خولہ بنت عذور - عقیقہ - ام ابان
سلمہ - ام کلیم اسمہ - بنت ابوبکر - خولہ بنت صلیہ - کعب بنت مالک - سلمہ بنت ہاشم -
نام بنت قیس - امیعاویہ کی ہمیشہ اور والدہ - زفرہ بنت عفرہ اور لاقعد اور
خاتونوں نے فرائض کی مشہور جاں بازوں آف آرک سے جس نے پورے ممالک میں اتنی
شہرت حاصل کر لی ہے بہت زیادہ بہادری - دریا دلی اور حب الوطنی کے کام کئے ہیں
یرموک اور قناؤسیہ کی فیصلہ کن لڑائیوں میں جو علی المرتضیٰ دوموں اور ایرانیوں سے
ہوئی تھیں مسلمان عورتوں نے نمایاں حصہ لیا تھا - اور اپنے مردوں کو فتح حاصل کرنے
میں بہت مدد دی تھی - کچھ عرصہ بڑا کہ انگریزی اخبارات میں حیرت و تعجب کے ساتھ
اس امر کا تذکرہ شائع ہوا کہ ٹرکی میں مسلمان خاتونیں عورات کی آرمی کو میں شامل ہو گئی
ہیں یہ مسلمانوں کو اور ان لوگوں کو جو اسلامی تاریخ سے واقف ہیں - اس میں حیرت کی کوئی
بات نہیں تھی - جو یورپین لوگ ایشیائی زبانوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں ہم ان کو ذیل کی
تاریخی کتاب میں پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں - تاکہ ان کو معلوم ہو کہ گذشتہ زمانہ میں
مسلمان عورتیں کس قسم کی تھیں - طبری جلد ۵ - ۶ - اسد الغابہ جلد ۵ - فتوحات اسلامیہ
بلادری دیکھی ۶

ابتدائی ایام میں عورتوں کو صنف نازک ہونے کے خیال سے میدان جنگ میں جانے

کے لئے ترغیبیں دی جاتی تھیں۔ لیکن جو جلی جاتی تھیں مندرجہ ذیل فرائض ان کے سپرد ہوتے تھے (۱) زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھا کر لیجاتی تھیں (۲) ان کی تیمارداری کرتی تھیں جو مر جاتے تھے ان کی تحفیں و تدفین کرتی تھیں (۳) جنگی بار و چینیالوئیں اٹھانی کرتی تھیں (۴) جوش انگیز نظیں پڑھ کر جو اکثر ان کی اپنی کھٹی ہوئی ہوتی تھیں سپاہیوں کے دل بڑھاتی تھیں۔ جنگ اُحد میں جب رسول اللہ صلعم زخمی ہوئے تو آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ نے آپ کی تیمارداری کی۔ اور آپ کی حرم محترم میدان جنگ میں زخمی سپاہیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جنگ خیبر میں بھی عورتیں رحمت کے فرشتے ثابت ہوئیں + گبن اور اوکلے کی تاریخ اسلام کے مندرجہ ذیل اقتباس و انگریزی دان ہلک پر واضح ہو جائیگا کہ مسلمانوں نے جس قدر بہادری اور محبت وطن عورتیں سپاہی کی ہیں۔ یورپ کی کسی قوم میں نہیں ہوئیں۔ عربوں اور رومیوں کی ابتدائی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ الصدور متوجہ لکھتے ہیں:-

”الافاق سے ان اسیران جنگ میں جو پطرس نے گرفتار کئے تھے حضرت ضرارہ کی ہمیشہ خواہ بھی تھی۔ جو مردانہ شجاعت رکھتی تھی۔ اور بہت حسین تھی۔ اپنی بہن کی گرفتاری پر ضرارہ کو بید قلق ہوا اور حضرت خالدؓ سے شکایت کی حضرت خالدؓ نے دلاسا دیا اور کہا کہ ہم نے ان کا جرنیل اور کچھ اور قیدی گرفتار کئے ہیں جن کا کام اپنے آدمیوں سے تبادلا کر لیں گے۔ اور بلاشبہ وہ ہم نسب کو دمشق میں لیجائیں گی۔ پھر بھی انہوں نے ارادہ کیا کہ چلو چل کے دیکھیں تو سہی شاید دمشق پہنچنے سے پہلے وہ ہم کو لیجائیں خالد۔ رنج میسرہ اور ضرارہ قیدیوں کی تلاش میں نکلے اور ابو عبیدہ کو حکم دیا۔ کہ آہستہ آہستہ فوج کو لیتے آؤ۔ جو عورتیں گرفتار ہوئی تھیں ان میں بعض چمپاری قوم کی عورتیں بھی شامل تھیں جو عربوں کے خیال کے مطابق قدیم اماں کی قوم کی نسل سے ہے یہ عورتیں گھوڑے کی سواری کی عادی ہوتی ہیں۔ اور ایسی ہی بہادری سے لڑتی ہیں جیسے کہ قدیم زمانے میں امیزن عورتیں لڑا کرتی تھیں۔ پطرس جب قیدیوں اور مال غنیمت کو محفوظ مقام پہ پہنچا چکا تو ان کو جلدی سے دمشق نہیں پہنچایا۔ بلکہ راستہ میں

ٹھیکر رہا۔ کہ اگر ہو سکے تو اپنے بھائی پال کی فتح کی خبر سنکر ہی گھر چلے۔ جب وہ آرام کر رہے تھے۔ انہوں نے عورتوں کی دیکھ بھال کی۔ اور ان کے مال وغیرہ کی بھی جانچ پر تال کر لی۔ اور بطرس نے ضرار کی بہن خولہ کو اپنے واسطے انتخاب کیا۔ اور اپنے آدمیوں کو کہہ دیا کہ وہ اس کے واسطے مخصوص رہیگی۔ دوسرا کوئی آدمی اسکی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ اور وہ بھی کسی اور کی خواہش نہیں کریگا۔ باقیوں نے بھی اپنے لئے ایک ایک تجویز کر لی۔ یونانی تازہ دم ہونے کے لئے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ اسلشنا میں عورتیں اٹھی ہوئیں۔ اور خولہ نے ان کو یوں خطاب کیا :-

کیا تم اس بات کو گوارا کرو گی۔ کہ یہ حشر تم کو ذلیل کریں۔ اور تم ان بت پرستوں کی لونڈی غلام بن جاؤ۔ تمہارے حوصلوں کو کیا بڑا۔ اپنے متعلق تو میں کیسے ہوں۔ کہ پیشتر اس کے کہ ان میں سے کا کوئی بڑا پرست چنڈال مجھے ہاتھ لگائے میں اپنی جان دے چکی ہوں گی۔ عقیہہ بھی انہی میں تھی۔ کہنے لگی کہ ہم بزدلی سے نہیں بلکہ ضرورت کی وجہ صبر کئے بیٹھی ہیں۔ کیونکہ ہم بے بس ہیں۔ ہمارے پاس نہ تو تلوار ہے نہ نیزہ۔ نہ کمان اور نہ کچھ اور۔ خولہ نے کہا کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم خیموں کی چوبیس نکال لیں اور اپنی حفاظت کریں۔ کس کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو فتح دے یا ہمارے بچاؤ کا کوئی اور ذریعہ نکال دے۔ اور اگر نہیں۔ تو ہم اپنی جان پر کھیل جائیں گی۔ اور امن میں چلی جائیں گی۔ اور اپنے ملک کی عزت بچا لیں گی۔ عقیہہ بولی بخدا تم سچ کہتی ہو۔ وہ فوراً آمادہ ہو گئی۔ ایک ایک چوب نہجال لی۔ اور خولہ ان کی سپہ سالاری کرنے لگی۔ اور حکم دیا کہ دیکھو۔ ایک دائرہ بنا لو اور خوردار بیچ میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑنا کہ کہیں کوئی اس دائرہ میں گھس آئے۔ اور بنا بنایا کھیل بچھ جائے۔ ان کے نیزوں کو اپنی چوبوں سے مار کر گرا دو۔ انکی تلواروں اور انکی کھوڑوں کو توڑ دو۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ہم آگے بڑھی۔ اور ایک آدمی پر چڑھیں تھا ایدیا وار کیا۔ کہ کھوپڑی کے ٹکڑے اڑا دیئے بس پھر کیا تھا۔ ایک شور برپا ہو گیا۔ اور یونانی اپنے خیموں سے نکلے تو انہوں نے عورتوں کو دیکھا کہ مسلح کھڑی ہیں۔ بطرس نے خولہ کو پسے اسنے اپنی معشوقہ بنانے کیلئے اتنی کیا تھا

اور اسی میری طبیعت کو کھلنے دیا ہے۔ خولہ نے جواب دیا۔ اسی کہتے تھے۔ یہ راؤ تیرے
 علم سے تھیں یہ لہجہ کی پختہ کاری۔ یہاں یہ کہہ کر ہم اپنی عزت اور ناموس کو بچانا
 چاہتے تھے۔ ہمارے ان چہرے سے ہر کوئی کچلنا چاہتی ہیں۔ تو اب اپنی معشوقہ کے
 پاس کیوں نہیں آتے جسے تم نے اپنے لئے جوہر کیا ہے شاید ہمیں کچھ میرے ہاتھوں مل جائے
 تو تمہاری تکلیف کا کافی سوا دھڑ ہو۔ پطرس اس پر ہنسنا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ
 انہیں گرد گھیراؤں دو۔ انکو کسی قسم کی اذیت نہ دینا بلکہ صرف گرفتار کر لو۔ اور ان کو
 خاص حکم دیا کہ میری معشوقہ کا خاص خیال رکھنا۔ انہوں نے اس کے احکام کی بجا آوری
 کی خوشنصیب کی لیکن سینہ دے کر کھڑے ہوئے۔ سوار ان عورتوں کے نزدیک جاتا تھا۔ تو
 گورہ گھوڑے کی ٹانگوں میں لکڑی اڑا دیتی تھیں۔ اور اگر گھوڑا اگر بڑا۔ سوار کا
 دوبارہ زندہ اٹھنا قطعی محال ہوتا تھا۔ جب پطرس نے دیکھا کہ معاملہ خود اتنی نظرنا
 ہوتا جاتا ہے تو بہت غصہ میں آیا۔ اپنے گھوڑے سے اُترا۔ اپنے آدمیوں کو
 حکم دیا کہ وہ بھی گھوڑوں کی اُتر پڑیں اور تلواریں بے کمران پر ٹوٹ پڑیں۔ عورتیں
 بہت نزدیک نزدیک تر گئیں۔ اور کہنے لگیں۔ یہاں دو۔ دولت کی زندگی سے عزت
 کی موت مرنا بہتر ہے۔ پطرس کو اپنی معشوقہ کی بڑی فکر لگ رہی تھی۔ اور جب اس کے
 حسن۔ تناسب اعضا اور قد و قامت پر نظر پڑیں۔ تو جی پھوٹ گیا۔ نزدیک آیا۔
 سلامت باتیں کرنے لگا۔ اور چاہتا تھا کہ اس کے ارادہ پورا نہ کرے کہیں صاحبہ شہت
 معزز اور باوقار ہوں کئی ایک محلات غیر رکھتا ہوں جو تمہارے ہو جائینگے۔ تم اپنے آپ پر رحم
 کرو۔ اور موت کی مثل لاشی نہ بنو۔ خولہ نے جواب میں کہا۔ ادا کا فریبیت۔ ذلیل تو میرے
 نزدیک کیوں نہیں آتا کہ میں تمہارا بھیجا نکالوں۔ اس جواب سے وہ بہت غیظ میں گیا
 تلوار نہ نکالی۔ اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ٹوٹ پڑو اور کہا کہ اگر ہم ان عورتوں
 کے ہاتھوں میں سے گئے۔ تو تمام اور پرکے گرد و فواج میں باسے شرم کے منہ دکھانے
 کے قابل نہ رہیں گے۔ عورتیں خراجے رب العزت کے سامنے دست بردما تھیں انہوں نے
 یونانیوں کے حملہ کا یہی بہادری سے سامنا کیا۔ خوش قسمتی سے اتفاق ایسا ہوا کہ

میں اس وقت جبکہ وہ گرم پیکار تھیں۔ خالد اور اسکے ساتھی پہنچ گئے۔ گردلوڑ کی
 اور تلوار پر چمکتی جیباں ہوں نے دیکھیں کہ حیران ہوئے۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ خالد نے رنج
 کو دریافت حالات کے واسطے بھیجا۔ وہ فوراً عورت تمام آگے بڑھا۔ اور فوراً واپس
 آکر اس نے صورتِ حالات بیان کی۔ خالد کہنے لگے۔ کچھ تعجب کی بات نہیں اس
 قبیلے کی عورتیں اسکی عادی ہیں۔ جونہی ضرار کے کالوں میں یہ خبر بڑی۔ اس نے
 جلدی کو گھوڑا بڑھایا۔ کہ عورتوں کی مدد کو چلے۔ خالد نے کہا۔ آہستہ۔ ضرار۔
 آہستہ۔ جو شخص اطمینان کر اپنے کام پر جاتا ہے۔ وہ جلد باز شخص کی نسبت اپنا مقصد
 جلد پالیتا ہے۔ ضرار نے جواب دیا۔ مجھے صبر نہیں۔ مجھے جانا ہے اور اپنی بہن کو بچا
 ہے۔ تب خالد نے صفوں کو آراستہ کیا۔ اور نزدیک پہنچ کر حکم دیا کہ چاروں طرف
 سے دشمن کے گرد گھیر ڈال دو۔ خولہ نے جب مسلمانوں کو آتے دیکھا چلا اٹھی۔ دیکھو
 پیاری بہنو۔ اللہ نے اپنی نصرت بھیج دی۔ جب یونانیوں کو مسلمانوں کو نزدیک
 پہنچتے دیکھا۔ ڈر گئے اور سہمی ہوئی نگاہوں کو ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ تب
 پطرس کو مڑھبی کہ اپنے بچاؤ کا کوئی حیلہ کیا جائے۔ عورتوں کو لادکارا۔ دیکھو۔ مجھے
 تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ کیونکہ ہم ماٹیں بنیں اور بیویاں رکھنے ہیں پس میں
 مسیح کی خاطر میں تم کو جانے کی آزادی دیتا ہوں۔ جب تمہارے آدمی آئیں ان کو بتانا
 کہ میں نے تمہارے ساتھ کیسی نرمی برتی ہے۔ یہ کہ اس نے مسلمانوں کی طرف رخ
 کیا۔ اور دیکھا کہ سب کے گھگھے دوسرا فوراً عورت تمام آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی
 خالد تو پوری طرح مسلح تھا دوسرا ضرار برہنہ تن ہاتھ میں نیزہ تانے گھوڑے کی نیکی پیٹھ
 پر سوار تھا۔ جونہی خولہ کی نظر اپنے بھائی پر پڑی۔ چلائی بے بھائی۔ ادھر آ۔ گوئیری
 مردِ قہر ہی اللہ کا فی ہے تب پطرس نے خولہ کو کہا۔ اپنے بھائی کے پاس جاؤ۔ میں
 تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں۔ خود اس نے بھاگتے کے لئے باگ موڑی کہ جیسے جلد بچے
 بھاگ نکلے۔ یہ تمہاری بیوفائی ہم عریضوں کے شایاں نہیں ہے۔ کبھی تو تم بڑے ہی
 چاہنے والے بن جاتے ہو۔ اور بڑا عشق جتاتے ہو۔ اور کبھی تم صدمہ درجہ کی مردِ مہری اور

نے اتنا ہی ظاہر کرتے ہو۔ پطرس نے جواب دیا۔ دفع ہو۔ اب مجھے تم سے اتنی محبت نہیں ہی جتنی پہلے تھی۔ خدا کے جواب دیا یا تمہارے تمہاری عاشق ہوں۔ اور جیسے بھی بن پڑے تم کو قاتل کہہ سکتا ہوں۔ پس بدنامی کی طرف بھاگی۔ خالدا اور ضرار بھی پاس ہی تھے۔ پطرس نے ضرار کو دیکھتے ہی کہا۔ وہ ہے تمہاری بہن اے لیواؤ۔ تمہارے بڑے کام آئیگی۔ میں تجھ کے طور پر تمہیں پیش کرتا ہوں۔ ضرار نے جواب دیا۔ جہاں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے بڑی فواریش کی۔ مگر میں اس بھانے کی لوک کے سوا اس کا معاوضہ اور کچھ نہیں دے سکتا۔ اے قبول فرمائے۔ ساتھ ہی خولہ نے اُسے گھوڑے کی ٹانگوں پر ایک ضرب جمائی۔ اور اسکو نیچے گرالیا۔ پھر خالدا نے صفت بندہ کی۔ معاد ابن جبل اور نعمان ابن مکران کو مہینہ پر مقرر کیا۔ سعید ابن عمر سر جاہل ابن حسنہ کو میسرہ پر سزید ابن ابی سفیان چار ہزاروں کے ساتھ مال اُسیا۔ عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر متعین ہوا۔ خولہ عقیقہ اور دیگر بلند مرتبہ خاتونیں جو قبائل عرب میں مسند از خانمانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور بہت سی کم از تہہ بنو ہاشم و ہاشمی کیلئے تیار ہو گئیں۔ حضرت خالدا نے قبائل کو خطاب کیا۔ اور کہا۔ شریف لڑکیو یقین رکھو کہ جو کچھ تم کر رہی ہو اللہ تعالیٰ نے۔ اس کے رسول اور اُمّت مسلمہ کو بہت پسند ہے۔ تم اس طرح جو مشہرت دوام حاصل کر لو گی۔ اور بہشت کے دروازے تمہارے لئے کھل جائیں گے۔ اور یہ بھی یقین جانو کہ مجھے تم پر بہت اعتماد ہے۔ اگر یونانیوں کا کوئی دستہ تم پر آگرے۔ تو سینہ سپر ہو جاؤ۔ اور داد مردانگی دو۔ اور اگر کسی مسلمان کو جنگ سے پیٹھ پھرتے دیکھو۔ تو اسکو ٹھیراؤ۔ اور کہو کہ کیا تم اپنے اہل عیال سے بھاگ کر چلے ہو۔ اس طریق سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ خوب جان توڑ کر لڑیں گے۔ عقیقہ نے کہا کہ ہم سب لڑنے اور جان فدا کرنے کو تیار ہیں +

(باقی دارح)

روحانی بارش

(از جناب الامام علیہ السلام)

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں بڑی بڑی طاقتیں اور استعدادیں ہیں۔ اور دنیا کے ہر ایک
 مقصد میں اللہ تعالیٰ کے گونا گون عطیات سے مستفیع ہوتا ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ درخت۔
 سمندر اور ہوا تمام کے تمام فضل انسانی کے قیام آرام و آسائش و خوشی کیلئے ہی ہیں۔ اور
 اور اللہ بھر کیلئے ہم اس وسیع مخلوق پر غور کریں۔ ہر ایک چیز عناصر میں موجود تھی۔ اور انسان کے
 استعمال کرنے کیلئے اپنی مکمل حالت میں تھی۔ لیکن اُسے ایک ایسے محرک کی ضرورت
 تھی۔ جو انکو حالت سکون سے حرکت میں لائے۔ تمام عناصر مثلاً لوہا۔ درخت۔ اور انواع
 اقسام کے معدنیات وسیع سمندر اور بڑے بڑے جنگل جو بعد ازاں انسان کیلئے ایذا
 کا کام دیتے ہیں تمام کے تمام ہی پیشتر سے موجود تھے۔ لیکن نہ تو یہ اس وقت تک ایک دوسرے
 سے متجدد تھے۔ اور نہ ہی انکی کوئی شکل و شباہت تھی۔ ہمارا خیال زمین کے متعلق بہت
 وسیع ہے۔ پس ہم کو اُس لائحہ و ہستی کی طاقت کو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو
 ان ذرات کو مِلاتی ہے جو اس نے پیدا کئے۔ اور جو عناصر کو متحد کرتی ہے۔ کیسب یا
 یا ٹھوس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور پھر کشت زار۔ اشجار۔ سمندر۔ دریاؤں۔
 سنگلاخ چٹانوں یا چھوٹے چھوٹے گونگوں سخت سرخ خار یا نرم نرم گھاس کی شکل قیام
 کر لیتی ہیں جن کو ہم روزمرہ مشابہہ کرتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ جو
 انسان کیلئے یہ تمام نعماء پیدا کرتی ہے۔ اور ہر ایک چیز استعمال کیلئے تیار رکھتی ہے۔ اور
 ذرا کھیتوں کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ کھیتی باڑی میں کچھ حد تک ہم انسانی ہاتھ کا دخل
 دیکھتے ہیں۔ جو کہ کھیت میں قلبہ رانی کرتا ہے۔ اور بیج بوتا ہے۔ سورج اور چاند تمام
 انسانی کاریگری میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی بھی بڑھ کر ابھی ایک اور چیز کی ضرورت
 ہوتی ہے۔ اور وہ ضرورت حقہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص عطیہ ہے۔ جو بارش کی شکل میں

اور ہر نازل ہوتا ہے۔ انسان شے المقدور و فضل کے تیار کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔
 لیکن اس وقت تک کشت زار و شمر و انہیں ہو سکتی ہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کو میرا
 کرنے کیلئے اور کسی بارش نازل نہیں فرماتا۔ جو کہ بیج کو بھگدھے۔ اور ہر شے جو بیج میں
 قوت ہو پیدا کر دے۔ تاکہ وہ زندہ رہے۔ اور نشو و نما پائے۔ اور اسی شاخیں بڑھیں پھولیں
 اور پھلیں اور انسان کیلئے آسائش آرام اور خیر و برکت کا موجب ہو۔ یہ تمام کچھ اس
 باری کے محض فضل و کرم ہی ہوتا ہے جو کہ ہر رحمت نازل فرما کر زمین کو میرا کر دیتا ہے۔
 اس پر بھی ذرا غور و فکر فرمائیں۔ کہ تمام ہشیا و حلت سکون و خواہیدگی میں بڑی ہی تہی
 ہیں۔ کوئی بھی چیز رب العالمین کے اذن بغیر بڑھ نہیں سکتی۔ اور نہ ہی کوئی چیز اس
 پرورش کنندہ کے بدوں پرورش پاسکتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی شے اس سے وقیم ہستی
 کے بغیر قائم و دائم رہ سکتی ہے اگر ابر نیساں شیا میں قوت غمہ پیدا کرنے کے لئے نازل
 نہ ہو تو یہ تمام کا تمام کھیل بالکل نئے سو دھو جاسے۔ کشت زار و شمر ہو جائیں زمین
 پھٹ جائے اور اس میں شگاف پڑ جائیں۔ رشتہ پر مژدہ و مر جہا جائیں۔ وریا شنگ
 ہو جائیں۔ اور بیج سرکل جائے۔ انسان ایک بڑی ہستی ہے۔ لیکن یہ بات خیال رکھنی چاہیے
 کہ اسکی تمام کار گیری اس وقت تک بالکل میوہ و ناکارہ ہو جاتی ہے تمام جان کے پرورش کنندہ کا دست قدرت
 اسکی کام کی تکمیل فرماتے تو اب خود انسان کی طرف سے نقصان ہو جاتا ہے۔ اکثر انسان جو بڑے بڑے مکانوں شہروں اور
 پر ہجوم گزر گاہوں میں رہتے ہیں خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ ہر قسم کی بیرونی امداد سے آزاد ہیں۔
 لیکن کیا یہ اس کا خیال درست ہے۔ اور حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان جیسا کہ ہم نے اوپر
 بیان کیا۔ بلاشبہ ایک ایسی مخلوق ہے جو بڑی بڑی استعدادوں و قابلیتوں کا مالک ہے لیکن
 کیا خود انسان کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کہ تحریک و دھڑلے والی
 ہو۔ انسان تیز سوچنے والا اور کام کر رہا ہے۔ وہ ایک عقلمند ہستی ہے لیکن اسکی عقل و ہوش
 اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی جب تک کہ کوئی اور ہستی اسکی عقل و خرد کو جلا نہ بخشنے
 اس کے لئے رہائی بارش کی ضرورت ہے۔ جس طرح کہ کشت زار اور لالہ زار کو سرسبز کیلئے
 ابر نیساں کی ضرورت ہے۔ اس طرح انسانی عقل و فہم روشن ہونے کیلئے ایک رہائی بارش

کی ضرورت ہے۔ قوائے عقلیہ جہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ولایت کئے مجھے ہیں۔ اس وقت تک بالکل بے پروا نہ کارہ ہیں۔ جب تک کہ ان کے ہستعل کیلئے روحانی ہدایت و روشنی ہمارے پاس نہ ہو +

تمام دنیا آزادی دہن کے لئے کوشش کرتی ہے۔ تاکہ دکھ درد و بچ و آزار سے مخلص ہو۔ اور دنیا میں ہم آہنگی و امن و راحت ہو جائے۔ اس عالم میں اس قسم کے ہنر آسائش کی حالت حاصل کرنے کے لئے کیا کوئی کتاب یا صحیفہ ربانی ہمارے سامنے ہیں اور صاف ہدایات پیش کرتا ہے جس پر کہ ہم عمل پسند کر امن و آسائش کی زندگی بسر کر لیں۔ اور کیا کسی شخص کو ایسی تسبیحی کا حقیقی علم ہے۔ جو کسی بڑے معلم کے کی ہو یا قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو نسل انسانی کو ایسے عظیم الشان مرتبہ کے حاصل کرنے کے لئے صحیح صحیح اور حقیقی ہدایات و احکام بتاتا ہے۔ اور ہمارے مظهر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر کے لئے جس سے کشف و دنیا آپ کی زندگی میں ہی سیراب ہو گئی۔ امن و راحت حاصل کرنے کیلئے ہمیں اپنی ہی محنت و مشقت و کار ہے۔ اس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے عطیات کو فورے طور پر استعمال کرنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی ہمیں اس روحانی اور باطنی چشمہ صافی میں غوطہ زن ہونا چاہئے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں جگانے۔ چرکنا کرنے پرورش کرنے اور ہماری کوششوں کو بار آور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ ہم کو صرف ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا نہ رہنا چاہئے۔ اور یقیناً ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ کہ کوئی ایک شخص جو ہماری خاطر۔ اس نے ہمارے گناہوں کی گھڑی کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اس لئے اس قسم کا ایمان ہمیں رکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ آؤ ہم ذرا ایسے بنیادی اصول کی بربادی اور تباہی پر غور و فکر کریں۔ یہی مثال اب ذرا کھیت پر چسپاں کرو۔ اگر کوئی انسان غنہ یقیناً رکھے۔ کہ گزشتہ زمانہ میں کسی کسان نے بیج بویا تھا۔ اور زمین میں کھ ڈالی تھی۔ اور کابل و نکما بیٹھے رہنے پر ایک پکا پکا یا اہلہا تا ہوا کھیت خود بخود تیار ہو جادگیا تو اس بات کا لازمی نتیجہ ہی ہو گا۔ کہ کھیت سرکندوں سے مملو ہو جائیگا۔ اور سطح زمین

سُرج کی تمازت سے سنگلاخ اور سخت ہو جاوے گی۔ جس پر نہ کوئی گندم اُگیگی۔ اور نہ ہی کوئی سبزی یا ترکاری تمام زمین خوار و خیلان سے پُڑ ہو جاوے گی۔ جس سے کہ انسان تھاکہ کشی سے تباہ ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔ ایسا ہی حال اُس عقیدہ کا ہے۔ جو اپنی ذمہ داری کو دوسرے کے سر تھوپتا ہے۔ جبکہ انسان کی رُو حانیت میں کسل و سُہن واقع ہو جاتی ہے۔ تو اس سے اتری۔ نئے تربیتی قتل و غارتگری۔ ریزی۔ جنگ و جدال و فساد ہپا ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ وہ موت ہوتی ہے۔ جو کہ رُو حانی ہے کیونکہ تحریک و محرکین کرنے والے کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمارے قلب کو ایک ربانی رُو حانی بارش کی ضرورت ہے۔ جو ہماری رُو ح کو نکالے۔ ہماری قلب کو شگفتہ کرے۔ اور ہمیں اپنی ذمہ داری کیلئے چوکن کر دے۔ اور ہم میں تیز دازگی کی رُو ح پھونک دے۔ جس سے ہمارے کام شروع ہو جائیں۔ یوں تو ہم ربانی افضال سے روزمرہ ہی متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن تا وقتیکہ ہم خود کام نہ کریں۔ اپنے خواہشات سے انکریں۔ اور فصل کیلئے محنت و مشقت برداشت نہ کریں ہمیں پھل اُجڑ نہیں مل سکتا۔ ایک کل حرکت دینے والی طاقت کے بغیر خراب اور رنگ آلود ہو جاتی ہے۔ اس طرح رُو حِ خیر ربانی بارش کے پُر مردہ ہو جاتی ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا ربانی چشمہ صافی ہے۔ اور قرآن کریم ہمارے لئے ایک رُو حانی محرک ہے۔ جو کہ ہم جس سستی و چالاکی پیدا کرتا ہے۔ اور ہمارے افعال رُو حانی اور ربانی بارش سے متمتع ہو کر اس زمین کو ایک سرسبز کھیت کی شکل میں منتقل کر دیں گے۔ جیسے سوکھ و اندرہ و تفکرات سے مبرا ہو کر آرام و آسائش امن و سلامتی و آزادی کا فضل پیدا ہو گا۔

خالہ شیلڈرک

مے نظیر مر { سوائے ان چند امراض کے جن کا علاج پرلین یا بالکل لاعلاج ہے سب امراض کے لئے نفع کرنے میں لاثانی ہے۔ پیش میر ہے اور نہ ہی موتی۔ مگر عینک تک چھڑا دیتا ہے علاوہ سرکٹھنڈا لکھنڈا اور محافظ چشم ہونے کے آشوب چشم ضعف بصارت ۲ صندہ مری تباہہ۔ پھولہ۔ پلٹنکا کر جانا۔ غبار۔ جالالہ۔ غبارش۔ سرکٹھ۔ پڑال۔ پانی کا ہنا وغیرہ کے واسطے بہر صفت موصوفے۔ نہ رسی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھ کی جھڑی کرنا ہی قیمت فی تولد و پورے چار گئے تو ٹھوکر لڑاں

المستھر۔ ایم۔ ایم مینور رحمانی و داخانہ اکبری دروازہ کلاھوس

اسلام اور جاپان

از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب دائل بیٹریٹ لاء بارہ مئی زاد دوم حال مسجد وکنگ۔
میرے وطن سے ہوتا ہوا مجھے مسجد وکنگ میں اسلامی اخوت کا ایک سنگین
جلا ہے۔ اس سنگین کے ایڈیٹر اور منیجر جناب مسٹر حسن۔ یو۔ ہتا نو میں جن کو جاپان
میں سب سے پہلے اسلام بولنے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اور جنہوں نے یہ اسلامی رسالہ
جاری فرمایا ہے۔ یہ ماہوار رسالہ تصویر رسالہ نہایت اعلیٰ کاغذ پر چھپا ہوا ہے۔ اور ایڈیٹر
صاحب کا پتہ حسن۔ یو۔ ہتا نو کو کیو جاپان ہے +

اس رسالہ کے موضوعات نے پر جو انبساط و راحت میرے دل کو ہوئی۔ اس کا احاطہ
تحریر میں لانا میری طاقت سے باہر ہے۔ اور الوحدۃ الاسلامیہ کا دل نوش کن عنوان
جو ہائے قرآن کریم کے ہی لب و لہج میں ہے۔ اور عزلی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے۔ میرے اندر
قلب کی راحت کا موجب ہوا ہے۔ میں یا کوئی اور مسلم ایسے شریف النفس و وراندیش
اور بہادور متفلسف کیلئے اپنی محبت و دانش کا اظہار کس طرح کر سکتے ہیں۔ جس نے اپنی
عقل و دانش و پارسانی سے حق و صداقت کی تلاش کر کے پھر اس کو دنیا کے سامنے
مشترک کرنے کیلئے دلیرانہ قدم اٹھایا۔ اور طلوع شمس کے مقام (جاپان) کی سرزمین
لوگوں کو اسلام سے معرفت کرانے کیلئے ایک ماہوار رسالہ شائع کرنے کا اہتمام کیا
ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مسٹر حسن۔ یو۔ ہتا نو پر جتنو ملک جاپان میں سب سے پہلے مشرف
بہ اسلام بولنے کا فخر حاصل ہے۔ اپنی برکات و افضال نازل فرمائے میری دلی تمنا ہے
کہ کوئی مسلم بھائی محکم محمد تم حضرت مولوی صدر الدین صاحب کی سی قابلیت کا جو کہ
انگلتان میں مشہور و معروف مبلغ اسلام ہیں جاپان جا کر ہمارے نو مسلم بھائی کا اس
مہتمم بالشان اسلامی خدمت میں ہاتھ بٹائے۔ جاپان طلوع الشمس کا مقام ہے جس کا
مستقبل بھی نہایت شاندار ہے۔ اور وہاں کی قوم سامورائی ہے جو کہ اسلام جیسے عملی

اور عباد مذہب کو قبول کرنے کے لئے نہایت ہی موزوں ہے +

”اسلامی اخوت کی جلد اول نمبر اول ہی میں فاضل اڈیٹر نے میرے مضمون ”عورت اور عورت کی حیثیت زیر اسلام پر ریویو فرمایا ہے۔ اور مضمون مذکورہ نہ صرف جزئی ہی میں بلکہ تمام براعظم یورپ اور افریقہ میں بھی مقبولیت عامہ حاصل کر چکا ہے۔ اس کے فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں +

جناب مسٹر حسن۔ یوہنا نوکے وٹوق پر یہ بات لکھو مجھے مسرت ہوئی ہے کہ ملک جاپان مذہب کے لئے ایک آزاد ملک ہے۔ لیکن اس سے پیشتر اس ملک کے متعلق میرا خیال بالکل برعکس تھا۔ جس کی وجہ ایک جاپانی افسر کی ایک تحریر تھی جو میں نے ایک مبلغ کے ہاتھ میں دیکھی۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے جاپان گیا۔ اور اسکو تبلیغ کرنے سے پہلے روک دیا گیا۔ کہ مذہب اسلام میں تعدد از دواج ایک ضروری مسئلہ ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ حکمنامہ جو تبلیغ اسلام کی رکاوٹ کے واسطے صادر ہوا تھا۔ وہ کسی مقامی افسر کی کوئی اندیشی و کج فہمی کی وجہ سے تھا۔ میں جناب مسٹر حسن۔ یوہنا نو اور جاپانی قوم کی توجہ اپنی اس چھوٹی سی کتاب ”پن اسلام از ہم کی طرف منقطع کرنا چاہتا ہوں۔ اور جن میں میں نے لکھا :-

”کہ ملک جاپان صرف پن اسلام کا ہی بدھ لگتا نہیں جاپان بہت طرح کی کشش کا موجب ہو رہا ہے۔ اور بہت سی لگائیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ اور جو بات کہ پن اسلام از ہم کو جاپان کی طرف جریصانہ لگتا ہے۔ لگانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ اور جاپان اگر اسلام قبول کر لے اور اسکو اپنا ملکی مذہب قرار دے لے تو اس سے جو جو فوائد جاپان کو حاصل ہونگے۔ وہ سب باتیں اخبار ”مارٹنگ پوسٹ لندن“ کی ۱۶ جون ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہیں جس کو میرا دلچسپی کرنے کی میں جرات کرتا ہوں +

”جناب من! یہ خبر جو برلن ۵ مورخہ ۱۳ ماہ حال کے مارٹنگ پوسٹ میں شائع ہوئی ہے۔ کہ جاپان اس فکرمیں ہے کہ اسلام کو اپنا ملکی مذہب قبول کر لے۔ یہ فرحت افزا اور کھ پرورہ ہر وہ ہم مہبران پن اسلام کو سوامشی کے لئے نہایت ہی مسرت آمیز ہے۔ تم لوگ کے متعلق

ابھی نہیں پورا وقت نہیں ہو لیکن تاہم چونکہ اسلام ایک بہادر اور عملی مذہب ہے۔ اور سلامی تہذیب تمدن ایشیائی اقوام کے موزون حال ہے۔ اسلئے ہم کو قوی امید ہے۔ اور کہ اگر جاپان سب سے کامیابی ہو۔ کہ وہ دنیا کے کل معاملات میں آئندہ ممتاز و متمیز ہو۔ اور وہ ایشیا کو دوبارہ زندہ کر دے والا ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ مجتہد یا تاخیر سے وہ مذہب اختیار کر لے جس نے روم و ایران کی سلطنتوں کی کاپیٹل دی۔ جس نے بادیہ پیابوں کو قریباً قریباً تین قدیم براعظموں کا فاتح اور مذہب بنا دیا۔ اس وقت جاپان کے سامنے دو راہ کھلی ہیں۔ اول یہ کہ جاپان یورپ کا مذہب و تہذیب اختیار کر کے اپنی ہستی کو یورپین طاقتوں سے مخلوط کرے۔ اور دوسری راہ یہ کہ ایشیائی گم شدہ تہذیب شان و شکوہ کو دوبارہ قائم کر کے ان میں ایک ممتاز طاقت بن جائے۔ اول لکڑی تجوڑ پھل پیرا ہونے سے نہ تو اسکی ایشیاء میں قدر و منزلت ہوگی۔ اور نہ ہی یورپ ہی اسکو وقعت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ جو کہ تہذیب و تمدن میں اس سے کئی گنا زیادہ ترقی کر چکا ہے۔ اگر جاپان اس رزم میں ہو۔ کہ وہ کبھی دنیا کی ایک زبردست طاقت مانی جائے اور ایشیا کو سابقہ کی طرح و بھر براعظموں پر غالب کرے۔ تو جاپان اپنے مقصد کے حصول میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اسلام جیسے فرحت بخش مضبوط سیدھے سادے۔ روح پرور و روح افزا دلیہ و عملی مذہب کو اختیار نہ کرے۔ اور اس مذہب کو اختیار نہ کرے جو حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ جیسے سب سے بڑے مصلح مقضیٰ سیالار اور ایک سلطنت اور قوم کے بانی کا مذہب ہے۔ جو ایشیاء میں خدا اور خدا جیسے ایران کے فاتحین کا مذہب ہے۔ اور جو مذہب کہ افریقہ میں فرعون کی سر زمین کے فاتح حضرت عمرؓ کا مذہب ہے۔ اور جو مذہب کہ یورپ میں محمد ثانی قسطنطنیہ جیسے زبردست مقام کے فاتح کا مذہب تھا۔

جیسا کہ مارٹننگ پوسٹ لندن میں بتلایا گیا ہے۔ کہ مدربان جاپان کی نگاہوں سے یہ سیاسی مفاد بھی نفی نہیں ہیں جو اسے اسلام کو اپنا ملکی مذہب قبول کر لینے سے حاصل ہوئے۔ جاپان باوجود اپنی حیرت انگیز ترقی اور کامیابی کے ویسی کی ویسی ہی چھوٹی سی ریاست رہیگی۔ اور اس کا حلقہ اثر بھی اسی مقام تک محدود رہے گا جہاں وہ واقع ہے۔

اُس محدود حصہ سے باہر اس کو کسی گوشہ دُنیا سے نہ کوئی دلچسپی ہو اور نہ کوئی ارتباط۔ لیکن اگر وہ مشرف بہ اسلام ہو۔ اور اسلامی سلطنت ہو جائے۔ تو اُسکی کامیابی اور ترقی دُنیا کے ہر ایک مسلم کی ہمدردی اور محبت کو اپنی طرف کھینچ لیگی۔ کیونکہ دُنیا میں یہ شکل کوئی ہی ایسا قطعہ زمین ہے کہ جہاں مسلم آبادی نہ ہو۔ جاپان اسلام سے بہرہ اندوز ہونے سے ایک طرفہ اطمینان میں ایک ایسی ذمی اثر طاقت بن جا دیگا۔ کہ جس کا اثر کل دُنیا پر ہوگا۔ اور تمام نسل انسانی کا پانچواں حصہ اس کی محبت کر لیگا۔ اور اُسکی پشت دینا ہی اور امداد کرنا ہی آپ کا.....

شیخ منیر حسین صدوائی

آذربائیجان سکرٹری بین الاقوامی اسلامک سوسائٹی

خدا کا شکر اور احسان کہ صحرا عرب کے گداریے کا مذہب کسی کانسٹیٹین یا کسی اور شاہی سرپرست کا عیسائیت کی طرح مرہون احسان نہیں۔ اسلام نے عرب کے خانہ بدوشوں کو شاندار سلطنتیں عطا فرمائیں۔ لیکن اسلام کو اپنے رعب و سطوت کے لئے کسی شاہی مرید کا مرہون احسان نہیں ہونا پڑا اور نہ ہی اسلام کو فی زمانہ اس مقصد کے لئے کسی حاکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی ضرورت۔ اسلام کشیت ایک مذہب کے صرف مسلم عارفین ہی کا مرہون منت ہے جنہوں نے تمام دنیوی وجاہت و عزت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اگر یہ شاعرین اسلام جن میں سے بعض اپنے بلند پایہ کی فصاحت اور علم و فضل کی وجہ سے پڑائے انبیاء اور اولیاء کے ہم رتبہ تھے اپنے رُہ و تقویٰ ایثار اور پارسیانہ زندگی کی لوگوں کو اسلام کی طرف نہ کھینچتے۔ اور علم کی حقیقی مژدہ و عشق کے ساتھ مذہب اسلام کے مطالعہ میں اپنی زندگیاں صرف نہ کرتے۔ اور اپنے پیارے دین میں کی تلقین و تبلیغ کیلئے مصائب و آلام نہ جھیلنے اور اپنے بچھے پڑے کپڑوں کے تھکے قلم و دوات و لُچھے لے کر جگہ بہ جگہ نہ پھرتے۔ اور ان باتوں کو بڑھ کر اپنے اعلیٰ نمونہ سے اسلام کی کشش سپید نہ کرتے۔ تو نہ مذہب اسلام کبھی بھی اس قدر عوام الناس کیلئے مرغوب و مطلوب نہ رہتا اور مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے انحطاط کے ساتھ اپنی سطوت و جبروت میں بھی تنزل کر گیا ہوتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی جب بن ایام شہنشاہ عثمان کی تبدیلی مذہب کی پروردہ

نہیں کی۔ اور اس کو اس سزا کا مستوجب قرار دیا۔ جو کہ اس نے ایک غریب لہمان کو دوسری تہنی بلکہ کچھ دن چوڑے۔ کہ مسلم فقیہوں اور مفتیوں نے بھی ایک بڑے شہنشاہ کی تبدیلی مذہب کی پرواہ اسلئے نہیں کی۔ کہ وہ منشیات کے استعمال کرنے میں ان کی کچھ مراعات چاہتا تھا۔ کہ اس کے لئے جائز قرار دے دیجیٹنگی۔ اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جس میں کہ مسلمین فقہانے اسلام کے اصولوں کی مخالفت میں اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ ان نے نفس و بے لوث لگو کوشی لگا ہوں میں مسلمانوں کا کسی بڑی سے بڑی ملک کو فتح کر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی ان کے خیال میں مذہب اسلام صرف تینتیس برس تک یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت تک معراج ترقی پر تھا۔ اس کے برعکس کچھ ایسے بادشاہ بھی ہو گزرے ہیں۔ جنہوں نے نام نہاد ہی مذہب اسلام قبول کیا۔ اور اس کے لئے باعث ننگ و سار شابت ہوئے۔ اور عملی رنگ میں ایسے تہج و شہنشاہ کے مڑ تکب ہوئے۔ جو روح اسلام کی شان کے شایان نہیں۔ اور اسلام میں قابل نفوذ ہیں۔ اسلام اپنے دہ بد و سطوت کیلئے طبقہ زمین پر کسی خسروانہ امداد کا نہ تو محتاج کبھی تھا اور نہ ہی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا۔ تو مسلمانوں کی موجودہ سیاسی حالت میں اسلام ازم کے سوال کو بالکل نا اُمید کر دیا ہوتا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ پین اسلام ازم کے حامی شہنشاہ جاپان کی طرف آرزو مند نہ لگا۔ اسلئے نہیں لگائے ہوئے۔ کہ اس کے مشرف بہ اسلام ہونے سے اسلام کو کوئی طاقت یا قوت پہنچے گی۔ بلکہ اسلئے کہ خود جاپان کا اسمیں منفعت و فائدہ ہے۔ اور اس سے اس کی طاقت و گنی اور مضبوط ہو جائیگی۔ اور مسلمانوں کی عزت و تمکنت و آبرو بھی بڑھ جائیگی۔ اور دنیا میں ان کا اعلیٰ مقام بھی قائم ہو جائیگا۔ میں کسی اور اپنے مضمون میں یہ دکھلاؤں گا۔ کہ اگر جاپان اسلام قبول کرے۔ تو اس کو اخلاقی تہمتی کیا کیا فائدے حاصل ہونگے +

الغلاب { یہ ایک ہفتہ واری پرچہ ہے۔ جس کی سالانہ قیمت تین روپے ہے نہایت ہی آزار سے کا اظہار کرنے والا ہے جو حال ہی میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ + پتہ: میجر اخبار انقلاب دہلی۔

اسلام کے انسداد میں نوشی کی تقلید میں نیا کے مہذب بن براہم کا سب سے پہلا قدم امریکہ کا قانون انسداد میں نوشی

ہم نے شذرات میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ امریکہ کی کانگریس نے یہ ترمیم قانون مشروبات الکحل (شراب) کی ساخت و فروخت اور درآمد و برآمد کو قطعی بند کر دیا ہے۔ جو تاریخ کا ایک نہایت عظیم الشان اور اہم واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خبر اور بھی موجب مسرت ہے۔ کہ اس نئے قانون کے ساتھ امریکی تین چوتھائی یعنی ۳۶ ریاستیں اتفاق نظر کر چکی ہیں۔ چنانچہ بعض ریاستوں کے گروہوں میں گمنڈیاں بجاٹی گئیں۔ اور خاص خوشیاں منائی گئیں۔

یہ واقعہ نے الحقیقت جبکہ راہم ہے۔ سہیقاہ اسلام کے اس العیشان اصول کی ایک نمایاں اور بین فتح ہے جو حرمت نوشی کے متعلق اس نے آج کو تیرہ سو سال پہلے قائم کیا تھا۔ اور آج تک مسلمانوں میں وہ اس طرح چلا آتا ہے۔ اس لئے امریکہ کے اس انسداد میں نوشی پر اسلام کو فتح حاصل ہونے کے کیا معنی ہیں۔ اور دنیا کے دیگر مذاہب اس فتح میں کیوں شریک نہیں۔ قرآن کریم کی آیت انہذا الخمر والمیسر والالصاب والالذام رجس من عمل الشیطان فاجتنبواہ لعلکم تفلحون۔ اس آل کا کہ جبکہ چوری۔ جھوٹ۔ ڈاکہ زنی اور زنا وغیرہ کی حرمت بھی اسلام کی تعلیم میں داخل ہے۔ اور دوسری قومیں بھی ان کو برا سمجھتی ہیں تو ان کے اس برا سمجھنے پر اسلام کیوں خوشی نہیں مناتا۔ اور اسے اپنی فتح قرار نہیں دیتا۔ اور محض انسداد میں نوشی کو ہی اپنی فتح تصور کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ سوائے اسلام اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی ایسا صالح یا مبرور دنیا میں نہیں آیا۔ جس نے شراب جیسے زبردست دیوے بچنے کی تلقین کی ہو۔ وہ مبرور اور مصلح جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس دیوے کی غلامی سے بالکل آزاد تھے۔ لیکن توریت۔ انجیل اور وید مقدس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دوسروں کو اس سے منع کرنا تو ایک طرف خود ان کی تعلیمات اور مذہبی رسوم میں بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے اس نے دخل پالیا ہو۔ یہودیوں میں ایک قومی تہوار پر شراب کا استعمال عیسائیوں میں اعشاءے ربانی میں اس کی ضرورت اور ہندوؤں کے ایک یگ کے اندر اسکی موجودگی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ کہ دنیا میں سوائے اسلام کے کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اس کو دنیا کو بچانے کی کوشش کی ہو۔ یا کم از کم خود ہی اس سے بچا ہوا ہو۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے بیانات موجود ہیں جن میں شراب کا بنانا حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات میں شمار کیا گیا ہے۔ ایسا ہی وید مقدس کی ان عبارتوں میں ہے جن میں شراب کو دیوتاؤں اور مردہ ارواحوں کے آگے پیش کرنے کا ذکر ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دیوے کی دنیا کو نجات دلانے میں اگر کسی نے سب سے پہلے قدم اٹھایا تو وہ اسلام ہی ہے۔ اور یہی کا احسان عظیم ہے۔ کہ اس نے آج سے تیرہ صد برس پیشتر اسکی مضرات دنیا کو مطلع کر کے ایک کثیر حصہ مخلوق کو اس سے نجات دیدی اور جو یکایک غیر عرب جیسی قوم میں شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

حرم شراب کا حکم قرآن کریم میں نازل ہونے سے پہلے ظہور پذیر ہوا اور ظہور من الشمس ہے۔ اس دن تمام گھروں میں شراب کے برتن توڑ ڈالے گئے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح شراب بہ نکلی۔ اسی کے ساتھ ہی اس حقیقت نفس الامری کو واضح کر دینا بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کا قطعی التہاد محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے حرم شراب کا حکم سن لینے سے ہی ہو گیا۔ اور یہ ربانی مصالحین ہی کا کام ہے۔ کہ ان کے ذرہ سا اشارہ سے بدلوں کا ایسا قطعی استیصال ہو جاتا ہے کہ کوئی دنیوی حکومت

اس قسم کا استیصال نہیں کر سکتی۔ امریکہ نے بھی جو قانون بنایا ہے۔ ہمیں اس انسداد شناخت و فروخت وغیرہ کیلئے ایک سال کا نوٹس دیا ہے جس سے فائدہ اٹھا کر لوگ ایک سال میں اپنے گھروں کے اندر شراب کو بھر لیں گے +

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ باوجود اُمتی اور دیگر ممالک کے حالات سے نا آشنا ہونے کے آپ نے ان لوگوں کے اندر جہاں شراب پینا رات دن کا شغل تھا اُس کی حرمت کا اعلان کیا۔ اور اس کو مضر چیز قرار دیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ صرف اسی وقت تمام عرب کی کایا پلٹ گئی۔ اور شراب کا نام و نشان مٹ گیا۔ بلکہ آج بھی مسلمانوں کے کانوں میں یہی آواز گونج رہی ہے۔ اور دنیا بھر میں مسلمان ہی زیادہ تر اس سے بچے ہوئے ہیں +

اس کے ساتھ ہی اس جگہ ان اعتراضات کا بھی جواب دینا مناسب ہے جو شراب خوری کے جواز اور قرآنی آیات کی غلط تاویل کی بیہودہ کوشش بعض لوگوں کے منہ سے نکلوائی ہے۔ مثلاً یہ کہ قرآن نے شراب کو حرام نہیں کیا۔ یا اگر حرام قرار دیا ہے۔ تو انگور کی شراب کو لیکن جب قرآن نے اسے رجبِ محرم الشیطان (یعنی ناپاک شیطانی عمل) کہ دیا تو حرام قرار نہ دینے کے کیا معنی کسی شیطانی عمل کو قرآن حلال قرار نہیں دے سکتا۔ ایسا ہی یہ بالکل غلط ہے کہ انگور کی شراب سے منع کیا ہے۔ بلکہ مدینہ میں تو انگور کی شراب نبی ہی نہ تھی +

غرض اس وقت جبکہ ہر طرف سے اسلامی سلطنتوں کے گرنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ اسلامی اصولوں کی فتح ہمارے دلوں کو بندھانے والی ہے کہ کس طرح دیگر اقوام اور مذاہب اسلام کے اصولوں کے سامنے جھکتے چلے جا رہے ہیں کاش کہ امریکہ کی احسن مثال کی تقلید دیگر ممالک میں بھی کریں +

اسوہ حسنہ :- یہ ایک مذہبی صلاح اور تعلیمی سلسلہ جو مسلمانوں کو اپنی شخصی ذمہ داریوں اور قومی ضرورتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اسکی دوبار اشاعت ہمیں از حد مسرت بخشتی ہے۔ یہ سال بازارِ تحصیل والاشرفیہ سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ قسم اول سے رد دم علیہ الترتیب +

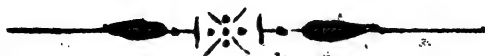
انتخاب از صحیح بخاری شریف

اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا۔ والدین کو کواذیت پہنچانی۔ اپنی ہی جنس کو قتل کرنا۔ خودکشی کرنی اور جھوٹی قسم کھانی سب بڑے گناہ ہیں +

موجودہ زندگی آئندہ زندگی کے لئے ایک کھیتی کی طرح ہے۔ اسلئے ہم کو نیک اعمال کرنے چاہئیں۔ تاکہ آئندہ اُن کا اجر ملے۔ کیونکہ کوشش و جدوجہد احکام الہی میں سے ہے۔ اور جو کچھ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے وہ محض کوشش ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔
وہ سب سے احسن انسان ہے۔ جس کی عمر دراز ہو۔ اور اس کے اعمال نیک ہوں۔ اور وہ سب سے بُرا انسان ہے جس کی عمر تو لمبی ہو۔ لیکن اعمال اس کے قبیح و شنیع ہوں +

دولت کا جائز استعمال خیر و برکت ہے۔ اور ایک انسان نیک ذرائع سے اسے اضافہ کرنے کی جائز کوشش کرے۔ وہ انسان عقل و خرد کے زیور سے مزین و مرصع ہے۔ جو اپنی سفلی خواہشات پر قابو پاتا ہے اور اجر کی اُمید رکھتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص بالکل اجہل ہے جو کہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے معافی بھی چاہتا ہے +

اپنی لغزشوں اور قصور سے صدق دل سے تائب ہونیو الا ایسا جیسیکہ اُس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں +



تہذیب ملاحدۃ - برائین تیرہ حصہ اول قیمت مجلد ہر

مصنف

حضرت خواجہ کمال الدین صابئی اے۔ ایل ایل بی مسلم شہری

یہ وہ پیش کتاب ہے جس میں قرآن کو کل کتب مقدّمہ سابقہ کے مقابل ایک زندہ کامل اور خاتم الہام ثابت کر کے تہذیب تمدن انسان کیلئے قرآن کریم کی ضرورت دکھلائی گئی ہے۔ اور کل مذاہب غیر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت طعنی بحث کی گئی ہے تفصیل کیلئے فہرست کتاب ملاحظہ ہو۔
عالمگیر الہام کے مدعی۔ خدا رب العالمین ہے۔ الہام کو کوئی قوم خالی نہیں ہے۔ قرآن کی فیاضانہ تعلیم۔
دیہ کی ترتیب کا وقت عالمگیر الہام کیلئے موزوں نہیں تھا۔ کسی کتاب کی قدامت اس کے عالمگیر ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت۔ نزول قرآن کا وقت اسکی عالمگیری پر دلیل ہے قرآن کریم کل کتب قدیمہ کا ناقص مقام۔ مختلف طبقات عالم کے مطابق حال قرآن کی تعلیم گذشتہ کتب کیوں عالمگیر نہیں۔ ماکولات و مشروبات اور جسمانی طہارت کے صحیح اصول تک بھی انسان الہام کے سوا نہ سمجھ سکا۔ انسداد شراب اور ضرورت قرآن۔ غیر ذہنی کیوں حرام کیا گیا۔ ذبیحہ کی تعریف۔ جھٹک کی مخالفت۔ غسل جنابت۔ مویچوں کا اسلامی طرز پر کاٹنا عقل اور مذہب پر دو خدا داد عطیے ہیں۔ اسلئے ان میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ انجیل مسلمہ ناقص ہے خاتم اور کامل کتاب کی ایک خاص شرط۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں کل عفت ثابطلہ کی ترویج موجود ہے۔ فطرت اسی خدا کا پتہ دیتی ہے جس کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے۔ بحمانیت میں رد و ہریت۔ رحمانیت اور دو تناسخ۔ رحمانیت اور دو کفارہ۔ برہمہو رحمانیت پر غور کریں۔ لفظ رب میں تناسخ کا رد۔ ہماری نماز عربی کے سوا کسی اور زبان میں نہیں ہو سکتی۔ حشر اجساد کی ایک عمدہ دلیل قرآن کریم ہے۔ تہذیب انسان کن امور سے وابستہ ہے +

توحید کی غرض و غایت تہذیب ہے۔ توحید اور مساوات کامل توحید سے ہی کامل دنیا میں قائم ہوگا۔ کائنات پر انسان کی حکومت اور سلسلہ توحید +

تہذیب

الغنی میں جبرائیل علیہ السلام کو انوار و نور عظیم فرمایا

خطبات غنیہ

قیمت مکمل سات جلدیں
مکمل ۱۰ جلدیں
۱۰ جلدیں
۱۰ جلدیں

محترم خواجہ کمال الدین صاحبی لے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری کالج کراچی
فیہ ذکرہ آثار خطبات میں جو حضرت خلیفہ عاصی صوفیہ اپنے قیام لندن میں آشنایان اسلام کو سلام
معین کرنے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان
میں دینے بعض جواب کی ذرائع پر ہم نے مندرجہ ذیل خطبات اردو میں ترجمہ کئے ہیں جن کی تفصیل
ذیل میں دیں کی جاتی ہے:-

مسجد دوکنگ کے ابتدائی خطبات
(۱) میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی (۲) خدا کی کامل تصویر (۳) اسلام ہی سچا تفسیر ہے
(۴) اللہ ایک تفسیر و وحیت ہے +

توحید - دُعا - تصوف
(۱) توحید آبی (۲) انداز کی تعلیم کردہ دُعا (۳) دُعا اور سجادت دُعا
(۴) تصوف +

خطبات عیدین
(۱) عمل میں آزادی (۲) قربانی اور اس کی حقیقت
(۳) شہادت ابراہیم

دہریوں اور محمد بن کو خطبات
(۱) اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اصول اور ان کا مقصد (۲) دہریوں
کے لئے ایک دلچسپ مطالعہ (الف) (۳) دہریوں کے لئے ایک دلچسپ مطالعہ (ب)

اسلام اور دیگر مذاہب
(۱) خصوصیات اسلام (۲) اسلام - عیسائیت اور دیگر مذاہب -
(۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت

حقوق نسوان
(۱) عورت نے یہودیت سے چلکر اسلام تک کیا کیا انفرادی
(۲) ایک خطہ نکاح و مسجد دوکنگ میں ہوا +

المستخرج من جامع الغنی عن شریعہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
اسلامک پبلیکیشنز اینڈ مسلم انڈیا مہاجرین لندن

محمد امین دہلوی
مُسلِم مشنری
صدرالدين

یہ کارنوبل ہے کہ آپ ان اشاعت کی خریداری بڑھائیں کہ انہیں ساری آمد
بہت حد تک مسلم وکنگ مشن کے اخراجات کی تکفیل ہے یہاں تک کہ اس شرا
اشاعت وکنگ مشن کے اخراجات کی فراہم کرتی ہے

جلد (۵) بابیت مادہ جنوری ۱۹۱۹ء نمبر (۱)

تفہیمت مضامین	
۱۔ اشعارات	۱۔ اشعارات
۲۔ لندن میں جلسہ مولود النبی صلیم	۲۔ لندن میں جلسہ مولود النبی صلیم
۳۔ ایفٹ جوم	۳۔ ایفٹ جوم
۴۔ لندن مسلم نماز گاہ	۴۔ لندن مسلم نماز گاہ
۵۔ حضرت خواجه کے متعلق	۵۔ حضرت خواجه کے متعلق
۶۔ اخبار پبلشنگ کی رائے	۶۔ اخبار پبلشنگ کی رائے
۷۔ قبول اسلام	۷۔ قبول اسلام
۸۔ مسلمانوں کی تہوار	۸۔ مسلمانوں کی تہوار
۹۔ قربانی اور تقویٰ	۹۔ قربانی اور تقویٰ
۱۰۔ رسول کا کار منصبی	۱۰۔ رسول کا کار منصبی
۱۱۔ طور اسلام اور ماہد	۱۱۔ طور اسلام اور ماہد
۱۲۔ دین محسوس کا مفہوم	۱۲۔ دین محسوس کا مفہوم
۱۳۔ اسلام سراسر امن ہے	۱۳۔ اسلام سراسر امن ہے

بیمبوں او پچوں کے پڑھنے کی دلچسپ بوں کا پوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۲۲	چپ کی داد	۸	رسول عربی
۳	لائق ماں کا لائق بیٹا	۵	بنت رسول
۳	ناصح مشفق	۴	حسنین
۱۰	تاثیر صحبت	۴	جام کوثر
۲	مجموعہ وظائف	۶	آداب نسوان جدیدہ
۲	خوش انجام	۳	جمیلہ خاتون
۴	رباعیات حالی	۱۰	زنانہ صاحب کتاب مجلد
۱۸	ایک شیعہ خاتون کی جمع کی ہٹی	۶	نیا باورہ چھانہ
۵	سولہ دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	۲	مناجات بیوہ
۸	مفسر حالی	۵	زنانہ خطوط
۴	افشائے نسوان	۳	صبر کی دیوی
۴	ادیب نسوان	۳	اصلاح المرئوس
۴	اخلاقی کہانیاں	۵	قومی گیت
۳	چرٹے چرٹے یا کی کہانی	۳	لیکچر اسلام
۳	راہِ حق		

المستہر
خواجہ عبد الغنی مینجر اشاعت اسلام بک ڈپوئے نیشنل نوکھالا پورہ

جو پڑھ کر اخلاق و ایمان میں ترقی پاتی ہے

نوٹ: یہ رسالہ بعض احباب کی خدمت میں بطور نمونہ بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ براہ کرم وہ احباب اپنی رضامندی

کتاب ربیع
رسالہ
اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

نویسندہ: ذریعہ ادارت
محمد مشنری
محمد صدیق الدین

قیمت تین روپے سالانہ
یہ کارٹوات برآپ ان سالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی بدولت
مسلم ونگنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے یہ سالانہ ایک مس ہزار اشاعت
ونگنگ مشن کے لیے اخراجات کی ذمہ دار ہو گئی ہے

جلد (۵) بابت ماہ مارچ ۱۹۱۹ء نمبر (۳)

فہرست مصنفین

- | | | | |
|--------------------------|-----|---|-----|
| (۱) سفیرات | ۹۷ | (۵) جناب صاحب کتاب اور کاشن | ۱۰۳ |
| (۲) دست برقی | ۹۸ | (۶) توبہ | ۱۱۳ |
| (۳) اخبار پیشینگی و مباد | ۱۰۰ | (۷) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت | ۱۱۶ |
| (۴) قوم و ملت | ۱۰۱ | (۸) دوران عالم کا مذہب | ۱۲۲ |
| (۵) تاریخ و قاری | ۱۰۲ | (۹) فلسفہ کا انداز | ۱۲۳ |
| (۶) تاریخ و قاری | ۱۰۳ | (۱۰) القرآن | ۱۳۶ |
| (۷) تاریخ و قاری | ۱۰۴ | (۱۱) انجیل و انجیل | ۱۳۷ |

اطلاع عام

(۱) سالہ اشاعتِ عالم سہ ماہی مدینہ کی چھپیں تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہنچے اور اسے دوسرے ماہ کی میں تاریخ تک منسلک لینا چاہئے تو پھر ملنا ناممکن ہے (۲) سالہ اشاعتِ عالم ایک ہی قسم کے اعلیٰ کاغذ پر اڑنے والے امیر و غریب کے لئے چھپتا ہے جس کی سالانہ قیمت بے مروت محض لاکھ ہے جو حالِ شکیلی آتی چاہئے۔ (۳) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکساری اطلاع و فقر میں نہ پہنچیں گی تو ہم آئندہ سال کا چندہ قبول کرنے کے لئے دستیابی سمجھنے کے مجاز ہونگے (۴) جو اطلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔ شکایتی خط لائیں نمبر خریداری کا اور ضرور دینا چاہئے۔ نام و پتہ خوشخط لکھنا چاہئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

سالہ

نکات القرآن

قرآن کریم کے پہلے پانچ پاروں پر تفسیری نوٹ میں جن میں تا کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مولوی محمد علی قاسمی

تفسیر کی ہے۔ ملک کے نامور اخبارات زمیندار۔ وطن وغیرہ نے اس پر بہت اچھے ریویو

کئے ہیں۔ قیمت غیر۔ اس کتاب میں نزولِ نبی پر سیر کن بحث کی گئی جو حضرت مسیح مصلیٰ کے طرزِ عمل سے کب

مختلف ہوں گے۔ ان تمام سوالات کو قرآن مجید اور احادیث سے حل کیا گیا ہے۔ یہ

کتاب نہایت ہی قابل دید ہے۔ قیمت۔

جمع قرآن

اس کتاب میں جمع قرآن کے متعلق تمام تاریخی و فقہی نکات کو نہایت ہی دلچسپی سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات

قرآنی کی حقیقتِ الم شرح کی گئی ہے قیمت ۱۰

حقیقۃ المساجد

ان روئے بائبل قرآن میسائیک کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو حضرت مسیح کی

فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ان معتبر مسلم کی ان مقدس پر کیا کرتے ہیں مسلمان کے ہاتھ میں کتابِ ربی چاہئے قیمت ۲۰

المستدرج عاجز عبد الغنی منیر سالہ اشاعتِ عالم بک فیو عزیر منزل لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) ————— بابت ماہ مارچ ۱۹۱۹ء ————— نمبر (۳)

شذرات

اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت رؤیاء و بصیرت ہے +
حضرت خواجہ صاحب ان ہمدرد احباب کے دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے ان کے
فرزند اکبر کی حسرتناک وفات پر براہ راست مسجد دوکنگ کے پتہ پر انکی خدمتیں تعزیت نامہ ارسال
فرما کر اپنی دلی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ چونکہ آپ کی طبیعت تئید سے علیل تھی۔ اسلئے خود
فرداً ہر ایک مشفق احباب کے گرامی نامہ کا جواب آپ نے سے قاصر ہے۔ ہمیں دوکنگ
ہسٹیاؤس سے اب ہر ایت تلی ہے۔ کہ انکی طرف سے ان مشفق و مخلص احباب کا اس دلی
ہمدردی اور شفقت کے اظہار کا مجموعی طور پر بذریعہ سارا ہذا شکر یہ ادا کر دیا جائے اللہ تعالیٰ
ان سب مخلص دوستوں کو اپنی بارگاہ سے اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین +

مسلمانان لندن کی سوسائٹی کے زیر اہتمام اتوار کے اجلاس لندن مسلم نماز گاہ میں باقاعدہ
منعقد ہوتے ہیں۔ گزشتہ اشاعت میں جن اجلاس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ انکے علاوہ

مندرجہ ذیل اجلاس نمبر از گماہ مذکورہ میں منعقد ہوئے +

۲۹ دسمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈولے رایت صاحب نے لیکچر فرمایا۔

۵ جنوری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ایم پٹنہال صاحب نے "اسلام میں عبادت کے مفہوم" پر لیکچر فرمایا +

۱۲ جنوری ۱۹۱۹ء کو جناب ایٹ آنریبل لارڈ بیلی نے "القیابہم نے زندگی بعد الموت" پر لیکچر دیا +

۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈولے رایت صاحب نے لیکچر فرمایا +

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ایس۔ ایچ۔ رضا صاحب نے لیکچر فرمایا +

جیسا کہ مندرجہ بالا پروگرام سے اور ان پروگراموں سے جو وقت فوقتاً رسالہ ہذا میں درج ہوتے رہے ہیں عیاں ہوتا ہے۔ کہ لندن مسلم سوسائٹی نے اپنی تبلیغی جدوجہد میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ اور گزشتہ کئی ایک ماہ سے مسلسل طور پر اجلاس منعقد کر کے مذہبی اشتیاق پیدا کر رہی ہے۔ ان اجلاسوں کے پروگرام ہر ماہ شائع ہوتے ہیں۔ اور جو احباب ان اجلاسوں کے اصل انگریزی پروگراموں کے دیکھنے کے متمنی ہوں انراہ کرم مندر ذیل پتہ پر چٹھی لکھ کر منگوالیں +

پروگرام ملنے کا پتہ :- آنریری سیکریٹری۔ لندن مسلم سوسائٹی۔ ۱۱ اکیپڈن ہل روڈ لندن۔ ویسٹ منسٹر +

مسجد دو لنگین بھی حسب معمول اتوار کو بعد از دوپہر لیکچر برابر ہوتے ہیں۔ اور جناب مسٹر ایس شمس اور جناب مسٹر سی سلیمان اور جناب مسٹر عبد العتیوم صاحب ملک تقاریر بلبر فرائے رہتے ہیں +

لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم

مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء بروز ہفتہ بمقام ۲۱ کرومول روڈ جنوبی کنگسٹن سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے زیر اہتمام آنحضرت صلعم کا یوم ولادت بڑی تزک و احتشام سے منایا گیا۔ جناب شیخ

مشیر حسین صاحب قدوائی آذربئی سکڑی نے کچھ عرصہ پیشتر ہی سے اس تقریر کے لئے احباب کو مدعو کیا ہوا تھا۔ مہمانوں کی تعداد ڈیڑھ صد سے تجاوز کر گئی۔ اس مجمع میں مرد و خواتین دونوں طبقہ کے لوگ شامل ہوئے۔ جن میں تقریباً تمام مذاہب و اہل کے ہرے بڑے نمایندے بھی تھے۔ جن کا جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی اور جناب ملک عبدالقیوم صاحب نے استقبال کیا۔ سوسائٹی منگورہ کے میر مجلس جناب میرزا ہاشم افغانی صاحب کے زمانہ کے شہرہ آفاق مقرر جناب مسٹر ڈوے رائٹ کو معرفت کراتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ احمد خٹیبہ صلعم کی سوانح عمری اور آپ کی اعلیٰ شخصیت پر اجمالاً روشنی ڈالی۔ اور صاحب صدر نے فرمایا کہ میرا افتخار یہ خطاب اس مہتمم بالشان تقریر کی ایک قسم کی تمہید ہے۔ جو جناب مسٹر ڈوے رائٹ نے آج کی شب آپ کے سامنے فرمائی ہے۔ اور جن کی خدمت استس میں میں اب نمودار نہ عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی مگر الفت و تقریر سے معزز سامعین کو مغنیف فرمائیں۔ فاضل پیکر نے نسل انسانی میں سے اثرات الناس و فی البشر کے حالات زندگی پر ایک بسیط نیچر دفرمایا۔ اور موجودہ زمانہ کے عجیب و غریب حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ کے حالات زندگی کے موضوع پر بہت دیر تک تقریر فرمائی ہمیں امید ہے کہ یہ عظیم الغان و بسیط تقریر اسلام آباد کی کسی آئندہ اشاعت میں شائع ہو جاوے گی۔ فاضل پیکر کے بعد جناب مسٹر ایس ایچ۔ صاحب نے تقریر فرمائی۔ جنہیں انہوں نے سامعین کی توجہ خصوصیت سے غمزدہ زمانہ میں اسلام کی جبروت سطوت اور شان و شکوہ کی طرف اور پھر آئندہ زمانہ میں اسکے شاندار مستقبل کی طرف منقطع کی۔ ان کے بعد آرمیل جناب مسٹر باسو نے تقریر فرمائی جو کہ سکڑی آفیسٹ فار انڈیا کی کونسل کے ایک ممبر ہیں جنہوں نے اپنے معمولی فصیح و موثر پیرایہ میں آنحضرت صلعم کے حالات زندگی کی سادگی اور جمہوریت کی حقیقی روح کو جو آپ نے نسل انسانی کے ایک کثیر طبقہ میں بھونچکھی تھی۔ تصدیق فرمائی۔ اور یہ ایسی تصدیق ہے کہ سپر ہند و روایات اور تہذیب جس قدر بھی فخر کرے بجا ہے۔ اس موثر تقریر کے اختتام پر نعرہ تحمید و توصیف بلند ہوا۔ اور اس تقریر میں انہوں نے آنحضرت صلعم کے اس عظیم الشان رتبہ کا اعتراف فرمایا جو کہ اہل تدبر کے قلوب میں بغیر کسی مذہب و ملت کے امتیازات کے جاگزیں ہے۔ سب سے

صاحب صدر نے مختصر لیکچروں کی قابل قدر تقریرات کا اور سامعین کی شرکت کا شکریہ ادا کیا اور ان کا تمام مجمع چاند کے لئے بڑا خواست ہوا ۱۱

انجیر ایسٹ کی روڈ اور یوم ولادت صلیع کے متعلق

معاصر مسلم ہیرلڈ "نے" ایر ایسٹ سے اسلامک سوسائٹی لندن کے امن جلسہ کی روڈ اور نقل کی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانے کیلئے منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کی علاوہ بہت سے غیر مسلم ہندوستانی بھی موجود تھے جن میں سے آنریبل جناب لاٹو سنہا اور آنریبل مسٹر باسو قابل ذکر ہیں۔ پہلے مسٹر ڈو لے رائٹ نے جو کچھ عرصہ ہوا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ایک تقریر میں آنحضرت صلیع کی زندگی کے پاکیزہ حالات بیان کئے۔ اور اسی تعریف و توصیف کی۔ ان کے بعد آنریبل مسٹر باسو نے حیات پرورد کا ننانا کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کسی مذہب نے اپنے پیروں کو مساوات اور اتحاد کی تعلیم نہیں دی جس قدر مذہب اسلام کے نبی نے دی ہے۔

اشاعت اسلام :- جناب مسٹر باسو کے یہ خیالات اتر چلے جی کہ اہل مذہب انہیں قدر کی گھاہوں پر رکھیں۔ یقیناً اگر ملک میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ایک دوسرے مذہب کے بڑوں اور پیشواؤں کو برا کہنے کی بجائے ان کی خوبیوں اور نیکیاؤں کی قدر کیا کریں۔ اور ان کا عروت کے ساتھ نام لیں اور بانی ہی نہیں بلکہ عملاً بھی دوسرے مذاہب کے لوگوں سے رواداری اور حسن سلوک کا پرتا رکھیں تو تمام آنے والے دن کے مناقشات فسادات و متنازعات یکدم موقوف ہو جائیں۔ اور بریت متحدہ کی ناہنجار کنائے لگ جائے۔ کیا ہم اے برادرانِ وطن مسٹر باسو کی قابل قدر تقلید کیلئے تیار ہونگے؟

نظم مرمر { سوائے ان چند امراض کے جو کا علاج اپریشن یا بالکل لا علاج ہو سکا جس کے زخم کرنے میں لائی ہے۔ بہش میرہ ہے اور نہ ہی ہوتی۔ مگو عینک سیک چھڑا دیتا ہے علاوہ سر کو ٹھنڈا رکھنے اور محافظ خیم ہونے کے آشوتیم۔ ضعف بصارت ۲ صد۔ مونیا بند کھولہ پٹکوں کا گر جانا۔ غبار۔ جالا۔ خارش۔ ٹکڑے۔ پڑواں۔ پانی کا بننا وغیرہ وغیرہ کے واسطے بہر صفت موصوفے۔ تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنحضرت کی رحمت ہی کرنا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے مع محصول اک ۔ ۔ ۔ (عبر) (ملشتھر۔ ایم۔ ایم۔ رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

خوش و اقبال کے ساتھ ہمدردی اور شفقت

از قلم علامہ حضرت علیانواب سلطانہ جہان بیگم صاحبہ سی ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای
فرشتہ بٹے بھوپال ادا اللہ کھٹائے والا نصرت

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ امرا اور صاحب حیثیت لوگ اپنے مفلس رشتہ داروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو ایسے ہیں۔ جو ان مفلسوں کے ساتھ کسی قسم کے ہمدردی محبت اور نیکی کے ساتھ سلوک کرنا پسند ہی نہیں کرتے۔ اور اس بات کو وہ بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ غریب لوگ بھی ان ہی کی طرح انسانی جامہ پہننے ہوئے ہیں۔ گو وہ کسی خاص وجہ سے ہمیں ان کا کوئی قصور نہیں صاحب ثروت نہیں ہو سکے۔ ایک سچا مسلمان کبھی اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ تمام نظام عالم میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی جلی نقائص و عیوب کے ساتھ پیدا نہیں کیا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہے۔ تو حقیقت میں وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے دیرینہ ایک اختلاف کی وجہ سے پیدا کرتا ہے جو ہم سب کے مالک و حافظ حقیقی کے سامنے اور نیز اپنے صلیبے صلیبے صلیبے انسان کے نزدیک نا پسندیدہ ہے۔ علاوہ ازیں تمام دنیا و مافیال و متاع بالکل غیر یقینی ہیں۔ یہ شاید نادردی دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی خاندان کے ممبر اپنی جائیداد کو اپنے قبضہ میں ٹھیکہ رکھ سکتے ہوں۔ اسلئے ہمیں چاہئے کہ ہم مکتبر اور جھوٹے غرور کے گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ کیونکہ خلاصات سے خوش نہیں ہوتا۔ ایلیس کے زوال کے قصہ سے ایک بہت بھاری اخلاقی سبق حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جو لوگ اسکی طرح غیر ضروری اور بے حقیقت غرور سے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کریں گے۔ ان کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا۔ پس چاہئے کہ ہم میں سے وہ لوگ جن کے پاس اپنے متعلقین احباب اور ہمسایگان کے مقابلہ میں زیادہ دولت ہے یا عزیز و صاحب اثر ہیں۔ وہ جو قصہ ضرورت اس سے ان کی امداد کریں۔ اور بڑی عاجزی سے اپنے زراعت حقیقی کا اسی تمام عنایات چھانی و دودھ حلنی کا خیال کر کے حمد و شکر کریں جس نے انہیں اس قسم کی طاقت و ہمت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فکر تیا س سے بہتر صورت میں نہیں ہو سکتا کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور رفاقت کے ساتھ برتاؤ کریں جن کا سب سے زیادہ حق اسلئے

میں ہم پر ہے۔ یعنی ہمارے نادار رشتہ دار +

رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کی توجہ کو مغلس رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کی طرف مبذول کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ابتدائی اسلامی تاریخ کی ورق گردانی سے ایک مختصر سا لیکن عجیب واقعہ کا پتہ ملتا ہے حضرت صفیہؓ حضرت محمدؐ مقبول کی بیوہ کے خلاف جو یہودی تھیں حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے پاس شکایت اس امر کی پیش ہوئی کہ وہ شنبہ کا دن یہودیوں کی طرح متبرک خیال کرتی ہیں۔ اور یہودیوں کی وہ بھستری لٹا کر دیتی ہیں۔ حضرت صفیہؓ نے جواب فرمایا۔ کہ جسے وہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں انہوں نے ہفتہ کے تمام دن یہی امور کے لحاظ سے یکساں خیال کئے ہیں۔ اس لئے شنبہ کا دن اُن کی نظر میں زیادہ متبرک نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے غریب یہودی رشتہ داروں کی حق الامکان ہمدردی کرتی ہیں۔ چونکہ اب وہ مسلمان ہو گئی ہیں۔ اس لئے ان کو اُن لوگوں کی بھستری کی نسبت زیادہ زبرد ہے۔ جو امداد کے لئے ان کے محتاج ہیں۔ یہ ایک اسلامی زندگی کی مثال ہے +

رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ اس شخص کی عبادت اور نمازیں اُسے کوئی کام نہ دینگے جو اپنے نادار متعلقین کے ساتھ باوجود استطاعت رکھنے کے ہمدردی اور نیک سلوک نہیں کرتا۔ سب بڑی عبادت اللہ تعالیٰ کی نظر میں خیرات اور جرم ہے۔ قرآن کریم اور احادیث رسول کریم صلعم میں اس قسم کی ہدایات احکام بکثرت ہیں جو امر کو بالخصوص سبابت سے کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ذاتی مال و جاہ کے لغو سود کو اپنے سر میں سمانے دیں۔ اور اپنے غریب دوستوں اور رشتہ داروں کو اپنی وجاہت کے باعث حقیر خیال کریں۔ لیا کرنے سے ہمدردی اور محبت کے اس لطیف جوہر کی ہم قدر نہیں کرتے جس سے انسان اشرف المخلوقات خیال کیا جاتا ہے +

استیجاب کو جانتے ہیں کہ دنیا میں بھی عزت و افتخار حاصل کرنے کیلئے احسن طریق یہ ہے کہ انسان اُن کی مدد کرے جو محتاج ہیں۔ لیکن دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا صلہ اسلام میں صریح و نیا ہی ہی نہیں بلکہ عاقبت میں اس کو زیادہ خوشی و راحت کا وعدہ دیتا ہے +

مہمان کی مناسب اور گرجویشی سے مددات کرنا انسان کا ایک ضروری خاصہ ہے انسان کیلئے لازمی ہے کہ اپنے دشمن کو بھی اپنے پاس فراخ و صلگی سے لکھے جبکہ وہ اس کے پاس پناہ کیلئے آئے

ایک شہور اسلامی ضرب المثل ہے کہ چاند اپنی روشنی ادا لے سی جھونپڑی پر بھی ڈالتا ہے۔ اور اسی طرح درخت اس شخص کو بھی اپنے سایہ سے محروم نہیں کرتا جو اس کے کاٹنے میں مصروف ہے۔ یا لفظاً منشرقی و انٹلی کو معصوم ہیں۔ پس ہر ایک دولتمند شخص کو چاہئے کہ وہ دست اعانت اس شخص کی طرف دراز کرے جو اس کو کم حیثیت کا ہے۔ اور چاہئے کہ ہم سب آپس بھائیوں کی طرح رہیں +

جناب سالتماہ اور آپ کا مشن

(خطبہ جو مسٹر ڈی اے رائٹ نے بروز اتوار سورجہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو بمقام مسلم پریس برنسٹن پڑھا)
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مذہب کی تعلیم دی اس کے زیادہ اہم اور نمایاں مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں متعدد بار آیا ہے کہ ہر ایک قوم اور نسل کے پاس کسی بھی عہد میں دین حق کی تعلیم دینے کے لئے نبی یا مہذّب بھیجے گئے ہیں۔ گو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے تمام ایسے انبیاء یعنی مرسلین کا لہجہ کا فرداً فرداً نام آیا ہے تاہم بعض کے نام بتائے گئے ہیں سورۃ النسا آیات ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵ میں آتا ہے :-

اَنَا وَحِیْنَا اِلَیْكَ لَمَّا اَوْحِیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَالنَّسِیْنِ مِنْ بَعْدِہٖ وَ اَوْحِیْنَا اِلٰی اِبْرٰہِیْمَ
 وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ کُلًّا سَبَّحُوْا وَ عِیْسٰی وَ الْیُوْسُفَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ
 وَ اٰتٰیْنٰہُمْ اَوْدَیْنِیْہُمْ وَ رُسُلًا مِّنْ قَبْلِہُمْ وَ رُسُلًا مِّنْہُمْ
 لَعَلَّہُمْ یَعْلَمُوْنَ وَ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی الْکَلِیْمَ وَ رُسُلًا مَّبْشِرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ
 لِّئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلٰی اللّٰهِ حِجَّةٌۭۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ کَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۔
 ترجمہ مجسمہ دئے پیغمبر! ہم نے تمہاری طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے۔ جس طرح ہم نے نوح اور (دوسرے) پیغمبروں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی۔ اور (جس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ادا و لا و یعقوب اور عیسیٰ اور یوسف اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے نواؤد کو زبور دی تھی۔ اور (تمہاری طرح ہم) کتنے پیغمبر (بیچ چکے ہیں) جن کا حال ہم (اس سے) پہلے تم سے بیان کر چکے ہیں۔ اور کتنے پیغمبر (اور) جن کا حال ہم نے تم سے (اب تک) بیان نہیں کیا۔

اور اللہ نے ہوسے کو (تو باتیں) سمجھیں (یہ سب) پیغمبر (نیکوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب خدا سے) ڈرانے والے (تھے) تاکہ پیغمبروں کے (آئے) پیچھے لوگوں کو خدا پر کسی طرح کا (چھدا) نہ کھنسنے کا موقع باقی نہ رہے۔ اور خدا غالب (اور) حکمت والا ہے +

ان تمام انبیاء میں تو میں نبی سب سے زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے یہودی مذہب کی بنیاد ڈالی۔ مین سچی کے بانی حضرت یسوع مسیح اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام حضرت موسیٰ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کلام اور اعمال میں قوت والا تھا (کتاب اعمال باب ۷، ص ۲۷) اور اس شہرت کے لحاظ سے جو اس زمانہ میں مصر کو علوم کے بارہ میں حاصل تھی۔ یہ بات ان کے کمال کے علم پر دلالت کرتی ہے +

یسوع کی تعلیم و تربیت عہد طفلی کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں لیکن بارہ سال کی عمر میں ہم اسے میکہ میں آستانوں کے بیچ میں بیٹھے اُن کی کلام سننے اور اُن سے سوال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور جتنے اس کی سنتے تھے اسکے اور اک اور اسکے جوابات سے دنگ رہ جاتے تھے اس واقعہ کے بعد انکی تیسویں سالگرہ تک ان کا کچھ تپہ نہیں چلتا۔ لیکن اکثر مشہور علماء کی رائے ہے +

کہ مسیح علیہ السلام کا درمیانی عرصہ ایستوں کی معتبت میں بسر ہوا جس فرقے کا یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ایک رکن بن گئے تھے۔ یہ ایک یہودی فرقہ تھا جو صوفیانہ تعلیمات کے لئے مشہور تھا ان تینوں اولوالعزم نبیوں میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُمّی تھے جو کچھ پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن ان تینوں میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے ہیں جن کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنا مضمون پورا کر لیا۔ اور کسی دوسرے نبی کو نصیب نہیں ہوا اگر آپ کے برابر دلوں پر اثر پیدا کرے +

اور دو مذاہب عیسائیت اور اسلام میں تو یہودی مذہب چونکہ اپنے دائرہ اثر میں بہت محدود ہے۔ اس لئے عام دلچسپی نہیں رکھتا (صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو اپنی اصلی حالت میں قائم رہا ہے) +

یسوع مسیح کے مشن کا خاتمہ ناکامی پر ہوا برعکس اس کے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کامیاب ہوا +

یسوع مسیح کے مشن کا نصبین کیا تھا، بوڑھے شمعون نے جو میکہ میں اسرائیل کی تسلی کا

منظر تھا۔ لڑکے یسوع کو اپنی گود میں لیا اور کہا کہ وہ غیر قوموں کو روٹھنی دینے والا نور اور تیر سی قوم کا جلال ہے (لوقا باب ۲ فقرہ ۳۲) یسوع نے خود اپنے مشن کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اس غرض سے آیا ہے کہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو راہ راست پر لانا تھا۔ اور جبکہ گنہگارانی عورت کی اپنی بیٹی کے واسطے التجا کی۔ تو اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور اپنے شاگردوں کو یہ وجہ بتائی کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ جب وہ عورت اور بھی نزدیک آگئی اور اس کو سجد کیا پھر بھی مسیح نے اُسے یہی کہا۔ کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی واجب نہیں (متی باب ۵ فقرہ ۲۸-۲۱) جب مسیح نے اپنے بارہ شاگردوں کو باہر بھیجا تو ان کو حکم دیا (متی باب ۱۰ فقرہ ۶-۵) کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا پس مسیح کا منطق نظریہ تھا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کرے۔ اور بنی اسرائیل کے ذریعہ غیر قوموں کی برکت کا باعث ہو۔ اور یہ بعینہ وہی مقصد تھا جو حضرت یوحنا کے پیش نظر تھا۔ اس مشن کا آخری حشر کیا ہوا۔ اپنی ارضی زندگی کے اختتام پر ہم مسیح کو اس طرح نوحہ خوان دیکھتے ہیں (متی باب ۲۳ فقرہ ۳۷) اے یروشلم۔ اے یروشلم۔ تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ہیں انہیں سنگسار کرتی ہے! بکتی ہی ہاں میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پرہوں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں۔ مگر تم نے نہ چاہا۔

اسرائیل کے گھرانے کی وہی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جو مسیحی نوبشتوں کے مطابق پیش از پیش سے چلائی تھیں کہ اس کو صلیب دو صلیب دو۔ جب وہ مصیبت اور خطرے کی حالت میں تھا۔ تو اس کے شاگردوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ بلکہ وہ شاگرد جس کے متعلق رومن کیتھولک عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ جیٹان جن پر کلیسیا کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ پہلے تو مسیح کے پیچھے دوڑو اور اتار دیا۔ پھر اس نے اس کا کیا۔ اور بعد ازاں اس انکار کو اور بھی مضبوط بنانے کے لئے لعنت اور جہنم کے ساتھ اس کا دہرایا۔ ان واقعات کا رسول اللہ صلم کی زندگی کے آخری مناظر کے ساتھ مقابلہ کرو۔ جس کا ذکر

لوگوں کو مل گیا اور دوسرے کو چین نے لے لیا۔ اور دیکھو کہ اس قدر جمعیت اس مقام کے
 پہنچا، تنگ نزدیکی جو مکان جمع ہو گیا جہاں کہ اس غریبی نوع کی پاک روح نے فرشتہ اجل کو بلایک
 کہا تھا۔ اور بن کا غرض ہوا جو نے میں نہ آ رہا تھا۔ رسول اللہ صلیم کا تسلیم کردہ مذہب اس
 شہر کے پوسیداروں کی نظری دوسرے پیغمبر سے حالات میں نہیں ملتی۔ اور آنحضرت صلیم
 کی وفات کے بعد اس کے پیروں میں بڑے بڑے فرقہ رونق مکر رہے جن میں فتح کے خلیفہ
 لہرے آئے۔

کیا مسیح خیرتوں کو روشنی دینے والا نہ رہا؟ سائیس صدی میں جس میں آنحضرت صلیم
 مبعوث ہوئے وقت کی تاریخ میں نہایت پرانہ اور ذلیل صدی تھی۔ انکی وجہ یہ تھی کہ سیسی
 فن معذرت کی کوئی ہی نہ تھی اور ان کی تہذیب ان وقتوں میں کی تا جمل اس قدر آؤ بھگت ہوتی ہے ۵۰
 زمانہ یعنی سنسین کے زمانہ پڑا تھا جو مذہبی مباحثات میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن انہیں
 کسی ایک آگے نہ بڑھ سکے تھے اور ان کے اس حقیقت کی مثال نزدیک کرے۔ جن کا القاء محمد صلیم
 کے مبارک دل پہنچا اور جو آج کے دین کے طریق پر چھائی اس زمانہ کی طرح تب بھی مذہبی مباحثات
 میں وقت ضائع کیا۔ اور اس مذہب کی طرف توجہ نہ دی جس کی بنیاد ذاتی معرفت پر ہو۔
 مسیحیت دوسرا وہ بڑا مال ہو گیا جسے سامنے رکھی لیکن آج اس کا کیا حشر ہے۔ ریورنڈ
 ڈاکٹر آرمسٹرونگ نے کہا کہ اس مذہب کے پیروں میں اس سوال کا جواب ذیل کے الفاظ
 میں دیا ہے۔

ہیروڈس نے اپنے زمانہ میں یہ لوگوں کی تعداد بہت قلیل رہ گئی ہے
 کو وہ ایسی حالت میں قوم کے خلاف کی دوسری کی وجہ صرف خدا کی مہربانی قرار دیں گے۔
 لیکن آبادی کا اکثر حصہ اس دوسری تعداد کی وجہ سے قطعی قاصر ہے جس کی بنا اپنی ذات
 کے سوا کسی دوسری خارجی چیز پر پرورش پست ہوئے اپنی ایک تقریر میں اس لئے کا
 اعادہ کیا ہے جو گذشتہ مسئلہ کے دن (۲۲- اکتوبر) ڈی ملی ٹیلیگراف میں شائع ہوئی تھی :-
 جنگ کا اثر کلیسیا کے اثر و رسوخ کے حق میں بہت بڑا رہا ہے۔ لیکن سچ کے مذہب کے
 خلاف نہیں۔ ہر جگہ یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ان وسائل میں جن کی وساطت سے مسیح کی

انجیل اپنا پیغام نور کو پیش کرتی ہے۔ اسی کی پیاس اور اشتہار کتنی میں کوئی ایسا نقص واقع ہو گیا ہے جو سید غیر تسلی بخش اور حیران کن ہو لایا ہے۔ ہر ایک شخص کو یہ صاف طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ مسیحی سوسائٹی جو ملکوں ملکوں میں منتشر ہو گئی ہے۔ جو ایک مقدمہ آواز سے نہیں لڑ سکتی اور جو اپنے افراد میں شدید اتحاد قائم نہیں کر سکتی۔ اس کے رائے کا اس انجیل کے ساتھ کوئی تطابق نہیں ہے۔ جو تمام نوع انسانی کے ساتھ بھینٹ مجھ میں واسطہ رکھتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اپنے دشمنوں سے محبت کر۔ یعنی غرض میں اس کے یہاں یہ حالت ہے کہ مسیحی کلیسیا کے مختلف فرق جو ایک ہی مذہب کے پیرو ہیں اپنے میں نہایت ہی سخت دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں +

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا مذہب نہ سکھایا۔ ان کے پاس انہیں سچا مسیح کا بھی مقصد نہیں تھا۔ اپنی پہلک زندگی کے لئے میں نے ان کو یہ بتا دیا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں نور نبی ہوں۔ نبیوں کی کتبوں کو منتشر کرنے آیا ہوں۔ منتشر کرنے نہیں بلکہ لکھ کر دینے آیا ہوں۔ لیکن تعلیم کردہ مذہب ہی پڑانا یہودی کلمہ تھا کہ تم اپنے خداوند خدا سے پھر دے۔ دل سے جان سے اور امن سے محبت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحی اور یہودی کے درمیان کی۔ یسوع نے یہودیوں کا ایک اور کلمہ اختیار کیا "میں نے نبی اسرائیل کو خداوند خدا کے لئے رسول اللہ مہم کی تعلیم کے لیے جیسے مطابق ہے۔ لہذا یہ لکھ لو اور لکھ کر دے (لکھو) اور خداوند خدا سے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ کسی سے وہ پیدا ہوا۔ اس جیسا کوئی نہیں +

مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے سادہ زبان میں ان کے عقائد کو بیان کیا اور ان کو مکینوں اور ان کے لوازمات سے جو اس زمانہ میں ان کے لئے متعلق تھے ان کے باطل پرکھ دیا۔ انہوں نے ان کے سلسلہ کھانت پر مسیح نے باطنی طرح سے لعنت کی ہے۔ ان کے لئے خداوند خدا کا بھی ایسا عہدہ داروں کی ہستی کو بغیر تھے۔ جو کھانت کا مہ ہے میں۔ اس کے بعد میں نے یسوع یا کراؤ میں میں محترم خدائی باپ یا بہت محترم ڈیڑھ عرصہ میں آج تک میں بھی کوئی نہیں تھے بلکہ کوئی شخص ان کے شہنشاہ کی باگیں نہایت دھیلی چھوڑ کر ہی یہ سطر لکھتا ہے کہ میں اس کو سمجھتا ہوں کہ مسیحی اشتہار مذہب کے لئے آئینہ کلمات کا رنگ لایا ہے میں وہ سب اس کے ساتھ دے رہا ہے

یاز ما ذ حال یا سابق کے کسی غیظ آلود مذہبی سبب میں مصروف رہا ہے۔ ایک لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن اپنے تقریباً تمام پیشروں کے مشن سے مختلف تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کے مشن سے تو ضرور اختلاف رکھتا تھا۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھانے کی عادت نہیں رکھتے تھے آپ کی تعلیمات نشانات اور اعجازات کی شہادت سے مستغنی تھیں۔ عنہم کے آغاز میں ہی اپنے واضح کر دیا تھا۔ کہ میں معجزے دکھانے نہیں آیا۔ خرابا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم معجزے طلب کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو معجزے دکھانے کی طاقت عنایت فرمائی تھی۔ اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ فرعون نے اُنکے معجزوں کی پرواہ نہ کی۔ اُن کو جادوگری کا الزام دیا۔ اور اس نے ان کو اور انکی قوم کو ملک بدر کرنے کا نتیجہ کر لیا۔ لیکن فرعون اپنے تمام لشکر کے ساتھ غرق ہوا۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ سے معجزے طلب کر کے فرعون کی سی سزا کا مستوجب بننا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی سببی کا ثبوت نظام قدرت میں کوئی حقیقی تبدیلی کر کے نہیں دیا ہے۔ اس کو زیادہ ضروری یہ ہے کہ انسانی دل اور انکی عادات تین ہی چیزوں کے نظام قدرت میں تبدیلی انسان کے اندر ہونی چاہئے نہ کہ باہر۔ ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن یہ تھا کہ نفع انسانی کے سامنے وہ مذہب پیش کیا جائے جو کہ واقفیت اور تجربہ پر مبنی ہو نہ کہ تخیل پر۔ مذہب کی ابتدا تجربہ یعنی ذاتی معرفت سے ہوتی ہے۔ گو اس کا خاتمہ مذہبی مباحث پر ہو۔ لیکن اس حد تک پہنچ کر وہ مذہب پس رہتا۔ یہ ضروریات انسانی کا جواب ہے۔ انفرادی معرفت سے جو لوگ اپنی زندگی کے تجربہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جو ذاتی انا کو ایک بہت بڑی طاقت کی طرف ابھارتی ہے۔ مصنف کینقیات معرفت مذہبی سمجھتا ہے۔ "کم از کم ایک لحاظ سے انفرادی مذہب بنیاد سے زیادہ بنیادی اور اساسی ثابت ہوتا ہے۔ طریقت جب ایک دفعہ قائم ہو جاتی ہے تو روایات مستعار زہد رہتی ہے۔ لیکن ہر ایک طریقہ کے بانیوں کی قوت کا راز اصلی اس تھا طلب و محکم میں ہوتا ہے۔ جو وہ ذاتی طور پر براہ راست فطرت باری سے رکھتے ہیں۔ ۴

بسن ذاتی مذہب اب بھی اساسی اور اصلی معلوم ہوتا ہے۔

اگر مذہب کچھ حقیقت رکھتا ہے تو ضروری کہ وہ ذاتی معرفت پر مبنی ہو۔ ہم دوسروں کے تجربے پر

انحصار نہیں رکھ سکتے۔ ہم ان کے تذکرہ ہوفائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن ہماری زندگی کا ادارہ ان پر نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر آرچرڈ موجودہ مذہبی منزل و انحطاط کا علاج حسبِ توجہ کرنا ہے (مستقبل مذہب صفحہ ۳۷)

”زمانہ مستقبل میں صرف یہی سمجھتے رہیں گے کہ جو ان کے انحطاط سے جو ایک دور سے الگ ہو کر آج تک منتشر ہے ہیں۔ اور ان عرصہ کی باہم آمیزش کی سوجاؤں تک باہم نہیں ملے ہیں بنائی جائے“

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف مذکور کو یا اسی زمانے کے کسی اور داعی مذہب کو نہیں سوجھا کہ مذہب کی موجودہ حالت کا یہی علاج ہو کہ اللہ تعالیٰ کی سیدھے طور پر پرستش کی جائے۔ اس کی مرضی کے آگے تسلیم کر دیا جائے۔ ڈاکٹر آرچرڈ کہتا ہے کہ دین سچی کی ہر ایک نوع روبرو تنزل ہو اور اس کی نوعیت ہی اس کے تنزل کی وجہ ہو۔ ہر ایک کی خوبیوں کی تردید کی کیلئے اور غلط شہادت ہو جاتی ہو۔ کیا اسلام کی حیرت انگیز کامیابی کی بڑی وجہ اس واقعہ میں مضمر نہیں ہو کہ یہ ان شرائع اور اعتقادات جو رسول اللہ صلعم نے تعلیم کئے تھے کبھی مذہب نہیں بنوا۔ رسول اللہ صلعم کے ابتدائی ایام تبلیغ میں جبکہ اس مذہب کو اسکے کم مایہ آغاز کی وجہ سے نظر حقارت دیکھا جاتا تھا۔ اور اس کے بانی اور اسکے پیروں کو ہر طرف سے ستایا جاتا تھا کس کو دعویٰ کرنے کی جرات ہو سکتی تھی کہ وہ مذہب جس کا القاء آپ کے نورانی دل پر ہوا اور جو آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اس قدر بڑھے اور پھیلے گا کہ آج اندازہ کیا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کے نام پیرواؤں کی تعداد جو اس گروہ کے ہر ایک فرد میں مل سکتے ہیں ۲۵ کروڑ کم نہیں دینا اس امر کی متلاشی نہیں ہو کہ اعتقاد کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ بلکہ دنیا میں تجویز ہو کہ ایک حقیقی مذہبی احیا ہو۔ وہ احیا کسی ایسے عقیدہ کے قبول یا ترمیم کو نہیں ملے گی جو پہلے مسترد ہو چکا ہے۔ بلکہ ایک نئی تحریک کو تسلیم کرنا ہو گا جو کہ نے الحقیقت پرانی ہی تحریک ہوگی جو دین میں ایک ترمیم پیدا کر رہی ہوگی۔ لوگ چرچ زبانی کے ساتھ دنیا مذہب دنیا خیال بلند خیال وغیرہ جملوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا الہام کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔ جس امر حق کا اعلان یہاں کیا جاتا ہے۔ اور جو دنیا کی ہر ایک مسجد میں سکھایا جاتا ہے۔ یہ وہی حقیقت ہے جو رسول اللہ صلعم

نے دنیا کو سکھائی اور جو آپ کے تمام پیروں نے سکھائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا مذہب ہے عہد حاضر کے مذہبی انتشار کی بری وجہ یہ ہے کہ لوگ ایک ایسی چیز کے متلاشی ہیں جس کے بارہ میں مسکیت مومل ہے۔ لیکن جو مسیح کی تعلیمات کا لب لباب تھی یعنی ایک ایسا مذہب جو عقل علم اور حرم کے مطابق ہو۔ اور جس میں رضا و آئمی قوت متحرک ہو۔ اس قسم کی تعلیمات کی ضرورت نہیں کہ ایک عداوتی ہستی لباس مجاز میں اوتا رہن کے آجاتی ہے۔ اس قسم کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی توحید کے سخت منافی ہے بلکہ ضرورت یہ ہے کہ مذہب روزانہ زندگی میں مثل نظر آئے۔ آج بھی حجت پر ہی ایسی ہی پھیلی ہوئی ہے جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ لکھنوی اور پھر کے بت نہیں پوچھے جاتے +

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے مشن میں کامیابی کا ایک راز یہ تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو بغیر جان لیا۔ اور معلوم کر لیا کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخاطب اور حکم مکن ہے۔ جو ان میں آپ پر تشدد زیادہ ہوتا گیا اور کثرت پکڑتا گیا۔ ویسے ہی اللہ تعالیٰ آپ کا قرب بڑھاتا گیا اور زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صعبیت جس قدر زیادہ ہو۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نزدیک معلوم ہوتا ہے۔ اس جنگ میں بہت سی باتیں حیاں ہو گئی ہیں۔ اور ان میں کوئی نہ تھا۔ ہی اہم یہ ہے کہ ہم سابق میں روحانی قوت کو شمار میں نہیں لاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے زمانہ میں بھی روحانی قوت کو بڑا اور جیتے تھے۔ اسلام اور مسیحیت کی ابتدائی تبلیغ میں ایک اور فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں میں عیسائی کے پہلے پروادے پڑے اور اکثر نچلے طبقے کے لوگ تھے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے پروادے آپ کے غلام کے نہایت معزز اور ذمہ دار لوگ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے نہایت ہی معزز قبیلہ سے تھے۔ جو اس زمانہ کے حالات کے مطابق آتی تھی۔ آپ کی پیدائش یا زندگی کوئی راز سر نہ نہیں ہے۔ نبوت عطا ہونے پر آپ نے اپنی پوزیشن کو کوئی فائدہ نہیں اٹھایا کہ عیش و تنعم کی زندگی بسر کرنے۔

حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ :-

ہم نے کھانا پکانے کے لئے ایک ماہ تک متواتر آگ نہیں جلائی۔ ہم صرف کھجوروں اور پانی پر گذران کرتے تھے۔ بشرطیکہ کوئی اور آدمی ہمیں خوشنہ نہ پہنچ دیتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر کے آدمیوں کو کبھی بھی ددون متواتر گندم کی روٹی میسر نہیں آئی۔

رسول اللہ صلعم اگرچہ خود اُمتی تھے لیکن آپ نے تحصیل علم کو منع نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی بندشیں عائد ہیں۔ برخلاف اس کے آپ کی ایک مشہور حدیث ہے کہ عالم کی سیاحتی شہادت کے خون کے برابر قدر رکھتی ہے۔ مسلمان قبیام اسلام کے تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا بھر کی قوموں میں نہایت ہی وسیع الخيال اور روشن دماغ ہو گئے۔ اب ایشیا کے مقالہ میں سر ولیم جونز کتنا بڑا کر بخاری اسلام نے مسلمانوں کو صریح حکم دیا ہے کہ وہ علم حاصل کریں خواہ اس مقصد کے لئے انہیں روئے زمین کے لیے ترین مقام تک جانا پڑے۔

اسلام صلعم تمدن کا مذہب نہ تھا یہ عام طور پر مانا جاتا ہے مگر جو قومیں روحانیت کے لیے اٹھیں نہایت تدریجی میں ہیں وہ بلا تخصیص نہایت غلیظ رہتی ہیں۔ خلافتِ سوم پرستی عموماً دوشِ بددوش رہتی ہیں۔ لیکن اسلام کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اس بات میں مضمر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی غرض واحد اللہ تعالیٰ کی تقدس تھی۔ آپ نے شانِ کبریائی اور ذاتِ الٰہیہ کے ساتھ مماثلت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور آپ کے پیروں نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ آپ انسانِ بزرگوار اور اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ مجھے ایک پیغام پہنچا ہے۔ اور ایک مشن پورا کرنا ہے اور آپ نے اس مشن کو ہمیشہ میں نظر رکھا۔ تمام زندگی میں علم آپ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ وشننگٹن اور دیگر کتابے کہ آپ کی جنگی فتوحات سے آپ میں کوئی فخر یا تکبر پیدا نہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اس حالت میں ظاہر ہوتا اگر ان فتوحات کا مقصد خود غرضی ہوتی۔ نہایت ہی سطوت و جبروت کے زور۔ میں بھی آپ نے منع اور اخلاق میں ہی سادگی قائم رکھی جیسی کہ مصائب کے زمانہ میں تھی۔ شانِ جلال کا اظہار تو درکنار۔ اگر کسی امر میں داخل ہونے پر غیر معمولی تعظیم کیجاتی تو آپ ناپسند فرماتے تھے۔ ہمہ گیر حکومت کرنے کا ارادہ اگر تھا تو صرف مذہب کی۔ ورنہ دنیاوی حکومت جس کا پورا آپ کے ہی ہاتھوں بڑھا اور چھوڑا پھلا۔ آپ نے نہ تو اسکو ذاتی شان و شوکت کا ذریعہ بنایا۔ اور نہ ہی اسے اپنے خاندان میں رکھنے کے لئے کوئی کارروائی کی۔ نماز آپ کا دوا می شعائر تھا اور آئندہ کے لئے اُمید صرف اللہ تعالیٰ کے رحم پر بھروسہ تھا۔ عاقبت کی غرضی اور امن کی تمام اُمیدیں اپنے اللہ تعالیٰ کے رحم پر چھوڑ رکھی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان یہ کہ میں نے آپؐ سے ایک موقع پر دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ کہ اللہ کے رحم کے سوا اور کسی طریق کو کوئی انسان بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ رسول صلعم نے صاف طور اور نہایت زور سے فرمایا۔ کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے پھر پوچھا۔ لیکن یا رسول اللہؐ کیا آپ بھی اُس کے رحم کے سوا داخل نہیں ہو سکتے؟ رسول اللہ صلعم نے تین دفعہ نہایت سختی سے فرمایا۔ میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رحم کی چادر سے مجھے ڈھانپ دے۔

مسیحیت کو اس سادہ صورت سے جس کا سبق مسیح نے پڑھایا تھا۔ اس کے مفسروں نے یہاں تک بھلا اے کہ اب وہ علم انبیاء کا ایک مصداق لڑ گئی ہے جس پر عمل کرنا ناممکن ہے برخلاف اس کے اسلام نے اپنی تمام تاریخ میں اپنے عملی پہلو کو قائم رکھا ہے۔ میں ڈاکٹر آرچرڈ کا ایک اور اقتباس پیش کرتا ہوں۔ وہ کہتا ہے :-

”یہ ممکن ہے کہ جنگ سے پہلے کسی کو بھی پُر ایمان نہ ہو کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو سکے لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا ہم نے کچھ ترقی کی ہے جبکہ وہ لوگ بھی جو عیسائی ہونے کا اقرار کرتے ہیں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس پر عمل نہیں ہونا چاہیے؟“

دُنیا کو خدا کی پیاس ہے اس کو کسی خیالی فلسفہ کی ضرورت نہیں جس پر عمل نہ ہو سکے۔ اس کو کسی ایسے ایمان کی ضرورت نہیں جو ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور جس سے انسانی مساعی کی ناکامی عیاں ہو جبکہ نصرت غیبی خضر راہ نہ ہو۔ اُس کو ایک مذہب کی ضرورت تھی۔ جس پر زندگی کا مدار ہو نہ کہ محض عقیدہ ہی ہو۔ ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو صاف اور واضح ہو۔ اور عقل کے مطابق ہو جو حال کے ایک مصنف کے الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہے کہ صلیب کے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا معاف نہیں کرتا جب تک کہ پہلے ایک انسان کا خون بہا دیا جائے۔ ”رحم اللہ تعالیٰ کی عین فطرت ہے۔ لیکن اس رحم کے استعمال کیلئے کسی شوق کی ضرورت نہیں۔ وہ الرحمن یا اللہ یا مومنے تو قادرِ مطلق ہے۔ تو ہی ہمارا حافظ ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب تیرے ہی فضل سے ہم کو ملا ہے۔ ہماری زبانیں اور جانیں تیری ہی تقدیس میں بھی ہیں۔“

پس ہم تیرے ہی عشق کے گیت گاتے ہیں۔ اور اسی میں ہم غوغی میں ہمہ آری آواز ملائک کی آواز سے ملکر تیری حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ہر ایک مومن ابدال آباد تک نہایت غوغی و تیرے عشق کے رگ گائیگا۔

توبہ

از قلم جناب مے۔ بی فورڈ۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نو مسلم

ایک انسان پر خواہ وہ رُوحانیت میں کیسا ہی میلان رکھتا ہو۔ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ اس راستے کو جس کی پیروی رب حکیم نے کمال محبت اور رُبوبیت کے اس رُوحانی فطرت کی جتنی تلمیح کے لئے تمام نبی نوع انسان مسلم اور غیر مسلم پر اگر وہ واقعی خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں یکساں مقدس کی بجائے بھٹک جاتا ہے۔ میرا ایمان ہو کہ ہر ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی رذیل شریر اور ذلیل ہو ایک وقت کے بعد ضرور خدا کو دیکھ گا۔ ہر ایک فرد کی زندگی میں خواہ وہ موقع دُنیا یا آخرت میں ہو۔ ایک ایسا نازک وقت آئیگا کہ اس میں اس اعلیٰ مدد عالیہ دیا رالہی کیلئے جدوجہد کرنے کا کامل شعور پیدا ہو جائیگا اور باوجود ہر سنگین لغائص۔ مایوسوں۔ تکالیف و کھنوں اور ابتلاؤں کے جو کہ اس کے غیروں اور اپنے نفس سرکش کو پہنچینگے وہ ترقی کے زینے پر قدم رکھنیگا جس کو شک کوئی نہ اٹا سکیگا۔ اگرچہ وہ متعدد دفعہ ایک یا دو دفعہ منزلِ نیچے اترنے پر مجبور کیا جائے۔

جب ایک فرد میں یلہ گرہ جائے کہ اتفاقیہ خطائیں ہمیشہ کیلئے ملعون نہیں بنادیتیں۔ تو باوجود سہ سوزش اُمید کو متبدل ہو جاتی ہے۔ اور صبحِ مدعا کے لئے جدوجہد و وقت اور تربیت نفس کے ساتھ ساتھ زیادہ روشن اور ممکن الحصول نظر آنے لگتا ہے رُوحانی مایوسی کی لئے شروع جہد و خیر کی جگہ لے لیتی ہے۔ دراصل رُوحانی مایوسی رُوح کے لئے ایک نہایت خطرناک حالت ہے۔

اس کو اپنے اور دوسروں کے اخلاق سے مطلق سے پر واپسی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں فحائلش اور تنبیہ پر ہمیشہ ہی جواب ملتے ہیں۔ کہ تباہی جو کئے سے حقیقت کی ہے۔ ایک قابلِ افسوس حالت ہے۔ جو کہ محض فضولِ بجا اور نامعقولی کو صحیفہ قدرت میں جس کو ہم اپنے گرد و پیش دیکھتے ہیں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تیز آمدنی و دولت کی ایک خلع کو توڑ دیتی ہے۔ مگر ہم بار بار

میں رخصت پھر ہو۔ جو بہن بیکل غمگین ہو جاتا ہے۔ قدرت اپنے انما پر درخت کی کاٹ تباہی کر دینے کا سامان مہیا کر کے آندھی کے تیرا کھنڈر کو مٹا دیتی ہے۔ انسان کے روحانی نشوونما کا بھی لعینہ ہیٹل ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے مکمل حکم کو اخلاقی اور دنیوی و صافی لقصان کے دفعیہ کا علاج مہیا کیا ہے اور وہ علاج توبہ ہے۔ جب ایک گنہگار اپنے جرم کا اعادہ کرے۔ ہر ایک بار کی توبہ کو نفس پر قابو ترقی پاتا ہے۔ اور گناہ اور بدی کا مصلان نسبتاً کمزور ہوتا جاتا ہے۔ ہر ایک سچی توبہ کے ساتھ جو کہ فی الحقیقت روح کا طلب نصرت کیلئے بارگاہِ آسمانی میں گڑا کرانا ہے۔ انسانی سیرت اس ایک ہی مستحکم دنیا یعنی سچے جوش و مرضی مولائی جستجو کرنے پر قائم ہو جاتی ہے +

سچی توبہ کا معیار آئندہ گناہوں کو مقابلہ کرنے میں ہے یعنی بس قدر توبہ سچی ہوگی اُنہا ہی گناہ کے مقابلے کی طاقت زیادہ ہوگی۔ اسمیں اور محض الفضل میں فرق ہے جو کہ ضرورت کے پورا ہونے اور معاملات کے برقرار ہوجانے پر بھلا دیا جاتا ہے۔ سچی توبہ باوجود نا کامیوں کے کوشاں رہتی ہو تا وقتیکہ بدیوں پر غلبہ حاصل نہ ہو جائے +

ہمارے مذہبی عقائد باری توبہ کی کیفیت اور ہمارے چالچل پر اس کے اثر کی تعین کرتے ہیں۔ اگر ہم اتنا ہی نہیں کر کسی عقیدے پر محض ایمان رکھنا ہی کافی ہے۔ اور اعمال حصہ ایک اُسے کو مفید اضافہ میں تو توبہ بس قدر پر معنی اور موثر نہیں ہو سکتی جیسی کہ مرنے کی چلنے۔ مجرمانہ کرب کی الت جو باؤس کن اور لا علاج ہو گیا نہیں بد اس کے اُمید کی ضرورت ہے کہ ہر ایک انسانی نوع تکمیل کو حاصل کر سکتی ہو اور کھانا جس اس اُنہا نے کو توبہ والا کرنا ہے جو زندگی کا مل نانا توبہ سچی توبہ یعنی علم کا اظہار ہے کہ خدا نے ہر انسان کے بس میں جہت دے رکھی ہے جس کو کہ کئی دانی ترقی کیلئے ضروری ہیں۔ اور یہ کہ اس انسان کا ان قوی کا بجا معرفت اور اس کے اندازے کو پشت ڈالنا ہی گناہ ہے +

ہمارا سچی استعدادیں یکساں نہیں اور اس کو نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری ذمہ داریاں بھی یکساں نہیں مگر گناہ کا معیار ہر حال میں ایک ہی ہے۔ ہمارے لئے اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے اپنے قوی کا صحیح استعمال کیا ہے یا نہیں۔ اگر ہم نے نہیں کیا۔ تو ہم نے گناہ کیا۔ توبہ کا معیار بھی یہی ہوگا۔ اسی ارادہ کو سبب لانے کیلئے سچی کوشش کو فی چاہئے۔ اس کا فضل مانگنا چاہئے۔ بس پھر کیا ہے۔ آئی تو کمال آب و تاب و روشن و مہیا ہو جاتا ہے +

کوئی بھی ایک مزدور سے بغیر تعلیم و تربیت کے ساز سجانے کی توقع نہیں کرنا۔ یہی سطر توبہ کی بھی

فوری کامیابی کی توقع نہیں کیا سکتی۔ قبل اس کے کہ یہ جو غلط ثابت ہو۔ اتنا ہی طرح کو تو رہیں تعلیم تربیت کی ضرورت ہے۔ توبہ کا صحیح استعمال و مفہوم جس میں نہ تو یہ صحیح اصلاح بھی شامل ہو ایک کامیاب روحانی تہیاء پر جس کی قدر و قیمت اس کے استعمال سے بڑھتی ہے۔ یہ انسانی جسم و ارادے کو ایک پرانہ اور نئے جذبہ حیثیت سے ایک خوشی اور روز افزائی کی طرف جو خدا تعالیٰ نے اس کے لئے ارادہ کیا ہے لے آتی ہے +

اس سوال کا جواب کہ توبہ کے بارے میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر کہاں فوقیت ہے؟
 انسان کو اسلام اصلاح و اندرونی تبدیلی کو بھی توبہ کی علامت ٹھہراتا ہے۔ میرے توبہ کے مفہوم میں اصلاح بھی شامل ہے۔ توبہ جس کے بعد چالچل میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اگرچہ بعد از تبدیلی نئے اجتلاؤں میں مبتلا ہو جائے محض انفعال ہے۔ توبہ کے صحیح مفہوم میں اصلاح بھی شامل ہے۔ اور اصلاح کے بغیر گو اس میں کمزوری آجائے توبہ توبہ نہیں کہلا سکتی۔ اسلام ہی بات پر زور دیتا ہے کہ عمل اور نیت وہ چیز ہے جس کو چالچل کا ہندازہ ہو سکتا ہے۔ نہ بانی قبل و قابل صبر و عبادت کے ہمراہ عمل نہیں کھتی توجہ کیلئے ہرگز مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔ اسلام تمام دنیا کے مذاہب اعلیٰ پایہ رکھتا ہے۔ اور محض عقائد پر ایمان رکھنا نجات کا دار و مدار نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ نہایت سادگی و وضاحت سے اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر ایک انسان دامن یا کافور اس دنیا یا آخرت میں اپنے ہی اعمال و اپنی عاقبت کی تعیین کرتا ہے۔ جس سے کوئی چیز سادہ اور بڑھتی نہیں ہو سکتی +

اسلام کی ریویو: عیسوی کلیسیا جیسا مذہب کہ ایمان کو ہی نجات کی کئی سمجھتا ہو اور

اعمال کو ایک ناکارہ شے کی طرح پس پشت ڈالتا ہے جیسا کہ مارٹن لوتھر کا خیال ہے کہ توبہ کو الفحالی و مترادف سمجھ گیا۔ اگر ایمان جو بہر حال ان کا ایک فعل ہے نہ سب کی تمام ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کے توبہ نہ سمجھا جائے لیکن اسلام میں ایمان بغیر از عمل ایک بے سود شے ہے۔ اور اسی لئے توبہ بغیر از صلہ یا بالفاظ و کلام اس کی جگہ پر ایسا آنا جہاں سے کوئی غلط سمجھ نہ پڑ گیا تھا۔ ایک نئے معنی چیز ہے۔ یہاں سے قرآن کو پلٹ جاؤ۔ کہیں ایمان کا ذکر بغیر از عمل نہ پاؤ گے۔ وہ جو کامیاب لگتے ہیں اور اعمال صالحہ کرنے میں ان کے لئے جنت ہے جس کے شے نہر میں جاری ہو گئی۔ مضمون جو قرآن کریم میں سمائی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے بار بار

کہا گیا ہے جو کما حقہ جتنا ہے کہ یہ سمجھنا باغاط نہیں فرمت میں ہیں گے ہمارے ایمانیات ہی میں جی
ہمارے اعمال دائمی بہترین کیسے کی گئی۔ خود بیان کا لفظ جو عربی میں عقیدے کا قائم مقام ہے
ہمارے ہی پر معنی ہو اس کے معنی عقیدے نہیں جو ایک دماغی اختراع ہے بلکہ اس کے معنی ایسے
عقیدے کے ہیں جس کا اظہار اعمال کو کیا جائے۔ وہ زبان و قرآن میں اس کی سچائیوں کے سکھانے
کے لئے استعمال کی گئی ہو اور بعض اوقات وہ خاص الفاظ جو ایک خاص خیال کے اظہار کے لئے منتخب
کئے گئے ہیں بذات خود اس قدر صحیح ہیں کہ کسی شرح کے محتاج نہیں۔ وہ تمام الفاظ جو قرآن مجید
کیلئے استعمال کئے گئے ہیں ان کے لفظی معنی خاص صُور و صلیحہ ہونا یا سجاوہ کرنا ہے یا بالفاظ
و مجر خلاصہ و زری کرنا ہے خاص تجویز کردہ صُور و میں رہنا اسلام میں بھی ہو۔ اور ان کو متجاوز کرنا گناہ
اگر قرآنی اصطلاح میں گناہ کی یہ تعریف ہو کیا یہ اس امر کیلئے کافی نہیں کہ اسلامی نقطہ خیال سے
توبہ کو مراد غلطی پر مقرر ہوتے ہوئے اظہار و شہادت نہیں بلکہ اس کو مراد اپنے نفس قدم پر اس مقام پر آنا
ہے جہاں توبہ پھر گئے تھے۔ بہر حال اس امر پر غور کرنا دلچسپی کو خالی نہ ہوگا۔ کہ عربی لفظ توبہ
جو قرآن میں Repentance کے لئے استعمال کیا گیا ہے کے بھی لفظی معنی رجوع کرنا ہے پس
جہاں ذنب۔ اشد جرم (عربی الفاظ جو گناہ کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں) لفظی طور پر تجاوز
کرنے یا منزل مقصود پر ہٹ جانے کے مفہوم کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ وہاں توبہ اپنی ریپنٹنس
کا مفہوم اس مقام کی طرف پھر رجوع کرنا ہے +

خدا کی صفت ثواب یعنی بخشش کے بھی لفظی معنی بڑا رجوع کرنا ہوا ہیں جس کو اسلامی نقطہ
خیال کو خدا کی صفت بخشش کی وسعت ظاہر ہوتی ہے۔ جو کہ ہر ایک کے اعمال پر منحصر ہے۔ اَللّٰہُمَّ
خدا کی مدد و توجہ و ذکر و مہمے۔ تو وہ بھی اپنا مہمہ تم کو پھر لیگا۔ اور تم خدا کی لعنت کے نیچے آ جاؤ گے۔
لیکن اگر تم اسی طرف رجوع کرو گے تو وہ بھی جو کہ لیگا۔ کیونکہ وہ بڑا رجوع کرنا ہوا ہے۔ یہ کہ تم صلیحہ
لئے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم خدا کی طرف ایک فرماؤ گے۔ تو وہ تمہاری طرف ایک میل آئیگا۔ اس کا
فضل اور اس کا غضب تمہاری طرف پڑے گا۔ کیا صحیفہ قدرت بھی اسی سچائی کی تصدیق میں
کرتا ہے۔ مگر تم اپنی کھڑکی کو بند کر لو۔ تو تم دُھوپ اور روشنائی کو محروم ہو جاتے ہو۔ تمہارا اپنا
فضل خدا کے ایک فعل کا باعث بنتا۔ اور اس مثال میں وہ فعل تاریکی ہو۔ مگر یہ فعل تمہارے کھڑکی

کے بند کرنے کے عین برابر ہے۔ لیکن کھڑکی کو کھول دو تو تاریکی کے مقابل پر دس گنا دھوپ اور روشنی آجاتی ہے۔ اور لیٹم البدل بھی تمہارے ہی فعل کا نتیجہ ہے۔ قرآن خدا کی کتاب بھی یہی کہتی ہے کہ تمہاری ایک بدی کے عوض اتنی ہی سزا دی جائیگی۔ لیکن تمہاری ایک نیکی پر دس گنا نیکوئی اس کو بھی زیادہ اجر دیا جائیگا۔ ”جبرستی سے مغرب میں نہ بٹنے نجات کا ایک نہایت ہی اودھورا اور غلط نقشہ پیش کیا ہے ہمارے نزدیک نجات سوا دھماکے تو معنی کی تکمیل ہو جس کے لئے ہمیں ایک خاص نصا پر عمل کرنا ہو۔ اسی لئے اپنی ترقی کے لئے ہر ایک قدم جو صراطِ مستقیم کو ادھر یا ادھر پڑ گیا ہے واپس لینا ہو گا۔ کوئی ملامت اور پشیمانی ایک مسافر کو اس مقام پر کہ جہاں منزل مقصود کا سیدھا راستہ واقع ہے۔ اور جہاں سے وہ بھٹک گیا ہے واپس نہیں لاسکتی بلکہ لازمی ہو کر وہ وہاں پر ہو کر اپنا سفر پھر شروع کرے۔

”کرس“ جسے عربی میں لعنت کہتے ہیں اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لفظی معنی خدا کے فضل اور رحم اور ان مقامات پر جہاں اس کے رحم کی بارش ہوتی ہو دور ہوتا ہے۔ کیا ہمارے سیارے پر بعض مقامات مثلاً صحرا ایسے واقع نہیں ہوتے۔ جو کہ اپنی سیرابی کے لئے بادل اور مینہ کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکے۔ اور اگر بارش خدا کی ایک نعمت ہے تو کیا یہ مقامات اپنے گرد و فراخ کے باعث لعنت کے شے نہیں ؟

حضرت محمد مصلم کی شخصیت

(از جناب سید الشہداء محمد حسین)

ایک ہفتہ وار اخبار نے تھہڑے دن چھوٹ گیا۔ شہور شخصیت کو پوچھا کہ ان کے نزدیک دنیا میں سب سے بڑی طاقت کیا ہے ان میں سے چار نے بتلایا کہ محبت۔ ایک نے کہا کہ نیک نیتی۔ ایک دوسرے صاحب نے لکھا کہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کا خیال۔ اور ایک مشہور فرانسیسی نے انسانی جہالت کو سب سے بڑی طاقت قرار دیا۔ اور ساتھ ہی لکھا کہ انسان کی عقل بہت جلد سب سے زبردست طاقت ہو جائیگی۔ باقی چار نے شخصیت کو ایک زبردست ترین طاقت قرار دیا۔

چنانچہ آخر الذکر اشخاص میں سے کوئی نہ کھتا ہو کہ دنیا کے ناممکن البسیان عجوبات میں سے ایک چیز شخصیت ہے اور پھر کھتا ہے کہ زبردست شخصیت دنیا میں حیرت انگیز کام کر سکتی ہو اور کہتی ہے یہ تمام باتیں جن کا ذکر کیا گیا۔ ان معاملات میں جو ہم دیکھتے ہیں اپنا اپنا مقام رکھتی ہیں۔ جذبات اور واقعات کے سامنے نامقرر کر رکھے ہیں تاکہ ان میں تمیز ہے۔ اور یہ سب ملکہ انسان کی حیات کا تانا بانا ہیں۔ لیکن غصہ اور اسافکر بخور کرنے پر کھلبلی لگ کر محبت نیک نیتی۔ جہالت اور بہت سی ایسی قسم کی صورتیں اور صفتیں اس محبوبہ کے شخصیت کمنے میں فقط ایک جزو ہیں +

شخصیت ہی انسان کے پانچوں کالیب ہے۔ شخصیت ہی عملی خلق و چلن ہو ایسی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اسی کو دوسروں پر اثر پڑتا ہے۔ اور اسکی خصوصیات کے اظہار کے مطابق کشش یا نفرت ہوتی ہے۔ یہ خصوصیات و صفات خواہ کیسے ہی ہوں ان کا اثر دوسروں پر خصوصاً جو کمزور ہوں پڑتا ہے +

ہر ایک گروہ میں کیئی نہ کوئی رہنما ہوتا ہے خواہ وہ ایک امیر میں سرگروہ ہو۔ اور خواہ زیادہ میں معمولی ذیابوی کاروبار میں دیکھا جاتا ہو کہ ایک زبردست شخصیت یا خصوصیت رکھنے والا خاص کاموں میں یا تحصیل کوڈ اور نفرت کے اشتغال میں یا علم کی کسی خاص شاخ میں رہبر ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مجلسوں اور انجمنوں میں ایک نہ ایک شخص ضرور ایسا ہوتا ہے جس کی طرف سب کی نگاہ اٹھتی ہے۔ جس کی تمام عزت کرتے ہیں۔ اور جو ان کے کام خواہ وہ کیسے ہوں چلاتا ہے۔ وہ شخص اسلئے دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے کہ وہ زیادہ قابل ہو۔ ان کا علم وسیع تر اور انکی لیاقت بہت بڑھی ہوئی ہو۔ اسی لئے صائب اور وہ جلد معاملات کا تصفیہ کر کے فوراً عمل پیرا ہوتا ہے جس کو یقینی اور صحیح نتائج میں تھمے ہیں اور اس میں عملی درجہ کا اخلاقی ہمہ ردی انصاف حیانت اور سرگرمی ہو۔ دنیا میں بہت غصہ انسان میں جنہیں نیام باتیں پائی جائیں۔ اکثر میں یہ صفات باہم پانی ہی نہیں جاتی۔ لیکن ایک کافی حصہ ایسا بھی ہو جو ان صفات کی وجہ سے اسے دیگر عجبوں پر سبقت لیجاتا ہے +

وہ چھوٹا سا گروہ جن کی رویت اور چلن پر ان صفات کا یا انہیں جو بہت سی صفتوں کا ثبوت ملتا ہے وہ قوم کے مینڈا یا مولیٰ یا پیغمبر ہوتے ہیں۔ عام لوگ تو قلیل تعداد پر اثر رکھتے ہیں لیکن یہ گروہ ہشمار لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ انکی خیالات کو تبدیل کر دیتے ہیں اور ان میں ایک نئی رُوح پھونک کر ان کے عادات اور رسومات بالکل الٹ دیتے ہیں۔ ان کی تعلیمات اور نمونے انسانی قوموں کے اعتقادات اور اعمال کی پشت و پشت بنیاد بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ صرف اپنے ہی زمانہ کیلئے نہیں سچتے بلکہ ہمیشہ کے لئے مُصنّفوں اور مورخوں نے نوعِ شخصیت کے بارے میں شاذ و نادر ہی ذکر کیا ہے جس کی وجہً لبا یہ خیال کی گئی ہو کہ یہ ایک عارضی بات ہے اور حالات زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہو اس کے متعلق کہا جاتا ہو کہ یہ ایک مجموعہ خیالات ہے۔ جو کہ غیر مستقل ہو نیز یہ بھی لکھا ہو کہ وہ واقعات زندگی ہمارے دماغ کے سامنے پیش ہو کر قوتِ حافظہ کے سپرد ہوتے ہیں۔ اور تمام سلسلہ یادداشتوں کا ہیئت مجموعی شخصیت کہلاتا ہو انسان کی شخصیت اسکی زندگی کی تاریخ اور اسے تجربات کا مجموعہ ہے۔ یہ بھی لکھا کہ شخصیت بروقت نئے حالات کے مطابق چلنے کی طاقت کا فقط نام ہے۔

بادی النظر میں انسان کی شخصیت کا مسئلہ ایک مہمل سا نظر آتا ہے۔ اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بحث کرنا بہت مشکل ہو۔ لیکن بعد میں یہ مشکل بالکل سطحی دکھائی دیتی ہے۔ شخصیت۔ مجموعہ خیالات سے بالاتر چیز ہے۔ پھر ان خیالات کا اظہار ہر انسان اپنے الفاظ اور اعمال سے اپنے چال چلن اور اخلاق کو ہم پر ظاہر کرتا ہے۔

شخصیت کی تشریح۔ ان صفات کی گویا داستان و اظہار ہر جن کے اجتماع سے وہ طاقت پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگوں کو کھینچتی ہو۔ اور ان کے دل میں محبت اور مادہ تقلید پیدا کرتی ہو۔ اور اس شخص کو ہمیں وہ طاقت ہوتی ہے۔ دیکھو اشیاء خاص سے بالا کر دیتی ہے۔

مسئلہ عیسوی کے اخیر میں دینیہ منورہ کی گلیوں میں ایک نہایت خوبصورت

نوجوان طہمت پھرتا دکھائی دیتا ہے۔ یعنی وہ جوان ہیں اس قسم کے صفات متمیز طور پر نظر آتے ہیں جو اعلیٰ ترین اور شریف ترین شخصیت کا خاصہ ہیں۔ اور جس کی نظر فوراً دور قی ہے۔ اور انسان کہ اٹھتا ہو کہ وہ عبد اللہ کا لڑکا جا رہا ہے۔

اس نوجوان کے لئے مقدّر تھا کہ وہ ایک قوم کو از سر تا پا چند سالوں میں ہلا دے۔ اور انسانی خیالات کی رو کو تبدیل کر دے۔ ان کے تمدن میں نئی زندگی ڈال دے۔ ان کے احوال اور ان رسومات کا مقابلہ جو صدیوں کو متبرک خیال کی جاتی تھیں صفا یا کر دے۔ اور قوم کو غفلت سے جگا کر ان میں جیتی چھوٹکندی۔ اور اسے ایسی راہ پر گھرا کر دے۔ جس پر حکم وہ حکمت اور تہذیب تک پہنچ جاویں نیز اس قوم میں ایسی روح پیدا کر دے جو اسے دنیا کی دیگر اقوام پر فوقیت دے۔ اور اسے جہالت کی تاریکی سے نکال کر روشنی میں لائے۔ اور توہمات۔ ہر کاری اور بُت پرستی کو چھڑا کر تعلیم سائنس صنعت و حرفت۔ نیک اخلاق اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف لیجائے۔ اور اس طرح گندمی اور ذلت کی زندگی سے نکال کر انہیں پاکیزگی اور ترقی کی راہ بتلائے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس جوان کی تاریخ افسانہ سے بھی عجیب تر ہو۔ گویا ایک صحیح واقعہ داستان سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔

حضرت محمد جیسا انسان ہی دیگر لوگوں میں اپنا سا اخلاق پیدا کر سکتا ہو آپ نے وہ اخلاق صرف ان لوگوں ہی میں پیدا نہیں کئے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بلکہ ان میں بھی جو آپ کے متعلق پڑھتے یا سنتے تھے یا آپ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مطالعہ کرتے تھے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ لین پول صاحب نے ایک جگہ تحریر کیا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سوانح پڑھنے والا کوئی ہی ایسا شخص ہوگا جو آپ سے محبت نہ رکھے۔ اور جو انسان دیانت ہمت اور جوش کی قدر کر نہ لے۔ وہ آپ کی قدر کرنے سے رُک نہیں سکتے۔ آپ کی شخصیت بڑی زبردست اور سب پر غالب آنیوالی تھی۔ کیونکہ وہ ان تمام صفات کی تفسیر ہے جو نسل انسانی کو ہر ایک اعلیٰ ترین اخلاق کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور جس انسان کی اشرف اور برتری اوج کا ثبوت ملتا ہے۔ پس ایک ہی انسان میں ہم اُس قسم

اسکی اعلیٰ شخصیت کو پاتے ہیں جو خیال میں آسکتی ہو لیکن وہ انسان جو اس قابل ہو اور جس کے لئے مقدر رضا کردہ انسانوں کی رہبری کرے۔ اپنے بھائیوں کے اخلاق اور خیالات کی اصلاح کرے۔ مسکو بلندی کی طرف لیجائے۔ اور باوجود ان کی نرالی عادات کے انہیں ترقی کی راہ دکھلاے اور اس طرح ان کی زندگی بہتر اور پاکیزہ بنائے۔ آپ نے نہ صرف اپنے زمانہ کے لوگوں پر ہی اثر ڈالا بلکہ آپ کے بعد کے انبیوالی پشتوں پر بھی اور ان میں اسے خیالات پیدا کر دیے۔ جو ہمیشہ عروج کی طرف لیجاتے ہیں +

زمانہ ماضی کی تصویر پر اگر ہم نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے دور کے حصہ پر ایسی شکلیں دکھائی دیتی ہیں جو ہم کو صدیوں پہلے کی ہیں وہ بری بڑی ہیں مگر وہ صندی نہیں اصلی صورت میں ظاہر کرنے کیلئے ہم اکثر نادانستہ ان کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان میں نہیں لیکن جس شخص کے متعلق کوئی فیصلہ دیا جاتا ہے۔ اس کے ہم مصدوں کی رائے اور کارروائیوں کو جو شہادت بہم پہنچتی ہے اسے کسی قسم کا تغیل تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی طرح کی نکتہ چینی اسکی تردید کر سکتی ہو جو باتیں ہم مصدوں کے ذریعہ پہنچتی ہیں وہ آئندہ کے لئے رہنمائی کرتی ہیں بشرطیکہ اپنی صفائی اور متانت کے ساتھ مؤرخانہ نکتہ چینی کیجائے +

کسی مذہبی معلم کے خیالات کی نسبت اس قدر واقفیت بہم نہیں پہنچ سکتی جس قدر کہ پیغمبر اسلام کے متعلق۔ کیونکہ آپ کے ہمراہی آپ کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ مثلاً آپ کے روزمرہ کے کام۔ آپ کی گفتگو۔ اور ان سوالاٹکے جواب جو مذہبی عبادت یا امور سلطنت کے بارے میں مختلف رنگ میں آپ کے سامنے پیش کئے جاتے تھے ہمیں آپ کی عادات۔ آپ کی رفتار۔ لباس عبادت اور دیگر آپ کے ایسے امور کے متعلق بھی علم ہو جو کہ نہایت خفیف نظر آتے ہیں۔ اور یہ سب آپ کے اصحاب نے اسلئے کیا کہ انہیں آپ سے محبت تھی۔ لیکن ہم تک کسی دوسرے مذہبی معلم کے اہم یا خفیف حالات زندگی اس قدر تفصیل کے ساتھ نہیں پہنچے۔ عہدہ رسالت پر مامور ہونے سے پیشتر ہی آپ کی قابلیت۔ آپ کا انصاف

اور وفاداری آپ کی رہنمائی اور آپ کی سچی دیانت کا ہر ایک عترت کرتا تھا آپ نے خدے واحد کی پرستش کے لئے آواز بلند کیا۔ اور اسلام کو پھیلانے کے لئے مہمت کی۔ اور بڑے استقلال سے لڑنے کا لہجہ کا مقابلہ کیا اور اپنے کثیر التعاد و دشمنوں کی پرواہ نہ کی۔ ان تمام مشکلات کے درمیان آپ نے اپنی زبردست شخصیت کو قائم رکھا۔ اپنے متبعین پر رحم و کرم کیا۔ دشمنوں کو نیچا دکھلایا۔ مجھے کہ آپ کے پر اثر فصاحت و بلاغت اور بی مثال جوش و انداز سے مغلوب نہ ہونے والی روح کے مقابلہ میں بہت پرستی بالکل معدوم ہو گئی۔ آپ کی ہدایات اور آپ کے طرز عمل اور کارنامے ہر زمانہ میں پہنچتے ہیں۔ اور ان کا اثر کم و کما انسانوں پر ہوتا ہے۔ اور جن کی وجہ سے ان کے خیالات نئے سانچے میں جلتے ہیں۔ اور دنیا میں ان کے لئے رہبری کا کام دیتے ہیں۔ اس پر جوش و انداز چلائے گا اثر جو عرب میں سب سے زیادہ بزرگ ہو اس وقت بھی ایسا ہی زبردست ہے جیسا کہ اس وقت جب کہ آپ مدینہ میں تھے ۴

ذرات عالم کا مذہب

تخلیق و عمل روح

جسہ عنصری میں روح کا ظہور اور زندگی کا پیدا ہونا تا حال ایک راز ہے جو علم طبیعیات کو ابھی اس سوخت پہنچے ہیں کہ اس نادر و ناگہانی عمل کی معجزوں کو جہد کر سکیں۔ اور چونکہ روح اور مادہ میں لفظ ہر ایک قسم کا تضاد نظر آتا ہے جو لوگ روح اور مادہ کے ازلی ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ دونوں مختلف ہستیاں ہیں۔ علاوہ ازیں روح پوری نشوونما پانے کے بعد جسم یعنی نظام نامی پر جو جسم انسانی کی صورت میں متشکل ہوتا ہے۔ لال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ روح جسم کو مختلف ہو۔ لیکن وہ اصل نمونہ جسے جان کہتے ہیں ہر ایک نظام میں ہی عمل کرتا ہے۔ اگر روح جسم پر قابو رکھتی ہو تو جان بھی بچان مادہ کو اپنی کامل اطاعت میں لے آتی ہے۔ جان جب ظہور میں آتی ہے تو جسم ہی

ہر ایک چیز کی تنظیم و تسبیح عام کی ذمہ دار ہو جاتی ہے لیکن جان خود بخود اپنے روح کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ پس اگر دو عنصرین کا خیال ہے کہ روح باہر سے جسم میں داخل ہوتی ہے تو دوسرے لوگ جان کے متعلق بھی ایسا ہی خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اور بعض حلقوں میں اس قسم کی آراء کے رواج پذیر ہو جانے کو وجہ مادہ کی حالت مستحکم میں وہ فوری اختیار ہے جو اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جبکہ مادہ نظام حیات میں حالت متحرک ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ اصل نحو اسی مادہ سے پیدا ہوتا ہے جس میں وہ پایا جاتا ہے۔ اور جس پر وہ حکمرانی کرنے لگتا ہے۔ پس مذکورہ بالا خیال کو بلاتامل قبول کر لینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بحلی کا ظہور مسئلہ بحث فیہ کے متعلق ایک عملی مثال پیش کرتا ہے۔ جب کبھی دو خاص وصالوں اور ایک خاص سیال کا باہم اتصال ہو۔ تو یہ بالکل ساتھ ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکی سپلائش ایسی ہی دفعہ ہوتی ہے جیسے کہ وہ اتنا درجہ بعد میں ان شایا پر حاصل کر لیتی ہے۔ تین سو یہ خود پیدا ہوئی تھی۔ یہ قدرتی مقرر قطعاً ثابت کرتا ہے کہ ایسی شایا بھی ہیں جو ان عناصر میں سے وہ مرکب ہوئی ہیں شکل و مضامین اور عناصر میں مختلف ہوتی ہیں۔ تاہم ان شایا میں جن سے وہ پیدا ہوئی ہیں مماثلت تامہ رکھتی ہیں۔

غلا وہ ازیں تمام منازل ارتقاء میں ایک اور امر ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے ہر ایک مادی نظام اپنے سے نچلے درجے کے نظام سے نہ صرف اپنی مابحت حاصل کرتا ہے بلکہ اس پر چھڑانی بھی کرتا ہے۔ انظام و درجہ ارتقا کے درمیان اتنا فرق ہے کہ اپنے سے نچلے درجے کے نظام کو اپنی خواہش حاصل کرتا ہے اور اسکی تنظیم کرتا ہے۔ اور خود اس نظام کا جو سلسلہ ارتقاء اپنی اس سے اوپر واقع ہر شائی اور تابع جاتا ہے۔ مثلاً ہر ایک جاندار کی زندگی کا انحصار دوسروں پر ہوتا ہے اور ان سے استفادہ کرتا ہے جبکہ وہ جاندار حالت میں ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کو منضبط بھی کرتا ہے۔ لیکن جب وہ غیر جاندار مادہ حیوانی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تو مختلف تحریکات اور عنطرات سے متصف ہو جاتا ہے پس یہ تحریکات عملاً اصل نمونہ پر کامل حکومت کر لیتی ہیں۔ اور یہ اصل یعنی جان اس حکومت کے ماتحت اپنی ہستی کو برقرار رکھنے اور اپنی نشوونما کو ترقی دینے کے لئے تمام

سچے حیوانی نظامات کو تباہ کرنے لگتی ہے۔ ان تحریکات کا دائرہ عملی ان کی ابتدائی حالت میں محدود ہوتا ہے۔ لیکن جسم انسانی میں وہ تحریکات جذبات اور رجحانات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور عمل ارتقائی کا ایک اور مرحلہ طے کرنے کے بعد وہ کامل طور پر وہستی بن جاتے ہیں۔ جس کو ہم روح کہتے ہیں۔ روح اس طریق سے پیدا ہو کہ جذبات و تحریکات پر اپنا تسلط جماتی ہے۔ اور وہ جذبات و تحریکات خود کائنات کے دیگر نظامات پر اپنا اقتدار بٹھاتی ہیں۔ بعد دے چند ترقی یافتہ نظامات کا موازنہ کر کے جو خاصہ دشمنان ان اسفیاء کی نوعیت میں ہے۔ جن کو وہ استعمال میں لاتے ہیں۔ دونوں ہی انسانی اور حیوانی اجسام میں تخلیق کا کام کرتی ہیں۔ اول الذکر لاعلمی کے ساتھ اور آخر الذکر۔ اقلیت کے ساتھ کیونکہ جس مادہ پر جان کام کرتی ہے۔ وہ عین ہوتا ہے۔ اور روح کا شخصہ مشق شخصی معرفت ہے۔ الفرض جاو۔ اور روح اس قوت صنعی کے دو مختلف نام ہیں جس پر انسانیت کی تعمیر کا انحصار ہے۔ اور جو مضبوط مضر میں بچھا امتیاز کرتی ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ کوئلہ اور ہیرا ایک ہی مادہ سے بنے ہیں اور دونوں ہی نظاماتِ عجیبہ نامی کو تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی سپیدائش ترکیب و آمیزش عنصری سے پیدا ہوتی ہے امتزاج و تجارب باہمی کو نہیں۔ لیکن عنصر ترکیبی کے اختلاف تناسب کے یہ دو مختلف چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ ایک چوزہ۔ سوڑ اور ایک آدمی ایک ہی مادہ سے بنے ہیں۔ لیکن یہاں بھی افریقہ ہنٹ کی وجہ اجزائے تربی کا جو مادہ کے ان تینوں مرتکبات کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہیں۔ اختلاف تناسب ہے۔ یہاں اجزائے ترکیبی کائنات میں درہم برہم حالت میں موجود ہیں۔ لیکن وہ قوت صنعی جو اپنی ہستی سے ناواقف ہے۔ اور مادہ کی ہر صورت میں موجود ہوتی ہے۔ یضیٰ متناسب قبول اور مضرت رسان بنا۔ اسے رد کرنے میں احتیاط سے گزیر کرتی ہے۔ ایسے ہی تمام انسان یکساں تحریکات رکھتے ہیں۔ چورا و انبیا جسمانی لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں۔ اور یکساں جذبات رکھتے ہیں۔ اور اپنے قلب میں ان کا وجود یکساں پاتے ہیں۔ لیکن وہ قوت تخلیق جو انسان میں موجود ہوتی ہے۔ اور جسے روح کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ موقوف الذکر جماعت میں بہت طاقتور ہو جاتی ہے۔ اور مانی کو انسان کامل بنا دیتی ہے۔ دوسرے لوگوں کے ویسا ہی نہ بن جاتے کی وجہ یہ ہے کہ قوت مذکور کے فعل میں رکاوٹ واقع ہوئی ہے۔

مادے کی اُن صورتوں میں بھی ہم یہی مشاہدہ کرتے ہیں بعض اوقات دوسرے اثرات جان کے فعل کا اثر زائل کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ مرض ہوتا ہے +

پس رُوح - جان اور قوتِ صناعی ایک ہی عامل کے مختلف نام ہیں جو مختلف حالتوں میں اور بالیدہ گی مادے کے مختلف مراحل میں کام کرتا ہے - مسلمان فلاسفہ و ائمہ نے اس بارہ میں نہایت صراحت سے کام لیا ہے - وہ تسلیم کرتے تھے کہ مادہ کی ہر صورت میں رُوح ہوتی ہے - مثلاً اسی ایک قوتِ صناعی کو جو عوام مختلف جمادات نباتات اور حیوانات میں کام کرتی ہر انہوں نے رُوح جمادات - رُوح نباتات - رُوح حیوانات اور رُوح انسان کے نام دئے ہیں +

اس میں شک نہیں کہ رُوح کے متعلق ہمیں بہت قصورِ اعلم ہے لیکن رُوح کے متعلق ہمیں جو کچھ علم ہے کیا جان یا مذکورہ بالا قوتِ صناعی کے متعلق جو اپنے اصل سے بے خبر ہے ہم اس کو کچھ زیادہ جانتے ہیں - کائنات میں لائقِ ادایسی ہشیا ہیں جن کا ظہور و فعل سمجھنے کے لئے ایسا ہی رازِ مستہ ہے - مثلاً برقی قوت - رُوح بھی ایسا ہی امرِ لا یخلو ہے - جیسا کہ جان زیادہ سو زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کا عمل کیا ہے - اردو نیک و بد میں تمیز کرنا ہے - جو کائنات جسم کے بنانے میں پیچیدگی میں کرتی ہو وہی کام رُوحِ روحانیت کے بنانے میں اُنتہ کرتی ہے - اس فرق کی وجہ یہ ہے - جس مادے پر جان کام کرتی ہے - وہ معرفت سے عاری ہے بخلاف اس کے جس مادہ کو رُوح انسانی رُوحانیت کی تعمیر کرتی ہو - وہ انسانی معرفتِ طبعی یعنی وہ مختلف جذبات و تحریکات کا مجموعہ ہے جن کو رُوحِ زقعت دے کر اخلاقیات فلسفہ اور مذہب میں تبدیل کر دیتی ہے - جب رُوح پیدا ہوتی ہو - تو اپنی صناعی حیثیت سے جسم پر داخل ہوتی ہو انسانِ حیوان کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا تھا - اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند و بلند مقامات کی طرف ترقی کرنے کے لئے پیدا کیا ہے - یہ مقصد اس تمیز سے نورِ ہدایت حاصل ہوتا ہے - جو رُوحِ انسانی میں غلطی کے احتمال کے بغیر کرتی ہے - پس گو رُوح میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں - اور اس نئی کیفیت کا مشاہدہ کر کے جو مادہ کی زندگی میں پیدا ہوتا ہے یا اور ایسی ہی سطحی نشانات سے یہ فیصلہ کر لینا کہ کوئی خارجی چیزِ نظامات مذکورہ میں داخل ہو رہی ہے

اور ان نظما ت کی نئی صورت اُن کی طرانی حالت سے پیدا نہیں ہوتی ہے۔ ایک نہایت ہی عا جلانہ اور جلد بازانہ فیصلہ ہو۔ یہ ہمارے علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اور اُمید ہے کہ محکمہ کی آنکھوں کی تسلیں وہ پرزہ اٹھا دینگے جو بظاہر قدرت کے اس فعل کو چھپائے ہوئے ہے۔ ارتقاء کے دور میں ہر ایک ایسی اہم منزل پر جبکہ نشوونما ایک نئی سمت اختیار کرتی ہو مادہ بالکل نئے خصائص و غماثل سے متصف ہو جاتا ہے۔ اصل نمونہ اضطرابات و جذبات اور تہیز جن کو عرف عام میں جان معرفت اور روح کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا نئی سمت کے مختلف امتیازی نشانات ہیں۔ گو ان کا وجود دفعۃً ظہور میں آیا ہو۔ اور ان کی پیدائش طبعیات و کیمیا کی اصطلاحات میں بیان نہ کیا جاسکتی ہو لیکن پیدا وہ اس مادہ سے ہوتے ہیں۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ جان یا روح جسم کے اندر پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ باہر سے داخل ہوتی ہے۔ تو ان تحریکات کی نوعیت کی طرح حیوانی جو پہلی دفعہ نظام نامی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ بھی خصائص کے لحاظ سے جان اور مادہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ وہ دونوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور اعمال ترکیب زندگی میں ارادیتے ہیں۔ کیا ان کے متعلق بھی یہی کہا جائے کہ وہ باہر سے داخل ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ایسی ہی خصوصیات رکھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے جان اور روح کو غار جمی چیز میں مانا گیا ہے۔ آج تک کسی نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا۔ سب سے ہمیشہ سے تسلیم کر رکھا ہے کہ تحریکات و جذبات جسم سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ حیوانی اضطرابات انسانی جذبات میں فرق صرف درجہ کا ہے خصوصاً وہ ایک سے رکھتے ہیں جسم انسانی میں فطری تحریکات شخصی معرفت سے متصف ہو جاتی ہیں۔ کیا شخصی معرفت ہی حقیقتہً وہ شے نہیں جس سے تمیز انسانی جو روح کی صفت خصوصی سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر تمیز کی اصل شخصی معرفت کو قرار دینا درست ہے جو انسانی جذبات کا مجموعہ ہے۔ اور اگر ہمارے جذبات حیوانی تحریکات کی صورت اور ان میں مختلف نشانات نامی و غیر نامی جو جان کے تسلط سے مخصوص ہو جاتے ہیں پیدا ہوتے ہیں۔ تو کیا پھر جسم روح کی نہیں ہے ؟

روح ایک صانع خمیر ہے

انسانی نشوونما کے لئے جو کام روح کرتی ہے وہ بھی اسی تہیہ پر پہنچاتی ہے۔ حیوانی خواہشات انسانی روح کے راستہ میں حائل نہ ہوں۔ تو یہ ہمارے جسم میں صرف صنعت گری کی ایک قوت خیر ہے۔ جو جذبات سفلی کو اعلیٰ اخلاق و روحانیت پیدا کرتی ہے۔ ان جذبات سفلی کو بلند کر کے اخلاق کے درجے تک پہنچایا جاتا ہے۔ اور جب اخلاق کی تہذیب و تربیت اعلیٰ درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس کو روحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اخلاق سے یہ مراد نہیں کہ جذبات و تحریکات کو فنا کر دیا جائے۔ اخلاق کا منشا یہ ہے۔ کہ ان کو قابو میں رکھ کر ان میں اعتدال قائم کیا جائے۔ اور ان کو مناسب مواقع پر استعمال میں لایا جائے۔ یہ کام روح کرتی ہے۔ پس روح ایک ذریعہ صنایع و حیوان کو انسان کامل بناتی ہے۔ اس کا فرض اعلیٰ یہ ہے۔ کہ ہمارے جذبات کے مفید و مضر خصائص میں ایسی تمیز کرے۔ جس میں غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اور ہماری آئندہ ترقی کے لئے اول الذکر صورت کو قبول اور موقوفہ الذکر کو رد کرے۔ کیا روح ہی کام نہیں کرتی جو جان نظام نامی میں کرتی ہے۔ جس طرح جان ہماری ہستی کے جسمانی حصہ کی تعمیر میں مادہ کا نظم و نسق کرتی ہے۔ اسی طرح روح ہماری فطرت کے اخلاق و روحانی حصہ کی نشوونما میں ایک دوسری قسم کے مادہ کا انتظام کرتی ہے۔ ان کا کام ایک ہی ہے فرق صرف نامی ہے۔ جسے راز و رتبہ ہوتا ہے جو عمل کر رہی ہے اس کے لحاظ سے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کا منظر قرار دے سکتے ہیں جس کے ماتحت انسان جو مختلف قوتوں سے مشصف ہے۔ ان کو قوتوں کی تکمیل کرتا ہے۔ قرآن کریم میں جو لفظ آتیا ہے۔ یہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک ہے۔ اور اس کے معنی پیدا کرنا والا۔ قائم رکھنے والا اور ترقی دینے والا ہیں۔ پس انسان کو اپنے رب کے حکم کے ماتحت جس نے اس میں مختلف قوتوں پیدا کئے ہیں اپنے آپ کو ترقی دینا ہے۔ اور یہ حکم روح کے توسل سے عمل میں آتا ہے یہ راز قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت ہم پر منکشف کرتی ہے:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ تم کو لوگ روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ روح بھی میرے پروردگار کا ایک حکم ہے۔ اور تم کو کونسا سراہا آتی ہے اس سے بس تصور ہی سہا

علم دیا گیا ہے (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵)

پس جان اور مجموع جسم انسانی میں قحطے تعمیر ہی ہیں۔ اول الذکر ہماری مادی اور آخر الذکر روحانی تعمیر کرتا ہے۔ لیکن یہ دونوں باہر سے ہمالے جسم میں داخل نہیں ہوتیں۔ وہ مادے کی ارتقاء کی خاص اصل پر پیدا ہو جاتی ہیں +

امرو واقعہ یہ ہے کہ کائنات کا ہر ایک ذرہ اپنے اندر وہ خصائص رکھتا ہے جو روح انسانی کی تعمیر کے لئے ضروری ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کے چہرے پر سو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات بالکل پردہ اٹھا دیتی ہیں :-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْطَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَظْفَةً فِي قَوْلٍ
مَكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النَّظْفَةَ عِلْقَةً ۝ فَخَلَقْنَا الْعِلْقَةَ مَضْغَةً ۝ مَضْغَةً
فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عِظْمًا ۝ فَكُسُونَا الْعِظْمَةَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خُفًّا ۝
أَحْمَرًا ۝ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ أَنْكَلْنَا لَعْنَةَ الْكَافِرِ
لِمَيْتُونٍ ۝ ترجمہ - اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر ہم ہی نے اس کو حفاظت
کی جگہ یعنی عورت کے رحم میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے
لو تھڑے کی بندھی ہوئی بنائی۔ پھر ہم نے بندھی ہوئی کی ہڈیاں بنائیں
پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔ پھر آخر کار ہم ہی نے اس کو گویا بالنگل دوسری سی مخلوق کی صورت میں
بنا کر نکھڑا کیا۔ پس مبارک ہو ذات اللہ تعالیٰ کی جو سب سے بہتر خالق ہے۔ پھر اس کے بعد ہم کو مرنے کا
سورۃ المؤمن آیت ۱۲ تا ۱۵

مندرجہ بالا آیات بوضاحت پتہ لگتا ہے۔ کہ جسد انسانی اول زمین سے مٹی کے
ست سے بنایا گیا۔ اور جیسا کہ قرآن کریم ایک اور مقام پر فرماتا ہے کہ زمین ایک گیس کے
جھلنے سے پیدا ہوئی اس طرح ایک اور مقام پر قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ یہ گڑہ ارض اول
اول حالت سیال میں تھا۔ اس مسئلہ پر مزید بحث کرنا ہمیں اصلی بحث سے بہت دور لے جائیگا
جس کی ضرورت نہیں۔ پس ہم اس عقیدہ رکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی روداد گڑہ
ارض مادہ کی ایک ارتقائی حالت ہے جو جلتی ہوئی گیس سے پیدا ہوئی ہے۔ اور انسان کی

پیدائش مابعد کے ارتقائی عمل کا نتیجہ مختلف منازل ارتقا کے ذکر میں مندرجہ بالا آیات میں دو حروف عطف شمر اور ف استعمال ہوئے ہیں۔ اول الذکر عربی میں اس جگہ استعمال ہوتا ہے جنہاں کسی خاص فعل کے دو مدارج یا مراحل کے درمیان کوئی وقفہ یا مدت واقع ہو۔ اور آخر الذکر اس جگہ جہاں ایک مرحلہ دوسرے مرحلے کے بعد بغیر وقفہ کے آئے۔ اسی وجہ سے آیات مندرجہ بالا میں سدا لہم من طہین اور لطفہ کے درمیان جو ایک دوسرے سے سخت فاصلہ پر پڑے ہیں ضم آیا ہے۔ لیکن لطفہ کے قرار پکڑنے سے گوشت بننے تک ایک مرحلہ کو دوسرے مرحلہ سے ملانے کے لئے فا کا حرف استعمال ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر فم حرف عطف آیا ہے جبکہ لطفہ گوشت اور پٹیوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور اس منزل کو دور ہے جبکہ سہیں رُوح آجاتی ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ شعثا غبرا لفظا لفظا خلیقاً آخر میں اس نئی صورت ہستی کی طرف اشارہ ہو جو انسان اختیار کرتا ہے لیکن یقیناً نینئی صورت باہر سے ہم میں داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہی باہمی ذات میں مضمر ہے +

یہی ایک خیال رُوح اور جسم ایک نہیں بلکہ دو متفرق ہستیاں ہیں مختلف نہ اسب طریقت کے فلاسفہ میں لانتہا اختلاف آراء کا باعث ہوا ہے۔ جس کو انسانی ہیود ہی بہت نقص واقع ہوا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور خیال تناسخ یعنی آدم گون کا مسئلہ ہے۔ ان مسائل نے لوگوں کو کھوتوں پریشان رکھا ہو۔ کہ یوگ۔ کہ فارہ۔ کہ بہانیت اور دیگر لالینی و غلط رشتوں سے اطمینان قلب کی جستجو کریں۔ ان کا خیال تھا کہ رُوح اور جسم کسی قسم کی مشارکت نہیں لھتے۔ بلکہ جسم نے رُوح کو گرفتار کر رکھا ہے۔ اور حقیقی نجات یہ ہو کہ رُوح کو اس غلامی سے آزاد کیا جائے۔ ہر قسم کے انسانی جذبات کو پامال کرنا بڑا ہی متحسن سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کم روئے زمین پر گرد و انسانی کے مختلف طبقات میں طرح طرح کی رہبانیت پاتے ہیں۔ یہ بھی اس تعلیم کا جو بیہ کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے ایک بھاری نقص ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا منشا یہ ہے۔ تمام دنیاوی تعلقات کو منقطع کر دینا ہی سبھی جذبات و خواہشات کو پامال کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہذا اس چشمہ راحت جاودانی تک پہنچنے کا یہی ایک بہتر ذریعہ رہا رہی ہے۔ یعنی رُوحانی پاکیزگی کا حصول تمام دنیاوی تعلقات کو قطع کرنے سے ہی ممکن سمجھا گیا۔ جو ہر سچا

مختلف نظریات عقیدہ جو پس پیچیدہ کہ روح اور جسم دو مختلف ہستیوں میں مختلف قسم کی سائنسیوں کا بانی ہوا۔ اور روحی کلیسیا نے خالقوں کا سلسلہ بھی روحانی یہودی کے لئے جاری کیا۔ جس کے ساتھ تجربہ ایک لازمی شرط قرار پائی۔ ایسی طریقہ تئیں کبھی بھی اعلیٰ اخلاق کی تربیت کا ہر ثابت نہیں ہوئی ہیں بلکہ برضات اس کے ان کو اخلاقی امراض پیدا ہوئی ہیں اور یہ سب تہذیب تمدن کی ترقی کے راستے میں رُسکاوٹ کا باعث ہوتے رہے ہیں +

بعض محکومہ منوعہ

میں پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مادہ اپنی ہر ایک ارتقائی منزل میں اپنی آئندہ ترقی کے لئے اپنی خوراک ارتقا و مادی کی اس صورت سے حاصل کرتا ہے۔ جو سلسلہ مارلغا میں اس سے نیچے درجہ پر واقع ہو۔ جہاں عالم نباتات حیوانات کو ان کی خدا کا اکثر حصہ بہم پہنچاتا ہے۔ وہاں حیوانات بھی کسی نہ کسی صورت میں انسانی دسترخوان پر آکر منہایت اعلیٰ غذا بہم پہنچاتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک عالم انبیو اے عالم کی پیدائش کے لئے بطور بنیاد رکھے گئے ہیں۔ بالخصوص اس مادہ میں جو ایک ارتقائی حالت کو اس سے نچلی حالت سے نمایاں تمیز و تفریق کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر جو چیز دو ارتقائی حالتوں میں جو ایک دوسرے سے اوپر نیچے ہوں تفریق کرتی ہے۔ مزید ترقی کو عمل میں لانے کیلئے بطور بنیاد کام کرتی ہے۔ انبیو الی عالم میں جو عنصر نیا ہے وہ اس چیز سے پیدا ہوگا جو اس نے والے عالم کو ملحقہ نچلے عالم میں اور موثر الذکر سے نچلے عالم میں وجہ امتیاز ہے نباتات کی نہایت ہی ترقی یافتہ مخلوقوں میں حرکت کی قوت پائی جاتی ہے۔ جو ترقی پاکر عالم حیوانات میں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ لیکن معرفت طبعی حیوانی زندگی کا امتیاز خصوصی ہو معرفت طبعی متعدد تحریکات و اضطرابات کو بنتی ہے۔ جو انسان اور حیوانات مفصلی میں مشترک ہوتی ہیں۔ یہ تحریکات نظم حیوانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور عالم نباتات اور عالم حیوانات میں وجہ امتیاز ہیں۔ اور جسم انسانی میں مزید ترقی کے لئے بطور تمیزی سالہ کے کام کرتے ہیں۔ یہ جذبات بعض حیوانات میں کامل طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن حیوان کو انسان بنانے کیلئے ضروری ہے کہ ان جذبات کی تہذیب تربیت کی جائے۔

اور ان کو حد اعتدال میں رکھا جائے۔ بجز حی طبع ہی۔ لیکن یہ اسکی اخلاقی خوبی نہیں ہے۔ بلکہ ایک فطری تحریک ہے جس کو صلی اخلاق کا جامہ پہنانے کیلئے اعتدال پر لانے کی ضرورت ہے۔ درندے جندی اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نباتات و حیوانات عموماً حلیمی و بذولی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر اُدھٹ اپنی بلند ہی پر غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ تو گائے بھی یہی جذبہ پورے طور پر رکھتی ہے۔ اور اگر جذبہ کو اعتدال کے ساتھ عمل میں لایا جائے تو سچی حلیمی اور انکساری بن جاتی ہے۔ سُور شہوت نفسانی کا مجسمہ اور ارذل ترین فطرت کا منظر کامل ہے۔ یہ حیوانات ایک مادہ کے مختلف مرکب ہیں لیکن شکل اور نباتات کا فرق اس اندازے اور تناسب کے فرق کو پیدا ہوتا ہے جس سے ان کے صلی عناصر منتخب ہو چکے ہیں۔ پس حیوانی زندگی میں عناصر کی ہر ایک مختلف ترکیب مختلف جذبات پیدا کرتی ہے اور جہاں کہیں بھی وہ ترکیب موجود ہوگی وہی جذبات اس کو پیدا ہونگے۔ لہذا ان جانوروں کا گوشت جن میں جذبات اپنی بدترین صورت میں ظہور پاتے ہیں۔ انسانی خوراک کا جز و نہیں بننا چاہئے۔ ان حیوانات کے اخلاق جن کا ہم گوشت کھاتے ہیں ہمارے اخلاق پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مذاہب نے بعض جانوروں کا گوشت محرم و منوعہ کے زمرے میں داخل کر دیا ہے +

الغرض ان مختلف تحریکات و جذبات کو جو حیوانی اجسام میں قی پاتے ہیں اعلیٰ اخلاق حسنات تک رفعت دینے کی ضرورت ہے نہ صرف امن عامہ پیدا کرنے کیلئے بلکہ صلی انسانیت پیدا کرنے کے لئے جو اپنے کمال پر پہنچ کر مزید ترقی یعنی حیات بعد الموت کیلئے بطور بنیاد کے کام کرتی ہے لیکن رفعت دینے کا فعل ہمارے علم متعلق اندازہ اعتدال پر منحصر ہے۔ جو مختلف صورتوں میں ملک کی اُکلی ہر ایک منزل ارتقاء میں جو وہ اقل الخلیقۃ ذرات کے انسانی جسم تک پہنچنے میں طے کرتے ہیں رہنمائی کرتا ہے۔ اگر قوت صنعی اس اندازہ کو مفید و منفرد میں تمیز کرنے میں ناکام رہے اپنے سامنے رکھتی تھی اس سے حرج واقع نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انسانی جسم تک پہنچنے تک نشو و نما غیر درک تھی۔ لیکن انسانیت اپنے ساتھ ایک نیا مقام آغاز لاتی ہے۔ یعنی معرفت طبعی و ترقی کر کے کچھ پیدا

کہنا ہے۔ اور ضرور ہر کوئی تصنعی و افستہ اور تدبر کے ساتھ کام کرے۔ اور کسی نہ کسی قسم کی معرفت اسکی رہبری کرے یعنی ذات باری تعالیٰ الہام کے ذریعہ اسکی یاوری کرے۔ اگر بارش مادی صورت میں اور ہوا سلسلے آتی ہے کہ مادی نظام کی تعمیر کیلئے جان پیدا کرے جو انسانی جسم میں پہنچ کر تکمیل پاتی ہے۔ مزید ترقی جو عقلی اور روحانی ہے۔ ایک روحانی دانش چاہتی ہے۔ پس قرآن کریم اپنے آپ کو اور دیگر کتب مقدسہ کو بارش سے تشبیہ دیتا ہے۔ اس مضمون پر آئندہ بحث ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ۛ

فلسفہ کا مذہب

(مترجمہ جناب غلام مصطفیٰ خان صاحب بی۔ اے علیگ)

نوع انسان کی تہذیب و تربیت میں فلسفہ نے ہمیشہ ایک اہم حصہ لیا ہے۔ اس نے زندگی کے راز سر بہت پر ایک نظر غائر ڈالی ہے۔ اور اس متنازعہ زندگی کو کم و بیش سمجھ کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ازمنہ قدیم کے ہندو فلسفہ نے ہندو قوم کو زمانہ گزشتہ میں بخت جلال کے آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ اور جب ہندو فلسفہ کی مشہور چھ طریقوں کا ہندو سرور تھا۔ تو اس قوم کا جلال بھی خاک میں مل گیا۔ یعنی سلطنت روم کی عظیم الشان عمارت کی تہیاد فلسفہ جبریت پر تھی۔ اس فلسفہ کا مرکزی اصول زندگی کے رنج و راحت کی کلی سے اعتناعی تھا۔ یہ مسئلہ ہندو فلسفہ کے مسئلہ مایہ سے کسی قدر مشابہ تھا۔ جس کی تعلیم یہ تھی کہ جو چیزیں ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں وہ از خود کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ بلکہ انکی ہستی محض ہمارے دہم اور ہمارے تخیل کا نتیجہ ہے۔ فرقہ جبریت کا عقیدہ تھا کہ زندگی کی رنج و راحت سوائے دہم کے اور کچھ نہیں جس کو ہمارا دماغ خود پیدا کرتا ہے۔ چونکہ مسئلہ امر واقعہ کے خلاف تھا۔ لہذا عملی زندگی کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں تاہم سینیقہ نے جو فلسفہ جبریت کا بہت بڑا اثر رکھتا ہے انکس کی تعریف اور قبول کی نہ مت میں ایک مقالہ لکھا تھا۔ لیکن وہ خود اس قدر متمول تھا کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا متول انسان

ہوا ہو۔ وہ غربا کی کم مایہ جھونپڑیوں کی قرلیف کرتا تھا لیکن اس کے اپنے عظیم الشان محلات آسمان سواہتیں کرتے تھے۔ وہ گمنامی کو سراہتا تھا۔ لیکن خود عملاً سلطنتِ روم کے تخت کا امیدوار بننا ہوا تھا یعنی اس کا تمام فلسفہ تصنع اور بناوٹ محض تھا۔ یا تو یہ فلسفہ اس کی زبان پر تھا۔ یا اس کی کت ابوں میں۔ لیکن عمل میں کبھی نہ آیا۔ اس کی عملی زندگی پر اس فلسفہ کا کوئی اثر نہ تھا۔ اس کو کسی دوسرے پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ حقائق زندگی محض تخیل کے زور سے مٹائے نہیں جاسکتے۔ جبریانہ پررب زبانی خواہ کتنی ہی ہو ایک بیوہ کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتی کہ اس کے پیارے خاوند کی افسوسناک موت کے راحت و خوشی کا سرچشمہ تھا۔ کہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا ہے۔ قصہ مختصر ہندو ظلمت کا یہ پُرانا فلسفہ صرف جمیعت کو خوش رکھنے کے لئے تھا۔ اور اس قابل نہ تھا کہ عملی زندگی میں اس کو کام میں لایا جائے +

لیکن کے فلسفہ جدید نے پُرانے فلسفہ کو سچ و بچ کو اکھیر ڈالا۔ اس کو ایک نئی روشنی اور عقل کی ایک نئی قوت پیدا ہو گئی جو اس کا منشاء ہے کہ ہمیں صرف مشاہدہ پر ہی یعنی ان چیزوں پر جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اعتبار کرنا چاہئے۔ یعنی اس کا طاسو میں اور فلسفہ قدیم میں جس کی مبنیائیں عقل اور تفریق پر تھی تصنع و تکلید ہو۔ لیکن یہ نئی قوت بھی اخلاق انسانی کے بنانے میں ناکارہ محض ثابت ہوئی ہو مثلاً اتفاق سو آدمی کی دونوں ٹانگیں ضائع ہو گئی ہیں۔ فلسفہ جدید اس مصیبت خیز حادثہ کے نتائج کا تجزیہ کرے گا۔ وہ بیچارہ آزادانہ چل پھر نہیں سکیگا۔ اس کا وجود سوسائٹی پر ایک فائدہ بوجھ ہوگا۔ اسکے عزیز و اقارب کو نظر حقارت سے دیکھیں گے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اس کی زندگی مصائب و تکالیف کا مجموعہ ہوگی۔ کیا اس قسم کے خیالات اس کی زندگی کو اور بھی تلخ نہیں کر دینگے۔ اور اگر سہاوی عامیہ نظر کے پرے کچھ نہیں۔ اگر ہم صرف اسی لئے پیدا ہوئے ہیں۔ کہ گذر اوقات کریں کھائیں پیئیں۔ یہ تو اس کریں۔ اور مر جائیں تو یقیناً یہ زندگی اس قابل نہیں کہ اسے بسر کیا جائے یہ خیال میں ہی وجہ ہے۔ کہ یورپ میں ممالک میں اس قدر غریب و کشیاں مٹی ہیں۔ مختصر یہ کہ فلسفہ بالکل ناپسندیدہ و انسانی فطرت کے روحانی مقصد کیلئے باعث اطمینان نہیں ہے قسمی ہو جائے کہ انسانی اخلاق کا تعلق ہے کہ جو نہایت بڑے دشمن ہیں۔

فلسفہ اسلام اعتدال کا زین راہتہ پیش کرتا ہے۔ فلسفہ زندگی کی حقیقی تکالیف سے آنکھیں بند نہیں کرتا۔ اور نہ ہی یہ سکھاتا ہے کہ انسانی زندگی کا مدعا و منشایہی دنیا ہے۔ یہ نہ تو یکن کے فلسفہ کی طرح تخیل اور تحریکات سے بالکل معزا ہے۔ اور نہ ہی سنیقہ فلسفہ کی طرح سرتاسر خیالی اور نظری ہی ہو۔ فلسفہ اسلام زندگی کو وہی کچھ سمجھتا ہے جو کہ وہ اصل ہے یعنی واقعہ و اتفاقات اور رنج و راحت سے پر۔ لیکن یہ عاقبت سے انکار نہیں کرتا۔ فلسفہ زندگی کو ایک امتحان یعنی ایک جھٹی سمجھتا ہے جس میں انسانی دھات کو پرکھا جاتا ہے۔ ہماری موجودہ زندگی آنے والی زندگی کی ایک منزل ہے۔ اور ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اس زندگی میں دیانت و امانت کے ساتھ کام کریں۔ تاکہ دوسری زندگی میں اچھی فصل کاٹ سکیں۔ پس یہ دنیا ہمارا منشاء آخری نہیں ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ یہ دنیا اس آخری مقصد کے حصول کے لئے ذرائع پیدا کر دیتی ہو۔ یہ ہے فلسفہ اسلام اور اس نے نوع انسان کے اخلاق پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ اسی عملی فلسفہ کا نتیجہ تھا۔ اور اس کے سامنے شاندار اور پر امید مستقبل ہے۔ کہ عرب قوم قومِ مذلت و اغلاس سے اٹھ کر تہذیب و ثروت کے کائنات پر جا بھی ۶

الفتنہ آن

(از قلم جناب مارٹن لوتھر کینگسٹن صاحبِ موصوفہ)

ذاتِ الکتب لاریب فیہ

چند روز ہوئے مجھے دستِ انداز سے ایک شخص کا خط ملا جس میں میرے اس بچہ کھڑکھڑا اشارہ ہو جس نے کچھ عرصہ پہلے اندھیری صداقت کے متعلق دیا تھا۔ اس خط میں نہایت سختی ہو کر کام لیا گیا ہے۔ نو پسندہ گویا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ مجھے مکار اور جھوٹا رہنما کہہ کر بدنام کرے۔ چونکہ وہ اتفاق سے مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ دیتا ہے۔ میں اس پر خوش اور مضامند ہوں لیکن اسے یہ حق رکھا ہوا ہے۔ کہ قرآن مجید انجیل کی نقل ہے اور ارادہ کی گئی ہے۔ وہ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ ایک دھوکہ ہے جو دنیا پر ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس پر کوئی سمجھدار شخص اعتقاد

نہیں رکھ سکتا۔ لیکن افسوس ہو کہ ابھی تک دنیا میں بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو ولیندہ خط نہ گور کیلچ قرآن شریف کو نعوذ باللہ ایک ایسی دھوکہ دہ کتاب خیال کرتے ہیں۔ جس کی خوبیاں قبول ان کے دوسری کتب ابوں کو اڑانی ہوئی ہیں۔ اور جو ہمارے پیارے رسول صلعم کی اس قسم کی عورت کرنے کے بجائے جو دنیا کے بڑے بڑے محسنوں کی ہوئی چاہئے باوجود اس کے کہ مجھدار تو تک انہیں محسن قرار دیتے ہیں۔ آپ کی نسبت خیال رکھتے ہیں۔ کہ آپ نے تو نیکو دیدہ و دانستہ دھوکہ دیا تاکہ اپنے لئے عظمت اور بزرگی حاصل کریں۔ یہی اے عیسائی کلیسیا کی صدیوں سے چلی آتی ہے اور میرے خیال میں سرکاری کاغذات میں بھی اسی قسم کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن جدید سائنس کی نکتہ چینی نے اس قسم کے خیال کا فروغ قلع کیا ہے +

قرآن شریف کو پائے کتب معتدسہ کی نقل خیال کرنے کی نسبت میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ دنیا کی کسی کتاب کو تشبیہ نہیں کیا سکتی۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ فرقان مجید میں کہیں کہیں توریت و انجیل کی باتیں درج ہیں اور یہودیوں کی تاریخ اور حضرت مسیح کے سوانح کی طرف اشارہ ہے لیکن کتب عینی کے قاعدہ کی روش جس کا کوئی علم نہ ہو تلمیحات و اشارات چرخی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ان قصصوں اور واقعات کا چرچہ جن کا اشارہ قرآن میں ہے۔ اس وقت تک میں عام طور پر لوگوں میں تھا۔ اس لئے قرآن میں ان کا ذکر ایک خاص اور بالکل نئے اور اہم مضمون کی لکھی گئی ہے۔ پس کسی جدا اور کسی زبان میں اسکی مثال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے فضل و کرم اور اس کے انتہا قدرت کو ایسی شائستگی۔ اور پھر اور اور مؤثر طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور ان قوانین کو جو انسان کی دنیا اور آخرت میں رنج و راحت اور خلاقی اور روحانی زندگی کے متعلق ہیں ایسی صفا میں سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی ملک کی زبان میں بھی اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اور آپ کے ہر ایک لفظ سے صداقت نکلتی ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ جس شخص پر بلاوام ہے کہ اس نے سب کچھ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب مقدمہ سے لیا ہے۔ اس نے اپنی تمام عمر میں ان کتابوں کو نہیں پڑھا۔ دشمنان اسلام کہتے ہیں کہ رسول اکرم کو ایک عیسائی درویش علیحدگی میں آپ کی مرعوب خاطر تصنیف میں مدد دیتا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا درویش نے حضرت محمد کو شام میں صرف ایک دفعہ دیکھا تھا۔ جبکہ وہ ابھی لڑکے تھے۔ اور اپنے چچا کے ساتھ وہاں گئے تھے۔

اور وہ درویش قرآن کے نازل ہونے سے کئی سال پیشتر مر چکا تھا۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس در قدیم نازل ہوا جو کہ تمام یہودی کتب مقدسہ میں باہر تھا۔ ورقہ نے البتہ محمد صلعم کو اس بات کی مبارکبادی کہ وہ اپنی قوم کیلئے رسول ہو کر آئے ہیں لیکن اس کے چند یوم بعد ہی وہ مر گیا جبکہ پیغمبر عرب کی اس وقت تک کسی قسم کی شہرت نہ ہوئی۔ اور قرآن کے بھی کچھ چند ہی الفاظ نازل ہوئے تھے۔ لیکن ان الفاظ کا یقیناً کسی دنیاوی مفسر تو تعلق نہ تھا۔ پہلی بات جو ایک نے تعصب محقق کے دل میں قرآن پڑھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے: وہ کتاب اللہ کا تسلیم کردہ جلال و عروج ہے۔ جو اس کے ہر ایک لفظ کو ٹپکتا ہے اور جو ایسے کلام میں نظر نہیں آتا جو سچا نہ ہو۔ اور آخر اس کے ختم کرنے کے بعد وہ حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ یہ خیال کر کے کہ کس روز سے اور کس بسط کے ساتھ انسان کی زندگی کی جھوٹی باتوں کے متعلق مہایات دی گئی ہیں۔ اور قادر مطلق کے جلال و ہستی کی نسبت علم دیا گیا ہے جس کی چمک کتاب اللہ سے نکلتی ہے میرے خیال میں اس بات کو وہ شخص بھی محسوس کر لیا۔ جو قرآن کے غلط تراجم کا ہی مطالعہ کرے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی بھی ترجمہ جو میں نے دیکھا ہو قابلِ توجہ نہیں۔ کیونکہ جامع زبان کا کسی تشریحگر کو ابالی زبان میں لفظی ترجمہ کرنا اور سچہ اصل عبارت کا زور قائم رکھنا ایک ناممکن امر ہے۔ قرآن شریعت کے مترجمین ہیں اور اکثر عربی زبان کے عالم و فاضل ہوئے ہیں جن کے دماغ میں سچاے اس کے کردہ تمام عبارت کے معنوں پر غور کرتے۔ چند ایک الفاظ کے خاص معنی ہوئے تھے۔ جو سبب اشکال ہوتے ہیں۔ بعض الفاظ عربی کے ایسے ہیں جن کا انگریزی میں ترجمہ لمبی چوڑی تفسیر ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور ایسی باتیں بھی ہیں۔ جن کی تفسیر کی اہل مشرق کو ضرورت نہیں لیکن انگریزی زبان ان کے سمجھنے کے لئے طویل و طویل شرح کا محتاج ہے۔ اسی لئے کتب مقدسہ کے تراجمہ نشر میں ہوتے ہیں۔ اور ان میں لفظی سچ کام لیا نہیں سچو کر دیا جاتا ہے۔ مگر قرآن کی عبارت بہت مختصر۔ فصیح اور نظم کے رنگ میں ہے۔ لیکن بعض ترجمے تو ایسے بُرے ہیں اور بہت سی تشریحات ایسی جھپٹاؤں ہیں کہ میرے نو لہندہ خط کی طبیعت کے لوگ جو نہ آ نکھ سے ان کو دیکھتے ہیں لیکن پڑھتے ہیں قابلِ معافی ہیں۔ اگر وہ قرآن کی نسبت یہ خیال کریں کہ وہ دیگر کتبِ ناب کی ایک بھدی نقل ہے۔ اگر وہ بُرے سے بُرے ترجمہ کو بھی ذرہ

غور سے پڑھیں تو وہ یقیناً اپنی جگہ تبدیل کر دیں گے۔ اور انہیں گپٹی نامی مصنف کی طرح قرآن میں الہام کی قوت نظر آئیگی۔ لیکن افسوس کہ ہر ایک شخص گپٹی کی طرح وہیں نہیں اور اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ سچ بچا کر کرنے سے بھاگتے ہیں۔ میں آج قرآن شریف پر ان لوگوں کے اعتراضات یا بالعمانہ دیگر اتہامات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو اسے تعصب کی نظر سے پڑھتے ہیں۔ ایک کتاب میں نے دیکھی ہے۔ جو ایک پادری صاحب کی تصنیف کردہ ہے۔ اور جس کا نام اگر میں غلطی نہیں کرتا سورسز آف دی قرآن (سرچشمہ قرآن) ہے۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن میں کوئی بھی بات نئی نظر نہیں آتی فقط اس میں قصے کہانیاں اور اس وقت کی مذہبی کتابوں مثلاً سنٹ برنابس اور آٹو سنر کی انجیلوں یا تانہ لود اور دیگر یہودیوں کی کتابوں کے خیالات جمع ہیں۔ اور ان کے ساتھ کہ کے عربوں کی پُرانی روایات بھی ہیں۔ مگر ان سب کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نمک نیتی پر حملہ کیا جائے۔ اور ثابت کیا جائے کہ آپ جل کے مُرتکب ہوئے ہیں۔ تاکہ اپنی ذاتی ہوس و عروج کی خاطر ایک نیا مذہب ایجاد کریں۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اول تو تمام قصے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ قرآن نے ادھر ادھر سے جمع کئے ہیں کہ میں زبان زد خلّاق تھے۔ اور وہ ایسا وقت تھا جبکہ بہت ہی کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت صلعم خود بھی پڑھ نہ سکتے تھے۔ اور آپ کے پاس ایسا کوئی شخص نہ تھا جو آپ کے لئے اس قسم کا مسالہ ہم پہنچاتا جو بعض کے خیال میں قرآن میں موجود ہے۔ رسول اکرم کے قول فعل کسی کو پوشیدہ نہ تھے۔ ان کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا تھا۔ آپ کے ارد گرد ہمیشہ ایک انبوہ کثیر آپ کے حالات کو دیکھنے والا تھا۔ جو آپ کی کامل صداقت پر شہادت دیتا ہے۔ اور قرآن کو کلام الہی تسلیم کرتا ہے۔ اگر سورتوں کے تیار کرنے اور ترتیب دینے میں آپ مصروف رہتے تو یقیناً اس کا ذکر ان سابقین سے پہلے ایمان لایا والوں کی شہادتوں میں ہوتا جو آپ کو لسانِ کیلئے اُسوۂ حسنہ خیال کرتے تھے۔ اور آپ کے حالات اور طرز عمل کی بارگاہ میں باتیں بھی یاد رکھنا مشکل اور غیر ضروری خیال نہ کرتے تھے۔ لیکن کہیں

بھی اس قسم کا تذکرہ نہیں۔ اور نہ سورتوں کی تیاری میں نظر آتی ہے۔ قرآن خواہ اس سے
 پڑھ کر کچھ ہی خیال پیدا کیا جائے بہر حال اہل اور عقل و بالائز ہے۔ اور رسول صلعم کی زبان پر
 بحال جو غشی وحی جاری ہوا ہے۔ قرآن کی صداقت اور صفائی اس قدر دال ہے جو اس کے
 ہر ایک صفحہ پر نمایاں ہے لوگوں نے اس کے متعلق یہ غلط خیال پیدا کر لیا ہے کہ وہ ضعیف کرد
 ہے۔ کیونکہ وہ ان سب رویا بینوں کی تصانیف کے بالکل مختلف ہے جن میں نے سرو پا اور عیب
 خیالی باتیں پائی جاتی ہیں مثلاً ایوی لیشن یا عبرانی پیغمبروں کی کتب۔ قرآن شریف ایک
 معجزہ ہے خواہ ہم اسے علم ادب یا علم الہیات یا مذہب کے نکتہ خیال سے دیکھیں۔ اگر اس کے ظہور
 کا وقت اور مقام کا خیال کریں اور حضرت رسول کریم کی زندگی اور آپ کی تعلیم کو مد نظر رکھیں
 تو میرے نزدیک ممکن نہیں کہ اس کی ہستی کے وہ ذرائع خیال کئے جائیں جو ہم فانی لوگ
 عام طور پر خیال کرتے ہیں وہ بے تکاپی دوسروں کے الہامات میں دیکھا جاتا ہے اور
 جس سے بعض لوگوں کو تسکین اور خوشی حاصل ہوتی ہے البتہ قرآن میں نہیں۔ دوسری کتابوں میں
 رویا یا آئندہ کا خیال دھندلے طرز پر اور بڑی پیچیدگی سے لکھا ہے لیکن اس میں بڑی صفائی
 کے ساتھ۔ ان میں ان دھوئیں کے بادلوں کی دلچسپورتی ہے۔ جو اس آگ کی روشنی سے
 چمکتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن قرآن خود روشن آگ ہے۔ وہ لوگ جو ان بے چاروں کا
 نام نصوف رکھتے اور بصیۃ العقل خیال کرتے ہیں۔ اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ قرآن میں
 بالکل روزمرہ کی اور عملی باتیں ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہی سب سے زیادہ پُرانے تصوف
 کتاب ہے۔ روحانی امور میں حقیقت اور عملی رنگ کا ہونا ہی رویا کی صفائی کا ثبوت ہے قرآن میں
 میں روحانی نقشہ نہ تو بے جز اور نہ دھندلا ہے۔ وہ شروع سے آخر تک حقیقت اور صلیم ہے
 یعنی خدا ہی کا ہاتھ ہر ایک چیز میں دکھایا ہے کیونکہ ہماری ہستی معدوم ہے۔ اگر خدا کا
 خاص فضل نہ ہو۔ اس حقیقت کی روشنی میں جو صاف صاف نظر آ رہی ہے۔ لوگوں کے بڑے خیال
 اور گستاخانہ اعتقادات کی حماقت عیاں ہوتی ہے اور بت پرست اس سے جھٹکتا اور مرجھاتا
 ہے۔ شرابی اور بدعاش پر خود کشی کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ اور جھوٹوں۔ دغا بازوں
 اور شرپوں سے بچنا بجلی ہی گر جاتی ہے۔ وہ لوگ جو خدا کے انعامات کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ اور

قدرت کے قوانین یعنی خدا کے قانون کو جس نے کہ اس دنیا کو پیدا کیا ہے توڑتے ہیں۔ خواہ مخواہ ارادے کیسے ہی ہوں وہ ڈھیٹھ اور پھوہ ہیں +

دن اور رات۔ چاند سورج اور ستارے اور پودوں۔ درختوں۔ حیوانوں۔ پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی زندگی۔ موت و حیات۔ غرضیکہ تمام نظارہ ہائے قدرت جو باقاعدہ اور باضابطہ ہیں خدا کی وحدانیت کی جس نے اُسے پیدا کیا قرآن کے صفحات میں شہادت دیتے ہیں۔ تمام روایات اور قصے جن کا اس میں ذکر ہے صرف خدا کے انعامات اور اس کی طاقت کو واضح طور پر بیان کرنے اور ان قوانین کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ جو خدا نے انسانوں اور قوموں کے لئے جاری کئے ہیں۔ معترضین کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم نے پہلے کتبِ مُہتممہ سے سرفرا کیا۔ لیکن یہی کتنا ہوں کہ قرآن نے ان کتابوں کے قصوں کا ذکر کر کے ان کی تشریح کر دی۔ اور انہیں نیا مذہبی رجحان دیا۔ ان کی قدر افزائی کی ہے۔ مثلاً انجیل میں حضرت داؤد کا حالات کو مارنے کا قصہ پڑھ کر پھر قرآن میں اُسی قصہ کا مطالعہ کیا جائے۔ جو اس طرح ہے :-

اس نے (طاووت) دریا سے لیا۔ تو اس نے اس کا مقابلہ کرنے سے کہیں نہیں مانگا اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ جن جن کا یقین تھا کہ وہ خدا سے نہیں کھیلے گا بول اُٹھے کہ

”بھٹو ہے کہ جماعت تھوڑی غالب آئی جماعت بہت پر ساتھ حکم اللہ کے۔ اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔ اور جب وہ میدان میں جلوئے اس کے لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اے خدا ہمیں سچا صبر عطا کر۔ ہمارے پاؤں ٹھک کر اور ہمیں ان کے مقابلہ میں مدد دے جو تیرے رضا کے خلاف کرتے ہیں۔“

یہ وہ دُعا ہے جو آپ سب کو عربی میں کہنی چاہئے یعنی پھر لکھا ہے ”کہہ لوگ خدا کے حکم سے غالب ہوئے۔ اور داؤد نے جاوٹ کو مار ڈالا۔ اور خدائے اُسے سپر ہیرو اور کھمبہ سکی۔ اور سکھایا اُسے جو کچھ کہ چاہا۔ اور اگر بعض کو بعض کے ذریعہ اللہ دفع ذکر تا تو تمام دنیا بگڑ جاتی۔ لیکن اللہ اپنی مخلوقات پر بہت بڑا فضل کر مویا لائے۔“ +

۱ سے سمجھ سکیں +

اس کتاب کی تعظیم کرنے میں بڑی احتیاط چاہئے صرف اسکی حروف یا اسکی ہڈی یا الفاظ کی ہیئت ہی کی عزت کرنا گویا بُت پرستی اور موشے بلکہ جبرینام ہم تک پہنچا ہے وہ ہر وقت ہمارے دل میں چاہئے۔ اور وہ ہماری جان پہنچا چاہئے + قرآن کریم خود سورہ بقرہ آیت ۳۷ لغایت میں فرماتا ہے :-

وما كان هذا القرآن ان يفترى من دون الله ولو كان تصديق
الذي بين يديه وتفصيل الكتب لا ريب فيه من رب العالمين
ام يقولون افترناه قل فاتوا بسورة مثله وادعوا من استنظمت
من دون الله ان كنتم صادقين بل كذبوا به لم يحيطوا بعلمه
ولماتوا به واولئك كذب الذين من قبلهم فانظر كيف كان
عاقبة الظالمين ومنهم من يؤمن به ومنهم من لا يؤمن به
وسابك اعلم بالمفسدين اور یہ قرآن اس قسم کا کتاب نہیں کہ جس کے سوائے
کوئی اسکو اپنی طرف سے بنالے۔ بلکہ جو کتابیں اس کے (زبان سے نازل) سے پہلے (موجود ہیں
(یہ قرآن) پروردگار عالم کی طرف سے ان کی تصدیق ہے۔ اور (ان ہی) کتابوں کے احکام
کی تفصیل ہے (اور) اس کے کتاب آسمانی ہونے میں کچھ شک نہیں کیا (یہ لوگ
قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اسکو وہ پیغمبر نے بنالیا ہے۔ تو اے پیغمبر تم ان ہی کو
کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ (اور جیسا تم کہتے ہو۔ میں اس کے بنا لینے پر قادر ہوں)
تو (تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ہی ایک تم بھی بنالو اور خدا کے سوا (جس) جس کو تم سے
(بلانے) بن پڑے (اپنی مدد کے لئے) بلالو (یہ لوگ اس پہلو سے گزیر کر کے) گئے اس
جیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر ان کو دسترس نہ ہوا۔ اور ابھی تک اسکی تصدیق کا موقع
ہی انکو پیش نہ آیا۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں
تو (اے پیغمبر) دیکھو (ان) ظالموں کا کیسا (بڑا) انجلم ہوا۔ اور ان میں سے بعض لوگ
ایسے ہیں۔ جو قرآن پر (آئندہ) ایمان لے آئیں گے۔ اور بعض ایسے ہیں جو (آئندہ بھی)

اس پر ایمان لانے والے نہیں۔ اور اے پیغمبر! تمہارا پروردگار تمہارے دلوں کو خوب جانتا ہے پھر سورہ البینہ آیت ۵ و ۶ میں فرمایا:-

وما امرؤ الا ليعبد الله مخلصين له الدين ه حنفاء و لقيموا الصلوة و اتوا الزكوة و ذلك دين القيمه ان الدين كفرنا من اهل الكتاب و المشركين في نار جهنم و خالدن فيها اولئك هم شر البريه ترجمہ حالانکہ (جو لوگ مخالف ہیں) ان کو (اس رسول کے ذریعے سے) یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کو بندگی کی نیکی کے لئے ہو کر اسکی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہی (وہ) ٹھیک دین ہے۔ نئے فکر، لکھنا اور مشرکین میں سے جو لوگ (دین حق سے) انکار کرتے ہیں (وہ آخر کار) دروغ کی آگ میں ہو گئے (اور) اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہینگے یہی لوگ بترین سلائی ہیں +

انتخاب از صحیح بخاری

- ۱۔ خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں حسنات سے بڑھ کر حسنہ وہ ہے جو مسلسل طور پر کیجائے۔ خواہ وہ کتنی ہی قلیل مقدار میں کیوں نہ کیجائے +
- ۲۔ نیک اعمال میں متعدد ہو۔ اور قبیح و شنیع اعمال سے اجتناب کرو +
- ۳۔ حقیقتاً تم میں دو اعلیٰ صفات شرافت و استقلال میں ہیں اللہ تعالیٰ اور اس رسول صلعم محبت کرتے ہیں +
- ۴۔ وہ مستقل مزاج نہیں ہو سکتا جو مصائب میں گرفتار نہ ہو +
- ۵۔ کاروبار میں غور و تدبیر کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے +
- ۶۔ کاروبار میں نیک طینتی غور و تدبیر و زہدین ذریعہ کما احتیاج کرنا انبیاء کرام کی صفات میں سے ہے +
- ۷۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت مقرب و معزز نہیں جو کہ حکومت و طاقت ہونے پر

غضو و درگزر نہیں کرتا۔ اول اس شخص کو معاف نہیں کرتا جس نے اُسے ضرر پہنچایا ہے +
۸۔ یہ ہرگز نہیں کہنا چاہئے۔ کہ اگر لوگ ہم سے بھلائی دینگے۔ تو ہم بھی ان سے
بھلائی کریں گے۔ کہ اگر لوگ ہمیں دکھ دینگے۔ تو ہم بھی انہیں آزار پہنچائیں گے۔
بلکہ یہاں تک اس بات کا مقصد ارادہ کر لینا چاہئے کہ اگر لوگ ہم سے بھلائی ہمیں کرتے تو
ہم لوگوں سے بھلائی کریں گے۔ اگر لوگ ہمیں ستائیں گے۔ تو ہم انہیں کسی قسم
کی تکلیف نہ دینگے +

نظم

اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
اب آسمان کے نیچے دین خدا یہی ہے
غنیجے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لگیب یہی ہے
خالی ہیں اُن کی تابیں خزان مٹے یہی ہے
راتیں تھیں جتنی گزریں اب نٹچا یہی ہے
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
لیکھ اذخائے بزرخیر اورے یہی ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر العجے یہی ہے
دیکھا ہے مجھے اس سوسن ہنہا یہی ہے
وہ طہیت و امیں ہے اُس کی شن یہی ہے
جوراز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے
ہاتھوں میں شمع ہیں عین الضیاء یہی ہے
وہ ہے میں چیز کیا ہوں فیصلہ یہی ہے
باقی ہے سب فسانہ بیچ بیٹا یہی ہے

اسلام سے نہ بھاگورا وہ بدی یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
شکرِ خدائے رحمان جس نے دیا ہے قرآن
کیا وصف اس کے کہنا ہوں اُس کا کہنا
دیکھیں ہیں کتب میں مجل ہیں جیسی خواہیں
اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا
وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
سب پاک ہیں میرا کہ دوسرے سے بہتر
پہلوں سے خوتر ہے خوبی میں اک قمر ہے
وہ یار لامکانی۔ وہ دلبر نہانی
وہ آج شاہدیں ہے وہ تاج مرسلین ہے
حق ہو جو حکم آئے اس نے وہ کرد کھائے
آنکھ ہیں دور میں بچل یا اسے قریں ہے
اُس نور پر خدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ

وقت مجلد ۴

برائین تر حصہ اول

مُصنّف

حضرت اچال الدین حسینی اے ایل ایل نی مسلم مشنری

یہ پیش کتاب ہے جس میں قرآن کمال کتب سے سالقہ کے مقابل ایک نون کامل اور خاتم الہام ثابت کر کے تہذیب و تمدن انسان کے لئے قرآن کریم کی ضرورت دکھائی گئی ہے۔ اور کمال مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے فہرست کتاب ملاحظہ ہو:-
 عالمگیر الہام کے مدعی - خدایا لعین ہے۔ الہام سے کوئی قوم خالی نہیں ہے۔ قرآن کی نیا ضابطہ تعلیم -
 وید کی ترتیب کا وقت عالمگیر الہام کے لئے موزوں نہیں تھا۔ کسی کتاب کی تداوت اسکے عالمگیر ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت - نزول قرآن کا وقت اسی عالمگیری پر دلیل ہے۔
 قرآن کریم کل کتب معتمدہ کا قائم مقام مختلف طبقات عالم کے مطابق حال قرآن کی تعلیم -
 گذشتہ کتب کیوں عالمگیر نہیں۔ انکوائٹ و مشروبات اور جسمانی طہارت کے صحیح اصول تک بھی انسان الہام کے سوا نہ سمجھ سکا۔ انسداد شراب اور ضرورت قرآن - غیر ذبیحہ کیوں حرام کیا گیا
 ذبیحہ کی تعریف - جھٹک کی مخالفت - غسل جنابت - مویوں کا اسلامی طرز کا تنا - عقل اور مذہب ہر دو خدا داد عطیے ہیں۔ اسکے ان میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ انجیل مسلمہ قص ہے۔ خاتم اور کامل کتاب کی ایک خاص شرط - بسم اللہ الرحمن الرحیم میں کل عتاد باطلہ کی تردید موجود۔
 فطرت اسی خدا کا پتہ دیتی ہے۔ جس کی طرف قرآن کریم رہنمائی کرتا ہے۔ رحمانیت میں رد و ہریت -
 رحمانیت اور رد و تنازع - رحمانیت اور رد و کفارہ - برہمہ رحمانیت پر غور کریں۔ لفظ رب میں ننانو
 کا رد یہاں نہیں از غری کے سوا کسی اور زبان میں نہیں ہو سکتی۔ حشر اجماد کی ایک عمدہ دلیل قرآن کریم
 سے تہذیب انسان کن امور سے وابستہ ہے +

توحید کی غرض غایت تہذیب ہے۔ توحید اور مساوات کامل توحید سے ہی کامل امن و نیاں قائم ہوگا۔ کائنات پر انسان کی حکومت اور سلسلہ توحید +

تہہ

المسند
 خواجہ عبدالغنی مینجر اشاعت اسلام بک پوز عزیز منزل لاہور

خطبات عنبریہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی دہلوی مدظلہ العالی

یہ مکتبہ آثار خطبات میں درجہ اولیٰ اور صاحب موصوفت اپنے قیام لندن میں انشاء بیان اسلام کو اسلام معون کرنے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انجمن خاتون کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں بعض اجاب کی فرمائش پر ہم نے سترہ ذیل خطبات اردو میں ترجمہ کر کے جن کی تفصیل ذیل میں درج کی ہے

(۱) میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی (۲) خدا کی کامل تصویر (۳) اسلام ہی تیرے آتشیں ہے (۴) ایم ایک نہیں بلکہ بہت ہے +	مسجد و گنگا کے استانی خطبات
(۱) توحید الہی (۲) اللہ تعالیٰ کی تعلیم کردہ دعا (۳) دعا اور استجاب دعا (۴) تصوف +	توحید - دعا - تصوف
(۱) عمل میں آزادی (۲) قربانی اور اس کی حقیقت - (۳) سنت ابراہیم	خطبات عیدین
(۱) اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اصول اور ان کا مقابلہ (۲) دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مظاہرہ الف (۳) دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مطالعہ (ب)	دہریوں اور ملحدین کو خطبات
(۱) خصوصیات اسلام (۲) اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب (۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت	اسلام اور دیگر مذاہب
(۱) عورت نے ہودیت سے قبل اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے - (۲) ایک خطبہ نکاح جو مسیہ دو گنگا میں ہوا -	حقوق نسوان
المستفہم اے عبد الغنی منیر اشاعت اسلام میں پورے پورے نالابو	

رَحْمَةُ اللهِ وَكَرَمُهُ
 بِأَمْرِ الْإِمَامِ الْكَاشِغَرِ
 الشَّاهِدِ الْكَاشِغَرِ
 أَلَدُ دُرْجَمِه

اُردو ترجمہ
اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریٹینسٹن
ذیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی۔ اے ایچ۔ ایم۔ یو۔ سی۔ ڈی۔ ٹی.
مسلم شنری موبی صدرالدين
قیمت تین روپے سالانہ

یہ کارٹوا ہے کہ آپ ان سالیجات کی خریداری ٹرھائیں کیونکہ انہیں سالانہ کی آمدیت حد تک کم دو گنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ سالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت دو گنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد ۵، بابیت ماہ مئی ۱۹۱۹ء نمبر

فہرست مضامین	
۱۔ مہذبات	۱۹۳
۲۔ مولود النبی صلعم	۱۹۶
۳۔ مشرور ام ایچ صغنی کی تقریر	۱۹۹
۴۔ سرور کے شاخ محمد حق کی تقریر	۲۰۳
۵۔ انیل عمر پند زانہ کا تقریر	۲۱۸
۶۔ تہجد ر ضیا صاحب کی تقریر	۲۱۰
۷۔ تبلیغ رسالت	۲۱۳
۸۔ یاد و فتگان	۲۲۶
۹۔ دنیا کے شور و شہد ارتلاش	۲۲۲
۱۰۔ تبلیغ اسلام	۲۲۶

اطلاع عام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کتب مشہوری و دوکتا انگلستان آج بروز جمعہ ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء
مع ایچ آر لندن سے لاہور پہنچ گئے ہیں۔ تجلہ اصحاب کی خدمت میں درجہ اسٹیمس کے ان کے مقام
فانی خطوط آئندہ بجائے دوکتا سال فرانے کے مندرجہ ذیل چند پلاصاں خواگرمندان فائیں
(پتہ لاہور) دفتر اشاعت اسلام عزیمت منزل لاہور
(شاگسا آئندہ منیجر سالہ ہوتا)

کتاب

مسند درجہ اول بھی مانا جس کے ہم درجہ اول میں جو سالہ بڑا کی وسیع اشاعت میں اس حقیقت یہ ہے کہ ان مخلص احباب نے
 جس کے لئے ہر ایک اہمیت اور اس کی وسیع اشاعت سے جو انی تقویت مسلم دشمنوں کو گاہے پہنچ سکتی ہے۔ انہوں نے اس کا حق سمجھ لیا ہے
 جس سے تین کا جو درجہ اول اس حکم الہی کی تکمیل کے لئے ہے۔ کاش ہمارے نیک تائین کرام میں سے ہم خود کی طرف توجہ مبذول نہ کر اپنے
 اور دیگر احباب کو بغاوت سے روکنا شروع نہ کریں۔ بلکہ ان کے اہم سالہ نہ اپنے غرضوں کو سمجھیں، نہ ان کا غلط ہے۔ یہ کسی طرف توجہ کرنی ہر
 علم فرماؤں اور کافریں ہے۔ ذیل میں ہم شکر کیساتھ ان احباب کے سامنے گراؤں گے جو دینے میں۔ جو تو بیچہ اشاعت میں۔
 مسلسل پیش میں۔

- ۱۔ جناب امام الدین صاحب تنوک برہما
۲۔ عبد المجید صاحب کالی کٹ
۳۔ محمد علی صاحب ہراج نگر
۴۔ سید محمد بنغور صاحب بیٹہ رحال پشاور
۵۔ منشی محمد حسین صاحب لال پور
۶۔ بوہڑان مرزا ثانی سکری بلگرام
۷۔ محمد یوسف - کوکرا
۸۔ دس محمد شرف نصار محرقہ
۹۔ قاضی نین الدین - ہلہ آباد
۱۰۔ منشی رحمت اللہ کوٹہ
۱۱۔ جمال پور دان رنگون
۱۲۔ آغا محمد کبلی رنگون
۱۳۔ شیخ خدا بخش مردان
۱۴۔ محمد عزیز اللہ صاحب
۱۵۔ سید سیسی - کالمبر
۱۶۔ شیخ خدا بخش ہندو
۱۷۔ ماحول علی بکنسٹ
۱۸۔ امیر سید رحیم - کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدَنی وَصَلَّى عَلٰی سِرِّ الْکَرِیْمِ

اشاعت اسلام

ترجمہ آرڈو اسلاما کر نوٹو اینڈ مسلم دنیا مجریہ لینڈن

جلد (۵) — بابت ماہ می ۱۹۱۹ء — نمبر (۵)

شذرات

قارئین کرام اس اندوہناک خبر سے یقیناً متاثر ہونگے۔ کہ جناب محی النضر پارسنس صاحب نومسلم مورخ ابوسمیر ۱۸۹۱ء کو براہیہ عالم بقا چمکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یوں تو دنیا میں سینکڑوں لوگ داعی اجل کو لبیک کہہ کر کے اپنے خورشِ اقارب والدین اور قوم کو داغِ مفارقت دیتے جاتے ہیں لیکن اس قحط الرجال زمانہ میں ایسے قابلِ خطبہ اسلام کا ہم میں سے رخصت ہو جانا واقعی اشاعت اسلام کے لئے نقصانِ عظیم ہے آپ زبردست اہلِ مسلم تھے۔ اور اسلام کی حمایت میں دشمنان اسلام کو دندان شکن جواب دیا کرتے تھے۔ جناب مٹھرا شیر حسین صاحب قدوائی بریٹریٹ لاہ نے مرحوم و مغفور کی اجمالا سوانحی قلمبند فرمائی جو اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ یاد رفتگان کے عنوان کے نیچے درج کی جاتی ہے جس سے قارئین کرام کو پتہ چلیگا کہ مرحوم دشمن کس غیر خوبی کے متنفق تھے۔ باری علی و ما ہے کاشغلکے مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جلد دیوے۔ اور ان کے سپہانہ گمان کے قلبِ مزین کو اپنے فضل سے سکون و صبر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین *

گزشتہ نمبر میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب مالمیت طبع کی وجہ سے طبعی مشورہ کے ماتحت ہندوستان واپس تشریف لائے ہیں۔ اُمید وافق ہو کہ جس وقت رسالہ ہذا ناظرین کرام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب موصوف بجزیریت اپنے وطن مولود لاہور میں پہنچ چکے ہونگے۔ احباب ایسے قیمتی و بابرکت وجود کی صحت و درازی عمر کیلئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

اُن گونا گون احسانات میں جو جو اسلام نے دُنیا پر کئے ہیں ایک احسان یہ بھی ہو کہ اسلام نے پنجابی کے منصب کا قطعی طور پر تہیہ صال کیا ہے۔ اسلام میں عبادات مذہبی کو ہر ایک مسلمان سرانجام دے سکتا ہے۔ اور کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور نہ ہی اسلام میں مفسد مشہورہ پر دہشت یا پنجابی یا امام ہیں۔ چنانچہ نہایت ہی فوشی کا مقام ہو کہ ہمارے فاضل اہل نو مسلم بھائی جناب مشر مار میڈیوک کپتھال حضرت خواجہ صاحب کی جگہ آج کل قائم مقامی فرماتے ہیں +

ہم اپنے فاضل بھائی جناب مشر مار میڈیوک کپتھال کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں جنہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی عدم موجودگی میں بسند مسلم نماز گاہ میں نماز جمعہ و خطبہ پڑھانے کا موقع ملا ہو۔ اور گزشتہ تین ماہ سے جناب مار میڈیوک کپتھال صاحب امامت کی خدمت سرانجام فرماتے ہیں۔ ہالیان بسندن و سکان و گنگن جنہیں آپ کی اقتدا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا فرما حاصل ہو۔ سب سے بڑا کراپک امامت کی تحسین و توصیف کر سکتے ہیں۔ جناب مشر مار میڈیوک کپتھال موصوف کے خطبات علمیت و قابلیت کی وجہ سے شہرہ آفاق ہو چکے ہیں۔ اور جل احسن و حکیمانہ پیرایہ میں جناب خطیب صاحب مذکورہ قرآن کریم کے عام فہم مضامین کی تفسیر و تشریح فرماتے ہیں۔ وہ بھی زبان زد خلافت ہو چکی ہو۔ اور ایک نو مسلم کا اہل عبارت قرآن کو عربی زبان میں تلاوت کرنا اور بھی غضب ڈھاتا ہو۔ امید کامل ہو کہ ہمارے پیر میں نو مسلم دیکھ کر مسرور ہوئے ہونگے۔ کہ اُن کی اپنی ہی قوم کا ایک شخص مختلف اقوام کے

مجمع کی عربی زبان میں امامت کرنا ہے۔ ہماری نئی دُعا جو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب مسلمانوں پر
 بھائیوں میں اسلام کی حقیقی عشق و درپ کی ترویج پسند کرے۔ اور ہماری اسلامی برادری
 میں روز افزوں ترقی ہو۔ آمین ثم آمین +

جناب مسٹر مارمیڈ لوک کپتھال کی اسلامی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس جگہ پر
 ہم جناب مسٹر مس کی بھی اُن تحک و مسلسل تبلیغی جدوجہد کا اعتراف کئے بغیر نہیں سکتے
 جنہوں نے کثرت مدد کو جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک کی اعانت سے مسجد و کنگ میں
 اتوار کے لیکچرر کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے +

لندن مسلم سوسائٹی بھی اپنی تبلیغی جدوجہد میں لگاتار مصروف ہے۔ گزشتہ نمبر میں پانچ
 تک پروگرام سوسائٹی مذکورہ کا ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ذیل میں اس کے بعد کا
 پروگرام شائع کیا جاتا ہے:-

۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب نے محمد صلعم ایک قابل سنووی
 نصیحت پر لیکچر فرمایا۔

۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈوے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نو مسلم
 ۱۶ مارچ کو جناب مسٹر سلیمان سلیم نے مذہب برادریت پر لیکچر فرمایا +

۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ای۔ الیکری صاحب نے غلطی اور اس سے نکلنے کی راہ
 پر لیکچر فرمایا +

۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈوے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نے "سیرت نبوی"
 پر لیکچر دیا۔

۶ اپریل ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر مارمیڈ لوک کپتھال صاحب نے "قانون زندگی"
 پر لیکچر فرمایا۔

۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈوے رائٹ صاحب نے زندگی کے مفہوم پر

لیکچر فرمایا +

۲۷۔ اپریل ۱۹۵۸ء کو جناب مسٹر ڈوہے رائیٹ صاحب نے نبشتہ ور دوزخ

پر لیکچر فرمایا +

یہ نہایت ہی مسرت انگیز ہے۔ کہ لندن مسلم سوسائٹی کے پروگرام اجلاس مسلسل شائع ہو رہے ہیں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ خوش آئند نتائج ظہور پذیر ہونے کی قوی امید ہے +

مولود النبی صلیم

دو قبل چلے مسٹر مولود النبی صلیم کی مفصل روئے داد درج کیا تھی جو مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء بروز منفعہ بمقام ۲۷ کروم ول روڈ جنرل کنگس اسلامک سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ ایڈیٹر سنٹرل اسلامک سوسائٹی کی جدوجہد و حضرت بنی اکرم رحمہم کا یوم ولادت جزائر برطانیہ کے دارالسلطنہ لندن میں اسی دھیم و دھام میں منایا جاتا ہے جس طرح ساہما سال مسلم ممالک میں مسلمان اسے منانے چلے آئے ہیں۔ اور دارالسلطنہ لندن میں یہ ایک سالانہ تہوار ہو گیا ہے۔ اس بڑے شہر کے حضرت مسلمانوں کو یہی بلکہ تمام اہالیان لندن کو اسپرنازاں ہونا چاہئے۔ کہ نسل انسانی کے سب سے بڑے محسن اور دنیا کے سب سے بڑے کامیاب مورخ کے حامی اور اثر کر کے معلم کا یوم ولادت بڑی تڑک و اشتہار سے ہر سال لندن میں منایا جاتا ہے۔ یہ سالانہ تقریب مسلمان لندن کے لئے بہت منفعہ بخش ہوگی۔ اگر اس سے اہالیان لندن کو اس عظیم الشان معلم کے کارنامہ ان و سوانحہ نبی کو منصفانہ اور غور و تعمق سے پڑھنے کی تحریک ہو۔ وہ انسان کامل کہ جس نے اپنے مشن کی راستی و صداقت کو قائم کرنے کیلئے معجزات کو دلیل نہیں ٹھہرایا۔ اور کہ جس نے اپنی پرورش کرنے سے لوگوں کو اور سب کو علم الاعلان بتا دیا کہ ان لوگوں جیسا ہی مشیر ہوں لیکن ساتھ ہی آپ نے ایسا مہتمم بالشان معجزہ کیا۔ جو کسی نے نہ کیا تھا۔ یعنی یہ کہ جن میں آپ پیدا ہوئے۔ اُن

لوگوں کی سرشت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اور نسل انسانی کی قلع اور بربودی کیلئے اپنی تعلیمات کا ایسا ادبی و ثنائی گہرا اثر چھوڑا کہ جس ادبی اثر کو کوئی بھی شخص یا جماعت یا خود وہ لوگ جنہیں سادہ لوح و نیا دلوں یا خدا کے بیٹے سمجھ کر تحریم کرتی ہو چھوڑ سکے یا چھوڑینگے۔ ہالیان لسن کو متقی بننے کی ضرورت ہے شراب جزائر انگلستان کے لوگوں کی سب سے بڑی دشمن ہے انہیں آنحضرت صلیم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ کہ جس مزی و معتمد نے شراب صیہ ام الخبائث پر نسل انسانی کے ایک کثیر حصہ کو مخلصی دلائی۔ اور جس نے اخلاقی و معاشرتی قوانین منضبط فرمائے جن سے علی طور خلق خدا کو نفع پہنچا۔ اور جن قوانین نے ان ہزار کے لوگوں کو ایسی مہلک اور خطرناک بیماریوں سے نجات دی۔ جو آفت و مصیبت کی حد تک پہنچ چکی تھیں۔ اور جنہوں نے حقیقی جمہوریت اور مساوات کو قائم کیا۔ اور انسان کو انسان سے ملک۔ رنگ۔ قوم و ملت وغیرہ کے امتیازات و حد بندیوں کو مٹا کر برابر اور انہ سلک میں منسلک کر دیا۔

یوم ولادت کی یہ تقریبات بے بغیر زبان طالع و آنحضرت صلیم کی ادبی و دیرپا کامرانی و کامگاری کا اظہار کرتی ہیں۔ ان تقریبات میں مختلف ممالک۔ اقوام و الہ۔ رنگ۔ عقائد کے ذکور و اناث ہزاروں لوگ ہزاران شفقت و محبت سے آپس میں ملنے جلتے ہیں اور ان سب کا نہایت فراخ دلانہ اور بڑے تہاک سے استقبال کیا جاتا ہے۔ شرمے قیمت سے ان میں بعض نبی نوع انسان کے بڑا اور دشمن ایمان بھی ہیں۔ جو کہ اسلام کی عدم نظیر جمہوریت اور اتحاد میں روڑا اٹکانے کے ایسے ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔ کہ جن کو اسلام کی عالیشان عمارت کی بنیاد پر ہی حملہ ہو۔ وہ لوگ مسلمانوں میں ذات پات کی رفاقتوں کے پیدا کرنے کی عیارانہ جیسے تراشنے میں منہمک ہیں۔ تاکہ اس جیلہ کو اسلام کی طاقت و جبروت کو ضعیف کیا جائے۔ خدا کے کہ واجب التکریم حضرت نبی کریم صلیم کے یوم ولادت کی تقریبات ان لوہی منصوبہ بازوں میں لپسا کریں۔ اور مسلمانان عرب۔ ہندوستان۔ ایران اور مصر کو اس بڑے معلم

کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کی غلطی پر متنبہ کریں جو کہ اسلام کا شیرازہ خود غرضاً
اغراض کیلئے بکھرا جاتا ہو۔ جیسا کہ انجیل مسٹر باسو نے فرمایا ہے کہ اس دنیا کے نظام جدید
کی بنیاد بین الاقوام میں اتحاد و ہم آہنگی پر رکھی جانی چاہئے۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں کو
بھی آنحضرت صلعم کی عالمگیر اور جمہوری تعلیمات کو پڑھنا چاہئے +

آنحضرت صلعم کی یوم ولادت کی تقریب بقبہ تقریبوں کی طرح کامیاب ہوئی۔
چونکہ کرمس کا جشن اور ممبری انتخاب کی دھوم فزیر نہیں! سلسلے اس سعیدہ ہوار
کا اہتمام کرنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ کلیرج اور رتیز جیسے سٹولوں میں کثرت اثر و ہام کیوجہ
سوریا نش کی گنجائش نہ تھی لیکن سنٹرل سالک سوسائٹی میں بیک اور شرسین
کی مرہون احسان ہے جنہوں نے اہل کر و دل روڈ پر وسیع کمرے مرحمت فرما کر سوسائٹی
مذکورہ کو تہوار منانے کے قابل کیا۔ جناب مشر جسٹس امیر علی بی لاؤڈ سنہا میچ جنرل
ڈوگسن۔ آرنہیل مشر باشو میڈم اصفہانی میں صاحب راوردیگر مسلمان انصرانی۔
یہودی۔ پاسبی۔ اہل بشود۔ اخان و خواتین تقریباً تمام مذاہب و ملل رنگ قوم
کے موجود تھے۔ جو کہ ایک دوسرے کو بغیر کسی رسم و رواج اور تکلف کے آزادانہ اور خوش خلقی سے
خط ملط تھے۔ انہوں نے اس وقت محسوس کیا۔ کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بہنوں کی طرح
سمے ہیں۔ اینگلو آٹومن سوسائٹی کے سرگرم سکریٹری مشر آر تھافیل بعض ناگزیر حالات کے
ماتحت شامل تہوار ہونے کو قاصر رہے۔ لیکن اس موقع پر انہوں نے ایک نہایت ہی ہمدرد
اور محبت بڑھائیوالا تار ارسال فرمایا۔ مصر سوڈان اور ایران کے مسلمانوں نے اپنے
ہندوستانی مسلم بھائیوں کو ہم آواز ہو کر مسٹر باسو کی تقریر کا شکریہ ادا کیا۔ طلبہ کی کاروائی
۳ بجے شام شروع ہوئی اور چھ بجے شام تک ختم ہوئی۔ اور تمام کا تمام مجمع آمینہ ۷ سال
اسی طرح اس سعیدہ تقریب کو منانے کیلئے منتشر ہو گیا +

(المتدانی)

جناب سید ایم ایچ صفہانی کی فتاویٰ تقریر

آج ہم اسلام کے مظلوم اور پاک سینہ صلعم کا یوم ولادت میں نے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں جو عرب کے نہایت ہی سنسان و دیران حصہ جو کہ کے نام کی موسوم ہے۔ آج کو تیرہ صدیوں سے بھی کچھ عرصہ پیشتر پیدا ہوئے +

اُن کے مشن اور صواعق عمری کی تفصیلات میرے معزز دوست مسٹر ڈوئے رائٹ صاحب نے زائد تفصیل آج کی شب اپنے گرامی لیکچر میں بیان فرمائیں گے۔ اس سعید موقع پر میں بھی آپ کے سامنے اپنے لیکچر کے ان حصوں کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا جو آج سے پندرہ سال پیشتر مسلم لٹریچر میں سوسائٹی میں اس کے صاحب صدر ہونے کی حیثیت میں میں نے پڑھے اور اس تقریر کا خلاصہ آنحضرت صلعم کے پاک کلمات کا ترجمہ ہی ہے +

سب سے پہلا حوالہ اس تقریر میں وہ ہے جو کہ آنحضرت صلعم نے مکہ میں فاتحانہ داخل ہونے کے موقع پر فرمائی جبکہ وہ گھر جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بیٹے نے واحدہ لا شریک خد کی پرورش کیلئے اٹھائی تھی۔ اور جس میں کہ تین سو ساٹھ گت پڑے ہوئے تھے۔ اور جس کو کہ آپ نے چھپے بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی فری ہدایت کے ماتحت سہارا کیا +

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی دیوار پر سہارا لگا کر مکہ معظمہ کے کثیر التعداد باشندگان کو جنہوں نے کہ آپ کے پیروں کو نکال لیا اور آزار پہنچائے تھے میں نے ذیل کلمات میں خطاب فرمایا۔

”اے اولاد قریش! تم مجھ کو کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتی ہو؟“ انہوں نے جواب دیا ”مہربان بھائی اور بھتیجے ہم تجھ کو رحم و شفقت کی امید رکھتے ہیں۔ تیرے اختیار میں ہے جیسا تو چاہے سلوک کرے۔“ اس پر آنحضرت صلعم کی چشمان مبارک کی آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میں تم کو ہی کہتا ہوں جو یوسفؑ اپنے بھائیوں سے کہتا

آج کے دن تم پر کوئی سختی نہ کی جائیگی۔ اور خداوند تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور دھو ڈالے گا۔ کیونکہ وہ رحمن اور رحیم ہے۔ مگر آپ نے فرمایا: تم اپنے نبی کے نہایت ہی بڑے پڑوسی تھے۔ تم نے اُسے جھٹلایا۔ اور اُسکو یہاں تک آزد دیا۔ کہ اس نے تم سے ہجرت اختیار کی۔ اور میں تک تم نے میں نہیں کی۔ بلکہ مدینہ تک تم نے اس کا تعاقب کیا۔ اور اس کو برسرِ پیکار پڑنے لیکر ان تمام تکالیف کے جو تم سے اس کو پہنچیں اُس نے تم کو معاف کر دیا ہے۔ اور تم آزاد ہو۔“

چنانچہ اہل مکہ نے اس کو آزاد لوگوں کا خطاب حاصل کیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم نے ایک طول و طویل خطبہ فرمایا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

”اے لوگو! جو یہاں حاضر ہو میری باتوں کو ان تک پہنچا دو جو غائب ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے سلام کی عزت و شوکت کے لئے اس مجتہد و سخوت کو چھوٹیں بطور بہت پرستی کے بقیہ کے ملا ہے تم میں سے اور تمہارے آبا و اجداد و قبائل میں سے نکال دیا۔ اے لوگو! تم آدم کی اولاد ہو۔ جو کہ مٹی کا بنا ہوا تھا۔ خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں تم میں سے زیادہ قیمتی و پیارا وہ ہے۔ جو کہ اس کا سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہے۔ اور پرے درجہ کا پرہیز گار ہے۔ گزشتہ ازمنہ کی تمام خونی خانہ جنگیاں روزِ جزا تک میرے قدموں کے تلے آج سب دھوئی گئی ہیں۔“

دوسرے موقع پر جبکہ انصار میں کہ جنہوں نے اسلام کی حفاظت میں آپ کی امداد فرمائی تھی یہ دلی سہا پہن لگائی۔ کیونکہ آپ اپنے مالِ غنیمت کا ایک کثیر حصہ ان جگہ نشانِ اسلام (یعنی اہل مکہ) کو مرحمت فرما دیا۔ جنہوں نے کہ قلیل عرصہ بھی نہ گزرا تھا۔ کہ اسلام قبول کیا تھا۔ اسلئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک خاص خیمہ لگا کر اس میں انصار کو جمع کیا جائے۔ بعد ازاں آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس مجمع کو خطاب فرمایا :-

اے انصار! میں نے اس گفتگو کو من لیا ہے۔ جو تم آپس میں کرتے ہو۔ جب میں آیا۔ اس وقت تم تاریکی میں مائل تونیں مارے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو صراطِ مستقیم چلایا۔ تم تکالیف میں مبتلا تھے۔ اور اس نے تم کو راحت عطا فرمائی تم ایک دوسرے

کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے قلوب میں برادرانہ محبت و شفقت و اتحاد ڈال دیا۔ اب مجھے بتلاؤ۔ کیا واقعی تمہاری ایسی حالت نہ تھی، ان سب متفقہ طور پر جواب دیا۔ کہ حقیقتاً ہماری حالت ایسی ہی تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے ہاں ہی شفقت و رحم و فضل ہو، آنحضرت صلیم نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ اور فرمایا۔ کہ خدا کی قسم۔ کہ حقیقتاً تم نے سچ جواب دیا۔ اور تم جواب میں یہ بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ آپ ہمارے پاس آئے۔ جبکہ آپ کی قوم نے آپ کو فریبی و دغا باز کہہ کر آپ کی تکذیب کی۔ اور ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ ہمارے پاس ایک بکس مفورہ کی حالت میں آئے۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ ایک غریب اور قوم کو نکالے ہوئے کی حیثیت میں آئے۔ اور ہم نے آپ کو جائے پناہ دی آپ نے آرام تھے۔ اور ہم نے آپ کو دلاسا اور تسلی دی ۛ

جب آنحضرت صلیم نے یہ کلمات فرمائے۔ تو اہل مدینہ نے آپ سے استعانت کی کہ یہ تنگ بس فرمائیے۔ اور وہ تمام کے تمام زار و قطار روئے لگ گئے۔ یہاں تک کہ انکی ریشوں پر آنسو گرنے لگ گئے۔ تب آپ نے بیان فرمایا۔ کہ میں نے قریش کے نو مسلموں کو اس لئے فراخی ہو دینی سیال مستاع دیا ہو۔ تاکہ اس کو ان کی دلجوئی ہو۔ اور وہ اپنے ساتھ ہمراہ وہ کو فراموش کر دیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔

”اے انصار! اس دنیوی زندگی کی زینت کے لئے اپنے دلوں کو کیوں تکلیف پہنچاتے ہو۔ کیا تم اس کو مطمئن نہیں ہو۔ کہ اہل مکہ تو اونٹوں و ریڑیوں کو حاصل کریں۔ لیکن تم اپنے اپنے ساتھ لئے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ اسی ذات باری کی قسم ہو۔ کہ جس کے ہاتھ میں جان ہو۔ میں تم کو کبھی بھی نہیں چھوڑونگا۔ اگر سالہا سال ایک طرف کا رخ لے۔ اور انصار دوسری طرف کا تو بلا شک و شبہ میں انصار کا ساتھ دینگا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی انکساری و داد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر اپنے افضال و برکات نازل فرماتا ہے“ ۛ

اس پر تمام انصار ہم آہنگ ہو کر پکارے۔ کہ اس خدا کے رسول و پیغمبر ہم تمام اپنے حصے اچھی طرح مطمئن ہیں۔ اور سب سب خوش و غور اطمینان قلب کے ساتھ واپس چلے گئے ۛ

تیسرے موقع پر جبکہ آپ نے اپنے پیڑیوں کو آخری الوداعی بیعت نام سنایا۔ یہ حجۃ الوداع

کا موقوف تھا۔ اور آپ نے کوہ عرفات پر کھڑے ہوئے و عطا فرمایا۔ اور جس کو میں آنحضرت صلی علیہ وسلم نے پہاڑی والے و عطا کے نام کو تعبیر کر دینا۔ آپ نے فرمایا:-

”تمہارے اموال و جانیں ایک دوسرے کے درمیان متبرک و مقدس ہیں۔ یہاں تک کہ تم آنحضرت صلی علیہ وسلم کے حضور پیش ہو۔ اور یاد رکھو۔ کہ تم نے اس حکم الحاکمین کے دیا ہے۔ یقیناً یہ نام کہ تمام اعمال کی باز پرس کر گیا۔ اے لوگو! تمہاری بیبیوں کے تم پر حقوق ہیں اور ایسا ہی تمہارے حقوق تمہاری بیبیوں پر ہیں۔ اپنی ازواج کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے سلوک کرو۔ بلاشبہ تم نے اُن کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر لیا ہوا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ ہی کے احکام کے بموجب ان کو تم نے اپنے لٹری جائز قرار دیا ہے۔ اور اپنے غلاموں کو ایسا ہی کھانا دو جیسا تم خود کرتے ہو۔ اور وہی پہنتا و جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان کو کوئی قصور سرزد ہو جائے جس کو معاف کرنے کے لئے تم راضی نہ ہو۔ تو انہیں رخصت کر دو۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ممانعت ہے۔ اور ان کے ساتھ سختی سے سلوک نہیں کرنا چاہئے۔“ اے لوگو! میرے کلمات سنو اور ان کو قبول کرو۔ اور تمہارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تمہاری ایک ہی برادری ہے۔ ایک بھائی کی ہیر اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ خود برضا و رغبت و خیر خواہی سے عطا کرے۔ اور یہ انصافی کرنے سے بچتے ہو۔ حاضر کو چاہئے کہ عتاب کو میل کلام پہنچا دیے۔ یکن و کر جس کو یہ کلام بتلایا جائے سننے والوں سے زیادہ یاد رکھئے خطبہ اختتام پر آنحضرت صلی علیہ وسلم نے بآواز بلند فرمایا۔ کہ اے خدا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور اپنا کارِ منصبی مکمل کر لیا۔ انہوہ کثیر نے ہم آہنگ ہو کر پکارا۔ کہ بلا شک و شبہ آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔“

”اے خداوند تعالیٰ میں تیری درگاہ میں الجاح و زاری عرض کرتا ہوں کہ تو اس پر گواہ ہو۔“

آنحضرت صلی علیہ وسلم کا پہاڑی والا عطا اگر ایک طرف قابل العمل و معقول ہو سکتا ہے جو عطا دل و دماغ کو اپیل کرتا ہو تو دوسری طرف ان افسانے طبع کی ضروریات و سمجھ کے مطابق بھی ہوتی ہیں غلطی رہے ہی کیلئے سیدھے سامنے اور قابل فہم ہدایات کی ضرورت ہے۔

کاش کہ یہ پاس کافنی وقت ہوتا۔ تو ان حوالجات کے اصلی کلمات کو عربی زبان میں ہی چھتا

جو کہ تراجم کی نسبت بدرجہا ترجیح کو ابھارنے والے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے زبان کی کتابوں کی دوستوں کو عربی کا بہت سا علم حاصل کرنے کی ہمیشہ تر تحریص و ترغیب دلاتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ نہ صرف عمدہ زبان دان اور منطقی ہی بن جاؤ گئے۔ بلکہ اس منعم اعظم کے مقدس و بلند کلمات کی قدر و منزلت کرنے کے بھی قابل ہو جاؤ گئے۔ جن کی پیروی کا انہیں فخر حاصل ہے اور جس کے مقدس کلمات کی خیر و فہمی کو اب بوجہ کافی زاجم کے باطن و جنہیں پہنچ سکتے ہیں عیسائی دوستوں کو میں یہ عرض کر دوں گا۔ کہ بناب مشیخ کے کلمات زیادہ متاثر ہوئے۔ اگر صلی بن عبرانی میں آپ کے دلکش کلمات کا ملن ممکن ہوتا لیکن مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سنی عقائد اٹھاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ مشترکہ طور پر ان کے یہودی بھائیوں کو بھی یہ حق حاصل ہے جن کے پاس جناب موسیٰ کا کلام اہل برہنہ میں پہنچا +

وہ بدلیش لوگ جو عیسائی مذہب کو ملحوظ نظر رکھ کر اسلام کو ٹبرس شکل میں پیش کرتے ہیں اس مسجد انکی توجہ خصوصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہاڑی والے دعا کے اثرات و خصوصیات کو مبذول کرتا ہوں۔ کہ جو جن حصص پریم میں سو اکثر احباب مل رہے ہیں انکی قیادت کر رہے ہیں۔ جن سے ہمارے اس حق مملوک و حق خلق کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ ہم سب انسان اپنے صفت طبیعت سے اور نوکر اور چاکر اور غلاموں۔ مزدوروں یا پیشہ وروں کو رو کر رکھتے ہیں۔ کیا کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر فردا ثا اور غلاموں کو حقوق دے سکتا ہے۔ کیا کوئی شخص ان مسیوین صدی عیسوی میں ان حکیمانہ احکام میں کوئی ترمیم یا ایڑادی کر سکتا ہے جو آج تو یہ صدی ان مشیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریختان عرب میں عورتوں اور غلاموں کیلئے منضبط فرمائے +

جناب ڈاکٹر رائٹ شیخ محمد رفیع صاحب تفریہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ زندگی نہایت ہی لمبی ہے۔ اور حقیقتاً تمام سو شعروں میں آپ کی وجہ سے نہایت ہی دلکش و دلغریب ہے۔ نہ ہی مصلح ہونے کی حیثیت میں آپ اس وقت دنیا میں متوجع ہوئے جبکہ زمانہ اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ اس قسم کی اساسی و بابرکت مصداقات مروج ہوں جبکہ اپنے

اجرا فرمائیں۔ اور اب روزِ روغن کی طرح عیسیٰ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کہ آپ کا مشن حقیقتاً لونی بڑھ چکا
 پرہیزی تھا۔ ایک وہ وقت تھا جبکہ مغربی اور مشرق کو مذہبی خیالوں کے رشتے پر تسلط چاہئے ہوئے تھے۔
 لیکن گذشتہ دو یا تین صدیوں کے عوام الناس میں آزاد لہجہ اور منصف مزاجی کی روح چھوٹی گئی ہے۔ اور
 آہستہ آہستہ بالآخر یقینی طور پر دنیا پر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی شخصیت مہرِ تالیاں
 کی طرح درخشاں ہوئی چلی جا رہی ہے۔ آپ کی اعلیٰ نسب، العجب العجیب کی پاکیزگی اور مشن کی صداقت کو
 رہ آپ نے رتائی حکم پر جاری فرمایا۔ اب دنیا اعتراف کرنے لگ گئی ہے۔ بہت سے لوگ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دلوں میں خیال کرتے ہیں۔ جو ایک عجیب گہرے و خوار و متواضع اور جس کے پردے بھی
 لازماً جیسا کہ ان کا آنحضرت کے متعلق خیال ہو برہم جی و جباری کا مجسمہ ہے۔ لیکن اب عالم الناس
 اس بات کو تسلیم کرنے لگ گئے ہیں۔ کہ آپ خود بھی ظلم و تشدد کا تہ متنبہ بنے ہوئے ہیں۔ اور جن
 جنگوں میں آپ مجبوراً شریک ہوئے وہ محض خود حفاظتی جنگیں تھیں جو کہ ظلم و تشدد
 کے لئے نہ تھیں۔ آپ کے دل میں فقط ایک ہی ٹپ تھی کہ زندہ ہو جاوید ہونے والا ہلال
 کی شان و جبروت روز افزوں ہوتی رہے۔ آپ کی کے زبردست حامی و پیشوا تھے۔ انہیں
 اپنے کنبہ قبیلہ اور قوم کے ہی مٹی کی محنت تھی بلکہ کل نسل انسانی کے محنت و محنت تھی۔ اور آپ کی زبردست
 عالیشان سیرت و فصاحت کی نظر دنیا میں کہیں نہیں ملتی اس بات پر آپ نے خصوصیت زور دیا۔ کہ اگرچہ میں
 پیغمبروں اور خطاب کا میں صحیح طور پر تعریف میں لیکن محض ایک بشر ہی ہوں اعجازِ انسانی کا آپ نے کئی کئی
 نہیں کیا۔ تاکہ لوگ اس دانش و ہوشیاری کے آپ پر ایمان لائیں بعض اندھا دھند
 متبعین نے اس قسم کی طاقت آپ کی طرف منسوب کی ہے لیکن دیگر مشہور انسانوں کی طرف
 آپ کو بھی دوست و دشمن کی تکالیف اٹھانی پڑیں۔ لیکن آپ اپنے سامعین کو ہر وقت یہی
 یاد دلاتے رہے کہ میں ایک بشر ہی ہوں۔ اگرچہ آپ ایک بشر ہی تھے۔ لیکن ایک عجیب و
 غریب بشر تھے۔ ایسے بشر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح پر تمام بلا شایان بھروسہ تھا۔ جو کہ آپ کا
 گُمایاں و میز و صف ہے۔ آپ ایک زبردست روح کے مالک تھے۔ اور روحانی طاقت جو ہر
 آپ میں غایت درجہ کی تھی۔ جو کہ اہم ہی سستی کو مسلسل لو لگانے سے حاصل ہوتی تھی۔ روحانی اور
 مادی نقطہ خیال کو بھی آپ کو کامل نصرت حاصل ہوتی۔ اور ملک عرب کی ہر سرکاری اور اقوام کو

متحد کرنے میں آپ مظلوم و مظلوم بن گئے۔ اور ان کو ایک زبردست قوم بنا دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی تعلیمات کے جوڑ آپ کے خیمے نازل ہوئی ہیں۔ عربوں میں ایک زبردست روح پھونک دی۔ جو بعد ازاں دیکھو اقوام کیلئے پارسایانہ اور متقیانہ زندگی بسر کرنے کیلئے خضر راہ بنیں۔ اور آپ کی ولایت سرگرمی نے اہم امور دیرانہ کھات کرنے کی تحریص دلائی جس کو کہ آپ کے نام کی لوگ عزت و وقعت کرتے ہیں۔ اہم کو اہم خطرے کے مقابل اور شدید و شدید اوار میں بھی آپ کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر قوی ایمان رہا۔ اور اسی کی استعانت طلب فرمائی۔ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا مشن ربانی مشن ہے جس کو آپ نے سرانجام دینا ہے۔ اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے احکام کو مختلف اقوام میں پھیلانا خالصاً اللہ تھا جس کے لئے آپ گھر بار خویش و اقارب تک چھوڑنے کے لئے مجبور ہوئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ڈنک اصرام پرستوں میں بجائیں۔ جس کی خاطر کہ آپ کو آلام و مصائب کا تختہ مشق بننا پڑا +

اس مورثیم نے اوائل عمر اور سن بلوغت تک پہنچنے تک امن و امان کی زندگی بسر کی۔ اور اپنی عمر کے پہلے چالیس برس میں آپ ملک عرب کے محض ایک معمولی شہری ہی تھے۔ اگرچہ آپ اکثر غار حرا میں ذکر و فکر صوم و صلوة کیلئے معتکف ہوتے تھے۔ آپ کا طرز زندگی ریاضت تھا۔ اور تمام عمر میں کبھی بھی اپنے اپنے مشن کی آڑ میں اپنے آپ کو متمول بنانے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس کافی ذرائع و وسائل بھی موجود تھے۔ جوں میں سال گذرتے گئے اعتکاف زیادہ مغرب خاطر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ایک دفعہ معتکف بیٹھے تھے۔ اس حالت اعتکاف میں ایک ربانی آواز آئی۔ جو کہ آسمانی پیام تھا۔ کہ اے محمد! اٹھ۔ حق و صداقت کیلئے اٹھ۔ کہ تو ہی خداوند کا مرسل ہو۔ اٹھ اٹھ لوگوں کو پسند و نصرت کر۔ اور اپنے اللہ کی بڑائی بیان کر +

آپ نے دشمنوں کو انتہا تک پہنچانے کا کبھی بھی خیال نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ جب آپ بہت بڑی کے خلاف... وعظ فرماتے تھے۔ تو اہل صنم نے آپ کو تہہ معظمت سے باہر نکال دیا۔ تو آپ نے عطا فرمائی +

کہ اے رب العالمین میں تجھ ہی کو شکایت کرتا ہوں۔ اپنی کمزوری کی وجہ سے لوگوں میں

حقیر ہوں لیکن اے ارحم الراحمین۔ کمزوروں کے رب۔ تُو ہی میرا رب ہو۔ مجھے منت چھوڑ دو۔
 مجھے مجنبنوں اور دشمنوں کا شکار مت کیجیو۔ اگر تُو مجھ کو ناراض نہیں۔ تو میں بھی سلام ہوں
 اور میں تیرے ہی چہرہ کی روشنی میں بنانا چاہتا ہوں جس سے کہ تمام تاریکی کا نور ہو جاتی ہو اور اس میں
 راحت یہاں بھی اور عالم اخروی میں بھی ملتا ہو۔ جیسی تجھی تیری مرضی ہو۔ میری مشکلات کو حل کر
 اور ان کو صراطِ مستقیم پر چلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے جو یہ کہتے ہیں۔ پیرونگو گرویدہ کرنے کی
 جاوہد میں عرصہ دراز صرف ہو گیا۔ اور چار سال کی محنت شاقہ کے بعد چار صحا جگات ہے۔
 اعتماد فرمایا۔ آپ کی تلقین کوئی نرا آسان زبانی نہ ہو ہی عقیدہ ہی نہ تھی۔ بلکہ آپ نے صوم و صلوٰۃ
 خیرات و فکرۃ کی زندگی کی تلقین فرمائی۔ اور یہ عقیدہ ہو لفظ اسلوا ہے۔ لیکن روزمرہ کی
 کے ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں اور عملی فرائض کے افعال اور خیالات تک اس کا دخل ہے نہ کہ
 نہ بھی مصلحت کی قسمت میں مشترک طور پر تکالیف و احکام جھیلنا اور ثبات ان و غلط یہاں کی کا نشانہ
 بننا لکھا ہوا ہے۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے زیادہ تعداد میں اور شدید سے شدید مصائب
 جھیلنی پڑیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس عقیدہ کی آپ نے تلقین و تعلیم کی۔ اور جن لوگوں نے
 اسے قبول کیا وہ لوگ تو ہم پرست غلاموں کے انبوہ کثیر و نیکو بہادر اور اللہ تعالیٰ سے
 ڈرنے والے بن گئے۔ مینوشی اور عیوب مفقود ہو گئے۔ اور بد اخلاقی کا نور ہو گئی۔ وہ لوگ جو
 قتل و غارتگری و معیشت سپید کرتے تھے متقی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے شہری بن گئے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب اگرچہ سادہ ہے۔ لیکن جس قدر بھی خیال میں لایا جاسکے اسی قدر گہرا و
 عمیق ہو۔ جیسا کہ وہی الفاظ ایمان و عمل میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان جس کا نتیجہ ہے
 کہ ربانی مرضی کے سامنے تسلیمِ خم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مکمل اور بلاچرن چار فرائض ہو جائے اور لفظ ایمان
 یعنی اسلام کے نام میں ہی مضرب ہے۔ جہاں کہیں بھی مذہب یا اختیار کیا گیا ہے وہ میں اس نے پرستی و مذہبیت
 کا قطع کر دیا ہے اسلام میں گناہوں کے عوم میں کفار کے مفہوم کی کوئی قربانی نہیں۔ اور نہ ہی
 اس میں عاریوں کی قاتلقتی کے ہی ڈھکوسلے ہیں۔ اور نہ ہی پادریوں کی طرح خاص لوگ اس میں
 مقرر کئے جاتے ہیں۔ جن کو کئی یا نجات دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔ اور میرے سامنے
 خود اسلام کہیں زیادہ اصنام پرستی کا دشمن ہو۔ اسلام میں اللہ اور رسول کے درمیان کوئی بھی واسطہ

ہیں۔ اہل اسلام بھی ایک قربانی کا قائل ہیں۔ اور وہ قربانی یہ ہے۔ کہ انسان اپنی خواہشات پر قابو پائے۔ اور ہر ایک کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کرے +

تیرہ سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ جبکہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ (مجتبیٰ صلعم نے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر تھے اپنا پیغام پہنچایا۔ اور اس پیغام کو جو آپ نے پہنچایا۔ اور جواب بھی پہنچایا جاتا ہے۔ نسل انسانی کی ایک تہائی کو اس سے تسکین۔ انبساط اور رحمت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی شخصیت کا مقناطیسی اثر نسلاً بعد نسل چلا آتا ہے۔ اور جو عقیدہ کہ آپ کے تعلقین فرمایا اسکے اثر و زور میں اب تک سر موٹا فاد و واقع نہیں ہوا۔ اور آپ کے پیروں نے جو عصبہ صادق و جاوید خدائے ذوالجلال کی عبادت کیلئے تعمیر کئے ہیں۔ اس میں واجب التکریم نبی کریم کا کوئی بھی بُت دکھائی نہیں دیتا اور آپ کی عزت میں کوئی بھی بُت نصب نہیں کیا گیا۔ آپ ان محبوں میں اُس مہتمم بالشان و زہر دست انسان کی کوئی بھی..... تصویر آویزاں نہ پادینکے۔ جس نے کہ لوگوں کو با محمل بنے عمل محنت و مشقت برداشت کر کے انصاف و مستعدی سے و اخلاقی کی عبادت کی تعلقین کی +

کیا حضرت محمد صلعم کو تاریخ حقیقی جگہ دینے سے ہم انکار کر سکتے ہیں۔ کیا وہ ہمارے اور تمام نسل انسانی کے شکر کے مستحق نہیں۔ ہم بحیثیت اس کے متبعین ہونے کے آپ لوگوں سے ملتے ہیں۔ کہ آپ اس عظیم الشان پیغمبر کی سوا انھری اور اسکے کار ہمارے نمایاں کو بنیضانہ اور بے تعصبانہ مطالعہ فرمائیں۔ اوبے تعصبی بھی وہ کہ جس میں ایک شتمہ بھی طرفداری اور تعصب کا نہ ہو تو حقیقی و یحییٰ یقیناً اس طرح ظہور پذیر ہوگی جس طرح رات کے بعد دن لازم ظہور پذیر ہوتا ہے۔ آپ اس عظیم الشان انقلاب کو دیکھیں جو کلچر کے لوگوں اور اقوام کے اوضاع و اطوار و عادات میں پیدا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جہت تک کہ بہرہ و ان نبی کریم نے کتاب اللہ کی روشنی میں ان کو منور کیا۔ وہ بے شکوں کے بہائم و وحوش میں شمار ہوتے تھے +

جبکہ آپ کی وفات کی خبر منتشر ہوئی تو ایک انبوہ کثیر آسکے دو تلوک کے باہر جمع ہو گیا اور

آہ دیکھا جمع و پکار و نالوں کا ایک گہرا گمگیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ آپ فوت نہیں ہوئے فقط حالت غشی آپ پر طاری ہوئی ہو۔ اور شمشیر برہنہ سونٹ کر آپ کے درشتی سے لوگوں کو دھمکایا۔ کہ کوئی شخص حضرت نبی کریم کو فوت شدہ کہنے کی جرات نہ کرے۔ لیکن اس شور و شغب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کراخت آواز سنائی دی۔ جنہوں نے کہوئل کے کلمات چڑھے۔

صلا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حي
صلا یبوت بترجمہ۔ ”اگر تم محمد کی پرستش کرتے ہو تو تم کو معلوم ہے کہ محمد تو یقیناً مر گئے لیکن
خدا نے محمد جینا ہے اور وہ کبھی نہیں مر سکتا“ ۴

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مندرجہ بالا آیات کریمہ تلاوت فرما کر اپنے نے جعفر کو اطمینان دلایا
پس آج جو کہ ہم یہ بیان رکھتے ہیں کہ آپ کا پیغام منجانب اللہ تھا۔ اور کہ پیغمبر خدا کو تخت
الہمیت پر نہیں بٹھاتے۔ آج اس جگہ اسلئے جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ اس عظیم الشان شخص کی
توقیر عزت و محبت و ایثار اور بزرگی کا اعتراف کریں۔ اور پھر اپنا ایمان بہ آواز بلند
ہم آہنگ ہو کر شہر کریں۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ +

آزیز بن جناب سٹیر بھوپندرانا تھہ باسوکی تقریر

جناب صدر جلسہ! خواتین اور حاضرین مجلس!

مجھے خوشی ہو کہ آج مجھے اسلام اور حضرت محمد (صلعم) جن کے یوم ولادت کو منانے کیلئے
ہم یہاں جمع ہوئے ہیں عظیم الشان کارناموں اور زندگی کی قدر و قیمت کے اعتراف کا
موقعہ ملا ہے۔ میں بحیثیت ایک ہندوستانی اور ہندوستان کی آبادی کے ایک بہت بڑے اور
نہایت ضروری عنصر یعنی مسلمانوں کا ہم وطن ہونے کے باوجود اسکے کہ اپنی نسل اور عادات
کے لحاظ سے ہندو ہوں۔ اس حیرت انگیز اثر کو محسوس کرتا ہوں جو پیغمبر اسلام (صلعم) کی تعلیم
اور آپ کی زندگی نے پیرایان اسلام کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ میرے نزدیک نبی فرخ انسان

کی بیماریوں اور لغت القاص کا یہ حصہ اس کا واجب فوقیت پر برتری کا نتیجہ ہے جو ایک جماعت کی دوسری جماعت پر یا ایک انسان کی دوسرے انسان پر یا ایک قوم کی دوسری اقوام پر فرض کر لی گئی ہے۔ وہ تمام بیماریاں اور اخلاقی نقائص جو اس خود ساختہ عدم مساوات کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہیں۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت بہت کثرت کے ساتھ اور عام طور پر پکارتے تھے لیکن آپ نے اپنی مذہبی تعلیمات کے خدائی اثر کے ماتحت اپنے ذاتی نمونہ اور عمل کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم پیدا کی جس میں فرقہ کا ایک نہایت اچھے اور دلکش شکل انسان بھی بڑے بڑے عربی نسل سردار کے ساتھ ایک ہی سطح اور درجہ مساوات پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ یہ مساوات صرف آپ ہی کے زمانہ یا ملک غرب تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ خالص صورتِ فعلی در و دار سی اور مساوات کا اصول جو پیغمبر اسلام نے سکھایا۔ اور اس پر کاربند کیا۔ عرب کی زمین و ملک کو تمام اربع مسکنوں پر پھیل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اس مقدس انسان کو تیرہ سو سال گزرے ہوئے ہو جانے کے باوجود ہندوستان میں ایک مٹوئی خاکروب بھی سلام کے اندر آکر بڑے بڑے امیرزادوں کے ساتھ بلا روک ٹوک مساوات کا درجہ حاصل رہتا ہے میں نے مذہبِ عالم کو مطالعہ کیا ہے۔ اور مساوات کی یہ فکر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی نہیں پائی۔ ہندوؤں کے اندر ہم پر ذاتوں اور قومیت کی سخت تفریق اور صہنیاں قائم ہیں میں اس بحث میں پڑنے کیلئے تیار نہیں کہ ذاتیات کی قطعاً ہندو مذہب میں اس کے علاوہ وغیرہ کی پاک ہونے کے وقت بھی موجود تھیں یا نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں یہ طریق ہندوؤں میں موجود ہے۔ اور بعض قوموں کے متعلق ان کا یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سرور سپہا ہوتی ہیں۔ اور بعض پاؤں سودے کے ہذا القیاس۔ اور تو اور خود ان مذاہب میں بھی جن کو اسلام کے ساتھ کچھ نہ کچھ اشتراک ہے یہ تفریق قائم ہے چنانچہ یہودیوں کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ صرف اسرائیلیوں ہی کو اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم سمجھتے اور دوسروں کو اس حلقہ سے خارج یقین کرتے ہیں عیسائیت کو اگر دیکھا جائے تو ہندوستان کے اندر خود حضراتِ پادری کی طرف سے ایسی اصطلاحات و تشبیہات ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ جو ملک کے دیہی نو عیسائیوں کو ان کے یورپین بھائیوں سے قطعاً الگ کر دیتی ہیں۔ انہیں دیہی عیسائیوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ان کے وہ فرض و

بجائی جو روپ میں پیدا ہوئے ہیں۔ نفرت کی نگاہ سے انہیں دیکھتے ہیں۔

ایک ادوہان جو اسلام نے دنیا پر کیا ہے وہ عجباری کے منصب کا قطعی طور پر تہیصال ہے۔ اسلام میں عبادات مذہبی کو ہر ایک مسلمان ہر انجام دے سکتا ہے۔ اور کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ایک اور تہذیب تعلیم بھی پیغمبر اسلام (صلعم) نے دی ہے اور وہ میں سمجھتا ہوں ہے یہاں تا اندازہ نظر تعلیم ہے۔ اور اسلام نے تمام ان لوگوں کیلئے جو نیک کام کریں نجات کی راہ کھول دی ہے کوئی برج نہیں اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت مشرق کی طرف منہ کریں یا مغرب کو۔ ہمارے اعمال اور حرکات ہی ہیں جو ہم پر کسی باز پرس کی گئی ہے۔

ان عظیم الشان حالات میں حماس وقت دنیا پر طاری ہیں ہر ایک بھی خواہ انسانیت کا فرض ہے۔ کہ حضرت محمد مسلم اکی ان پاکیزہ تعلیمات کے مفہوم پر غور کرے۔ اور آئندہ زندگی میں اس کو اسی رنگ میں عمل میں لانے کی کوشش کرے۔ جس رنگ میں اسلام نے اسے سکھایا ہے اس حقیقت کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسلامی اصول جمہوریت و مساوات میں ایک تھوڑی سی ملاوٹ بھی ہندوستان مستقبل کو زمانہ ماضی کی بالکل مختلف بنا دی گئی۔ اور کوئی مشابہت ان دونوں ازمینہ میں باقی نہیں رہی ہے۔

حیدر رضا صاحب کی تقریر

دو مے زمین کے مختلف حصے میں مسلمانوں کی تعداد حسب ذیل ہے :-

افریقہ میں پانچ کروڑ و س لاکھ مسلمان آباد ہیں شمالی امریکہ میں پندرہ ہزار۔ جنوبی امریکہ میں ۱۰ ہزار۔ اوشینیا میں ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ۔ ایشیا میں ۴۴ کروڑ و س لاکھ۔ یورپ میں ۱۰ لاکھ۔ مغربی اٹلی ۲۰ کروڑ و س لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ جن کا اگر دوسرے مذاہب کے مقابلہ کیا جائے تو رومن کیتھولک عیسائیوں سے ۵ کروڑ و س لاکھ کم ہیں۔ ہندوؤں کی تعداد ۱۰ لاکھ اور بدھ مذہب کے

سے ستر یا سو کا غالباً اشارہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف ہے۔ لیس البران تو لو او جو حکم قبل المشرق والمعرب ولكن البر من امن بالله واليوم لا حزن ولا مشقة والكتب والنبيين الخ

کہ کوئی ۴۰ لاکھ مسلمانوں کی کل تعداد کل نبی نوح انسان کا قریب ۱/۲ حصہ ہے۔ اور میرے لئے یہ نہایت تعجب انگیز ہے کہ یہ تعداد کوئی بہت زیادہ نہیں ہے۔

حضرت محمد صلم کے عظیم الشان کارناموں اور آپ کی زندگی کی قدر و قیمت کرنے کا ہے احسن طریقہ یہ ہے کہ آپ کے ستم بالشان مشن کی اصلیت کو سمجھا جائے۔ ہم حضرت محمد صلم کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ اور نہ ہی انہیں خدا تعالیٰ کا رشتہ دار ٹھہرانے میں اور کسی قسم کی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ کیونکہ اسلام میں ایسا کرنا خداوند تعالیٰ کے سلطوت و جلال و تقدس کے خلاف کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے نیاز بزرگ اور واحد ہے اور اسے کسی قسم کے رشتہ و تعلق کی حاجت نہیں حضرت محمد صلم محض ایک بشر تھے اور بقدر بشر آج تک گزر چکے ہیں۔ ان سے افضل البشر تھے۔ اور قرآن کریم کی تفسیر و توضیح مندرجہ ذیل آیت میں خوب طبع کرتا ہے۔ ”وما محمد الا رسول“ (محمد کہا ہیں محض ایک رسول ہیں) مسلمان آنحضرت صلم کی پرستش نہیں کرتے نصرانی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا سمجھ کر اس کی عبادت کرنے میں۔ مجہد مذہب کے جناب بدھ کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ اہل ہندو انسانوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور انہیں دیوتا کر کے پکارتے ہیں لیکن مسلمان فقط وحدہ لا شریک ایک ہی خدا کی پرستش کرتے ہیں مسلم غلطی سے محمد ہی نامزد ہیں۔ ان کو ”عبد اللہ“ کے نام سے پکارنا چاہئے۔ کیونکہ وہ مولے واحد۔ بزرگ و محسن خدا کے کئی سامنے جہیں نیاز کو ہم نہیں کرتے۔

قرآن کریم کے اصول کے متعلق بھی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم حضرت محمد صلم نے تحریر نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی آپ کے تخیل کا ہی نتیجہ ہے۔ اور نہ ہی آپ نے اسے تصنیف فرمایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا اصل کلام ہے۔ حضرت محمد صلم نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی پایا۔ اور احادیث و کتاب کے ارشاد سے لوگوں تک پہنچایا یا تعلیمات جو حضرت محمد صلم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ اقسام میں منقسم ہیں۔

(۱) ایک تو وہ جو آپ نے فرمایا یا تعلیم کیا۔ جیسے حدیث یا روایت کہتے ہیں یعنی آپ کے اقوال و افعال کا مجموعہ۔ دوسرا خدا کا کلام یعنی قرآن مجید جس کی کہ تمام دنیا کو

اپنی نجات کے لئے فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی نپسایاں خصوصیات ہیں۔ اور قرآن کریم میں مشکل خداوند تعالیٰ جو جبہ بنفسہ اپنی مخلوق ہی مکالمہ ہوتا ہے۔ تمام مذاہب کا منطوق بلکہ مطالعہ کرنا میں نے اچھا شغل قرار دے لیا ہوا ہے۔ جیسے کنفیوئشس۔ وید۔ مذہب۔ و سہ کے اقوال اور انجیل کے حصص پڑھے ہیں۔ لیکن یہ تمام کتب قرآن کریم کی طرح منجانب اللہ ہونے کا ادعا نہیں کرتیں۔ انجیل کو باب و کتاب پیش کرتے ہیں۔ ریویشی (تک پڑھو۔ اور اس میں ایک بھی لفظ آپ ایسا نہیں پاویں گے۔ کہ انجیل میں کوئی حصہ خدا کا کلام ہے۔

انجیل ایسے لوگوں نے لکھی جن کو وحی ہوئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں۔ ان میں اس قسم کے لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف وحی ہوتی تھی۔ اس کو یہ پتہ چلتا ہے کہ خداوند تعالیٰ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے لوگوں کو اپنا آخری پیغام پہنچانے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اور جب اسکی عقل و فہم ختم نہ ہو گیا۔ کہ اب لوگ اس آخری پیغام کو لینے کے لئے تیار ہیں۔ تو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نازل فرمایا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو براہ راست ہم سخن ہوا۔ یہ ایک مسئلہ امر ہے۔ کہ کسی نبی۔ یا مذہبی معلم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں آئے جتنے کہ آپ کے متبعین آپ کی عمر میں ہی ہو گئے تھے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ایک فوہیز مذہب ہے۔ جناب مسیح پیشتر اسکے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابھی کسی اور نے مبعوث ہونا ہے۔ جس کو دوزخ کے بوجب فارقلیط کہا جاتا ہے۔ جناب مسیح کو معلوم تھا۔ کہ خدا کا کام ابھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ موعود نسلی دہندہ یا فارقلیط تھے۔ اور آپ کو علم تھا۔ کہ خداوند نے آپ کے ذریعہ ہی لوگوں کو اپنا آخری پیغام پہنچایا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ خدا کا کام ابھی پوری تکمیل کو پہنچا ہوا ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا کراٹل کرینے والا ثبوت یہی ہے۔ کہ اس کو وجود میں آئے ہوئے تیرہ سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن اب تک کوئی اس جیسا عالمگیر مذہب پیدا نہیں ہوا۔

تبلیغ رسالت

یا ایہا المدثرہ قہرنا نذیرہ و ربک فکبرہ و ثیابک قطعہن والرحزنا محوہ
 وحنن تستکثرہ و لربک فاصبرہ تترجمہ۔ اے (پیغمبر تم) جو (وحی کی سیسکا)
 چادر پہنیے ہو اٹھو۔ اور (لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈلاؤ اور اپنے پروردگار کی ثنائیں
 بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو (خوب اچھی طرح) پاک (وصاف) اور نجاستے الگ رکھو۔ اور
 (تبلیغ رسالت) اکوڑا کار (نمایاں) سمجھ کر (لوگوں پر) احسان نہ رکھو۔ (تبلیغ رسالت میں جو شکستہ
 پیش آئیں ان پر) اپنے پروردگار کی رضا جوئی کیلئے صبر کرو۔ (المذثر آیت ۱ تا ۴) +

خداوند تعالیٰ کے سبب آخری پیغمبر نسل انسانی کے سبب آخری نبی اور صلح کو
 اہمیت مآب سندرجہ بالا حکیمانہ ملا۔ تاکہ وہ جناب مسیحؑ کا بحیثیت موعود اور سب سے بڑے
 نسل دہنئے کے جانشین ہو۔ سب پہلی ہی جی میں اتنی نبی معلوم اکوڑھنے کا ارشاد ہوتا ہے۔
 اور یہی تو حق قلم و علم کی طرف مبذول کھاتی ہے۔ یہ ایک تعلیمی جی تھی۔ جو تاریخی ترمیم میں دوسرے
 درجے پر تھی۔ اور جو کہ چھ ماہ کے عرصہ کے گزرنے پر جو زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ آپ پر غار حرا میں
 اس وقت نازل ہوئی۔ جبکہ آپ ایک کھل اور سے گلہ بان کے لباس میں مغموم و افسردہ
 یاد آئی میں بیٹھے تھے۔ کیونکہ ایک عرصہ طویل ہو آپ نے اپنے محسن و محنت خدائے
 عزوجل کو کچھ نہ سنا تھا +

مندرجہ بالا وحی کا انداز خطاب ہی پیارا اور ابھارنے والا ہے۔ المذثر یعنی
 چادر میں لپیٹا ہوا آنحضرت صلیع کے اسمائے حسنہ میں سو ایک نام ہے۔ جو کہ نہایت ہی پیارا
 نام ہے۔ اور اس نام کو متبعین اسلام کو یہ بتلانا مقصود تھا۔ کہ خدائے عزوجل ہمیشہ
 بڑے بڑے پیشوا و ان خسرویی اور لباس فاخرہ زیب تن کرنے والوں ہی میں سو انتخاب
 نہیں کیا کرتا۔ بلکہ نسل انسانی کے سب سے بڑے رشتہ و پیشوا کو جب نہ صرف اپنے۔ نہ رشتہ
 قوم کی رہنمائی کے لئے بلکہ کل دنیا و اقوام عالم و محل مذاہب و ملل کی رہبری کے لئے

ارشاد آئی ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک روٹی کی کسلی اور بے ٹوٹے جھنڈے ہیں۔ پس سب سے پہلی بات
 کریم ہیں یہ اخلاقی سبق سکھاتی ہے کہ کسی شخص کا طرز زندگی و لباس برغوب خاطر نہیں ہو سکتا
 بلکہ جوہر و میرت ہی ایسا چیز ہے جو اپنی اندر رقت الہی سے اتر کھتی ہے۔ دوسری آیت کریمہ
 اسلامی تعلیمات کا خلاصہ و چوڑ ہے۔ اور اسلام کی آئینہ کی شان و شکوہ کھلاڑ قم فائدہ دہی
 لفظوں میں مضمر ہے۔ قم فائدہ دہی ہی مسلم قوم کی ترقی و بہبودی و فلاح کی کلید ہے۔ صحابہ کبار
 کا یہی مقولہ تھا۔ اور یہی بانگ درا انہیں آگے بڑھاتی تھی۔ اور جس نے ان میں الہی روح
 چھوٹ کر دی جس کو انہوں نے دنیا کے ایک بڑے حصے کو سخر کر لیا۔ اور اسلام خواب و
 خیال کی بجائے عملی مذہب ہو گیا۔ جناب سالت مآب کو تخلیک کی یاد اور کسل و جبن کی
 طرز زندگی کو چھوڑنے اور کریمت باندھنے کیلئے احدیت مآب کے حکم ہوا۔ آپ کو ارشاد
 ہوا کہ آپ اٹھ کر دنیا کے لئے نمونہ۔ اسودہ اور منذر بنیں۔ خاموش حشرات بلا شبہ اچھی ہیں۔
 لیکن خداوند تعالیٰ ان خاموش حشرات سے بڑھ کر آپ سے خدمت لینا چاہتے تھے۔ آپ نے
 کھڑے ہو کر لوگوں کو نہ صرف قوی بلکہ عملی پسند و نسل بھی کرنی تھیں۔ آپ نے انبیاء و حکماء
 پہلے کا رعبی کو پورا کیا اور جب تک آپ کے نقش قدم پر چلے۔ اور شریعت پر قائم رہے
 اور جب تک کہ منذر و نمونہ قوم بننے کے لئے مساعی ہے۔ انہوں نے تمام عالم کی رہنمائی کی
 خدا کرے کہ موجودہ مسلمان بھی یہاں بندہ صوم و صلوٰۃ ہو کر۔۔۔ کسبل جبن و
 کاہلی کو چھوڑ کر ایک مستحکم و مضبوط قوم بن جائیں۔ اور ایک دوسرے کی برادرانہ شفقت و محبت
 کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ خداوند تعالیٰ انہیں پھر نمونہ قوم بننے اور دوسروں کو پسند و نسل
 کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ انسانی ترقی اسی میں ہے کہ ہر فرد و بشر نسل انسانی کی فلاح و
 بہبودی کے لئے کوشاں ہو۔ آج کل معنیٰ و حدیث ہی پھر مسلمانوں کا اصول رہنمائی ہونا چاہئے
 انہیں ایسے احکام پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ چہرہ سلطان بود کے غرے لگانے یا نیلی جھجک کرنے
 یا اسلام کے حسن و جمال پر دھوئیں دار تقابہ کر کے سے کوئی احسن نتائج منتظر نہیں ہو سکتے جب تک
 کہ وہ مسلم قوم کے اعمال ان امور کی استواری۔ طاقت و ہستیاست کے مصدق نہ ہوں مسلمانوں کو
 چاہئے کہ وہ دوسروں کے سامنے اسودہ حسنہ پیش کریں۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے افعال و زندگی

کار بار میں اور دوسروں کو سلوک کرنے میں ایک ایسا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ کہ دوسرے اس سے مستفیض ہو سکیں بغیر عمل کے پسند و ناصح کسی بھی کام کی نہیں۔ مسلمانوں کو اپنی قوم کو ایسا نمونہ قوم بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو کہ تمام قومی۔ ملکی اور رنگ کے امتیازات و اختلافات، تعصبات کو میرا ہو۔ اور آپس میں برادرانہ محبت سے متحد ہو۔ اور سرگرمی و جوش و خروش سے کام کریں تاکہ بھائے کا روز بار روز افزوں ہو۔ اور ہمہ ارا قدم آگے کو ہی بڑھے اور ہر روز جاہ و جلال اور تعداد میں اس بلال کی طرح بڑھیں جسے ہم نے اپنا قومی نشان قرار دیا ہوا ہے۔ اور جو ہر رات اپنی درخشانی اور جسامت میں قی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بدر کامل ہو جاتا ہے +

اسلام عمل۔ ایسا ہے۔ جد و جہد کا نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلم کو زندگی اور طاقت اس لئے عطا نہیں فرمائی۔ کہ اسے کاہلی۔ غرلت گزینی اور خالفتہ میں بیٹھ کر صرف کر دے بلکہ کارزار دنیا میں اعلیٰ کلمۃ اللہ میں اپنی زندگی صرف کرے۔ جس سے انسانی عقل و دانش کو جلا ہو +

”قصہ فاند“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی مقولہ تھا۔ لیکن کس مدعا کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ میں فاند کی نوع پھونکی گئی۔ حقیقتاً وہ کسی ذاتی و جاہلیت کے لئے نہ تھی۔ اور نہ کسی خاص قوم و ملت کی شان و شوکت کو بڑھانے ہی کے لئے تھی بلکہ محض خالق اکبر کی بڑائی کرنے کے لئے آپ کو قصہ فاند کا فرمان آئی ہوا۔ رب العالمین کی جو تمام جہان کا پرورش کنندہ ہے جو صرف اسی طرح حمد و ثنا ہو سکتی ہے کہ اس کے نائب یعنی انسان کے ہاتھ میں دنیا کی عین حکومت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دنیا پر حکمرانی کرنے کی استعدادیں و دلیست کی ہوئی ہیں اگر انسان اپنی روحانی اور ذہنی قوت کی وساطت سے دنیا پر اور مکمل عنایت۔ چاہے سچ اور ہر ایک چیز پر حکمرانی کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور اگر تمام مخلوق کی سبب دہی کو ترقی دینے میں کامرانی حاصل کرے۔ تو اس نے گویا اس خالق اکبر رزاق و پرورش کنندہ کی سراپت و بڑائی کی۔ جس نے اسے عقل اور اخلاقی اوصاف سے مستصف کیا۔ اور تمام لوازمات کو جو اس میں کی بنا پر اس کے لئے انسان کیلئے ضروری تھے اسے عطا فرمائے +

میں نے اُپر بیان کیا ہے کہ جب اوندہ لٹالے نے ہنصر مسلم کو "دُز" کے لفظ سے مخاطب فرمایا تو اس میں اس دنیا کو ایک اخلاقی سبق دینا مقصود تھا۔ اور اسی ضمن میں اہدیتِ پاک کو "ثَبَا بِلْ فَطْرًا" کہ اپنے کپڑوں کو پاک اور نجاست سے الگ رکھو کے ارشاد نازل فرمائے تو ایک اور اخلاقی سبق دینا مقصود تھا۔ لباس خواہ سیہ حاسدا اور غریب باندہ ہو لیکن پاک اور طہر ہونا چاہئے۔ جسمانی طہارت رُوحانی اور اخلاقی صفائی کے لئے ضروری ہے۔ اور بلاشبہ طہارت پارسائی سے دوسرے درجہ پر ہے +

لفظ طہر کے اندر محض ظاہری طہارت سے بڑھ کر عمیق مفہوم پنہان ہے۔ مسلم کی ہر ایک چیز کا حقہ صاف و تھری ہونی چاہئے۔ اور کسبِ مال کو کٹائی ہوئی چیز مطہر ہونی چاہئے۔ مسلمانوں کو جسمانی اور رُوحانی دونوں طرح کی مطہر زندگی بسر کرنی چاہئے۔ پانچ دفعہ دُوبہ دھو کرنا اور بعض مطلق پر آبِ رواں میں تمام کے تمام جسم کا غسل کرنا ان کے نہی و فریضہ میں سے ہے۔ روزمرہ کے خانگی عادات طہارت سے مسلمانوں کے جسم اکثر پاک و طہر ہو رہے ہیں یہاں تک کہ ہر دینی قوم بھی طہارت میں اس قدر محتاط نہیں۔ نصرانی ایامِ دینداری میں اکثر غلیظ ہتے تھے۔ کیونکہ جنابِ مسیح نے فرمایا ہوا ہے کہ جو چیز جسم کے اندر جاتی ہے ناپاک نہیں ہے۔ لیکن جبکہ نصرانیوں نے مسلمان مردوں، بچوں اور عورتوں کیسے برا بھلا کیا اور ملکِ ہسپانیہ کی جہاں انہوں نے اچھے سو برس تک بڑے شان و شوکت سے حکومت کی تھی جلا وطن کر دیا۔ اور ان غسلیوں کو جو مسلمانوں نے تعمیر کئے تھے۔ ویران کر کے مسلمانوں تک کر دیا۔ تو نصرانی پوپ کے نائبین اور لوہاؤں نے یہ فتویٰ صادر کیا۔ کہ غسل اور طہارت مشرکین (یعنی مسلمانوں) کی عادت ہے، مُقلدِ عیسائیوں کو اسکی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے عہدِ حکومت کے وقت ایک مسلم کی نمایاں و متمیز نشانی یہ تھی۔ کہ اُسکے ہاتھ اچھی طرح صاف ہوتے تھے۔ اور اپنے ہم شہری نصرانیوں کو بدرجہا مطہر و پاک ہوتے تھے۔ جسمانی طہارت بلاشبہ لازم و لا مبر ہے۔ لیکن اسی پر آپ اکتفا نہ کرنی چاہئے۔ موجودہ تہذیب اگرچہ اپنے آپ کو نصرانی کہتی ہے۔ لیکن اس سے تعبیر و جسمانی طہارت کے مسلمانانہ اصولوں کو اختیار کرتا ہے۔ ہیں چھین و ہسپانیہ کے عیسائی پوپ

مضیعوں کے فتادنی اور احکام کے سراسر خلاف کر رہے ہیں۔ کیونکہ بہت سے نصرانی صفائی و طہارت میں مسلم طرز و طریقہ اختیار کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک انگریزی گھر میں غسل خانہ مسلمانوں کی طرح ایک لازمی جزو مکان ہو رہا ہے۔ گو غسل خانوں کا رواج تمام یورپ کے براعظم میں موجود نہیں مہوٰۃ لیکن لندن میں اسلامی طرز کے غسل خانے موجود ہیں۔ یہی وجہ شاید بہت حد تک یہ ہو کہ جس لوگوں کی تعداد ان خطاط میں ہے۔ موجودہ تہذیب کو ابھی و الرضا فی اٹھارہ کے حکم پر عمل پیرا ہو کر ہر ایک قسم کی نجاست و آلودگی سے احتراز کرنا ہی مسلمانوں کو ہر ایک قسم کی نجاست و غلطی کینیسی سے علیحدہ پن قبیح و شنیع اشیاء کو ترک کرنے کا حکم ہوا تھا۔ انہیں حکم ہوا کہ روحانی اور اخلاقی طور پر بھی مطہر رہیں۔ اور دوسروں کے ساتھ کاروبار میں راستبازی اختیار کریں۔ اور ہر ایک قسم کے دغل۔ فریب۔ کرد و دھوکے سے اجتناب کریں۔ یہاں تک کہ اپنے افعال اور خیالات میں بھی ضعیف اور دلیر ہوں۔ مندرجہ بالا ارشاد آئی کے دو ہی لفظ تمام عالم کی بھلائی و بے سودی کیلئے اپنے اندر ایک بیش بہا اخلاقی اصول رکھتے ہیں۔ ”رجسنا نہجرا“ ہلیدی کی اجتناب کرنا ایک مرد و عورت کیلئے خواہ وہ کسی ملک نہایت سے تعلق رکھتے ہوں اُن کے لئے ہر ایسے کام کا ایک زریں اصول ہے۔ سب سے بہتر مرد یا عورت بننے کیلئے یہ سب احسن طریقہ ہے اس کے بعد ایک اور زریں اصول بتایا ہے جس کے الفاظ شہادت مہربانی سے معمور ہیں +

حکمت من تستکثر

اور (تبلیغ رسالت) کو بڑا کار (نمایاں) سمجھ کر (لوگوں پر) احسان نہ رکھو۔ اسلام نے اپنے پیروں کو صنعت و حرفت کو فروغ دینے کی تلقین کی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی تمام تمدنی و اخلاقی معاملات میں (بنیادین) کی روح سے احتراز کرنے کے لئے بھی اسلام نے بڑی احتیاط کی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو دکاندار قوم بنانے کی کبھی بھی کوشش نہیں کی۔ کہ جن کا مقصد زندگی صرف منفعت حاصل کرنا اور دنیا کے منافع پر آرام کرنا ہو۔ اسلام ہر ایک کی کوئی بھی چیز کی وجہ سے حکم دیتا ہے۔ اور اس کا حکم کسی ذاتی منفعت پر مبنی نہیں ہوتا۔ اسلام راستبازی کا ارشاد اسے نہیں دیتا

کہ یہ ایک عسکری یا پالیسی پر مبنی ایک ٹریڈی بھاری نیکی ہے +
 اسی طرح اسلام انسان کو احسان کا حکم دیتا ہے جس کا معنی نہیں کہ اس احسان کے
 بدلے انسان کو کچھ زائد معاوضہ میں لینے کی اُمید رکھنی چاہئے۔ بلکہ خالص شہداء احسان ہوتے
 ہیں کہ اپنے مجتنب مخلوق کی خاطر خالص انسانی ہمدردی کے لئے ہوں +

اسلام ہم کو یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اپنی مجتنب مخلوق کو ایک ایسا فرض سمجھ کر بھلائی کریں جو کہ
 خود خالق اکبر نے ہمارے ذمہ ڈال رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مسئلہ
 ضروری و لازمی قرار دیا ہے۔ ہم انسانی جنس میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ ہمارا فرض
 ہونا چاہئے۔ کہ ہم اپنے بھائی بندوں کو نیکی اور بھلائی کریں۔ اگر دوسرے ہم کو آچھا
 سلوک نہ کریں۔ تو بھی ہمیں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوشش کرنی چاہئے۔ اور جہاں تک
 ہمارے بس ہے۔ دوسروں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کریں۔ قرآن کریم کا یہ حکم احسان کے درجہ
 کو درجہ اولیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس میں ہمدردی کی روح غایت درجہ تک ترقی کرتی ہے۔ انسانی
 ہمدردی کو یہاں تک صحت پہنچا دیتا ہے کہ وہ حیوان اور نیز پودے بھی کہ جن کو انسان کو کسی قسم کے عوض
 معاوضہ کی توقع تک نہیں۔ ان کو بھی ہم ہمدردی اور بھلائی کریں +
 مسلم شاعر جناب سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

میاں زار مرے کہ دانہ کنش است کہ جان ارد و جان شیریں کش است

ترجمہ۔ ایک چوڑی تک تو تکلیف دہ کھمٹ دے جو کہ دانہ کے لیجانے کیلئے مساعی ہو۔ کو پتہ آئے
 وہ بھی جان کھتی ہو اور جان ہر ایک کو عریض ہو +

مسلمانوں کو سرسبز درختوں تک کاٹنے کی ممانعت ہے۔ اور دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں
 جس کو اس قدر اظہار ہمدردی و شفقت پہکتا ہو جس قدر کہ مسلم قوم ہر مسلمانوں کی لاکھوں
 ہمدردی و بھلائی خالص شہداء ہوتی ہے جس کے معاوضہ کا خیال اس دنیا میں ان کے وہم و گمان میں بھی
 نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کی اوائل تاریخ ان کے ایثار و غیر انہشی کا ایک عمیق مجموعہ ہے۔ اس زمانہ میں لوگ
 اپنے مجتنبوں کی فلاح و بہبودی پر استغناء و پارسائی کی ترقی پلانڈر مذہب کی اشاعت کی خاطر اپنے مال و جان
 تک قربان کر دینے میں ایک دوسرے کی بیعت لیجانے کے لئے مساعی ہوتے تھے۔ انہوں نے بغیر

کسی دینی و غیر دینی شخصیت کو پیش نظر رکھتے ہیں خود آزمائشیں کیں اپنی جانیں۔
جو کہوں میں طالبین سادہ دین اسلام کی خاطر شہادت کا جام چھکا۔ انہوں نے بہت حد تک
غیر کسی عوض کی امید کے نسل انسانی کی بھلائی کے لئے کام کئے۔ اور اس نوح کو لئے ہوئے ۱۰ دنیا
کے فریاد ہر ایک ملک میں پہنچے۔ اور جب تک یہ نوح جان کے رگ دریشہ میں سرایت کرتی ہی
بر ایک جگہ ڈی نہاں کوان کا استقبال کیا گیا +
مندرجہ بالا آیات کریمہ میں جو صحتِ اخیرہ سے مسلم قوم کا ایک خاص وصف مختصر
ہے۔ اوائل زمانہ کے مسلمان بہت صادق مسلم تھے۔ اور قرآن کریم کے ہر ایک ارشاد کی فراموشی
کرتے تھے۔ انہوں نے

وَلَا تَبْكَ فَاصْبِرْ

ترجمہ (اپنے پروردگار کے لئے صبر کرو)

پر پوری پوری اُپروسی القیاد کی +

ہر انسان کی طرح ہر قوم کے حالات میں بھی نشیب و فراز ہوتے ہیں۔ خوشحالی و ادبائے
ایام بھی اس پر آتے ہیں۔ وہ قوم جو ترقی کی آرزو مند ہو۔ اسے ہر وقت سعی و کوشش کرنی چاہیئے
۔ اس قوم کی زندگی بہت ہی قلیل ہوتی ہو جو کامیابی
کی خواہاں تو ہو لیکن کاروبار میں مستعدی و کوشش سے کام نہ کرے۔

ہر ایک ذی فہم ہستی میں جز و مدد ہوتا ہے۔ انسان کو ان ہر دو کے لئے تیار رہنا چاہیئے
اس حضرت صلیہ کو ان دونوں کا سامنا کرنے کی تعلیم دی گئی تھی۔ آپ کو عسر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں دعا کرنے اور اس پر شکر اُپڑھانے اور عسر میں صبر کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔ آپ کا
اللہ تعالیٰ پر کامل اور غیر متزلزل توکل تھا۔ ایک فوج آپ غراب راحت میں تھے۔ کہ ایک تھی قلب
و شمع جان نے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے آپ کو لایا۔ اور آپ سے پوچھا۔ کہ اس نازک حالت میں
نہ اُڑوں یا رمدو گار ہے لیکن آپ نے وہی بے باکانہ اور متوکلا نہ جواب فرمایا۔ کہ میرا یا رمدو گار
میرا مولیٰ کریم ہے جس نے میری پرورش فرمائی۔ جب آپ اپنے ایک ہی یا رمدو گار سے متوکلا نہ فرمایا
پہلے مجھے تھے۔ واعدہ کی تائب کرنی والی فوج کے پاؤں کی آہٹ آپ کو نہ آئی تھی۔ اس پر آپ کے

رفیق خاں نے منظر اراکما کہ ہم تو صرف دو ہی ہیں۔ اور انکی جمعیت بہت ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا

إِنَّا اللَّهُ مَعَنَا

(میں ہم دو نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے)

جس سے سخت آلام و مصائب میں بھی آپ اور آپ کے پیرو ایک لمحہ بھر کیلئے بھی پست بہت نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی توکل کو چھوڑا۔ آفات و آلام میں آپ ہمیشہ صابر رہے۔ اور اس صفات جمیلہ نے بہت سی اور بہن دو کو جو حیران و پریشان کر رکھا ہے +

تاریک کے تاریک مناظر بھی مسلم ہستی کو پست بہت نہیں کرتے بعض یورپین کا خیال ہے کہ مسلمان عقیدہ تہذیبی ہیں۔ اور وہ لوگ انکی کاپلی اور کئی تھیکریٹ منسوب کرتے ہیں کہ انکی اصل دوسرے سران کا تعلق تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل ہے۔ اور وہ پورے صابر ہیں۔ قرآن کریم کی آیت کریمہ
”لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“

انکی ڈھارس بندھ جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی نا اُمید نہیں ہوتے۔ اسلئے خود کشی مسلمانوں میں بالکل موقوف ہے۔ مسلمان صبر و تحمل کی آفات کا سامنا کرتے ہیں۔ اگر کسی کام میں وہ ایک یا دو ایک ہزار دفعہ بھی ناکامی کا منہ دیکھیں پھر بھی کوئی وجہ نہیں کہ وہ پست بہت ہوں۔ کیونکہ قادر مطلق خدا کی ذات پر ان کا پورا ایمان ہے جو کہ انہیں ہر آن کا مایابی و نصرت عطا فرما سکتا ہے۔ مسلمانوں کو اعلائے کلمۃ اللہ میں ہر تن مصروف رہنا چاہئے۔ اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑنا چاہئے۔ انسان بھی تمام حالات اور من صریح جادی نہیں ہوتا۔ اسلئے اسے رب الغلیمین پر ہی صبر رکھنا چاہئے۔ جو کہ اسکے کاروبار میں اسکی کاروائی کے لئے حالات پر حکمران ہے۔ انسان کو اسباب و وسیلہ سے کام لیکر پوری طرح کوشش کرنی چاہئے۔ پھر آخری کاروائی و کارگزاری کا حاصل ہونا اسباب و وسیلہ پر چھوڑنا چاہئے۔ ناکامیوں کو پست بہت ہو نا چاہئے۔ اور نہ ہی کاروائی کو متکبر مغرور ہونا ہی لازم ہے۔ ایک انسان کو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا چاہئے۔ خصوصیت سے امت مسلمہ کے حالات و نہایت ہی مخالف ہوں۔ اسے کبھی بھی مایوس اور پست و صمد نہ ہونا چاہئے۔ صبر

انفوس الحسانت میں ہے۔ اسلام نے اس نیکی کے درجہ کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ انسان کو صبر اپنی نامردی۔ کاہلی یا سستی کی وجہ سے نہ کرنا چاہئے۔ اسے کام کرنا چاہئے اور کوشش کرنی لازم ہے۔ ایک اور جگہ پر قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا جاتا ہے۔ کہ

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى

انسانی کوشش مسلسل ہونی چاہئے۔ اگر کسی قسم کی تکلیف یا مصیبت بھی آپڑے تو بھی ناامید ہونا ایک جاہل و آدمی کا کام نہیں۔ کوشش کو کسی بھی حالت میں نہ چھوڑنا چاہئے اگر اسیں ہم نے شستی کی تو اس کے یہ معنی ہونگے۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی نجات کو کوئی بھروسہ نہیں اور ہم رضا برضا پر راضی نہیں۔ اس عالم کے نظام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ غیر متغیر قوانین مضبوط فرمائے ہوئے ہیں۔ ان قوانین میں سے بعض ہم نے پالنے ہیں۔ ان کو قوانین قدرت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے۔ کہ ہر ایک علت کا کوئی معلول ہوتا ہے یا تو اسے کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک سبب کا کوئی مسبب ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم جتے ہیں۔ وہی کاٹتے ہیں۔ اگر ہم کچھ نہ تو ہیں۔ تو ہمیں کچھ بھی کاٹنے کی امید نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جب تک کہ ہم کشتی مارا کے لئے کام نہ کریں۔ ہم کسی بھی منافع کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ اگر ہم ناکامی کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دیں۔ تو اس صورت میں کامیابی و نصرت کی ہر ایک امید کو ہمیں چھوڑ دینا چاہئے اگر ہم باوجود ناکامی۔ کے بھی صبر و استقلال و تحمل سے اپنے تبلیغی کام میں کوشاں ہیں تو یقیناً یقیناً ہم آخر میں کامیابی کا ثمن دیکھ کر اسی رہینگے۔ باوجود خسران و نقصان کے بھی اگر ہم تمکلاتہ کوشش کرتے رہیں۔ تو اس سے ہمارا اس عظیم الشان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر قوی ایمان ثابت ہوگا۔ جو کسی شخص کی ایک رتی بھر محنت پر بھی معاوضہ دے چھوڑتا ہے۔ خدا کرے کہ مسکین و محتاجین کو اپنے قلب پر کا نقش نے الحجرت کی طرح جالیں۔ اور کائنات کے ان زمین و آسمانوں پر عمل سیرا ہوں جو ان آیات میں مضمر ہیں +

خدا کرے کہ وہ خواب گران سے بیدار ہو کر اعلیٰ کلمۃ اللہ میں لگجاوے۔ اور اپنے آپ کو روبرو اور جہانی طور پر اور بطور منصب رکھیں اور تمام آلاتوں اور محاسن کو چھوڑ دیں۔ اور دوسرے ساتھ بغیر کسی غور و خوضانہ عندیہ کے محبت و شفقت بھلائی و احسان کریں۔ اور اس علم یعنی غیر

رحمن احمد رحیم خداداد قوی ایمان رکھیں *

یادداشتگان

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب مدنی بیڑا چلا

معدود ذیل مضمون جناب شیخ صاحب مرحوم نے ہمارے فاضل نو مسلم بھائی یحییٰ انصاری صاحب

مرحوم الیٹ لیس۔ جی کی یادگاہ میں تحریر فرمایا ہے۔ ایک بیٹر

کسی اتنی دہشت کی وفات میں ماتم گساری افسوسناک امر ہے۔ اور یہ امر اور بھی حیران کن ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ دوست مشہور اہل قلم ہو۔ اور ایک قوم و جماعت کا ایک قیمتی ممبر ہو جناب یحییٰ انصاری صاحب جن کی غیر فانی روح گزشتہ ۳ دسمبر ۱۹۹۷ء کو عالم بقا کو سفر ہجرت نہایت اعلیٰ قابلیت کے شاعر اور مصنف تھے۔ رسالہ اسلامک ویو کے صفحات ۱۱۷ کے زبردست اہل قلم ہونے کے شاہد ہیں۔ ان کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایمان کے ظاہر کرنے میں آنکھیں درمے کے دلیر و بخوف تھے۔ اور قوی ایمان کے ساتھ آپ نے اسلام قبول کیا۔ اور قرابت اسلام کی صداقت آپ کی نظم و نثر سے بھی ٹپکتی ہے۔ قوم برطانیہ حب الوطنی کے ٹوٹے ہوئے شہرہ آفاق ہے۔ اور اپنی قومیت پر بھی نازاں ہے۔ لیکن اسلام مقامی حب الوطنی اور تنگ قومیت کی حدود سے تجاوز کر گیا تھا ہے۔ جس وقت کہ مشر یا انکسن مرحوم نے اسلام قبول فرمایا۔ اسی وقت انکا حب الوطنی و قومیت کا مطلع نظر بھی ساتھ ہی وسیع ہو گیا۔ شاید اس ملک کے میرے نو مسلم برادران و ہمیر گان مجھے یہ کہنے کی اجازت بخشینگے۔ کہ نہ اسلام کو ایک نہایت ہی سادہ اور فطرتی مذہب ہے۔ اور دائرہ اسلام میں داخل ہونا بھی نہایت ہی آسان ہے۔ لیکن تا وقتیکہ کوئی شخص عملی رنگ میں اسلام پر نہ چلے۔ اور نہ صرف اسلامی اصولوں کا بلکہ اسلام کے تمام شرائط کا دلدادہ نہ ہو۔ اسلام کی حلقہ گنجشی اسے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ ہر ایک متغصن اپنی جان بڑھال کر سکتا ہے۔ کہ آیا وہ ان معنوں میں حقیقی و حلی مسلم ہے یا نہیں۔ اگر وہ شخص سبابت کو محسوس کرے۔ کہ اسلامی اصولوں نے اسکی دیرینہ عادات کو بھی تبدیل

کو دبا کر۔ تو اسے تسلی رکھنی چاہئے۔ کہ اسکی تبدیلی مذہب کا رگڑوٹی فرض کرو۔ کہ ایک شرب کا عادی مسلمان ہو جاتا ہو۔ اور اب اگر اسکی ضمیر شرب کے خلاف جنگ کرتی ہو۔ اور وہ اس امر کا کھٹا کو قطعاً چھوڑ دیتا ہو۔ کیونکہ اسلام تو اس کے قریب تک جانے سے مانعیت کرتا ہو۔ تب تو اس نو مسلم کو اسلام سے بہرہ اندوز ہونے کا ادا کرنا زریعہ دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسے اس نو مسلم کو آؤر ممنوعات سے بھی احتراز کرنا لازم ہے۔ جسے اسلام ناجائز قرار دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خنزیر نہ کھانا چاہئے۔ اور ایسی طرز معاشرت و تمدن رکھنی چاہئے۔ جسے اسلامی خسریت ناجائز قرار دے۔ اور نہ ہی ان دور دار مسلمانوں کی ہی طرف سے اعتنائی کرنی لازم ہو۔ جو ہم کو دور اجنبی ممالک میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اسے غریبوں اور اپنے والدین کے ساتھ احسان و مروت میں ہی کوتاہی کرنی چاہئے اور اپنی خاندانوں کی حفاظت کرنی بھی لازم ہو۔ اور علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی امور ہیں۔ جن پر کہ ایک نو مسلم کو کار بند ہونا ضروری ہے +

شونے تھے قسمت سے یہ بات سچ ہو کہ بہت سے مادرزاد مسلمان ان قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہیں سمجھتے۔ جو اسلام نے وضع کئے تھے ہیں اور اپنی تمدن و معاشرت میں اسلام کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے لیکن یہ مومن مسلمین کے لئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ جنہوں نے کہ قومی میدان کے ساتھ اسلام قبول کیا ہو۔ اور نہ اسلام کے قوانین اور روح کی جانچ پڑتال کر لی ہو۔ انہیں کبھی بھی ان سیادت سے سلیمانہ تو کی جائے۔ نہ نہاد مسلمان ہیں پیروی نہیں کرنی چاہئے۔ اسلام کے پاس کوئی جادو کی جھڑی نہیں۔ کہ جو کسی کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں اسلام پر ایمان لایا۔ تو اسی وقت وہ تمام پہلو سو گھمیل ہو گیا۔ اور اسکی عجائبات یقینی ہو گئی اسلام تو صرف انسانیت کی چند ایک قوانین کے ذریعہ اصلاح کرنے کا دعویٰ کرتا ہے +

اگر ہم اسلام قبول کرتے ہیں تو ہمیں ان قوانین پر کار بند ہونا چاہئے۔ اور کم از کم ہمیں ان قوانین کی پیروی کے لئے سعی ملین کرنی چاہئے۔ انسان ضعیف البنیان ہو۔ اگر بعض حالات میں ہم اپنی مساعی میں ناکامیاب ہوں تو بھی ہمیں اپنی کوشش کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ ہماری مساعی حلیلہ ہماری آرزوؤں پر غالب آجائیں۔ جہاں تک مجھے جناب شرب پارکسین مرحوم و

منعقد کا علم ہو۔ اسلامی شروع کئے گئے۔ اور نشہ میں سرایت کر چکی تھی۔ اور انکے گوشہ دل میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ یحییٰ النصر پارکسن مورخ، افوری سکاٹلینڈ کا ایک چھوٹے سے قصبہ کلوگ میں ایک آئرش خاندان میں پیدا ہوئے۔ جو خاندان کربطانیہ کی قدیم تاریخ میں ایک ممتاز خاندان تھا۔ اور ڈورہم خاندان کی ایک شاخ تھا۔ جبکہ آپ کی عمر سات سال کی ہوئی۔ تو والدہ ماجدہ کا سایہ عاطفت سربردسٹ اٹھ گیا۔ اور آپ کی کفالت نانا و نانی کے سپرد ہوئی۔ آپ کے نانا و نانی نے بڑی ہمت و محنت و محبت سے سب اعلیٰ تعلیم دلائی۔ جو سکالرش بورڈ سکول میں تیسرا سکتی تھی۔ لیکن سکول بڈروہ کی قلیل تعلیم نے یحییٰ کی لانا انتہا علمی اشتہا کو سیر نہ کر سکی +

اوائل عمر میں انہوں نے خصوصیت سے ریڈنگ پڑائی کا مطالعہ کیا۔ سکاٹلینڈ کے جزیرے مطالعہ میں سب سے بڑا آپ دلچسپی لیا کرتے تھے۔ سہ ماہ میں سکول چھوڑنے پر مجبور ہوئے تاکہ ملازمت کر کے اپنے نانا و نانی کی زمانہ کولت میں خدمت گزاری کر سکیں۔ جو کہ تین سال بعد عالم بقا کو سدھائے۔ اور نوجوان یحییٰ شش ماہ کی اوائل عمر میں ہی اس نچ و تکلیف۔ الام و مصائب مشکلات و جدوجہد کی دنیا میں آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کیلئے یکہ دہنہا باقی رہ گئے۔ اس حالت ادباری سو آپ میں ایک حقیقی سیرت و صلت پیدا ہو گئی۔ اور راسخ الاعتقاد کی ایسی دلیر۔ آزاد و بے باک روح آپ میں بھونکی گئی جو آپ کی تمام تصنیفات میں ٹھکتی ہے +

بہت ہی اوائل زمانہ میں آپ کو علم النجوم کا شوق ہوا۔ اور علم حساب سے کہ آپ چھوڑ چکے تھے۔ دوبارہ مبطالو کرنا شروع کیا۔ علم النجوم کے میدان میں آپ کی محنت شاقہ بہت جلد بار آور ہوئی۔ اور قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ چنانچہ آپ برطانوی مجلس علم النجوم کے معزنی سکاٹلینڈ شاخ کے ایک ممبر منتخب ہو گئے۔ جوں جوں آپ عمر میں ترقی کرتے گئے۔ جدید علوم کی تحقیقات میں بھی مصروف ہوتا گیا۔ اپنے علم حیات شروع کیا۔ اور بہت جلد اس میں اُستاد ہو گئے۔ ایک مضمون نے دوسرے مضمون کی طرف رہنمائی کی۔ اور اس طرح تعمیل کے میدان میں آپ جانچنے مختلف فلسفیانہ اور سائنس کے مضامین پر اپنے کھیلے۔ ہا سم۔

سیکل۔ دائرہ۔ کلمہ۔ جلاؤں۔ گرانٹ الین سمیتہ برس۔ اور دیگر بڑے مصنفین کی
چار صدیوں پرانے تصنیفات فراہم کیں۔ سنہ ۱۹۷۷ء کے قریب آپ کے علم النجوم اور دیگر فوائد کے مضامین
پہلیں اٹھائی۔ اور مضامین لکھ کر اخبارات کو مزین کرنا شروع کیا۔

فلسفہ مختلف شاخوں کے مطالعہ نے کہ جنہوں نے کہ آپ کی تمام تر توجہ اپنی طرف
مستزول کی ہوئی تھی نہ کہ کسی مسیحا اللہ جنہوں نے تحقیقات کرنے کی تحریک دلائی۔ آپ متوجہ
پر سب سے پہلے حیرت کے ساتھ شامل ہوئے۔ لیکن بہت ہی جلد ان کے دعویٰ اور دستور العمل سے
بدول ہو گئے۔ اور اسلام اور اسکی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ
اور شاندار تعلیمات نے اور اسلام کی پاکیزگی اور بلند فلسفہ نے آپ کے دل پر صرف چل
کر لیا۔ اور قوی ایمان کے ساتھ دلیرانہ آپ نے اسلام قبول کیا۔ اور اپنے قلم کی خدمات
کو اسلام کی حق و صداقت کی اساعت میں صرف کرنے کا حلیہ کر لیا۔ آپ اپنے تہیہ میں
صادق و سچے تھے۔ اور مختلف اخبارات میں مشیارہ قلمباز نہ مضامین لکھ کر آپ نے
اسلام کی حمایت کی۔ سنہ ۱۹۷۷ء میں شروع ہونے کی طرف مائل ہوئے۔ مگر اس عمر پر پہنچ کر
آپ کا اس طرف توجہ کرنا بہت دیر ہو گیا۔ لیکن جو چیز بھی بہت ہی جلدی آپ نے اس فن میں
بھی کمال کر دکھایا۔ اور آپ نے ثابت کیا کہ فن شاعری آپ میں خدا داد ہے۔ نہ کہ سب و غرض
حاصل کیا ہوا ہے۔ آپ کے اشعار کی زبان نہ افی پر زور بیانی۔ پروردگار کی خیالات۔ تمام
کی تمام ہی اعلیٰ۔ بلند پاکیزہ خیالات ہیں۔ آپ کی نظمیں سوائے داری فلسفہ کی اور نظم زبان
حالی کو اس شاعر کے خیالات کی پاکیزگی۔ نزاکت شیعہ کی اظہار کرتی ہے۔ جس کے قلب ایسے
والا نشان و جلیل القدر خیالات ظہور پذیر ہوئے۔

آپ کی مشیارہ نظموں میں سو چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) خواب زندگی (۲) فرزندان اسلام (۳) ترلاؤ دور کی خاتون (۴) اندھی جنگ عشق کے

ایام (۵) تخیل کا باغ گل +

آخری ایام میں جو نظم آپ نے اسلام کی افیج و شرف و اللہ کی تمام تصنیفات
اور جس میں سلطان صلاح الدین اور سلطان عبدالقادر کا زیادہ تر تذکرہ ہے۔ اس نظم میں آپ کی

بہت ہی تحسین و توصیف ہوئی۔ ان تصنیفات میں جو کہ ابھی طبع نہیں ہوئی آپ نے ثابت کیا ہے اولاً اللہ کی
وہمادری اسلامی دُعا و درواں تھی۔ پورے زمانہ وسط میں اسلام کی ہی تقلید کی جو صلاح اندین کی
نظم کی... ۲۴ سطور اور ایک اور دوسری نظم عثمان علی کی... ۵ سطور جمیع ان سیدہ جو کہ
ہزاروں لوگوں کو جو شرکی نسبت نظم کی زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ اور جنہیں نظم زیادہ اپیل کرتی
ہے۔ اسلام کے حُسن و جمال کو آگاہ ہو کر اسکے دلدادہ ہو جاویں گے۔ مروجہ و مغفور کی ایک اور
مضمین تصنیف ”نبی ہاشم کی شمشیر“ ہے۔ جو کہ غیر معمولی قابلیت و ذراست کے تصنیف کی گئی ہے
اور امید ہے۔ کہ وہ بھی اسلام کی حمایت کے لئے بہت ہی سودمند ہوگی۔

تبلیغ اسلام

(منقول از رسالہ اظلال سلطان بھوپال)

مندرجہ ذیل مضمون میں مسلم دشمن دو رنگ برقی قابلیت کی ہماری ہرزہ و قابل محض رائے اظلال سلطان بھوپال
نے روشنی ڈالی ہے اس پر ہم کو کسی غلط فہمی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر شخص جو مضمون کو پڑھتا ہے
مغفور اور دیکر لے گا۔ تاہم ان کو ہم ازراہ کم توجہ سے اس مضمون کو پڑھیں۔ ایل سید
ہندوستان میں بار بار بڑے زور شور کے ساتھ تبلیغ اسلام کی تحریکیں ہوئیں جا رہی ہیں
اور انجنیں قائم کی گئیں ان کو چھوٹے ملے اور عطیات بھی لیکن نہ ایسے کو وہ تبلیغ ضرورتوں کے لئے
کافی ہوتے۔ حالانکہ یہ وہ فرض ہے کہ جو ہر کلمہ کو کے ذمہ عائد ہے تاہم ایک انجمن جو بہ بنگلہ میں
مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بھی معقول ہے اپنا کام کر رہی ہے۔ لیکن اس کو ضرورت کے
مطابق مدد نہیں ملتی۔ پھر سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ نو مسلموں کے لئے کوئی ذریعہ قوت بری
اور معاش سپرد کرنے کا نہیں ہوتا۔

ہم اے بالمقابل دوسرے تبلیغی مشن ایسے لوگوں کے لئے قیم جانے اور خدمتِ حضرت کے کارخانے
چلتے ہیں۔ اور دوسرے ذرائع مہیا کرتے ہیں۔ مشنری مرد و مرد عورتیں تک مگر یہ گھر و تنظیمی کام
انگریزی کی تعلیم دیتی ہیں۔ اور ان کی تعلیمات مضمون تبلیغی غرض کیلئے ہوتی ہیں اور اگرچہ یہ نظام ہر مذہب

کامیاب نہیں کرتیں لیکن ان کا اخلاقی اثر ایک بڑے مبلغ کا کام کرتا ہے لیکن مسلمان کیا پروا دیکھا عورت جن پر یہ مذہبی فرض عائد ہے اشاعتِ اسلام کے متعلق بالکل ہی سنے پروا اور غافل ہیں +

اگر ہماری تبلیغی انجمن کا کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو صرف تنخواہ دار و اعظابی ہوں بلکہ کوئی پیشہ بھی کرنے ہوں تو وہ معقول طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں مثلاً ایک واعظ جو طبیب بھی ہو اپنے ساتھ دعا بھی رکھتا ہو و محبت بلکہ ایک معمولی واعظ کے بہت کامیاب ہو گا +

اسی کے ساتھ ایسے انسٹی ٹیوشن ہوں جن میں نو مسلموں کو ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جس سے وہ اپنی روزی کمانے کے قابل بن جائیں۔ تو بہت جلد اور بہت تھوڑے عرصہ میں وہ عظیم کامیابی ہو سکتی ہیں کہ دنیا مستحیر ہو کر رہ جائے۔ صرف مناظر عام، میلوں، مجلسوں اور بازاروں میں وعظ کر دینے سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اگر آج ایک بہت ہی بیچ ذات کلمہ آدمی عیسائی ہو جاتا ہے۔ تو اس کی تعلیم و تربیت ایسے عمدہ طریقہ سے ہوتی ہے۔ کہ ایک ہی نسل گزرنے کے بعد اس کا خاندان ہمارے بڑے بڑے شرفاء کے مقابلہ میں جنتیمن بن جاتا ہے۔ برخلاف اس کے ہر کوئی شریف آدمی بھی مسلمان ہو جائے۔ تو اس کی حالت میں اور انحطاط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس پر نہ صرف مردوں کو بلکہ خواتین اسلام کو غور اور سعی عمل کرنی چاہئے۔

آغازِ اسلام کے وقت ہی سے اسلام کی حمایت اور اشاعت میں عورتوں کی مالی امداد نے بڑا کام کیا ہے سکون نہیں جانتا۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی دولت کثیر اسلام کی اشاعت و حمایت کے لئے ایسے زامہ میں وقف ہوئی جو کہ آغاز اسلام کا وقت تھا۔ اور مسلمان مالی امداد کے تحت محتاج تھے۔ گرائیوس ہے۔ کہ اس زمانہ میں ام المومنین کی بیٹیاں اس سنت قدیم کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتیں۔ حالانکہ وہ اپنی جائداد کی مالک ہیں۔ ان کے گران قدر ضمان کی ملک میں وہ گھوٹوں میں جکوست کرتی ہیں۔ وہ اپنے خاوندوں کی آمدنی کو اپنی رائے اور اپنے صوابدید سے خرچ کرتی ہیں۔

تبلیغی کام کرنے والوں میں اور تبلیغی ہوسائٹیوں میں خواجہ کمال الدین اور ان کا

فیشن جو انگلستان میں کام کر رہا ہے۔ حقیقت اس تمام داریکی میں ایک فیشن ہے
اگر آج سوگرمی جوش اور اپٹار کی کوئی بھی مثال ہے تو صرف خواجہ کمال القویں
کی ذات ہے۔

ہم نے شروع سے خواجہ صاحب کے کام کو عمیق نظر کے ساتھ دیکھا ہے۔ اُن سے
بہتوں اُن کے کام اور خیالات اور عقائد کے متعلق گفتگو رہی ہے۔ ہم نے اُن
پر بظنی بھی کی ہے۔ اور اُن کے خلاف بھی لکھا ہے۔ اور پھر حقیقتیں بھی کی ہیں مگر
ہمیشہ اُس شخص کی عزت اور اُس کے کام کی عظمت پہلی مرتبہ سے دہلادہ دوسری مرتبہ
تاکم جوتی ہے۔

یہ بھی اُس شخص کے مکمل فصول کی دلیل ہے کہ مختلف العقائد اشخاص کی توجہ کا
وہ شخص مرکز بن گیا ہے۔ اور جن اشخاص کے نزدیک تبلیغ کی کچھ بھی اہمیت ہے۔ وہ اس مشن
کو مدد دیتے سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اہل امر کا مطلق خیال نہیں کرتے کہ خواجہ صاحب کا
تعلق کس جماعت کس طبقہ اور کس سوسائٹی سے ہے۔

خواجہ صاحب کے کام کا کچھ اندازہ وہ لوگ مسلم مشن کی اس رپورٹ سے ہو سکتا ہے
جو حال میں اسلامک ریویو کے دفتر سے شائع کی گئی ہے لیکن زیادہ اندازہ ان احباب سے
ہوتا ہے جنہوں نے اُن کے کام کو دیکھا یا اُن کے ساتھ کام کیا ہے۔

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ آخر اداغینا و قوم میں سے اس مشن کی اداو کیلئے سب
سے پہلے جس ذات جامع الصفات کا یہ کرم اور دست اندازہ بڑھافہ ایک حکومتی مصفات
ذات نسوانی ہی ہے یعنی وہ ہماری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی والہ ماجہ
اس مشن کا مرکز و گنگ کی ایک سجدہ ہے۔ یہ سجدہ بھی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی والہ ماجہ
رضد مکان انواب شاہ جہاں بیگم کے شہری جوش کی ایک یادگار ہے۔

اس رپورٹ میں خواجہ صاحب حسابات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

”یہ ہماری مالی حالت کے خیر تقی مشاہدہ میں بھی جائز نہیں سمجھا جاتا۔“

کسی طرح کے خیر تقی مشاہدہ کے بغیر اس درجہ میں بھی جب سے مراد دہلادہ

اور ہر کیا۔ زیادہ تر اسی طرف متوجہ رہا۔ کہ اس مشن کو مالی حالات کے لحاظ سے کسی حکم
 بنیاد پر سے آؤں چنانچہ رسالہ کے نکالنے یا مختلف مقلات پر لیکچر اور سرین دینے کے علاوہ
 میرا زیادہ وقت ہی سادہ بس گذرا۔ اور خدا کا احسان ہے۔ کہ میں اپنی کوشش میں ایک حد تک
 کامیاب ہو گیا اور ایک بچے مشن کا کام ڈھانا منظور ہو۔ اور اس کے موجودہ کام کو میں کافی
 سمجھتا ہوں تو پھر اگر مصلحت مافوق میں۔ تو یہ مشن اب ڈوبنے کی امداد کے لیے فارغ و باطل
 ہو گیا ہے۔ لیکن یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں۔ مثلاً مسجد و کتابت۔ اس کی مصالحت اس
 کی روشنی میں کا بلغ۔ مٹان ایک آدمی کا بحیثیت خادم و مؤذن مستقل طور پر ہونا، ایک
 مستقل خراج چاہتا تھا۔ اور سچ پوچھو۔ تو مسجد کے سوا مسلم مشن ہی ایک بے معنی چیز ہے
 ایسا ہی اس کی وقتاً فوقتاً درست۔ اس کی روشنی کے دور کے کامیاب کا ہونا کتنا۔ باتیں
 یہاں کے حالات کو سامنے رکھ کر مشن کی عورت کے لئے بھی ضروری ہیں۔ عدم ذرائع کے
 باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آجکے تیار کرتے ہیں۔ لیکن آج مجھے مسکرا
 بھوپال نے جس کا یہ اسلامی مشن کئی طرح پر اس میں خود ذاتی طور پر بھی مریون احسان ہوں
 اس خراج سے فارغ و باطل کر دیا۔ سرکارِ عالیہ نے یہی واقعات کے کچھ جانے پر مبلغ چند سو
 روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے لئے مستقل طور پر مقرر فرمائی۔ یہ رقم مسلمان
 مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خراج ہوگی۔ مسجد سے اگر کچھ بچے رہا۔ تو میسریل ماؤس پر خرچ
 ہوگا۔ جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے۔ برادران اسلام اللہ تعالیٰ کا
 شکر یہ ادا کریں۔ کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا مکروہ خواب ایک سال کے واسطے بہتے
 پونڈوں کا خراج چاہتا ہے۔ اور جہاں چپہ بھر زمین سونا بچھا کر ملتی ہے۔ مٹان اقل
 نے ہمیں ایک۔ چودہ ایک مکان اور اس کے محققین ایک زمین عطا کر دی ہے۔ جہاں ایک
 دن ایک عمارت باغ اور ایک مسلم علم اپنے اندر بنا سکتی ہے۔ اور اس کے اخراجات کا
 انتظام بھی ہو گیا۔ اور میری مسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ یہ مسجد بھی سرکارِ عالیہ

۱۔ موجودہ زمینان حسب ذیل میں :-

راٹھار۔ نیل سید انیسویں جیل سیرٹھاس علی بیگ صاحب۔ انریل صاحبزادہ۔ قناب احمد خان صاحب۔

بھوپال کے روپیہ سے مسیحیوں میں تفریق پڑی تھی۔ وہ اپنی دین پرور طبیعت میں بھی بکھتے ہیں۔ کہہ۔

وہ اس وقت اگر اس ملک کی حالت مذہبی نقطہ خیال سے دیکھی جائے تو جس قدر اشاعت اسلام کو متوقع ہو غربہ میں ہے۔ وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو۔ لاکھ لاکھ آدمی جہاں ایک طرف مسیحیت سے چار ہونچکے ہیں وہاں دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعجب سے خالی ہیں وہیں جنگ نے ماسسا مسیحیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ عقیدہ مذہبی تو کہیں اس ملک میں نہی پیدا ہوئی ہیں۔ وہ دراصل اسلام کی ہمد گیر تعلیم کا ایک ایک پہلو ہیں پولیسکل۔ مصل۔ مسئل مساحت میں جن حقائق کی طرف مغربی دنیا جا رہی ہے ان سب کا رُخ اسلام کی طرف ہے۔“

پھر وہ دوسرے کاموں کے تذکرہ کے بعد لکھتے ہیں :-

اسی ان تمام کاموں کے علاوہ ایک نیا کام وہر پیدا ہو گیا ہے جو بذات خود ایک عملہ چاہتا ہے۔ دو کنگ مشن اور اسلامک یونین کی اشاعت نے انگریزی آبادیوں کے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ جن افریقہ، اسیا اور برٹش گائنا۔ ٹرینیڈاڈ مغربی۔ جنوبی۔ مشرقی۔ افریقہ کی بستیوں۔ ماریشس۔ سنگاپور۔ فلپائن۔ پولی نائنگ۔ پورٹو ریکو۔ مالا بار سب جگہ اور زائد مسلمان آباد ہیں۔ جو اسلام سے قطعاً واقف ہیں ان کے متواتر خطوط آتے ہیں۔ کہ وہ اسلامی شعا ریکھنا چاہتے ہیں۔ انگریزی کسی قدر جانتے ہیں اسلامی طریقہ پر لکھتے ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔ استفسار کرتے ہیں۔ مسلم احباب خود ہی غور کریں۔ کہ ان مطالبات کو کون پورا کرے۔ مغربی افریقہ میں جنگ کی آگ کی طرح اسلام پھیل رہا ہے۔ اور پھیل سکتا ہے۔ چنانچہ وہاں کے سیاسیوں کے متواتر خطوط آتے ہیں۔ جو اسلام چاہتے ہیں۔ تین چار سال ہوئے جب وہاں کے لوگوں نے مجھے کہا کہ کوئی شہری وہاں بھیجا جائے۔ نئے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چھوڑ دو۔ کیا ان موزوں مسلمانوں کو اسلام سکھانا ہمارا فرض نہیں اس فرض کا پہلا بوجھ مسلمان ہند

کہ گویا پرتیں حیرت آتی ہے کہ جہاں سے بھائی کس شغل میں پڑے ہوئے ہیں دنیا کہ ہر جہاں ہے۔ اور یہ ایک سہولت ہے۔ دنیا اس قدر بچا سی ہے۔ طلب اسلام کر رہی ہے۔ اور ہم میں کہیں اس وقت تک فرقہ بندی کے جھگڑے نہیں چھوڑتے سخت اس وقت اگر نئی زبان میں ہر قسم کے لڑ بچہ پڑا کرنے کی ہے۔ کتاب راہ نہایت کی سی کتابیں مختلف مضامین پر کثرت سے لکھی جائیں اور ہزاروں کی تعداد میں چھاپی جائیں۔ وہ تھوڑی مدت میں ختم ہو جائیں گی۔ مثلاً دو کتابیں ہیں بنے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں نکالنے میں چھاپی گئیں۔ مجموعہ حدیث۔ اسلام اور اسلامی خان۔ یہ کتاب کا خرچہ بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ بہادر حیدر آباد نے دیا تھا۔ اور دوسری کتاب کے خرچہ کے تحمل میرے خرم بابو محمد صاحب سکھ لودھیانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صدہ گئی ہیں۔ پچاس سے لیکر دو سو تک۔ انہیں لوگوں نے منگوائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لڑ بچہ کی ہے۔ مجھے اگر فراغت ہو۔ تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔“

۲۔ رپورٹ اُن تمام مسلمانوں کے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں مطالعہ کے قابل ہے جن کو تبلیغ شریک سے دلچسپی ہے۔ اور جن کے نزدیک وہ ایک مذہبی ضروری فرض ہے۔ خواجہ صاحب نے جن چھوٹی چھوٹی کتابوں کے متعلق درخواست کی ہے اُن کے مصارف ہماری قوم کی بہت سی نیکیاں اور قبولِ خواہش صرف ایک جوڑے اور ایک عددِ نو کی قیمت سے پورا کر سکتی ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ جہاں سے رسالہ نکالنے کے لئے مخصوصا خواتین کرام تبلیغ اسلام کے کام میں پوری مدد ملے گی۔ اور ایک مرتبہ مسلم شن کی رپورٹ کو غور کے ساتھ پڑھیں گی۔

بعض دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب جماعتِ قادیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ وہ قادیانی عقائد کی تبلیغ کرتے ہوں۔ لیکن اس شبہ سے رفع کرنے کے لئے صرف اسی قدر کچھ دینا کافی ہے کہ اس مشن کی امداد جہاں اُن کے ہم جماعت اصحاب کرتے ہیں۔ وہاں خواتین ہند کی سراج علیا حضرت سرکار علیہ والیہ بھوپال۔ اعلیٰ حضرت

محی الملک و الدین حضور نظام خلد اللہ ملککم۔ پرنس حمید اللہ خان بہادر۔ آریل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب۔ رائٹ آریل ستیاہامیر علی۔ آریل میر عباس علی بیگ۔ شیخ مشیر حسین صاحب تعلقہ دار گڈیہ جناب طبعہ بیگم صاحبہ (بیگم صاحبہ خدیو جنگ بہادر و بنت نواب عابد الملک بہادر) بھی ان کے مددگاروں میں ہیں۔ ان کے علاوہ لانا شہلی لغمانی جتہ اللہ علیہ تو اس مشن کے نہایت ہی معترف و مددگار اور ہی خواہ تھے۔ عداوتیں کو اہم کے یہ نام ہی انزالہ شہادت کے لئے کافی ہیں۔

خواجہ صاحب نے وقتاً فوقتاً جو لیکچر دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض بعض لیکچروں کے ترجمے مجموعہ کی شکل میں شائع کرادیئے ہیں۔ جو نہایت عمدہ پاکٹ سائز پر چھپے ہوئے ہیں۔ اور اشاعت اسلام ٹک ڈیپو عریضہ منزل لاہور سے نہت شہوری صفو ٹری قیمت پر ملتے ہیں۔

ان لیکچروں میں ایک لیکچر حقوق نسوان پر ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورت نے یہودیت سے چل کر اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے۔ یہ وہ مکتبہ الا لیکچر ہے جو لندن کے ایک مشہور کلب میں اعلیٰ طبقہ کی خواتین کی فیسٹیشن پر ۱۹۱۳ء میں دیا گیا تھا۔ اور جس سے مغربی خواتین کو اسلام کی طرف خاص توجہ ہوئی۔ خواجہ صاحب کے اس بہترین کام کا اندازہ کرنے کے لئے ہم اس لیکچر کو آئندہ دو قسطوں میں مخلصانہ شائع کریں گے۔

اڈیٹر

ظُلُّ السُّلْطَانِ

اگر بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہیں تو ظُلُّ السُّلْطَانِ کو ملاحظہ فرمائیے جو بھوپال سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت تین روپے ہے۔ سمین نامہ بھوپال و اصلاح و تدن معاشرت و تعلیم نسوان کے متعلق اعلیٰ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ دس سال کے عرصہ میں جبکہ زمانہ تعلیم کا مواد اس سالانہ فراہم کیا ہے۔ وہ دین کی نظر نہیں۔ نہ تو کچھ بہتر کتب ملنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔ مضمون نگاروں کو عداوت اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ اس کے ذخیرہ میں اعلیٰ قربت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں۔ خصوصاً صاحبہ حضرت خاتونِ بھوپال اور بیگم حمیدہ کی تصانیف بھی مثنیٰ ہے۔ قیمت ۱۰ روپے کی کتب پر بھی جاتی ہے۔

المشترک: محمد ہمدانی منبر ظُلُّ السُّلْطَانِ بھوپال

دنیا کے مشہور شہداء ثلاثہ

پہلے صفحہ ۷۶، اجلہ نمبر

میلٹس نے سقراط کو قتل کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ لیکن اس وقت کے قانون کے مطابق لازم کو اجازت دی جاتی تھی۔ کہ وہ کوئی مختلف اپنے لٹو تجویز کرے۔ اور ممکن تھا کہ اگر سقراط ممبروں کو صلح کرنے کی غرض سے کوئی ہلکی لیکن جہانی سزا تجویز کرتا تو اس پر تمام متفق ہو جاتے۔ مگر سقراط نے ایک اور زبردست تقریر کی۔ اس نے فتوے قتل پر اپنی خوشی ظاہر کی اور میلٹس کو اس پر ہلاکت کی۔ اور اسے کہا کہ سینٹ کو تمہاری ان خدمات کے عوض میں جو تم نے کی ہو نہیں بچائے قتل کرنے کے اپنے پاس رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور تمہارا حق بھی ہے سقراط نے اس قسم کی التجا کرنے سے انکار کیا کہ موت کے بدلے جو کہ ممکن ہو کر آرام دہ ثابت ہوا اسے قید با جا وطنی کا حکم دیا جائے جسے وہ یقیناً زبون سمجھتا ہو۔ وہ جرمانہ ادا کرنے پر بھی تیار تھا لیکن وہ ایک مست (ایک سکر ہے) سے زیادہ بوجہ اپنی ناداری کے مے نہیں سکتا تھا۔ جب افلاطون اور کریٹو جیسے اسکے شاگردوں اور دوستوں نے اسے زیادہ جرمانہ دینے کے لئے التجا کی تو اس نے تین من۔ دینا پسند کیا۔ اور کہا کہ اس کیلئے میرے دوست خاص ہیں۔ سقراط نے ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر جنہوں نے فتویٰ قتل کے لئے دی تھی کہا کہ :-

میرے برخلاف حکم کا باعث یہ ہے کہ میں نہیں ہو سکتا کہ میں سنہ لال کافی طور پر نہیں کر سکا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مجھ میں ایسی دلیری یا بغیرتی یا خواہش نہیں کہ میں روحا پیٹتا اور چلاتا ہوا تم کو ایسی التجا میں کروں جس کے غصے کے تم عادی ہو۔ اور میں زور کو لگتا ہوں کہ یہ بات میری شان کے شایان نہیں ہیں پی طرہ پر کھا کر کے موت کو تمہارے طریق پر گھٹا کرنے اور زندگی بسر کرنے پر ترجیح دیتا ہوں۔ یہ سزا دینے کے لئے کہ میرے دوست میرے بچپن اور اتنا مشکل نہیں جتنے کہ اب اس اور نا خدا کی کوئی مشکل ہو۔ یہ کہ اگر خدا کسی رفتار اول انداز سے زیادہ تیز ہے۔ میں اب ان لوگوں کے لئے جہاں سے مجھے موت کا حکم دیا ہو جیتگونی کرنا

ہوں۔ کیونکہ میں اب مرنے ہی والا ہوں۔ اور یہ وہ وقت ہے جبکہ انسانوں کو پیشگوئی کی طاقت عطا کی جاتی ہو۔ پس اے میرے قاتلوں! پیشگوئی کرتا ہوں کہ میری موت کے بعد ہی تمہیں ایسی سزا ملیگی جو اس سزا سے بہت ہی سنگین ہوگی۔ جو تم نے مجھے دی ہو۔ مجھے تم نے اسلئے سزا دی ہو کہ تم چاہتے ہو کہ الزام دہندہ ہو تمہیں چھٹکارا حاصل ہو۔ تاکہ اپنی کڑوت کو تم چھپائے رکھو۔ لیکن تمہاری خواہش پوری نہ ہوگی۔ بلکہ بالکل اس کے برعکس ظہور ہوگا۔ تمہیں بتلاتا ہوں کہ بہت سے شرعی اور الزام دہندگان پیدا ہوئے جنہیں کج تک میں نے روک رکھا ہو۔ اگر تمہارا خیال ہو کہ مجھے قتل کر کے تم کسی کو اس بات سے روک سکتے ہو کہ وہ تمہاری گندی زندگی پر تم کو لعنت و ملامت کرے۔ تو تم غلطی پر ہو۔ یہ طریق نہ تو مفورانہ ہو اور ملکات میں سے ہو۔ آسان ترین اور شریعت ترین طریقہ دوسروں کو ناقابل بنانا نہیں بلکہ اپنی اصلاح کرنا۔ شقراط نے انہیں بھی مخاطب کیا جنہوں نے اسکی برکت کو لٹا دیا۔ اور کہا کہ اس بات کو انہیں غلطی ہوگی کہ خدا کی آواز نے جو میرے اندر ہے۔ اور جس پر میرا ایمان ہے مجھے گھر سے اتارے وقت یا عدالت میں داخل ہوتے وقت یا تفریکرتے وقت نہیں روکا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ موت ہر جی چیز نہیں۔ پھر اس نے مرتکب بڑا نہ سچنے کے متعلق بحث کی۔ اور کہا موت یا تو بالکل معدوم کر دیتی ہو اور یا وہ ایک عالم بخود دی لینے آرام دہ و خیر ہے۔ اور یا اس سے روح منتقل ہو کر ایک بہتر دنیا میں چلی جاتی ہے۔ جہاں ہمیشہ کی زندگی ملتی ہو۔ اور وہاں کوئی جج نہیں ہوتے۔ اگر پہلی بات ہے تو اسکی خواہش ضرور ہونی چاہئے۔ اس قسم کی سفید جبین رویا اور خواہشیں بھی بے آرام نہ کریں بادشاہ بھی چاہتے ہیں۔ اور اگر دوسری بات ہو تو یہ اس سے زیادہ خوشتر ہے۔ کیونکہ ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ اولوالعزم اور نیک لوگوں کی صحبت بھی میسر آجیگی۔ شقراط کا اعتقاد تھا کہ وہ بے شک مینوس۔ رٹامنٹس۔ آئین۔ ٹریٹولیس اور دیگر ابناء اللہ و ملیکا جو اپنی حیات میں بہت سے تہذیب تھے۔ چنانچہ وہ ججوں کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوا کہ موت کوئی ڈرانے والی چیز نہیں۔ یقیناً جالو کہ نیک شخص کو اس زندگی میں اور بعد موت بھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس نے اپنے دوستی دہندگان اور الزام دہندگان کو معاف کیا۔ یہ کہہ کر کہ تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ گو تمہارا منشاء مجھے خائف و پہنچانے کا نہ تھا۔ اخیر میں اس نے اپنی

قوم سو در خواست کی کردہ اپنے بچوں کو سزا دیں۔ اور اگر وہ دولت یا کسی اور بات کا نیک فہم کے مقابلہ میں زیادہ خیال رکھیں۔ سقراط نے اپنی تقریر ان پر معنی الفاظ پر ختم کی۔ کہ اب میری غرضت کا وقت آپنچا ہو اور ہم اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ میں تو موت کی طرف اور تم زندگی کی طرف۔ ان دونوں میں سو کو کنسی اچھی راہ ہو۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے +

دستور کے مطابق جس شخص پر فتویٰ موت صادر ہوتا تھا اسے تحقیقات کے دوسرے دن زہر کا پیالہ پلایا جاتا تھا۔ اگر سقراط اپنی تقریر کے دوسرے دن مرتا تب بھی اسکی شہادت ایک عظیم الشان واقعہ ہوتی۔ لیکن اس کی قسمت میں لکھا تھا۔ کہ عدالت میں لگی دوبارہ پیشی ہو ایسے اس امر کا بھی ثبوت طلب کیا گیا۔ کہ وہ بڑا فلاسفر اور اخلاقی نکتہ خیال کو بہت نیک اور دلیر ہی نہیں بکبرہ ایک اچھا شہری بھی ہو۔ اور یہ کہ اس کا راستی جو محبت کرنا اس کے ملکی فرائض کے منافی نہیں۔ اب الفان سقراط کی موت میں ہم یوم کا غیر معمولی التوا کیا گیا۔ کیونکہ ان دنوں تو امداس متبرک جہاز کی عدم موجودگی میں جو ہر سال دیوس کی طرف روانہ کیا جاتا تھا۔ کوئی شخص قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک دن علی الصباح جبکہ سوئیم کو اس جہاز کو واپس آتے ہوئے دیکھنے کی رپورٹ پہنچی۔ تو سقراط کا قدیمی دوست کرٹو جلیخانہ میں اس کے پاس آیا۔ سقراط اس وقت گہری نیند سو رہا تھا لیکن جب کرٹو اُتار آیا۔ تو وہ بیدار ہو گیا۔ کرٹو نے کہا۔ کہ اس جہاز کی آمد کی وجہ سے آج بہت سویرے آیا ہوں۔ اس کے بعد ان میں ٹیل کی گفتگو ہوئی۔ جو افلاطون نے اپنی کتاب موسومہ بہ کرٹو میں مزج کی ہے +

سقراط۔ لیکن میرے خیال میں جہاز کل تک بھی یہاں نہیں پہنچے گا۔ میں اپنی رویا کی بنا پر کہتا ہوں کہ کرٹو۔ اس رویا کی کیفیت کیا ہے +

سقراط۔ میرے پاس ایک عورت عالم رویا میں آئی۔ وہ خوش شکل و خوش وضع تھی۔ اور سفید لباس اس کے زیب تن تھا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ سقراط آج سو تیسرے دن تمہیں تھکا جانا ہو گا۔

اس پر کرٹو نے سقراط کے سامنے ایک تجویز اسکی مخلصی کے لئے پیش کی۔ اور کہا کہ تمہاری موت سے میں اپنا ایک قیمتی دوست ہاتھ سے دیتا ہوں۔ اور میری اپنی شہرت کو بھی نقصان

ہتھ پڑی۔ کیونکہ لوگ بالعموم کہیں گے کہ اگر کریٹو کو سقراط نے طعنت زیادہ عزیز نہ ہوتی تو وہ اسے بچا ہوا تھا۔ اس سقراط نے جواب دیا۔ کہ میرے پیارے کریٹو تمہیں رام لوگوں کی سائے کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ نیک لوگوں کی سائے قابلِ وقعت ہوتی ہے۔ لیکن وہ خود ان واقعات کا جو پیش آنے میں صحیح اندازہ لگالیں گے۔

جب سقراط نے بھاگ جانے کی تجویز کے خلاف اپنی بڑی طرز پر یوں تقریر کی کہ بہت سے لوگ کریٹو کی تجویز کو درست خیال کر بیٹھے۔ اور اس کی اس کوشش کی جو وہ اپنے دوست کے بچاؤ کے لئے کر رہا ہو تو اس کی گتے۔ لیکن مناسب سائے والے جو البتہ اعداد میں بہت قلیل ہیں سی کا بلکہ ہی سے دینے کو پسند نہ کریں گے۔ یہ لوگوں کا قصور ہے کہ مجھے ایجنز کے قوانین سے تکلیف پہنچ رہی ہے لیکن اس بات سے مجھے حق حاصل نہیں کہ قانون شکنی کروں۔ اس صورت میں قوانین ایجنز مجھے اس طرح ملامت کر سکتے ہیں کہ:-

تم ہماری زیر نگرانی سپر ایجنٹ ہو۔ اور پرورش پاکر تم نے خود اپنی مرضی سے ہماری اعلیٰ عدالت اختیار کی اور حالیکہ تمہیں انتہائی اہمیت دیا گیا تھا کہ تم جہاں چاہو چلے جاؤ لیکن تم نے ایجنز کے قوانین کو دور کر دیا۔ میں نے یہاں تک سمجھ کر دیکھا کہ عدالت کی کرسی کے اوقات تم نے فتویٰ موت کو بمقابلہ جلا وطنی کے پسند کیا۔ اگر تم اب بھاگ جاؤ تم معاہدہ شکن ہو گے۔ اور اپنے دوستوں کو تباہ کرنے کے علاوہ کسی مہذب شہر میں تلخیر مقدم نہ ہو گا۔ ممکن ہے کہ تم سبھی سائے تمہیں خوش آمدید کہیں وہاں غیر ملکوں کی غیرات پر تمہارا اگزارہ ہو گا۔ اور یہ کوئی خوبی نہیں۔ تم اپنے بچوں کو وہاں نہ لے جا سکو گے اور انہیں ایجنز میں تمہارے دوستوں کے پاس ہی رہنا ہو گا۔ جو تمہارے بچوں کو خواہ تم ایجنز سے باہر چلے جاؤ یا رہ جاؤ محبت کرینگے۔ پس اے سقراط تم ہماری بات سنو۔ کیونکہ تم نے ہماری تربیت کی ہے۔ تم اپنی جان اور بچوں کے خیال کو انصاف پر ترجیح دو۔ لیکن انصاف کو مقدم سمجھو تاکہ دنیا کے شہزادوں کے سامنے تم سرخرو رہو۔ اب تو تم بگینا مسیبت زدہ جا رہے ہو۔ لیکن کسی قسم کی بڑائی کرنے کے۔ البتہ تم انسانوں کے شرکار رہو گے۔ وہ قانون کی نظر میں تم مجرم نہیں لیکن تم بڑی اور دھوکہ کے مقابلہ میں سی اور دھوکہ ہی پہنچاؤ گے۔ تو تم اس معاہدہ کو توڑنے والے ہو گے جو تم نے ہم سے کیا تھا۔ اور تم ان کو جنہیں تم کو بالکل ضرر نہ پہنچا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو۔ اپنے دوستوں

اگر تک کو اور ہم کو بھی نقصان پہنچاؤ گے۔ اور تم تم سے جب تک کلم زندہ رہو گے ناراض ہیں گے اور ہمارے بھائی یعنی دوسرے ممالک کے قوانین بھی نہیں اپناؤ گے۔ اور تم کو بھی ضرر دیں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم نے ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ اسلئے ہماری بات سنو۔ اور کرپٹ کی تجویز کی طرف التفات مت کرو۔ یہی آواز اندر سے میرے کان میں آ رہی ہے جس نے دو جہاں خدا مجھے لیجا تا ہے۔ سقراط کی زندگی کے آخر میں اس کے دوستوں نے اس سے حیلخانہ میں ملاقات کی۔ اور جب کہ موت کا وقت بہت نزدیک آ گیا تو کرپٹ نے اسی کی دعوت کو وہاں کو رخصت کر دیا۔ افلاطون آخری نظارہ کے وقت موجود نہ تھا۔ لیکن اس نے اپنی کتاب قید میں سقراط کی گفتگو دوبارہ بقاء روح کا اسی طرح نوکر کیا ہے جس طرح کرپٹ نے بیان کیا تھا۔ یعنی سقراط نے کہا کہ موت صرف روح اور جسم کی علیحدگی ہے۔ اور یہی فلسفہ کا آخری نتیجہ ہے جو ہم حیات کی مدد سے ہوتا ہے لیکن روح سچائی کو پا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ میں محسوس ہو جائے۔ کہ یہ مانی جس کے ذریعہ وہ انصاف۔ خوبصورتی نیکی اور دوسرے خیالات کو نہیں دیکھ سکتا۔ فلاسفہ تمام عمر جسمانی خواہشات کے ساتھ لڑتا رہتا ہے۔ اور روح کی نجات پر اسے غصہ ہونا چاہئے۔ اسلئے وہی سچا دیر ہو سکتا ہے۔ اور پرہیزگاری اور دیگر نیک خات اسی کے نزدیک حقیقت رکھتی ہیں جب کہ کرپٹ نے سقراط کو بچھا کر اسے کس طرح دفن کیا جائے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جس طرح تم پسند کرو۔ البتہ مجھے تم کھڑے رکھو اور احتیاط رکھو کہ میں تم سے کہیں چلا نہ جاؤں +

فیثا بیان کرتا ہے کہ جب سقراط کو داروغہ جیل نے زہر کا پیالہ دیا تو اس نے بڑے آرام اور منتانے کے شہ کے منظر یا چہرہ پر کسی قسم کے تغیر کے بغیر اسے لیلیا۔ اور زہر کا پیالہ بڑی پھرتی اور خوشی کے ساتھ نگاہ کر لی گیا۔ بعد ازاں اس نے زہر کے اثر پہنچنے کے متعلق ہدایات کو سنا اور ان کے مطابق عمل کیا۔ جبکہ اسکی کمر سرد ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے چہرہ پر سوکڑا اٹھایا اور کرپٹ کو کہا کہ میں نے اسکی پیس کا ایک مرغا دیا ہے۔ یاد رکھنا کہ اس کا قرص ادا کیا جائے کرپٹ نے جواب دیا۔ کہ قرص ضرور ادا کرنا چاہیگا۔ اور پھر بوجھا کہ کچھ اور تو نہیں کہنا۔ اس سوالی کا کچھ جواب نہیں ملا۔ کیونکہ سقراط کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ان حالات کو بیان کرنے کے بعد فیثا کہہ دیا کہ تم آگے نہ بڑھو کہ تمہارے دوست کا اس طرح انجام ہوا۔ دوست ہے

میں ان سے زیادہ دانا، منصف، مزاج اور نیک سمجھتا ہوں جن کو میری واقفیت ہے۔

فصل دوم جناب یسوع

جناب یسوع کی زندگی کے حالات تاریخی نکتہ خیال سے کچھ معلوم نہیں۔ اگرچہ وہ دنیا میں ایک عظیم الشان انسانوں میں سے ہیں۔ اور ایک بڑا حصہ مخلوق کا انہیں خدا یا جزو خدا ماننا ہے، آپ کی زندگی کے کچھ حصہ کے حالات انجیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان میں بھی واقعات ایک دوسرے کے حالات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مختلف مصنفوں نے جناب مسیح کا عجز و مختلف دیا ہے۔ ان کی سپیدائش اور نشو و نما۔ اُن کی تعلیم اور خانگی حالات سب پر ایک قسم کا پردہ ہے۔ بلکہ ان کی صلیب کا واقعہ اور شہادت بھی عقدہ لائینکل سا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی شہادت کی اصل کیفیت کے متعلق رائے زنی کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ انہیں نے جناب یسوع کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں زلیبوں کے درشت اور مزدور طرز زندگی کے حالات انہوں نے لکھ دیے ہیں۔ اور دوسرے حصہ میں بڑی سرگرمی اور تحمل کو نیکی اور آخرت میں اسکے اجر کے متعلق وعظ کیا۔ انہوں نے آسمان کی بادشاہت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی اور اس دنیوی جاہ و جلال کو حقیر بتلایا۔ وہ غریبوں کے ساتھ بھی ہمدرہ روی اور مہربانی کرنے کی وجہ سے ہر دلوں پر چڑھ گئے تھے۔ بعض لوگ ایسے بھی موجود تھے۔ جو انہیں مسیح موعود سمجھتے تھے انہوں نے لوگوں کو اس بات سے بھی روکا کہ وہ اسے نیکل سمجھا دہیں نہ کہیں یہ کہ اگر کہ سوا، خدا کے کوئی نیک نہیں۔ اور ان لوگوں کو جو انہیں خدا کا بیٹا کہتے تھے ملامت کی۔

دوسرا حصہ جناب یسوع کی زندگی کا وہ حصہ ہے جبکہ انہوں نے یروشلم کی طرف سفر کیا۔

ایک اندھا فقیر یسوع ہیوں مخاطب ہوا کہ اے داؤد کے بیٹے مجھ پر رحم کر۔ اُسے مسیح نے تندرست کیا۔ اور ایک اندوہ کثیر انکی پیچھے یروشلم تک گیا۔ جہاں کہ انکے آنے پر لوگوں نے داؤد کے بیٹے کے نام کے فرے بلند کئے۔ جب وہ سیکل میں داخل ہوئے تو انہیں نے دیکھا کہ یہودیوں نے بجانے اسکے کہ وہ ہمیں عبادت کرتے اُسے خرید و فروخت کی منہ می بنا رکھا ہے

اس پر جناب مسیح کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے صرافوں کی دکانیں لٹا دیں لیکن جناب مسیح کی اس قسم کی دلیرانہ کارردائشوں سے اور اس عورت کے باعث جو لوگ ان کی کرنے لگ گئے۔ یہودی فریسیوں کے دل میں نفیض اور حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ انکی موت کے لئے جہاد پر چلے گئے۔ داؤد کے بیٹے کے نام کے فرے نے جیگر کو پاش پاش کر دیا۔ ان فریسیوں کیلئے جو ایک مختلف قسم کا مسیح یا یہودی بادشاہ کی امید میں بیٹھے ہوئے تھے یہ نعرہ بہت ہی نامبارک نکلا۔ ان کی آنکھیں کسی دوسرے موسیٰ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جو ان کی گم شدہ سلطنت پر ان کے لئے قائم کر دیا گیا۔

لیکن مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ تم نے یہ سنا ہوا ہے کہ آنکھ کے بے آنکھ اور دانت کے بے دانت لیکن میں کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو تمہیں دائیں گال پر دھچکا مارے اس کے سامنے بائیں گال کرو۔ اور اگر کوئی تمہیں عدالت میں لیجائے۔ اور تمہارا کوٹیلے نوٹا لے۔ اپنا جعبہ بھی دیدو۔ اور اگر کوئی تمہیں ایک میل لیجائے کیلئے مجبور کرے تو تم دو میل اس کے ساتھ جاؤ۔ فیصلی اور فریسی اپنی پرہیزگاری لوگوں پر بہت ظاہر کرتے تھے لیکن جناب مسیح نے انہیں بتلایا۔ کہ تم لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اپنی پرہیزگاری اور بزرگی کا اظہار مت کرو۔ ورنہ خدا سے جو آسمانوں پر ہے تمہیں کچھ اجر نہ ملیگا۔

جناب مسیح یہودی فریسیوں کو ریاکار کر کے بکارتے تھے۔ انہوں نے اپنے ہم مذہبوں کی حکومت اور اقتدار پر اور حاصل کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں بہت مفاد پہنچتا تھا۔ مگر جناب مسیح سے انہیں کسی قسم کی مدد مل سکتی تھی۔ اس تعلیم کے مقابلہ میں جو وہ لوگ حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جناب مسیح کی تعلیم بہت ہی آزادانہ تھی۔ حضرت مسیح کے اصولوں کے شریفانہ اور بلند پایہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ وہ خود خدا کی محبت میں محو تھے۔ ان کو خدا کے ساتھ اس قدر محبت تھی جیسا کہ کچھ کو باپ سے ہوتی ہے۔ وہ خدا کو اپنا باپ اور دوسرے خطاب بھی کر لیکار کرتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو بتلایا۔ کہ اگر سے خدا کا بیٹا ہونے کا خطاب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ان کی جیسے حضرت مسیح کی طرح اللہ کے پورے تابع رہیں جاویں۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ ہر ایک شخص خدا کا فرمانبردار ہو اور جو کچھ وہ

ماہ رمضان المبارک کے اخیر مئی یوم تک رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدوں میں رعایت

جلد ۱۹۱۶ء پرچہ ۶ قیمت ۹	جلد ۱۹۱۵ء پرچہ ۱ قیمت ۸	جلد ۱۹۱۴ء پرچہ ۱ قیمت ۸	جلد ۱۹۱۳ء پرچہ ۱ قیمت ۸	جلد ۱۹۱۲ء پرچہ ۱ قیمت ۸	جلد ۱۹۱۱ء پرچہ ۱ قیمت ۸
۱۔ خدا کا نام	۱۔ خیریت چیدہ رمضان	۱۔ خیریت چیدہ رمضان	۱۔ خیریت چیدہ رمضان	۱۔ خیریت چیدہ رمضان	۱۔ خیریت چیدہ رمضان
۲۔ اسلام اور مغرب	۲۔ اسلام میں جہاد	۳۔ توحید الہی کا کمال	۴۔ توحید الہی اور رسالت نبی	۵۔ ایک نگرینہ بادشاہ کا	۶۔ توحید الہی اور رسالت نبی
۳۔ اسلامی ناز	۷۔ توحید الہی اور رسالت نبی	۸۔ توحید الہی اور رسالت نبی	۹۔ توحید الہی اور رسالت نبی	۱۰۔ توحید الہی اور رسالت نبی	۱۱۔ توحید الہی اور رسالت نبی
۴۔ مسجد و گنبد میں ایک	۱۲۔ اسلام کی خوبیاں	۱۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۵۔ اسلام کی تاریخ	۱۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۶۔ اسلام کی تاریخ	۲۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۷۔ اسلام کی تاریخ	۲۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۲۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۸۔ اسلام کی تاریخ	۳۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۹۔ اسلام کی تاریخ	۳۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۳۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۰۔ اسلام کی تاریخ	۴۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۱۔ اسلام کی تاریخ	۴۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۴۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۲۔ اسلام کی تاریخ	۵۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۳۔ اسلام کی تاریخ	۵۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۵۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۴۔ اسلام کی تاریخ	۶۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۵۔ اسلام کی تاریخ	۶۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۶۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۶۔ اسلام کی تاریخ	۷۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۷۔ اسلام کی تاریخ	۷۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۷۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۸۔ اسلام کی تاریخ	۸۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۱۹۔ اسلام کی تاریخ	۸۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۸۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۱۔ اسلام اور رسالت نبی
۲۰۔ اسلام کی تاریخ	۹۲۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۳۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۴۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۵۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۶۔ اسلام اور رسالت نبی
۲۱۔ اسلام کی تاریخ	۹۷۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۸۔ اسلام اور رسالت نبی	۹۹۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۰۰۔ اسلام اور رسالت نبی	۱۰۱۔ اسلام اور رسالت نبی

المشرف: خواجہ عبدالغنی مینجر اشاعت اسلام بمبئی پو۔ عزیز منزل لاہور

۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۱ء کے مابین شائع ہونے والے تمام جلدوں کی اشاعت اسلام پبشر لاہور

فہرست اشاعتیہ ام ایڈیو لاہور

محصولہ اک بذریعہ خریدار

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۲	ادیب نسوان	۱۲	پہرے اشاعتیہ
۱۲	اشاعتیہ نسوان	۱۵	۱۹۱۵ء
۱۳	صبر کی دیوی	۱۶	۱۹۱۶ء
۱۲	خوشنید جہاں	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۳	رفیق مرزا	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۵	زنانہ خطوط	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۳	لیکچر اسلام - از مسز ای بی بسٹ	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۸	مدیر مالی	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۰	زنانہ حساب کتاب	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۳	تعلیم الصبیاں	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	مناجات بروہ	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	رباعیات حالی	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	جام کوثر	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۳	راہ جنت	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۴	امام حسین	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۶	دیکھنا بیوں کا مزیدار سٹ	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۳	ناصر شفق	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۳	لندن میں جلسہ مولود لہجہ مسلم	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۱	لیکچر اسلام	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۱	جام عرفان - نظم	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	مختصر آموزی	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	گھانا بکنا	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	اخلاقی کہانیاں	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	تعلیم نسوان کی پہلی کتاب	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	دوسری کتاب	۱۲	۱۹۱۲ء
۱۲	تیسری کتاب	۱۲	۱۹۱۲ء

المستندہ نایب عبد الغنی نیر اشاعتیہ ام ایڈیو لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی علی سیدنا محمد و آلیہ الطیبین

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلاما کیسے آئیے مسلمان بنیں

جلد ۱ — باب ۱۰ جولائی ۱۹۱۹ء — نمبر ۱

شذرات

ناظرین کرام کے لئے یہ امر موجب مسرت ہو گا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے ہندوستان واپس تشریف لے آنے پر مسلم مشن دو کنگ کا کام با حسن و جمل رہا ہے۔ جناب مسٹر مارسیڈیو کی کچھ سال صاحب موجودہ قائم مقام امام مسجد دو کنگ اشاعت اسلام کے محنت بالشان کام کو ہر طرح کی کامیابی بنانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے نیک ارادوں میں برکت ڈالے اور ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔ تم آمین

حضرت خواجہ صاحب آج کل شملہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کی تازہ واک بہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک آپ کی صحت میں کوئی کمی یا ترقی نہیں ہوئی۔ یہ مرض کا دورہ کبھی گاہے عود کرتا ہے۔ امید دہان ہو کہ مددوان وہی خواجہ ابن مسلم مشن دو کنگ بانی مشن کی صحت و دلچسپی کے لئے دعاؤں کا رشتہ اللہ ماجور ہو سکے۔

لندن مسلم نماز گاہ اور مسجد دوکنگ میں پچھروں کا سلسلہ معمول جاری ہو مسجد دوکنگ
میں جناب ملک عبد القیوم صاحب بی اے اور جناب مسٹر شمس الدین مس صاحب ڈسٹلم
ہر اتوار کو حسب دستور پکچر دیتے ہیں ۛ

ماہ صیام کی دسویں سال اسلام کے یو لیا پکچر سی باب ۱۰ ماہ جولائی و اگست ۱۹۱۹ء و ایل نمبر
شائع ہو گا۔ جو جولائی ۱۹۱۹ء کے اہتمام تک ہندوستان میں پہنچ جاویگا ۛ

لندن مسلم نماز گاہ میں ماہی ۱۹۱۹ء میں جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب
جناب مسٹر ڈی ایٹ شیخ محمد صادق صاحب ڈسٹلم و جناب رامٹ ازیمل لارڈ سپیڈے
بالقائمت شیخ رحمت اللہ صاحب انعام روتی نے اپنے مواعظ حسنہ و اہالیان لندن کو تبلیغ حق
کی۔ جناب ایس۔ ایچ رضا صاحب نے بہ مئی ۱۹۱۹ء کو پکچر فرمایا۔ اور جناب مسٹر ڈی
رائٹ شیخ محمد صادق صاحب ڈسٹلم نے اس مہینہ میں دو پکچر فرمائے پہلا پکچر مورثہ ۱۹۱۹ء
میں انہوں نے ایک خط کا جواب دیا۔ اور آپ کے دوسرے پکچر کا عنوان قرآن کریم تھا جو
آپ نے ۲۸ مئی ۱۹۱۹ء کو فرمایا۔ جناب رائٹ ازیمل لارڈ سپیڈے صاحب نے
مورثہ ۸ مئی ۱۹۱۹ء کو پکچر فرمایا ۛ

اسلام کے یو لیا کے تازہ نمبر میں اُن مخلص احباب کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ جو مختلف ملک
میں دوکنگ مسلم مشن کے لئے خود بخود چھوڑے جمع کرتے اور مشن کی اعانت کیلئے لوگوں کو
تحریک کرتے ہیں۔ ان مساندین کرام میں سو دو کے نام اسلام کے یو لیا نے لئے ہیں (۱) جناب
مسٹر علی محی صاب (۲) جناب مسٹر عبد القادر بوقندیل صاحب۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی
شخص ایم ایس۔ بن۔۔۔۔۔ سے متعلق متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ بغیر کسی اجازت کے قرآن کریم کے
متعلق خود بخود ایجنٹ کا کام کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سوائے اسکے کہ کوئی شخص ان کو ذاتی
طریقہ پر واقع ہو۔ اور ان پر غلبہ بار کر سکتا ہو۔ جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ کیونکہ دفتر اسلام کے یو لیا

دو گنگ بالاہر کی طرح کے کوئی ایسا ایجنٹ کسی جگہ مقرر نہیں۔ اور نہ کوئی ایکنی مڑا رہی
اس پر عامہ چمکتی ہے +

کاغذ کی گرانی بدستور ہے! سلٹنے طریق کو ہم سوڈو بانہ التماس ہے کہ ازراہ و کم رسالہ ہذا کی اپنے
حلقہ اثر میں توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں +

مجلہ خیر باران رسالہ کی خدمت میں عرض ہے کہ ازراہ نوازش خط و کتابت کے وقت خبر خیر جاری
کا ضرور احوال فرمایا کریں۔ اور عدم وصولی رسالہ و دیگر شکایات سے فوراً منہجر رسالہ ہذا کو مطلع
فرما کر ممنون فرمایا کریں۔ تاکہ ان کا فوری تدارک کیا جائے +

حضرت محمد مصلم اور آپ کا مشن

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب دبائی بیڑا بریل لاء)

حضرت محمد مصلم جناب مسیح سے ۷۰۰ سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ
وحی الہی ہوئی۔ اور صلی اللہ کے لئے جو چار اکثاف عالم میں احسان پرستی و اخلاقی پرستی
کے قورنلت میں گری ہوئی تھی۔ میں مذہب معلّم اور نبی مقرر ہوئے۔ تاریخ عالم میں یہ زمانہ نہایت ہی
تاریک زمانہ تھا۔ اور حضرت محمد مصلم شہدایت لائے۔ وہ تمنع ہدایت مہر تاباں کی
چمک سے بھی زیادہ روشن و چمکیلی ثابت ہوئی۔ اس نے انسانی قلب و روح کو سنور کر دیا۔
ایسا کوئی بھی شخص دنیا میں نہیں گذرا جس نے دنیا کو مختلف پیرایہ میں زیر اثر کیا ہو صریح
کہ آنحضرت صلم نے حضرت محمد مصلم بنفسہ معجزہ حقوہم انہیں بشر کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے
ہمیں یہی تلقین فرمائی ہے۔ کہ آپ کو لبش کہہ کر پکارا جائے۔ وگرنہ جو جہنم بالشان کام اپنے
سرا انجام فرمایا۔ وہ حقیقتہً ایک بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ آپ میں کوئی خاص جبر تھا۔ جو
زمین سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ اگر تو آپ انسانی جامہ پہنے تھے۔ تب تو ہم سب کو اس پر نازل ہونا چاہیے

کہ ایک بشر اپنے آپ کو اس حالت تک پہنچا سکتا ہے۔ جہاں ذات باہمی اور اسکے وسیلے
ایک قابل فاصلہ بتاتا ہے لیکن یہ قربانی فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری کے مطالعہ ہی سے حاصل
ہو سکتا ہے۔ دیکھو اولیاء و پارسا لوگوں نے بھی اپنے اپنے رنگ میں قربانی حاصل کیا ہے لیکن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابل بہت ہی قلیل لوگ ملے تھے تو ان کو صفات کو جذب کرنے کے قابل
ہو سکے۔ ان مقرب لوگوں میں تو ہی بھی انسانوں میں وہ روح چھو سکے کے قابل انوار جلالان کو
ربانی اوصاف کے جذب کرنے کے قابل بناتی ہے +

حضرت محمد مصطفیٰ نے انسانیت میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ آپ نے نسل انسانی کی نہ ہر
اخلاقی تہذیبی اور یہاں تک سیاسی خیالات میں بھی تفسیر پیدا کر دیا۔ آپ نے اپنے
قائم کیا کہ تمام مذاہب ایک ہی تہذیبی سرچشمہ سے ہیں۔ اور کوئی بھی قوم دوسرے زمین پر ایسی
نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغامبر نہ پر نازل نہ ہوا ہو۔ ایسا سب دوسروں کو ان
پیغمبروں کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہئے۔ کہ بعضوں کو قبول کر لے اور بعض کو
نکثیر کرے۔ انسان کے مذہبی خیالات میں یہ ایک حیرت انگیز انقلاب عظیم تھا جس نے
مذہب میں سوشلڈی کو کافور کر دیا۔ ایک اور انقلاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی خیالات میں
پیدا کیا اور جس کو آپ نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ یہ کہ مذہب یا پارسائی صرف اسی میں
نہیں کہ نماز اس طرح یا اس طرح ادا کی جائے۔ یا بعض بعض رسم و رواج کو اختیار کیا جائے۔ بلکہ
عبادت الہی کی اصل غرض و غایت یہ ہے۔ کہ دنیا کے اسرار و خواہش سے بے پروا ہو کر اور
تو انہیں قدرت آگاہ ہو کر ان علوم و خلق اللہ کی بہتری اور بھلائی کیجائے۔ اور اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کیجائے +

علم الاخلاق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی۔ کہ محض خیالات کوئی وقعت نہیں رکھتے
افعال اور خیالات کی آپس میں مطابقت ہونی چاہئے۔ انسان کو صرف خیال اور روح بیکار
ہی نہ کوئی چاہئے۔ بلکہ اس میں عملی پہلو ہونا بھی لازم ہے۔ اس لئے انسان کو دنیا کا ایک
مفسد اور کار آمد شہری اور سوشلسٹ کا دہندہ باز و اور کائنات عالم کی بڑی مشین کا ایک
کام کرنے والا مجز و ہونا چاہئے۔ ذاتی جاہ و شہرت یا اپنی ہی عزت بڑھانا ہی انسان کا فرض نہیں

نیکی اور بھلائی کرنے کی تعلیم دی۔ خود احادیثِ ناب نے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کو دیکھ کر حیرت و حیران ہوئے۔ (یعنی تمام جہان کیلئے رحمت) کا موزوں خطاب عطا فرمایا صرف تمہاری اصلاحات ہی آپ کو نسلِ انسانی کا سب سے بڑا محسن و مہربانی قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن آپ کی اصلاحات کو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں تک وسعت دیکھی ہے +

آپ کی سیاسی اصلاحات بھی دوسری اصلاحات کے کم حیرت انگیز نہیں۔ آجکل جبکہ دنیا کے بڑے بڑے مہرِ ان سلطنت و دنیا کے سیاسی معاملات کو طے کرنے کے لئے میز کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں تو ان کی ہدایت و رہبری کیلئے اس جگہ اس عظیم الشان مہرِ اعظم یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعض سیاسی اصولوں کو بیان کر دینا خالی از دہی نہ ہو گا +

ہماری سرکار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے سب سے پہلا اصول جو قائم فرمایا وہ یہ تھا۔ کہ محض مقامی حب الوطنی یعنی اس ملک کی محبت کرنی جہاں کوئی شخص رہتا ہے انسانی منہ پر دل و باغ کے شلیانِ جال نہیں۔ انسان کی حب الوطنی عالمگیر و وسیع ہونی چاہئے۔ اسے اپنے آپ کو تمام روئے زمین کا باشندہ خیال کرنا چاہئے۔ "میں ملک کی خاطر ہوں۔ خواہ غلط ہو یا صحیح"۔ کیا یہ عظیم الشان اصول نہ تھا۔ ایک انسان کو اپنے بھائی انسان کا احساس نہ ہونا چاہئے خواہ دونوں مختلف انسانوں کے درمیان بعدِ الشریکین بنی کیوں نہ ہو۔ اگر ایک ملک کے باشندے کسی کو بڑا سلوک نہ تو دوسرے ملک کے باشندے کا فرض ہو کر اپنے بھائی، مختلف انسانوں کے معاملہ میں اس کی ملو کرے۔ جانتے ہیں قوم کا تعلق جو جس کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نمود قوم بنایا۔ ان میں مقامی حب الوطنی کی بجائے عالمگیر حب الوطنی کی روح پھونکی گئی جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا پڑھنے والا اگر شمال و جنوب کی طرف اور مشرق و مغرب کی طرف جائے۔ تو ہر ایک جگہ اور ہر ملک میں اس کے مسلمان بھائی اس کے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک روا رکھیں گے۔ اور آجکے آجکے تمام حقوق حاصل ہونگے جو کہ وہاں کے مقامی مسلم باشندگان کو حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ آجکل کی اسلامی سلطنت کا شہنشاہ اور خلیفہ بھی ایک غریب سے غریب مسلمان کے ساتھ بھی جو دور دراز سفر کی مصائب اٹھا کر اس کی خدمت میں پہنچے گا۔ تو وہ اسلامی مہرِ رومی انوت و مساوات کے

مخوط نظر رکھ کر اس کا خندہ پیشانی سوخیر مقدم کر لگیا۔ دوسرا اصول آپؐ نے تمام نسل انسانی کی ایک قوم اور برادری کا قائم کیا۔ اگر آج ہماری سرکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے۔ تو انھیں اقوام کو قائم کرنے کی بجائے اتحاد بنی نوع انسان قائم فرماتے +

نبیوں میں سے سب سے آخری نبی

حضرت محمد صلم آخری نبی کیوں تھے؟ اس کا مفصل جواب اس وقت نہیں لکھا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے لئے بہت سا وقت اور بہت سی جگہ درکار ہے جس کی گنجائش اس وقت میرے پاس نہیں۔ لیکن میں مسندِ درجہ بالا مسئلہ کے ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آؤ ہم صلی اللہ علیہ وسلم پر غور و خوض کریں جس کے طے کرنا نبوت کی چادر ایک منتخب شخص کے کندھوں پر دھری گئی۔ حضرت محمد صلمؐ تو اپنی ذاتی وجاہت بڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ اور نہ ہی اسلئے مبعوث ہوئے کہ خدائے بزرگتر کی جگہ ہو کر اپنی پرستش کرائیں اور لوگوں کے معبود بنیں۔ آپؐ خدائے تعالیٰ کی طرف سے انسان کی رہبری کے لئے پیغام لائے۔ جس کی آپؐ نے اپنے افعال سے تشریح فرمائی۔ آپؐ رضائے تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی جس کی تعمیل آپؐ اپنے افعال ہو کر ان کو نمونہ قائم کرتے تھے۔ آپؐ پہلے شخص تھے جنہوں نے خدائے تعالیٰ کے نازل شدہ احکام کی پوری پوری پیروی کی۔ اور اوروں کو اپنے اعمال سے ان ربانی قوانین پر چلنے کی ہدایت کی۔ اس طرح خدائے عزوجل کے احکام اور حضرت نبی کریم صلم کے افعال نے ایک اموہ حسنہ کی طرح لوگوں کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ اور اگر وہ ربانی قوانین اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔ اور ہم تک اسی اصلی حالت میں پہنچے ہیں۔ تو پھر نہ تو کسی الہامِ جدید کی اور نہ کسی نئے نبی کی ضرورت باقی ہے۔ لیکن حقیقت میں حضرت محمد صلمؐ رسولِ خدا کے مبعوث ہونے سے پیشتر جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔ وہ انسانِ تحریف و طغیانی و

دستبرد زمانہ سمجھنا سکا۔ اسلام سے پیشتر کے مصلحان مذہب کی زندگی کے حالات ایک راز سر بستہ ہیں۔ وہ ہماری نگاہوں میں محض ایک افسانہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور تاریخ کہلانے کے مستحق نہیں۔ اسلئے ہمیں انکی سوانح عمری بہت قلیل علم ہوتے لہذا قرآن کریم اور حضرت پیغمبر خدا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور اگر قرآن کریم ویسا ہی ہو جیسا کہ حضرت محمد صلم کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اور حضرت محمد صلم کے افعال و اقوال کا مجموعہ مکمل مستند اور صحیح ہے تو کیا پھر بھی ہمیں کسی اور پیغمبر یا کسی اور جدید ربانی الہام کی ضرورت ہے۔ اسلئے قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب ہے اور حضرت محمد صلم سب سے آخری نبی۔ حضرت محمد صلم آخری نبی صرف اپنی جہت کے باعث نہ تھے۔ بلکہ زیادہ تر اسلئے تھے کہ آپ خدا کی طرف سے آخری قانون اور ہدایت نامہ پیشام لائے۔ جبکہ قرآن کریم خالق اکبر کے ارادہ کو پورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اس میں اخلاقی درو حانی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ہدایات موجود ہیں تو ہم ایک فضول دے سود اور لالیجنی تکرار ہوگی۔

عیسائیت میں علم الہیات کے مشاق کی قابل توجہ

”بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں۔ پرنس ہی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا“

”کیونکہ جیسا پرنس تین دن مچھلی کے پیٹ میں ہا دیا ہی بن آدم تین دن زمین کے اندر رہیگا“ (متی باب ۱۲ آیت ۴۰ و ۴۱)

یہ کلمات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائے۔ اگر آپ صلیب پر جاں بحق ہوئے۔ تو یہ کلمات پورے ہونے کے بغیر رہ گئے۔ حضرت یونس کو جب مچھلی نے نگلا تو آپ اس کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے اور خدا اٹھائے کی درگاہ میں دست بڑھا ہے۔ اور اس کے اندر سے زندہ و صحیح و سلامت باہر نکلے۔

اس طرح اگر جناب مسیح پہنچے ہی تھے۔ تو آپ پر موت کیسے وارد ہو سکتی تھی پشتراس کے کہ آپ زمین کے اندر داخل ہوئے۔ آپ حضرت یونس کی طرح بہوش ہو جاتے لیکن آپ کو صلیب پر مرنانا نہیں چاہئے تھا۔ ورنہ حضرت یونس کی فشانہ پوری نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے میٹ میں زندہ رہے۔ سیلح ابن آدم بھی تین دن اور تین رات زمین کے اندر زندہ رہا۔ اگر آپ کے کلمات سچے تھے تو آپ کی موت صلیب کے دار و نہیں ہو سکتی جس طرح کہ اہل کشتی اور نا خدا نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور ان کے زعم میں حضرت یونس موت کا شکار ہوئے۔ اسی طرح دشمنان حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ پر یقینی موت وارد کرنے کے لئے آپ کو صلیب پر چڑھایا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے اسی طرح آپ کو بچ لیا جس طرح کہ یونس کو جناب مسیحؑ حالت غشی میں صلیب کے زندہ اترے اور آپ زندہ ہی قبر کے اندر داخل ہوئے۔ اور جب تک زندہ رہے، ہیں سرے۔ دوبارہ جی اٹھنے کے مسئلہ کو قبول کرنے سے جناب مسیح کے اقوال پورے نہیں ہوتے۔ پہلے چار حواری اس معاملے کے متعلق بچائے اس کے کہ جو پہلی واقعہ ہو اس کو بیان کریں۔ وہ اپنے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ حواریوں کی موقوفہ پر سے عدم موجودگی۔ انکی سادہ لوح فطرت اور سلمہ سادہ دلی اور وہ قلیل وقت جب تک کہ جناب مسیح صلیب پر آویزاں ہے۔ اور جبکہ آپ کے جسم کو چھیدہ لگایا۔ تو آپ کا خون منجمد حالت میں تھا اور آپ کی ہڈیاں بھی ٹوڑی نہ گئیں۔ مندرجہ بالا مسلمہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ محولہ بالا جناب مسیح کے اقوال لفظاً بہ لفظاً پورے ہوئے۔ اور آپ صلیب پر نہیں

میں بشارت دی گئی :- اگر حضرت یونس کی روایت کو کلیسیا کے بہت عمدہ داران

مضامین اور قصہ و کہانی سے نمبر کرتے ہیں تو محولہ بالا انجیل کے فقرات کو بیان کر سکتے ہیں۔ ان فقرات کو تو نبوت کے ثبوت سے بھی گرجا کے متعلق ہادی کیا ہے۔ کیا وہ خدا تھے۔ ان فقرات کو تو نبوت کے ثبوت سے بھی گرجا

ہیں لیکن ہم مسلمان جناب یحییٰ کو خداوند تعالیٰ کے مطابق پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن اننا جیل کے
بیانات کو ہم جناب یحییٰ کی زندگی کا مستند و صادق مجموعہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم نے
بلا شک و شبہ ماقبلہ و ماصلوہ (ترجمہ) نہ تو انہوں نے انکو قتل کیا اور نہ
انکو سولی پر لٹھایا۔ مگر صداقت و اصلیت کو آشکارا فرما دیا۔

خطبات لندن مسلمانانازگاہ

نسبت

عبادت

(از جناب مارسیڈ پوک پکٹھال)

(۱) اللہ لا الہ الا هو احمی القیوم ولا تاخذہ سنۃ ولا نوم لا ما
فی السموات وما فی الارض من الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم
ما بین یدہ وما خلفہ چو کہ یحیطون بشی من علمہ الا بما شاہ و سع
کر سیہ السموات و الارض و لا یوردہ حفظہما و هو العلی العظیمہ
ترجمہ۔ اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندقہ (کارخانہ عالم)
سنہا لے والا نہ اُسکو اونگھ آتی ہو اور نہ سیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہو اور جو کچھ
زمین میں ہو۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے
جو کچھ لوگوں کو پیش (آ رہا) ہے (وہ) اور جو کچھ اُنکے بعد (ہو رہا) ہے (وہ) اُسکو (سب)
معلوم ہو۔ اور لوگ اسکی معلومات میں ہو کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر جتنی وہ چاہے
اسکی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہو۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت
اس پر (مطلق) گراں نہیں۔ اور وہ (بڑا) عالی شان (اور) عظمت والا ہے۔

(۲) لا اکملہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یكفر بالطاغوت

یومن باللہ فقد استقبل بالعرفۃ الوثقی ۛ کل الفضام لہاء واللہ صمیم
علیہم (ترجمہ) دین میں زبردستی (کا کچھ کام) انہیں۔ گرا ہی ہو، ایسا (الگ)
ظاہر ہو چکا ہو۔ خود جھوٹے مسیحیوں کو نہ ماننے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے
منصوبہ دینی پتھر رکھی ہو۔ جو ٹھنڈے والی نہیں (اور اس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کا)
سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ۛ

(۴۳) اللہ ولی الذین امنوا۔ مخرجہم من الظلمت الی النور والذین
کفرہ اولیہم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمت اولئک
اصحاب النار ہم فیہا خالدین ۛ (ترجمہ) اللہ ایمان والوں کا حامی (اور مددگار)
ہے۔ کہ انکو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ
(دین حق سے) منکر ہیں۔ ان کے حمایتی شیطان ہیں۔ کہ ان کو (ایمان کی) دُشمنی سے نکال کر
(کفر کی) تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں۔ یہی لوگ دُورخی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ)
دورخ ہی میں رہیں گے ۛ

مندرجہ بالا تین آیات میں اللہ تعالیٰ کا مومن کے ساتھ تعلق اور مومن کا اللہ تعالیٰ
کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلی آیت الکھوسی کے نام سے مشہور
ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بھی اسے دنیا کے تمام لٹریچر سے اعلیٰ اور پاکیزہ خیال
کہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور جاہ و جلال کا اظہار ہو۔ یہ البکوسی کو تمام
دُنیا کے مسلمان خانگی اور عام عبادت میں پڑھنے کے لئے ازبر یاد کرنے میں۔
یہ کسی بھی رنگ میں دُعا نہیں ہو۔ بلکہ حیرت و استعجاب کی نداء بیکار ہے۔ میری حیرت
کی کوئی حد نہ رہی۔ جبکہ میں نے چند نیک لوگوں کو لندن میں صوفیانہ دُعا کے طور پر اپنے
اجلاس میں ان سامعین کے سامنے جو کہ عربی کو قطعی نا آشنا تھے اور جو اسے دُعا خیال
کرنے تھے پڑھتے ہوئے سنا۔ آیت الکھوسی ہو۔ جو کہ قرآن کریم کی آیات میں ہی نہایت
ہی شہور و معروف ہے۔ اور جیسے مسلمان عادتاً اپنی عبادت میں دُعا کی بجائے مذہبی حیات
کو ابھارنے اور تخریس دینے کے لئے پڑھتے ہیں۔ آیت الکھوسی اللہ تعالیٰ کی جبروت

حاصلت۔ جاہ ۱۰۔ حال و جسم ۱۱۔ دل میں ابھارتی ہو۔ اس سے انسان کو اپنی پوری پوری کمزوری عاجز رہتی ہے۔ ایسی ہی کاجاس ہوتا ہے کہ ضعیف البینین انسان اثنو تک کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تفضل شامل حال نہ ہوں۔ اور اگر میں سے اپنے آپ کو قن کرنے کا کہوں تو بیجا نہ ہو گا +

دوسری آیت کہ میری بی بی روناہ اسی کا فرض بیان کیا گیا ہے: یا اکر اکا فی الدین ۱۲۔ قدر نبین المرشد من الغی ترجمہ: دین میں زبردستی (کا) کچھ کام نہیں۔ مگر ابھی کہ ہدایت لکھنا برہوتی ہے +

من رجا بالاحکام عیسوی تعلیم تو انہیں غریب میں داخل ہونے کے لئے مجبور کر کے مسند مختلف ہے۔ اور ساتھ ہی اس سے رہنمائی دینی اور طریقہ عملی بتا رہا ہے کہتا ہے: ایک مومن کو مسند صداقت کے اوپر حاصل نہ کیا کہ آیت کریمہ حق محمد بالحدوث والنقی کا انضمام تھا میں منفر ہے +

نیمہ سری آیت یٰٰ اے اللہ تعالیٰ کا جو خلق مومن ہو ہے اس کا بیان کر اور ان کو کوئی مصائب و تکالیف کا بیان ہے جنہوں نے حق و صداقت سے روگردانی کی اور اپنے وقیانوسی جھوٹے اعتقادات کی پیروی کرتے ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمت الی النور والذین کفرو اولیٰٰہم الظلمات یخرجون من النور الی الظلمت و لعلک اصحاب النار ہم فیہا حلدون (ترجمہ) اندامان والوں کا حافی (وہ دو گار) ہے کہ انکو (کفر کی) تاریکیوں کا کال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ (دین حق سے) مستکرم ہیں۔ ان کے حمایتی شیطان ہیں۔ کہ ان کو (ایمان کی) روشنی کو نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ (دین حق سے) مستکرم ہیں۔ ان کے

اگر پہلی آیت کہ عجمہ آیتہ الہامی کو اکیلا لیا جائے۔ تو سلیمان بعض اور مین لکھیں

کی طرح خیال کرینگے۔ اس لامحدود ہستی کو کہ جس نے ارض و سماء پیدا کئے۔ انسانی خوشی و غم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس کی ذات پاک اس سے بہت بالاتر ہے۔ اگرچہ قوم بحیثیت مجموعی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اور اس کی حکمت میں اس کے لئے شاندار مستقبل محفوظ ہے لیکن اس ذات باری کو انسانوں کے ساتھ سوا ان قوانین قدرت کے جو کہ اس نے اپنی مخلوق کے ذمہ ڈالے ہیں۔ کوئی واسطہ اور تعین نہیں۔ لیکن ساتھ ہی دوسری آیت

مَنْ يَلْبِضْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْسِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ بِمَا الْفَضْلُ

بھلا (ترجمہ) اگر تو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھی ہے۔ بڑھنے والی نہیں) اور واضح کر دیتی ہے۔ مندرجہ بالا آیت صریحاً انسان کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور یہی طرح مندرجہ ذیل آیت میں کہ اللہ تعالیٰ کو کونین کا نام نہ دے اور وہ راہ سبلا گیا ہے۔ اور ان کو (انگریزی) تارلیوں سے نکال کر زمین کی روشنی میں لانا ہے +

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا خَرَجَهُمْ عَنْ ظُلُمَتٍ إِلَىٰ نُورٍ۔ اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے ساتھ واسطہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کا بین و شاندار ثبوت ہے اور قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سی آیات میں بن تو یہ امر بالکل ناممکن ٹھہرتا ہے کہ ایک شخص مسلم ہو کر اس امر میں شک کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پرستار کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ اس زمرہ میں مجھے قرآن کریم کے اضمح کی دو ٹوٹیں ملی ہیں۔ ان میں بلا واسطہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ مذکور ہے۔ اور یہ۔ تین ایسے وقت میں نازل ہوئی ہیں جبکہ آپ بہت ہی کمبخت ہیں تھے +

ایمانی سورۃ الرافعیہ والیس اذ اسبی۔ ماود عک ربک وما قلیا وللا حرافہ براہ۔ من کلا وی۔ ولسوف۔ حطیک ربک فترضی۔ الم بحبک نبیما وادی۔ ووجہ ربک ضلاً فہری۔ ووجہک عایلاً فاغنی۔ واما البتہ فلا انھد۔ واما اسد اس فلا یجہ۔ واما بنعمۃ ربک فحیث سورۃ الضحیٰ یارہ۔ (ترجمہ) اللہ بخیر ہمراہ تھے اچانک اے وقت کی قسم اور رات کی قسم

جب (سب چیزوں کو) دکھانکے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم کو دست بردار ہوا۔ اور نہ کسی طرح ناخوش ہوا۔ اور البتہ آخرت تمہارے لئے (اس) دنیا سے تمہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکے گا، اور تم کو اتنا کچھ دیگا کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے۔ کیا تم کو اس نے یتیم نہیں پایا یعنی پایا (پھر جدوی۔ اور تم کو دیکھ کہ (راہ حق کی تلاش میں بھٹکے) بھٹکے (پھر ہے ہو۔ تو) تم کو دین اسلام کا اسید حارستہ دکھا دیا۔ اور تم کو مفلس پایا تو اس نے غنی کر دیا۔ تو ان نعمتوں کے مشکبہ میں (تم پر) کسی طرح کا ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا (اور لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا (کہ یہ شکر گزاری کا ایک طریقہ)

(دوسری سورۃ) التشرح لك صلاک۔ ووضعا عنک وزرک
الذی یغفر ظہرک۔ ورفعا لك ذکرک۔ فان مع العسر یسرا۔ ان
مع العسر یسرا۔ فاذا فرغت فانصب۔ والی ربت فارغب۔ اسرہ لا تشوم
بارہ۔ (۳۰) ترجمہ اے پیغمبر! کیا تم نے تمہارا صحبہ فرج نہیں کیا (یعنی کیا) اودا کے
علاوہ (بوجھ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی) تم پر سے اتار دیا۔ اور تمہارے ذکر خیر کا آواز
بلند کیا یہ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے تو اب تم (ان تردوات سے کسی قدر) فزع ہوئے۔
تو (عبادت کی) مقاومت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف (پورے پورے) متوجہ ہو جاؤ۔
ابا آب سے ممکن بنال کرنا ہیں۔ کہ مسلمان۔ ان کریم کو بتائی حکام تسلیم کر کے پھر بھی
اللہ تعالیٰ کا نعل نسانی کے ساتھ ذوقی فلیق بر ایمان لانے سے انکو رکھتے ہیں۔
میں فقط اس مسئلہ پر روشنی ڈالوں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ کچھ متشککین اور آزارچالان
کے لوگ ایک جھٹے خیال و اثر کے ماتحت یہ اسلام کی طرف مائل ہیں۔ او اسماعیلیں
اسلام اور عیسائیت میں کوئی تفاوت نہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ عیسائیت نے
خدا اور انسان کے درمیان وساطط و سفارستی تراش رکھے ہیں جس کو مذہب اسلام مستغنی
ہے۔

صورتی خاک منظر کے ساتھ آسانی ہے۔

اب میں یہ مسئلہ بہ بابائین آیات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ
امتوات سے تو ان پریم میں ہمیشہ رہے۔ اور ہیں۔ اسلام پر عملی طور پر کاربند ہیں۔ اور

اسلامی شعار و فرائض کو مکمل حق ادا کرتے ہیں بعض احباب نے زبا جماعت قومی انفاق اور غیر باکی امداد کی اہمیت پر شک کرینگے۔ اور ساتھ ہی اسلام کو ہر آجکل اور بہت سے لوگ خانہ کعبہ کے حج اور ماہ رمضان کے روزوں پر معترض ہونگے لیکن حقیقت میں یہ ایسے شعار اسلام ہیں جن سے کہ مسلم دنیا کا شیرازہ قائم ہے۔ اور آپس کے اتحاد و اتفاق کا موجب ہیں۔ یہ امور اس قدر ظاہر واری کا رنگ رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں ایمان کی کلید ہیں۔ اور مذہبی نقطہ خیال کو ان شعبہ کی عدم النظیر قدر و قیمت اور انکی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی ذات بلیغ و باریج۔ بے سود و لامعنی ہے +

وہ لوگ جو فقط ظاہر واری کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک نیک مسلمان ہونا آسان امر ہے اور ایسا ایسا کرنے اور ایسی ایسی باتوں کے پرہیز کرنے سے ایک شخص مسلمان ہو سکتا ہے لیکن اس مخفی راستہ کے متعلق کیا کیا جاویگا۔ جس سے ہر ایک مسلم و مسلمہ نے عبور کرنا ہے۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی طرف راہبری کرتا۔ اور حیات جاودانی بخشتا ہے۔ آہ وہ راستہ کٹھن و دشوار ہے۔ کوئی آسان راستہ نہیں +

حضرت محمد مصلم ہم سے پیشتر اس مبارک راستہ پر گامزن ہوئے۔ اور ایسے ہی احباب مسیح نے بھی یہی راستہ طے کیا۔ اور اسی طرح ہر ایک شخص جو رانی نور سے متمتع ہوا۔ اس نے اس مبارک راستہ پر قدم مارا۔ اللہ نور السموات و الارض مثل نور کا مشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی رحاب جنة ازجاجة کا تھا لو کہ دری یوقد من شجرة مباركة زینون فلو کاشرف فیہ جوكا غوبیہ یکاد زیتھا لقی ولولہ تمسک نار نور علی نور بھری اللہ لنورک من لینا و لیضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم تہرجمہ۔ اللہ ہی کے نور سے آسمان کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور طاق میں ایک چراغ رکھ دے اور) چراغ ایک شے کی قندیل میں ہے (اور قندیل اس قدر شفاف ہے کہ اگر گداہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہو (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن آجا جائے۔ کہ جو نہ پورے کونج و نور

اور نہ پیچم کے رخ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ اگر اس کو آگ نہ بھی جھوٹے نامعلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ اہل اٹھیکا۔ غرض کہ ایک نور نہیں بلکہ) نور علی نور (یعنی نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو پہنچتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے مبالغہ سیار و مناسب۔ اور اللہ مزید (اے حال سے واقفیت مند) یہ بالا آیات بلاشبہ ناقابلِ شرح ہیں۔ لیکن جن شخص نے رخصت و علیحدگی و فکد میں سماوی نور کی تلاش کی ہے۔ اسکی مصداقت و نمونہ یہ نکلا۔ بؤفدا من شجرة مباركة زينة لا تشرق في ولا غروب في ولا تظلم في ولا تضيء في و هو سر تمسسه نار نور علی نور +

(مترجمہ) اور چراغ از یون کے ایک مبارک و نیت کے بل اور روشن سا جواہر کہ جو نہ پورے رخ واقع ہے۔ اور نہ پیچم کے رخ اس کی سیل (یعنی صاف ہے کہ) اگر اس کو آگ نہ بھی پھوٹے نامعلوم ہوتا ہے۔ آہستہ آپ اہل اٹھیکا (غرض یہ) نور نہیں بلکہ) نور علی نور (یعنی نور پر نور) +

یہی وہ چراغ جو حقیقی رہ سہ کو مقرر ہے۔ آہستہ سے نکلا ایک ہی مومن نہیں کر سکتا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ تمام تاریکی اور تاریکی بہر اور ہزار نور ہوتے ہیں جو کہ شمعوں میں بہت ہی تاباں اور دلہندہ سب دیتے ہیں۔ لیکن خدا مامور کیا ہوا ہے ہیں۔ ربانی نور اس دنیا میں نہ صرف ہے بلکہ کسی اور جہان بھی نہیں ہے اسکی درخشانی و جہک مسلسل سورہ نور کی ہے۔ اور اللہ نور طاق سے نکلتا ہے۔ طاق کا ذکر ایسی حیرت انگیز صورتوں میں ہے کہ اسکی طرف لوگ ہر شخص سے کرتا ہے۔ پھر یہ طاق یا محراب اور وہی متوجہ ہوتا ہے۔ پس ہر نور دکھائی نہیں دیتا۔ اور پھر وہ چراغ کہ جس کا یہ ایک شجر مبارک ہے۔ اور وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے۔ اور قندیل کا رخ ہے کہ گواہ مونی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جس کا نور نور ہے۔ پھر یہ طاق۔ طاق اور قرب و جوار کا سایہ کا نور ہوتا ہے۔ و پرین لینے آپ کو اللہ تو نے کے نام و نور میں گمراہ کیا ہے

جہاں کہیں بھی رنج غم و اندوہ یا خوف و حزن اس کے پاس تک نہیں بھٹکتے +
یہودی اللہ النور من لیشا (قر مجسمہ) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو
چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے +

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کا طلاء صلوٰۃ و غور و فکر ہی ہے۔ اور اپنی مرضی
کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دینا ہے۔ جس کو ہر فکر و انتہائی انفرادی طور پر
کر سکتے ہیں +

موتو اقبل انت موتو ترجمہ امر نے سے پہلے مر جاؤ + یہ حکم ہمارے سرور
عالم سرور کائنات حضرت محمد صلم کا ہی جس اعلیٰ و جلیل القدر شخصیت کی خود اصدیت کا ہے
سماوی نور کے مرکز و منبع کی طرف رہبری کی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو تنبیہ
عملی رنگ نہ دیا جاوے۔ انہی کوئی بھی روحانی قدر و قیمت نہیں۔ ایثار اور قربانی کے
جھوٹے چھوٹے افعال اور بعض مشیاء سے پرہیز کرنا جس کو اسلامی شریعت نے ہمارے
ذمہ ڈالا ہے محض اسلئے ہیں کہ ان کو ہمارے ضمیر کی حفاظت ہو۔ اور ہمارا دماغ
صاف و روشن ہو۔ اور روح کو اس صلی حالت میں لائیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ تک رسائی
حاصل ہو۔ قابل افسوس امر ہے کہ لوگ ربانی نور کی غیر متوقع دل و دہوش دماغ کے ساتھ
جستجو کرتے ہیں۔ گو تکنیکی خدمت میں اسکی متقاضی ہیں۔ کہ تمام اقوام و السنتہ
کے مومنین کے درمیان رشتہ اخوت قائم ہو۔ اور مذہب کے لئے یہی ایک ایسا رشتہ
ہے۔ جس میں کسی پر دہمتی اور بیپسہ کی ضرورت نہیں لیکن جبکہ رضا قبضہ کا
فعل تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اس حالت میں عوام کی خدمت بجائے فرض کے
ابساط و سرور پہنچاتی ہے یہاں تک کہ در ماندگی و ایشیائی میں ادا کرنا ایک
فرض ہے۔ انسانوں کو اسکی ضرورت ہے۔ کہ ہر روز ان کو اس فرض کی یاد دہانی
کرائی جائے۔ لیکن اسی صورت میں یاد دہانی کی بھی حسد ان ضرورت نہیں
رہتی۔ جبکہ وہی غریب و نادار ہمسایہ انکا اپنا ہی محبت و عزت بھجائی ہو۔ اور
اسکی ادا کرنے سے ان کو سرور و مسرت ہوتی ہے۔ اور اس سے ہر گز کوہ کچھ نہیں کہہ سکتے

اور بھی وہ انقلاب ہے جو اللہ تعالیٰ تمام صادق مسلمین کے قلوب میں پیدا کرتا ہے +
 اس انقلاب سے یہ مراد ہو کہ بنفسہ انسان میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔ یہ دعویٰ اللہ نور
 میں لیٹا (ترجمہ) لیکن اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور یہی انقلاب
 بقول انصاری کسی شخص کے متحی ہونے کا وثوق دلاتا ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی
 کے تحت کر دینا ہی تمام انسانی بحکمر و غور کو نفس اکوینا ہو جو کہ روحانی بحکمر و نجات پیدا
 کئے ہو بہت دور ہے۔ اس کا مقابلہ اس قوی مشنادر کی اس راحت و آرام سے کیا جاسکتا ہے
 جبکہ وہ دنیا کی حج مخالف سے بود مقابلہ کر کے اپنے رخ کو تبدیل کر لیتا ہے۔ اور پھر اسے اسی
 جگہ راحت میسر آتی ہے جہاں سابقہ اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ انقلاب انسان کو ان سزاؤں
 اور لعناؤں سے پرہیز کرویتا ہے۔ جسے کلفنا رقیق سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک سزا ہیں و نعماء
 ہی مذہب کی غرض و غایت ہے۔ ان کے نزدیک عبادت اللہ کی عبادت بہشت کی امید یا جہنم کے
 خوف سے کرتے ہیں۔ اور ایک شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے نور کو اس دنیا میں خواہ
 دھندلا ہی دیکھا ہو بہشت کے نعمات کے لئے سعی کرتا اور عذاب جہنم کے خیال کو ہر اسان ہوتا ہے
 رہائی نور سے نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عزت بخشے یا ذلیل فرمائے۔ وہ ہمیں نیت
 نابود کر دے یا قائم و دائم کرے۔ ہم تمام اچھی طرح مطمئن ہیں۔ جو کچھ بھی وہ ہمارے ساتھ کرتا ہے
 وہ ہمارے ہی فلاح و سبب دی کے لئے ہے۔ اس کے ارادے ہماری عقل و فہم کی بالاتر ہیں
 اس کے مقابلہ تم ذرہ بمقدار ہیں۔ یہ اسکی مرضی ہو کہ ہمیں قتل فرمائے یا راند دے۔ جو کچھ
 بھی اس نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے ہمیں رضا و رغبت اسے قبول کرنا چاہئے۔ اور یہی
 رضا بقضائے ہمیں تمام خوف و حزن کو مخلصی دلاتی ہے لیکن کیا ہم جیسا کہ بعض نصائے
 کا بیان ہو سکتی ہو گئے نہیں بلکہ اب اس باخبر و باہوش زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ جس پر ہمیں
 نجات مل سکتی ہے +

اس دن ایک رتی بھر بھی کجی جان یا نفس کے ساتھ جڑائی نہ کیجاویگی۔ اور تم کو
 سوائے اسکے جو تم نے یا تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہو یا کیا ہو اسکا اجر یا سزا یقینی ملے گی +
 یہ یقینی امر ہو کہ میں نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ رائیگان صرف کیا۔ اور کوئی بھی نیکی

نہیں کی ہو جس کو کہ میں احکم الحاکمین کے سامنے پیش کر سکوں لیکن پھر بھی اس ذات باری کے حضور حاضر ہونے سے مجھے کوئی بھی خوف و حزن نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی مرضی کو اسکی مرضی کے ماتحت کر دیا ہوا ہوں۔ اور اپنی تیزیر و ارادہ و اور اک کو اس کے ماتحت کیا ہوا ہے۔ مجھے احکم الحاکمین کے فیصلہ کا منتظر ہونا چاہئے۔ اور اسی کے فضل و کرم سے ہی میں بہشت میں داخل ہو سکتا ہوں۔ جس کو کہ میں زندگانی قبل الموت میں پارا ہونے کی حالت کو سمجھ سکوں۔ اللہ لا الہ الا هوہ الحی القیوم پہلا ناخذ سنہ و کلا نونم لاہ ما فی السموات و ما فی الارض من ذالذی یثبته عندک الہ باذنہ یعلم ما بین ایدہ و ما خلفہ و کلا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء و سحر کر سبہ السموات و الارض و کلا یودہ حفظہما و هو العلی العظیم +

اللہ اوریٰ اللہ جن کا ذکر مستدرج بالا آیات کریمہ آیت الکرسی میں ہو رہا ہے +

اعتقاد مذہبِ سلیم اور روح کا اثر روحِ فانی

از قلم جناب سید اقبال بلبل شاہ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

روح پر جسم کا اثر مستقل نہیں ہوتا بلکہ وہ تغیر پذیر ہے۔ اثرات و قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک غیر معمولی اور دوسری معمولی کاموں کے +

غیر معمولی امور میں روح کے تمام نیک اور مذہبی تعلقات شامل ہیں جیسا کہ اعتقاد دعا اور بہت سے ایسے ہی کام۔ یہ امور ایسے نہیں جو روزمرہ ظہور میں آئیں۔ کیونکہ جب روح پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ تو وہ جسمانی اس کے دائرہ سے باہر قدم دھرتا ہے۔ اور ایسے مقام تک پہنچتا ہے جہاں زمینی چیزیں پہنچ نہیں سکتیں۔ سیات پر ایمان کہنا کہ یہ یسوس کرنا کہ نیک اور پارسیانہ کوششیں جو وہ موعودہ مقام و درجہ ملتا ہے جس کی خوشی آرام

سے انسان واقف نہیں۔ بات کا مترادف ہے کہ ہم اپنے ظاہری جو اس اور جسمی تعلیمیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے مذاہب کبھی اپنے رُوحانی تجلی کی تشبیح و بیادہی علم کے بحث و مباحثہ کے ذریعہ نہیں کرتے۔ بلکہ انکا اثر پاک طور پر دل پر ڈالتے ہیں اور وہ لوگوں کو اپنی طرف کسی ذیباہی تحریک دے نہیں دیتے بلکہ رُوحانی اور آسمانی ندا سے۔ یہ ایک صداقت ہے جو خدا واد عقل کو ایسی ہی بلاتا ہے۔ جیسے کہ رُوحانی رُوحانی انسان مرضی سے +

اس دنیا میں انسان کو عجیب طرز پر دو چیزوں کے درمیان رکھا گیا ہے ایک طرف تو اسکی طبعی خواہشات۔ اور دوسری طرف رُوحانی تجلی۔ اور دونوں کا اثر اس پر مختلف ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اول الذکر کی ضروریات تو انسان کے اندر موجود ہیں۔ اور رُوح ان سے ماؤں سے۔ لیکن غیر معمولی (رُوحانی) باتوں کی حالت دیگر لوگوں سے۔ ان کا اعتدال پر ہوتا ہے جس کے بغیر دانا سے دانا آدمی پر بھی یہ کھل نہیں سکتیں۔ اور کسی قسم کا مستحضرہ یا تحقیق انہیں دریافت نہیں کر سکتی۔ تمام مذاہب کبیرہ اپنے اصلی معنوں میں فرق السادت ہیں۔ اور یہی مکمل سائنس ہیں۔ انکے حصول تمام دنیاوی عقل استدلال کی پہنچ کر ضرور باہر ہونے چاہئیں۔ جب تک کہ عقل کی عنایت ہرانی سے عقل انسانی کو عروج ملے۔ اسلئے عقل ہمیں بطور ایک آلہ کے دیکھی ہو تاکہ ہم ان کے ان اصولوں ہی ہم فائدہ اٹھائیں۔ اور اس پر شیعہ علم میں ہم کمال حاصل کریں غرض کہ جہانی بندہ خود کی آزادی اسکے لئے اس قسم کے انبساط اور راحت کا موجب ہوتی ہے۔ کہ وہ رُوحانی پردوں کے ساتھ اُڑتی ہے اور اس امر کا اور اک عالم توجہ ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ تعلیم۔ رسم اور موعظہ یہ طبعی سبب ہیں جن کا اثر روح پر ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طبعی میلان ہم دروج کا مقابلہ کرنا ہے۔ یہ مسئلہ تو ایک خیال کو دور ہے۔ لیکن عوام الناس کی غلطی کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے بعض کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ ظاہر پر طینت کو نیک مشورہ حاصل کرنے کے قابل ہی نہیں۔ اور نہ وہ اپنے ضمیر یا وجدان کی آواز کبھی سن سکتے ہیں۔ اور یہی دو مفید باتیں ہیں جسے تعلیم اور مذہب سوسائٹی

بتلا سکتی ہیں۔ باوجود موجودہ سائنس کے اصولوں کے انسان کہہ سکتا ہے کہ رُوحانی علوم اور خدا کے ساتھ رُوحانی تعلقات کے متعلق تمام تشکیحات سچ ہیں جس طرح ایک بنجر زمین ہل جتنے سو پیداوار دیتی ہو۔ اسی طرح انسان کا دل بھی تعلیم اور نیک مجلس کی پاکیزگی کے ساتھ چمک سکتا ہے +

مجالس بھی دو قسم کی ہوتی ہیں نیک اور بد۔ اور انہیں سونے کو کار اور بدکار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ مفہوم کہ سچ ہمیشہ غالب آتا ہے۔ نہایت مناسب ہے۔ درست ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان اگر نیک کی سامنے مغلوب ہو جاتا ہے انسان کو نافرمانی کے گڑھے سے نکالنے کے لئے کیسے مفید واسطہ کی ضرورت ہے۔ اس طرح خواہ کیسا ہی گرا ہو انسان ہو وہ اس قسم کے رُوحانی علاج حاصل کر سکتا جو اسے تمیز کر دیں۔ یہ درست ہے کہ طبعاً یا رسالہ بھی اگر اتفاق سے کسی ناموزوں مجلس میں تو ان کے دل پر بھی دوسرے اشخاص کی طرح رنگ آ جاتا ہے لیکن اس کا اثر فوراً حالت کے تغیر ہونے سے دور ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی روش کو خود برا محسوس کر کے جھوڑ دیگا +

اتفاقات بھی انسان کے سیلان طبع میں تغیر پیدا کرتے ہیں۔ بننے اکثر ایسے واقعات دیکھے ہیں جن کے اچانک ظہور میں آنے سے صورت حالات کو بدل گئی ہے مثلاً سب جانتے ہیں کہ ایک دفعہ نے جب اس کے لئے کوئی راہ نواز نہ تھی۔ اور کسی قسم کی کمک بھی اس تک نہ پہنچ سکی تھی۔ پتا چلا کہ ایک اور دلیری کو حملہ کیا۔ اور اپنے سوار چارنگ زیادہ دفعہ پر فتح حاصل کی۔ اور یہ بھی اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ دھمکی اور اٹل خطرہ نے انسانوں کی حالت کو بدل دیا ہے۔ اور اسکی اپنی خواہشات کے خلاف ان میں صاف اور دیانت اور اندیشہ پیدا ہو گئی ہے۔ یہ بالکل ذکر اعمال کے اثر کے ماتحت آتا ہے لیکن نام اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح پر اسکی قدرت اور طاقت ہے +

سرسے نظیر اس سے چند امر ایسے جن کا علیٰ بدیشن یا بالکل لاعلمی کے رُعباًش کے دفع کرنے میں لائی ہوئے اس میں میرے ہواؤں ہی تھی۔ مگر عین تک چھڑا دیتا، ملاوہ کو ٹھنڈا رکھنے اور محافظہ حق کے آشوب چشم ہونے کے آشوب چشم سے ضعف بصارت نہ ہند۔ موتیا بند۔ بھولہ۔ بلوں کا اگر مایہ قرار۔ جالا۔ خارش۔ ککڑے۔ پڑوال۔ بانی کا ہنواؤ وغیرہ کے واسطے ہر صفت موصوفہ تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھوں کی ریشتری کرنا ہے۔ قیمت فیتورہ دو روپے چار آنے میں محصول لڑاک۔

بھرا

ایم۔ ایم۔ رحمانی دوا خانہ اکبری دروازہ صلاہور

رواداری

از علم جناب ایم۔ ڈبلیو پکٹھال مس۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصْرِيُّ عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصْرِيُّ لَيْسَتْ
الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ مَا كَذِبَ قَالَ الَّذِينَ لَا
يَعْلَمُونَ مَثَلُ تَوَلَّيْنِ قَالَتْهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُم يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا
كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

ترجمہ۔ اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب
کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح انہیں
کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کیا کرتے ہیں۔ جو (خدا کے حکم احکام کچھ بھی نہیں
جانتے تو جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ ان میں ان کا
فیصلہ کر دیگا۔

میں ایسے مضمون پر بحث کرنے لگا ہوں جو میرے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ
ہے۔ یعنی مذہبی رواداری کبھی وہ وقت تھا کہ رواداری پر تقریر کرنے والے کو یا تو
دار پر کھینچا جاتا یا اسے زندہ جلایا جاتا اور یا اسے سنگسار کیا جاتا تھا (اور یا کم از کم حضرت محمد ص
کی طرح اسے اپنی جان کے لئے سخت کوشش کرنی پڑتی تھی۔ لیکن اب ہر ایک شخص علانیہ کہہ سکتا
ہو کہ اسکی ضرورت ہے۔ اس سوظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں کس قدر جرتی ہوئی ہے خواہ گزشتہ واقعات
کچھ ہی نتیجہ نکالیں۔ اس سبب اہل اسلام کو جو کتاب پاک اور پیغمبر کی تعلیم کا مطالعہ کرتے
ہیں ایک موقع ملتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اور اس تعلیم میں لشارت ہے۔ اور مذہبی رواداری
کا اصول جو عیسائیوں کے نزدیک یہ ایک دنیاوی امر ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ مذہب کا
ایک جزو ہے۔ اور خدائی قانون کا حصہ جو قرآن کے ذریعہ ہم پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر ہم
تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں مٹے مٹے زمین پر کوئی اس قسم کا اصول نظر نہ آئے گا۔ اور نہ
ان لوگوں میں جو مذہبی جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس قسم کا خصال ہی موجود ہے ہر ایک مذہب کا

پیر و دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بشرط موقوفہ غلام بنانے یا نیست و نابود کرنے کو اپنا حق خیال کرتا ہے۔ لوگوں نے ان اشخاص کو جو انکے ہم اعتقاد نہ تھے نہایت بے دردی اور برحمتی سے قتل کیا ہے یہیں خیال کہ وہ اس طرح اپنے دیوتاؤں کو خوش کر لیں گے۔ اور دُشمن کو شریروں کی ہستی کو جو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔۔۔ اپاک کر دیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی نسبت انہیں صحیح علم اور خیال نہیں۔ خدا کی وحدانیت کا مسئلہ جو عبرانی زبان میں محفوظ تھا۔ اب ایسے قومی دیوتا کی شکل میں تنزل کر گیا ہے۔ جو ستون مناجات مقیم اور پارٹی باز ہے۔ اور جس کا علم حاصل ہونے سے دیگر تمام قوموں کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ میرے خیال میں مذہبی جوش و تقصیب ایک بہت بڑی بھی و اثرات ہے جو کسی انسان میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی کی بدولت یقیناً نہایت ہی بیرحانہ جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ خدا نے بڑے بزرگ انبیاء و قنّاق و قنّاق اُس شخص کے لئے بھیجے ہیں۔ کہ لوگ اس صداقت کو نہ قبول جائیں۔ کہ خدا ایک ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اور یکساں سب کا پروردگار ہے۔ اور جو اتنا اعلیٰ و ارفع ہو کہ اس کا خیال و کام انسانوں کے خیال و کام کی طرح نہیں۔ تمام انبیاء نے اس صداقت کا اعلان خدا کی طرف سے کیا۔ لیکن ناجیل میں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے مذہبی رواداری کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں۔ البتہ اس قسم کا حکم قرآن شریف میں ملتا ہے مذہبی رواداری اسلام کی روح ہے۔ قرآن اس کا حکم دیتا ہے۔ اور حضرت محمدؐ نے بحیثیت رسول اور حاکم کے دکھلادیا کہ کس طرح جنگ اور امن کی حالت میں اُللّٰہ علیہم السلام لانا چاہئے۔ آپؐ ہی صریح اور صاف الفاظ میں بتلایا کہ خدا ہر ایک ملت اور قوم کی اپنی معاہدہ دیتا ہے۔ اور یہ معاہدہ جیسا کہ میثاقی اور یہودیوں کا خیال پر صرف اعتقاد کے مطابق نہیں ملت ابداً ان کے اعمال اور انکی کوششوں کے مطابق جو وہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے ہی انہما رسی خطا معاف کرے تا بیخی دنیا میں اکثر رواداری کے اہل سے انحراف کیا ہو یا جو دیکھ رہم اور رواداری کے متبرک احکام پر قوت ہمارے سامنے تھے لیکن کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ اس سے یہ قیغ نکالے کہ اس معاملہ میں ہم حضرت محمدؐ صلعم کے قدم بقدم چلتے ہیں یا اپنے اعتقادات کے مطابق کرتے ہیں۔ یہ ہرگز

برگزینہ نہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم اپنے آقا صلعم کے نمونہ کو رد کرتے ہیں۔ اور اپنے اعتقاد احکے بالکل عکس چلتے ہیں +
اس میں کوئی کلام نہیں کہ رسول کریم صلعم نے لڑائیں کیں اور بڑے شمشیر اپنے دشمنوں پر اپنے انسانی تالیخ میں یہ ایک عجیب بات نظر آتی ہے کہ مخلوق پر سب زیادہ عنایات کرنے والوں کے اپنے عقائد کیلئے یا تو جنگ کی اور یا جان دیدی۔ کیونکہ کثیر التعداد لوگوں نے اس نعمت کو جو بڑے فحش سے روک دیا۔ جو نیک لوگ اس کے لئے لائے۔ تاریخ میں یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ کہ نہ ہی رواداری کھلانے والے انبیاء اور ان کے پیروں کو اکثر اپنے بچاؤ کے لئے مجبور کرنا پڑا +

قرآن کریم کا اس بارے میں حکم ہے :-

ان الذين امنوا ولذین هادوا والنصری والصابئین من امن بالله والیوم الآخر وعمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم يحزنون (سورہ بقرہ رکوع ۸) ترجمہ۔ بیشک مسلمان اور یودی اور عیسائی اور صابی ان میں جو جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے۔ اور اچھے کام کئے ہیں تو ان کو ان کے لئے اجر بن گئے پر وہ دگوار کے ہاں ملیں گے۔ اور ان پر نہ کسی قسم کا خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزر دہ خاطر ہونگے +

والله المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجه الله ان الله واسع علیم۔ ترجمہ۔ اور اللہ ہی کا ہے یارب اور پتھم تو جہاں نہیں (قبیلے کی طرف) منہ کر لو اُدھر ہی اللہ کا سامنا ہے۔ بیشک اللہ (بڑی) گنجائش والا (اور سب کچھ) جانتا ہے +

لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب والکن البر من امن بالله والیوم الآخر والمسلکة والکتب والنبین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتیمی والمسلکین وابن السبیل والساثلین فی الرقاب و اقام الصلوة و اتی الزکوۃ و المؤمنون بعہم اذ اعاهدوا

والضَّالِّينَ فِي الْبَاسِ وَالضَّالِّينَ فِي الْبَاسِ وَالضَّالِّينَ فِي الْبَاسِ وَالضَّالِّينَ فِي الْبَاسِ
 واولئك هم المتقون (مؤمنان) یہی نہیں کہ نماز میں
 اپنا منہ مشرق (کی طرف کر لیں) یا مغرب کی طرف کر دے بلکہ اصل ان کی یہی تھی کہ وہ اللہ
 اور روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور تجربوں پر ایمان لائے۔ اور مال
 (عزیر) اللہ کی محبت پر مشتمل ہوں اور تمہیں اور محتاجوں اور سازوں اور مانگنے والوں
 کو دیا۔ اور (نظامی وغیرہ کی عقیدے کو کوئی) اگر دونوں کے چھپنے میں دیا۔ اور سارے
 پڑھتے اور رکوع دینے سے۔ اور جب (کسی بات کا) اقرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے
 اور سچی بات اور کھیت میں اور باجلی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو
 (یعنی اسلام میں اپنے کھلے اور یہی ہیں) جن کو پرہیزگار کہنا چاہئے۔
 وذلّٰلِیْنَ یَدْعُوْنَ اِلَیْہِ مِنْ کَانَ ہُوْدًا وَاُولَیِّیْنَ اِلَیْہِمْ
 قُلْ هَاتُوا بُرْہَانَ کُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ۝ سُبْحٰنَ مَا فِیْ سَمٰوٰتِیْہِمْ
 وَجْہُہٗ لَدَہٗ وَہُوَ مُحِیْطٌ بِغَیْبِہِمْ ۝ اَحْسِبُکُمْ اَعْمٰی ۝ اُولَیِّیْنَ اِلَیْہِمْ
 قُلْ اَہْدِیْکُمْ اِلَیْہِمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ۝ اُولَیِّیْنَ اِلَیْہِمْ
 ہوں کہ نصاریٰ کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے یا یہ کہ۔ یہ ان کے اپنے اہل پاؤ
 ہیں۔ لے خبر ان لوگوں سے کہو اگرچہ ہو تو اپنی دلیل پیش کر دے۔ بلکہ اسی بات پر
 کہ جس نے خدا کے آسمان پر قدم کر دیا۔ وہ چھوٹا بھی ہے تو۔ سکے لئے اسے جس کے
 پروردگار کے ہاں (موجود ہے اور آخر میں) اپنے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف (طاری)
 اور نہ وہ کسی طرح (آزادہ خاطر ہو سکے)۔

اس قسم کے اچھے پیغام و اخلاقیات کے پیارے رسول صلعم کے نزدیک اور یہی نہیں کہ
 بھی ایک ہیودہ اور تھا۔ آج کے اپنے پیغمبر نے زمین کے تمام باشندوں کی طرف بھیجے۔ اور
 انکی توجہ ایک ہی سمت کی طرف مبذول فرمائی جس کو تمام ان متعلق و متحد بائیں لیکن
 آسمان کے بعض پیغمبروں کے لئے کئے بعض کو عزت کیا گیا اور بعض کی بات نہایت لاپرواہی سے مٹائی گئی
 انیسویں نہیں کو ایک کو جس کی ایک بات نہایت ناہنجاری اور جرحی ہو قتل کیا تو مسلمانوں کو مسلمان

بیزظہین کے ساتھ عرصہ داز تک لڑنا پڑا۔ جس کی وجہ سے بیانی مالک میں انکے نام ہی سے غلو پیدا
 ہوتا اور انہیں نہ ہی مجبور کر کے پکا اڑھاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنوں ان میں نہ تھا
 کیا اس کو یا وہ برجمی اور سختی کبھی کسی پڑھتی ہوئی جو اس کے لئے اس میں ان مسلمانوں پر ہوتی جو
 چاہتے تھے کہ تمام لوگ امن و آشتی ور ہیں لیکن انہیں ایک ابوہ کثیر کے ساتھ لڑنا پڑا
 جس نے بڑی سختی سے ان کے ساتھ لڑا۔ یہ سب باتیں اس وقت کہیں جب کہ رسول کریم
 صلعم نے اپنے گھر کے دشمنوں پر ظلم پالیا تھا۔ اور وہ بے پرست تڑپش اور اس کے ساتھی بھی
 مغلوب ہو چکے تھے۔ جن کی دوستی تھی کہ اس نے مذہب کو نیست نہ کر دیا جائے کہیں
 وہ ان کے نزدیک ان کے ذہنی روایات اور تہم نصبت کے خلاف ہونے کی وجہ
 بہت ناپاک تھا۔ پس اگر آپ میں سے کسی کے دل میں اس شخصوں کے متعلق کسی اور جگہ
 پڑھ کر خیال پیدا ہوا کہ حضرت محمد صلعم کو ان جنوں سے کیا آپ جنگ میں سختی کے ساتھ
 کام لیتے ہیں یا کبھی آپ نے اپنی زندگی میں نہیں اور غلہ کیا ہو۔ تو اس ناپاک خیال کو
 نہ نکال دینا چاہئے۔ اس کے بڑی بڑواری اور سب سے بار بار اس تک ظلم اور کالیف
 برداشت کیں۔ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو ہر وقت تمہاری یہ ایک جھٹائی مخالفت
 کے لئے تیار کر لیتے۔ آج کل میں کی خاطر۔ اپنے تابعین کو مکہ سے نکالنے کا حکم دیا
 اور آخر کار خود اپنی جگہ تشریف لے گئے۔ حالانکہ لوگ ان کے زیادہ رافدار تھے لیکن جب آپ کے
 دشمن ایک بڑی جبار فرج لیکو آپ کو گوشہ تنہائی میں دھونڈ کر نکالنے اور آپ کی جامعہ
 کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی کا حکم دیا۔ یہاں تک تو
 ہر ایک صحیح دماغ والا جاننا ہے۔ کہ جس چیز کے لئے انسان کو زندہ کرنا چاہئے اس سے پہلے
 بشر طرہ ضرورت لڑنا بھی جائز ہے۔ اس دنیا میں کوئی چیز اس قابل نہیں جس کی جامعہ
 کیجائے یہی عبادہ انسانی ترقی کی اس اُمید ہے جو حضرت محمد صلعم نے دلائی اور اس سے کہ
 حسین اس قسم کی تعلیم پر جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ اور جو دنیا کے لئے ایک نئی روشنی کا کام
 دیتی ہے۔

موجودہ تہذیب جس قسم کی بڑواری کا آج کل نورہ پیش کرتی ہے اس کا سراغ براہ

کر سچن رلیفامیشن وغیرہ تک پہنچتا ہوا۔ اور کین صامسب نے رلیفامیشن (صلاح) کا
سراغ بندھو پولوسی فرقہ کے اسلام تک چلایا۔ قدیم زبانوں کا علم کبھی دوبارہ زندہ
نہ ہوتا اگر اسلام عیسائیت پر باد و باران نہ نہا۔ اور مذہبِ معلوم کی کتابیں
سے نہ رکھتا بنہیں عیسائیں۔ سب ایک سمجھ کر ہادیا تھا۔ اگر سوکھو اور ان کے ساتھی
مار ڈالے جاتے۔ اور یہ ممکن بھی تھا۔ اگر وہ اپنے حملہ آوروں کا مسقت بدل نہ کرتے تو
روئے زمین پر نہ ہی رہتا۔ اور بدانت کا خیال تک موعود نہ ہوتا۔ اور نہ یہ خیال ہی پیدا
ہوتا جو کل انسانی ترقی کا محور ہے۔ ہم ان کمیریسی اعتقادات سے ہے +

قرآن شریف کی آیات اہل کے بعد ہی جن میں نے اُور ذکر کیا ہے۔ یعنی لیل البر
ان تولود و جو حکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله والیوم
ان آیا کے بعد ہے۔ قاتلون انفعار باحفاظ خود اختہاری کا تذکرہ معنی نہیں ہے
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدت خود اختہاری ایک بُرا کام ہے تو انہیں ایسے زمانہ میں
قاتلون کے بغیر قائم رہنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جس میں کہ حضرت محمد صلم تھے یا جیسا کہ
۲۰۰۰ کل بعض ممالک میں بھی ہو۔ اور جسے کہ ایک وجہ طاق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کے
روک سٹھام مشکل تھے۔ آئیکل حفاظت خود اختہاری کے مخالف جو اس چیز کے لئے
بھی فساد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ۶۰۰۰ زیر تختہ ہیں۔ ان حقوق پر قبضہ نہ تھے ہیں
جو قدیم زمانہ کے لوگوں کو لو کہ ان اشخاص نے حاصل کئے جنہوں نے حق کی حفاظت کرنا
جائز سمجھا تھے کہ ان کا فعل ہتھ سب کا اب جزو خیال کیا جاتا ہے۔ معاوضہ لینا
ہماری سچی کا ایک فطری قانون ہے۔ اور تمام فطری قانون۔ خدائی قانون میں یہ ہرگز
خیال نہ کیا جائے کہ جب حضرت محمد صلم نے اپنے پیروں کو قانون فطری کے مطابق اپنی
حفاظت ضعیفوں اور بچوں کے بچاؤ اور ظلم کے افساد کے لئے لڑائی کا حکم دیا تو آپ
جنگ کے وقت برائی اور بد روی کو کام لیتے تھے +

معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے یہ خیال جمایا ہے کہ رسول اکرم نے تمام بُرت پرستوں کے
خلاف بغیر کسی امتیاز کے جنگ شرع کر دی تھی۔ اور جہاں کہیں بھی کوئی بُرت پرست

نظر آتا ہے پر نرم کیا جاتا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے اور بات ہے۔ آپ تو بھی کسی بٹ پرست کو
 ہر بھینس لیتے تھے۔ جب تک کہ حق اس کے کان تک نہ پہنچ جائے۔ اور وہ اس سحر کار
 زکریا سے۔ میں دفعتاً اس قسم کے انسان کے معنی اسلام پر غرق کرنا اور اس کے حالات
 تو اٹھانا تھا۔ آپ کے کچھ بھی کو بٹ پرست پر چڑھا نہیں بھی جب تک کہ اس نے خود
 جہل سے۔ یہ سچا ہے۔ یہاں جو آگے جاتے ہیں وہ انہوں سے ملنا تھا۔ اتحاد پیدا
 آتا تھا۔ یہی ہیں یہ نادانوں نے۔ آپ نے آج کے مسلمانوں کو دیکھئے۔ کیونکہ جن شخصوں کو
 دور مانا گیا ہے۔ یہ انہوں نے اپنے لئے نہ تھا۔ وہ انہوں سے ملنا کہ قبول کر لیتے
 انہوں نے اپنے لئے نہیں جس سے انہیں مسائل ملے۔ اس نظر سے تھے۔ اور جن کی
 نیکی ہے۔ انہیں مسلمانوں کی بائیزگی اور استبداد کی طرف تھی +

بٹ پرست بٹ پرست کہہ کر انہوں کو بھڑکاتے رہے۔ چار گیارہ گیارہ گیارہ گیارہ
 راہ پر چلتے تھے۔ انہیں نا۔ ہم سب محروم نہیں بن جائیں۔ لیکن جب ان تک حق کی آواز
 کو پہنچی اور انہوں نے اس کا دباؤ ہوا۔ یا مصلوبوں سے لیا تو انہیں ضرر
 نہ تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بعد ازاں دیکھ لیا۔ واللہ صلیبن
 یہ دم بخود اٹھ کر اب۔ سوال کریم اور ملے۔ یہ راکھ بڑھا کر لے تھے۔ حضرت
 ابراہیمؑ کے والدین بٹ پرست تھے۔ اور انہوں نے ان کو صدمہ دیا۔ حضرت علیؑ حضرت
 جبریلؑ اور دیگر مسلمانوں کے والدین بٹ پرست تھے۔ تاہم ان کے لئے اس طرح
 ہمارے ہیں۔ انہیں بھی انہیں مسلمانوں کے لئے۔ انہوں نے انہیں صلیبن کے دن
 انہیں بھی سزا دی۔ میں جنت سی ایسی ہوتا میں بتا سکتا ہوں جن کو ظاہر ہوتا ہے
 کسی سے۔ آپ کو بھی خدا کی رحمت سے محروم نہیں کیا۔ البتہ جنہوں نے اسلام
 کو عام کیا۔ جہاں کہ غلطی ہوئی۔ مرنے والے یہاں سے یا رسانی اور بڑا دلواری
 مسلمانوں نے۔ انہوں کو تو سنائی گئی۔ اور کسی قسم کی بڑبائی نہ دکھائی۔ ان کے ساتھ
 کا ہونا۔ اسلام کا۔ او وہ اس سلسلے کے مستحق تھے۔

مگر یہ بٹ پرست یہ ہیں، انہیں کھنا کو جنہوں نے اسلام کو ہر طریق سے بڑھائی

کی تھی۔ سامانوں نے مغلوب کیا۔ پھر وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے لیکن تلوار کے زور پر نہیں جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ سب کی باقی معاہدہ ہوئی۔ اور اسلام نے غلبہ پالیا۔ تو وہ اسرار لے آئے۔ اور نہ شاید لڑکے داخل اسلام ہوئے۔

[illegible]

مفاد کے دلدادہ ہے +

جست پرستوں کو ہر سال گروہ درگروہ تک میں آنے کی اجازت دینا گویا بدی کی اداد کرنا اور ملک میں تاریکی کو دوبارہ بھیلانا تھا۔ چنانچہ خزان شریف میں آیا ہے کہ ولو کلا دفعہ اللہ الناس بعضہم لبعض لقتلوا بعضہم لعلہم یقرحہم۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کُرسی حکومت پر سے) نہ مٹاتا ہے۔ تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جائے +

چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر حضرت محمد صلعم اپنی رواداری میں مکروری ظاہر کرتے تو اس ملک میں جسے آپ نے بچالیا پھر خرابی پیدا ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صدق لے کر نہایتوں کا عالم رکھنے کو بہتر ہے۔ اور پاکیزگی کے کام عیاشی سے چھٹی ہے۔ اور فرمایا کہ بدی نیکی کے معتاد پر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اور کہا کہ میں نے اپنی نظر آئے مجھے بڑی سختی کے ساتھ دبا دینا چاہئے۔ رسول کریم نے کبھی بھی شخص کو دکھ نہیں دیا بلکہ کبھی حکومت بھی کبھی نے انصاف کی کا سلوک ہی سے نہیں کیا۔ اور نہ ہی رواداری کا اصول باندھ دیا۔ آپ نے محمدیہ کہ ایک سال کے بعد کسی بُت پرست کو ضرور تکہ کے اندر آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ چنانچہ سال کے عرصہ میں تمام عرب بُت پرستوں کو خالی نظر آنے لگا یہ حالت تو ان بُت پرستوں کی ٹوٹی جنہوں نے بڑے زور سے اسلام کا معتاد کیا۔ مگر یہودی عیسائی اور تمام دیگر ایسے اشخاص جو ضلّے و اضلال کی عبادت کرنے اور ایمان کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس قسم کے مسلمان ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے کاموں اور راہوں نے راستی کو اپنے پیٹھ پر نہ دیا ہے۔ یہ وہ خیالات سے محض بنا کر دیا ہے ان میں تو نیک کام کرنے والے اور دکھ نہ جیتے والے مسلمانوں کی طرح خیال رکھتے جاتے ہیں۔ رسول کریم صلعم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی رواداری سے سلوک کیا۔ اور اسلامی ممالک میں تو یہ مذاہب ہمیشہ رہے ہیں۔ جن یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ پر حملہ کیا یا آپ سے دھوکا لیا ان کا آپ نے مقابلہ کیا یا ان کو حسب ضرورت سزا دی۔ لیکن اس سے ان مذاہب کے ساتھ رواداری ہو سلوک کرتے ہیں کوئی کمی اور نقص نہیں

اور جب عیسائی طاقتوں نے آپ کو دنیا میں مجبائی و بدی کے خلاف جنگ کرنے میں
امداد دینے سے انکار کر دیا تو بھی آپ نے اپنا طر ز عمل نہ بدلا۔ آپ کو ان طاقتوں سے ہمیشہ
کہ وہ تعصبات اور توہمات کے نیست و نابود کرنے میں مردوں سے۔ اور چاہتے تھے کہ
ان کو باہمی سمجھوتہ ہو جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپ کو (نعمو باللہ)
کا فرضیال کیا۔ اور آپ کے قاصد کو مار ڈالا اور آپ کو تباہ کر دینے کی دھمکی بھی دی۔
ان کے اس قسم کے انکار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان ہمیشہ کی لڑائی
اور باہمی عداوت آج تک قائم ہے لیکن حضرت محمد صلعم اور قرن اول کے مسلمانوں نے
باوجودیکہ ان پر ہر طرف سے حملے ہوئے اور انہیں تباہ کرنے کی دھمکی بھی گئی۔ مذہبی
رواداری کو ہاتھ سے نہ دیا عیسائیت کے خلاف جنگوں میں انہوں نے گرجوں، خانقاہوں
اور مذہبی لوگوں کی ہمیشہ عزت کی۔ اور مفتوح قوم کو تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا
اور صدیوں اسلام کا دستور العمل یہی رہا ہے۔ تو کبھی کبھی مسلمان اس پر کاربند نہیں رہے
لیکن انسانی فطرت سے جبکہ پہلے پہل مسلمانوں پر حملے ہوئے۔ اور بعد میں ہی مجبوروں
نے ان کو اپنے مذہب کی خاطر تنگ کیا۔ تو وہ بھی صدیوں کے بعد مذہبی مجنون بن گئے
اور قرآن کی تعلیم کے خلاف دشمنوں کے مذہب پر حملہ شروع کر دیا۔ اور کبھی کبھی اپنے
حملہ آوروں کی تقلید میں وحشیانہ حرکات بھی کر دیں۔ یہ تو ایک طبعی امر ہے لیکن غلطی
سے مترا نہیں +

قرآن کا حکم ہلایا معاوضہ لینا ہے جہاں تک انصاف و جازت کے لیے کسی قسم کی
زیادتی یا افراد جابر نہیں۔ ثبت پرست عربوں نے حضرت محمد صلعم کا مقابلہ کرنے میں طر
طرح کی وحشیانہ حرکات کیں لیکن رسول اکرم نے کبھی انکی اس بائے میں تقلید نہیں مائی
جس مسلمانوں نے وقتاً فوقتاً اس وقت تک اپنے مخالفوں کی بیرحمانہ کارروائیوں کی
تقلید کی ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ
میں لوگوں کو ایسے مذہب کی تلاش جو ہمیشہ ہی رواداری اور ضیالات کی آزادی ہو۔ لینے
ایسا مذہب ہو۔ جو، جہاں کی روستی سے، جدید خیالات سے، مطابق ہو۔ لیکن یہ لوگ اسلام سے

دنیا کے مشہور شہداءِ ثلاثہ

تیسرے صفحہ ۲۲۰ جلد ۵ نمبر ۵

”اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کثیر اور نازک خراب کرتا ہے اور جہاں چور لقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کثیر خراب کرتا ہے نہ نازک۔ اور نہ وہاں چور لقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہو وہیں تیرا دل بھی لگا رہیگا“

بر خلاف اس کے حضرت مسیح کے مخالفوں کے بہت ذلیل خیال تھے۔ وہ نے نبی کی دو اور جگہ سے فخریہ شہید تھے۔ لیکن حضرت مسیح انہیں کھلائے تھے۔ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو اسے بیچ کر غراب کو دیدو امتی باب ۱۹ آیت ۲۱ لیکن مے لوگ ریاکار تھے۔ ان کا زہد صرف دکھانے کے لئے تھا۔ انکی نظر موسیٰ قانون کے الفاظ پر تھی۔ انکی دینداری چند ایک رسومات تک ہی محدود تھی۔ مے حضرت مسیح کی اصولوں کی پاکیزگی کو سمجھ نہ سکتے تھے۔ ان کا پہلا ہی کام دغل۔ ان کے نزدیک بے حقیقت تھا۔ اعلیٰ علم انبیاء کی کیفیت جو حضرت مسیح سکھاتے تھے ان لوگوں پر کچھ اثر نہ کرتی تھی۔ وہ اگر مرنے یا مادیات میں غرق تھے لیکن حضرت مسیح سراپا مروتا نہایت تھے۔ ان لوگوں کا بیچ سوائے ان اختلاف تھا۔ جیسا وہ ان کا راستہ ہے۔ انہوں نے دیدہ و دانستہ خدا کے بیٹے کے معنوں میں غلط فہمی پیدا کر دی۔ انہوں نے حضرت مسیح پر لڑائی لگائی کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا رحمانی بیٹا کہتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک گفرتھا۔

اگر حضرت مسیح واقعی وہی کہتے تھے۔ جو انکی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ تو البتہ وہیسی رنگ راستی پر تھے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے اس عالیشان محل کو گرانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ حضرت موسیٰ نے قیام کیا تھا۔ تو وہ ہر طرح لعنت کا مستحق ہے لیکن حضرت مسیح اپنے آپ کو خدا کا رحمانی بیٹا کہہ کر جیسا کہ ان کے زمانہ کے فریسیوں نے ان پر الزام لگایا۔ اور ان کے ائمہ کے برائے نام پیر وہوں نے ان کی طرف منسوب کیا۔ الوہیت کی بیعتی و بیعتی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح نے خود فرمایا ہے۔ جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہے گی گاؤں۔

صاف کیجائیگی۔ مگر کوئی روح القدس کے برخلاف کوئی بات کہیگا وہ اسے صاف نہ کیجائیگا
اس عالم میں نہ آئیں گے (یعنی باب ۱۲ آیت ۳۲)

جناب مسیح نے اس بات کو بالکل صاف کر دیا ہے کہ بیٹے کا لفظ سے مراد وہ شخص ہے
جو خدا کا نہایت فرمانبردار اور طہین ہے۔ انہوں نے یہی صحیح طور پر بتلادیا کہ خدا سب کا باپ ہے
اور جو اس پر زیادہ خدا ہے وہ اس کا اچھا بچہ یا بیٹا ہے جن لوگوں نے حضرت مسیح کی طرف
کفر منسوب کیا ہے انہوں نے بالکل ٹھوٹ بکا ہے۔ انہوں نے اس قسم کا جھوٹ اسلئے
بولاتھا کہ حضرت مسیح جو نام ہو جائیں لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو
حضرت مسیح کو جانتے تھے اور جنہوں نے دیکھا تھا کہ وہ کس قدر منکسر المزاج تھے اوکس قدر
خدا کی محبت اور عزت ان کے دل میں تھی انہوں نے یہ بات یقین نہ کیا کہ حضرت مسیح کبھی بھی اپنے قول
فعل سے خدا کی عظمت و عظمت کو گرائیں گے۔ جب فارسیوں کو اس میں کامیابی ہوئی تو انہوں
نے حضرت مسیح کو کسی ملکی معاملات میں بھڑکانا چاہا۔ انہوں نے ان پر یہ لازم لگایا کہ
وہ اپنے آپ کو یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہیں لیکن یہودیوں کی اپنی سلطنت تو خفی نہیں وہ دین
بادشاہ کے ماتحت تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہ سیاسی فدا رہے +

اس میں بھی فریبیوں نے دھوکا کھایا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح نے کبھی بھی زمین پر بادشاہ
کا خیال تک نہ کیا تھا۔ ان کا تمام خیال آسمانی سلطنت کی طرف تھا۔ میں حضرت مسیح
کے خلاف جو الزامات لگائے گئے تھے ان کا ذکر بعد میں کر دینگا۔ مگر وہ خدا ہی کا الزام لگا کر
ان کو مصلوب کرنے میں کامیاب ہوئے +

میں نے جو حضرت مسیح کا شاگرد اور غالباً چہندیدگراہ ہے ان کی شہادت کا واقعہ لکھوں
لکھا ہو کہ حضرت مسیح کو ان منصوبوں کا جو ان کے دشمن ان کے برخلاف باندھ رہے تھے کھٹ
علم تھا۔ یہودیوں کی عید مسیح سے چھ دن پہلے انہوں نے اپنے شاگردوں کو کہا۔

عید مذکور پر ابن آدم مصلوب ہونے کو بچھا دیا جائیگا۔ اس وقت سردار کاہن اور
قوم کے بزرگ کا آئین نام سردار کاہن کے دیوانخانہ میں جمع ہو گئے۔ اور اس موقع پر مسیح کو
فریاد کے پھر کر قتل کریں۔ مگر کہتے تھے کہ عید کو نہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں طوبہ ہو جائے۔ لیکن

نہ اپنے شاگردوں میں سے ایک نے جس کا نام یوذا اسکریوٹی تھا تیس روپے لیکر حسب مشیگونی
رج انہیں پکڑا دیا +

پھر لکھا ہے کہ اس وقت یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا۔ اور اپنے شاگردوں
سے کہا۔ کہ میں بیٹھے رہن جب تک کہ میں وہاں جا کر دُعا مانگوں۔ اور پطرس اور زبیدی کے
دو دونوں بیٹوں کو ساتھ لیکر غلگین اور بقرادونے لگا۔ اس وقت اس نے ان کو کہا۔ میری جان
غلگین پر یہاں تک کہ مرے کی نوبت پہنچ گئی ہو۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جا گئے رہو پھر
تھوڑا آگے بڑھا اور مرنے کے بل کر کہہ دُعا مانگی۔ اے میرے پیارے باپ اگر ہو سکے تو یہ
پسلا مجھ سے اٹل جائے۔ تاہم جیسا کہ میں چاہتا ہوں دیا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے دیا
ہی ہو۔ پھر شاگردوں کے پاس آکر انہیں سونے پایا اور پطرس سے کہا۔ کیوں تم میرے لئے
ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟ جاگو اور دُعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو۔ رُوح تو مستعد ہے
مگر جسم کمزور ہے۔ پھر دوبارہ اُس نے جا کر یہ دُعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر میرے بیٹے بغیر
نہیں اٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو۔ اور آکر انہیں پھر سونے پایا۔ کیونکہ انکی آنکھیں نمیند سے
بھری ہوئی تھیں۔ اور انہیں چھوڑ کر پھر چلا گیا۔ اور وہی بات پھر کہ کر تیسری بار دُعا مانگی
تب شاگردوں کے پاس آکر ان کو کہا۔ اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آپہنچا ہے
اور ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالے کیا جاتا ہے۔ اٹھو چلیں۔ دیکھو میرا بچہ ڈانڈا
نزدیک آپہنچا ہے + (متی باب ۲۶-۲۷-۲۸ تا ۲۹)

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ یوذا جو ان بارہ میں سے ایک تھا آیا۔ اور اس کے ساتھ ایک
طبری بھیڑ تلواریں اور لٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف آپہنچی
اور اس کے پکڑوانے والے نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ جس کا تیس بوسہ لوں وہی ہے۔ اُسے
پکڑ لینا۔ اور نورائیم کے پاس آکر کہا۔ اے ربی سلام۔ اور اس کے بوسے لئے۔ یسوع
نے اس سے کہا۔ میں جہی کام کو آیا ہوں وہ کر لے۔ اس پر انہوں نے پاس آکر یسوع
پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ اور دیکھو یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر
اپنی تلوار کھینچی۔ اور سردار کاہن کے ٹکڑے چلا کر اس کا کان اُٹا دیا۔ یسوع نے اس سے کہا اپنی

تنہا کو میان میں کر لے۔ کیونکہ جو علماء کہتے ہیں وہ سب تلواروں پر تلے جانے لگے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے بڑا کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہا من سوزیا وہ میرے پاس ابھی موجود کرہ بچکا۔ مگر وہ نوشتے کو نہیں ہونا ضرور ہے کیونکہ دور سے ہونگے۔ اسی گھر میں یسوع نے سب سے کہا۔ کیا تم تلواریں اور لاشیاں لکڑی کے ڈاکٹوں کی طرح پکڑنے بکھلے ہو؟ میں ہر فرد بیکل میں بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا۔ اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ مگر یہ سب کچھ اسلئے ہوا ہے کہ انبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اس پر سارے شاگرد اُسے جھوڑ کر بھاگ گئے (متی باب ۲۶ آیت ۵۶)۔

اور یسوع کے پکڑنے والے اسکو کالاف نام سردار کاہن کے پاس لیکن۔ جہاں فیصلہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے۔ اور پطرس فاصیلے پر اسکو بھیجے۔ پیچھے سردار کاہن کے دیوانے لگ گیا۔ اور اندر جا کر پیادوں کے ساتھ شہید دیکھنے کو بیٹھ گیا۔ اور سردار کاہن اور سارے صدر عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے واسطے اسکو خلاف جھوٹی گواہی دھونڈنے لگے۔ مگر نہ پائی۔ گو کہ بہت سے جھوٹے گواہ آئے لیکن آخر کار دو گواہوں نے آکر کہا کہ۔ اس نے کہا ہے۔ میں خدا کے مقدس کو ڈھاکتا اور میں نے اسے بنا سکتا ہوں۔ اور سردار کاہن نے کھڑے ہو کر اس سے کہا۔ تو جواب نہیں دیتا۔ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں بھگت یسوع چپکاپی رہا۔ سردار کاہن نے اس سے کہا۔ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو ہم سے کہہ دے پس نے اس سے کہا۔ تو نے خود کو دیا۔ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی وہی طرف بیٹھے اور آسمان سے بادلوں پر آتے دیکھو گے اس پر سردار کاہن نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے گفربکا ہے۔ اب میں گواہوں کی کیا حاجت رہی؟ دیکھو تم نے سچی گفربکا ہے۔ تمہاری کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے۔ اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اس کے کئے مارے۔ اور بعض نے ٹہاچے مار کے کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بنا کہ کس نے تجھے مارا؟ پطرس نے جیل کے لیج نے مینگوئی کی تھی اس کا انکار کیا۔ اور اس پر سخت بھیجی۔ پھر کاہن نے پیدل پطرس کو در کے پاس لے گیا۔

یسوع حاکم کے سامنے کھڑا تھا۔ اور حاکم نے اس کو پچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے۔
یسوع نے اس کو کہا تو غور کرتا ہوں۔ اور جب سردار کاہن اور بزرگ ماس پر اللوام لکھا ہے
تھے۔ تو اس نے کچھ جواب دیا۔ اس پر پیلاطوس نے اس کو کہا کیا تو نہیں سمجھتا
کہ یہ تیرے خلاف کہتی گواہیاں دیتے ہیں۔ اس نے ایک بات کا بھی اس کو جواب نہ دیا
یہاں تک کہ حاکم نے بہت تعجب کیا (متی باب ۲۷ آیت ۱۱ تا ۱۴)

پیلاطوس نے ان کو کہا پھر یسوع کو مجبور کھلاتا ہوں کیا کروں؟ سب نے کہا کہ اس کو
صلیب دی جائے۔ اس نے کہا کیوں۔ اس نے کیا بُرائی کی ہو؟ مگر وہ اور بھی چلتا تھا
بڑے۔ کہا اس کو صلیب دی جائے۔ جب پیلاطوس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں رہا بلکہ اُلٹا
بلو اہوتا جاتا ہوں تو پانی کے کڑوگوں کے ٹوہڑے پانی ہاتھ دھوئے اور کہا۔ تم میں سے ہر
کے خون کو ہم ہی ہوں۔ تم جانو یہ بندگانوں نے جو اسے کہہ کر اس کا خون بہا رہی اور یہاں
لعلہ لکھی گئی ہے۔ اس پر اس نے ہاتھ اٹھ کر ان کی خاطر چھوڑ دیا۔ اور یسوع کو کڑے
لنگو اکڑا کر لے گیا تاکہ صلیب دی جائے۔

اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے کر ساری ٹیٹن اس کے گرد
جمع کی۔ اور اس کے کپڑے اُتار کر اسے ترمیزی چوٹ پہنایا۔ اور کانٹوں کا
تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا۔ اور ایک سرکنڈا اس کے ہنسنے ہاتھ میں دیا۔ اور اس کے
اُچھے ٹھٹھے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ
آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور
جب اس کا ٹھٹھا کرچکے تو چوٹے کو اس پر پو اُتار کر پھر اسی کے کپڑے اُٹھائے
اور صلیب دینے کو لے گئے۔ (متی باب ۲۷ آیت ۲۲ تا ۳۱)

اور راہ چلنے والے سر پہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے
مقدس کے ڈا جانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا
بیٹا ہو تو صلیب پر سوا اُتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی قیدیوں اور بندگانوں کے ہاتھ
ملنے کے ٹھٹھے ہر کھتے تھے۔ اس نے اور دھوکا بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکا۔

یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہوا صلیب پر اُتر آئے۔ تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدا پر ہجو
 کھائی۔ اگر وہ اسے چاہتا تو اب اس کو چھڑا لے کیونکہ اس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں
 اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس پر لعن طعن کرتے تھے +
 اور وہ پیرے لیکر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا۔ اور تیسرے پہر کے تیسرے
 یسوع نے ڈبی آواز سے چلا کر کہا۔ ایللی ایللی لما سقنتی ہم لینے اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تم نے
 مجھے کیسں چھوڑ دیا ہے جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بعض نے شکر کہا۔ یہ ایلیا کو پکار رہا تھا
 اور نور ان میں سے ایک شخص دوڑا اور اس نے کمر کے میں ڈوبیا۔ اور سر کندھے پر رکھ کر اسے
 چھایا۔ مگر باقیوں نے کہا ٹھیر جاؤ۔ دیکھیں تو ایلیا یہ اُسے بچانے آتا ہے یا نہیں یسوع
 پھر ڈبی آواز سے چلایا اور جان دیدی + (متی باب ۲۷ آیت ۳۹ تا ۵۱ تک)

صرت مسیح کی شہادت کے متعلق صحیح رائے زنی کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہو گا آیا جو
 الزامات ان پر یہودیوں نے لگائے صحیح تھے یا غلط میں نے ان کا ذکر پہلے کیا ہے لیکن
 سقراط اور حضرت امام حسینؑ کے برخلاف جو الزامات تھے ان کا ہمیں نیچے علم ہے۔ لیکن
 جناب مسیح کے تاریخی حالات اس قدر غیر یقینی ہیں کہ ان الزامات کو دریافت کرنے کے لئے
 ہمیں انابیل کے بہت سی درجہ اگر دانی کرنی پڑتی ہے پھر نہ تو صحت مسیح نے اور نہ انجیلوں
 کے مصنفین نے الزامات کی کوئی تردید صاف طور پر پیش کی۔ اور ہمیں اس طرح
 حضرت مسیح کی حالت پر غور کرنا پڑتا ہے جو ہم اُسے خیال میں ان پر تین الزام تھے :-

(۱) کہ مسیح نے خدا کا جہانی بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۲) کہ انہوں نے یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۳) کہ انہوں نے پیشگوئی کی کہ وہ ہیکل کو گر کر اُسے اپنے معجزہ و تلمیح کر کے گھر میں

امراول تو صریح غلط ہے۔ جو دعویٰ جناب مسیح نے کیا وہ بعینہ وہاں تھا جو حضرت محمدؐ
 کو مانے ہوئے موضوع تھے بعد میں کیا جس طرح کہ اسلام میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ
 ہے۔ پہلے جناب مسیح نے بھی کلمہ ان العناط میں سکھایا یعنی ہمیشہ کی زندگی سے
 کہے ہوئے محمدؐ کو اکبر الہا سچا خدا اور مسیحؑ کو جیسے تو نے بھیجا ہے جانیں + (یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۶)

اور پھر اسے انجیل میں بناب مسیح فرماتے ہیں کہ تم میں سے کچھ کہتا ہوں کہ جبریری باقین امتنا ہوں اور
ظاہر میں مجھے بھیجنا چاہتے ہیں لیکن رکھتے ہیں وہ ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے +

مسیح نے خدا کی وحدانیت پر زور دیا اور لوگوں کو کہا کہ خداوند کو سچے دل سے محبت کرو
اور کہا کہ ہمارا آقا جو خدا ہے ایک ہی ہے۔ اور تمہیں چاہئے کہ تم اپنے خدا کو دل و جان اور تمام
اپنی طاقت سے محبت کرو حضرت مسیح نے خدا کے ساتھ مساوات یا اس کے ساتھ شریک کا
کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ انہوں نے بار بار کہا۔ کہ خدا کے حکم اور رضا کے آگے مرجھکا نا چاہئے
اور فرمایا۔ کہ نہ ہر ایک جنہے خداوند خداوند کہتا ہو اس کا نام ان کی بادشاہت میں شامل ہو گا مگر
وہ جو میرے اسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ (متی باب ۷ آیت ۲۱) +

خدا سے واحد کی عبادت کے متعلق جو حکم مسیح کا تھا وہی ان سے پہلے حضرت
کا اور ان کے بعد حضرت محمد صلعم کا تھا +

توریت میں لکھا ہے کہ تم میرے ہونے کسی خدا کی پرستش نہ کرو۔ انجیل میں آتا ہے کہ تم خداؤں
کی جو تمہارا خدا ہو عبادت کرو اور وہی کسی کی خدمت نہ کرو۔ اور خدا کی آخری کتاب یعنی قرآن مجید
کے شروع ہی میں لکھتے شروع فاتحہ میں لکھا ہے کہ اِيَّاكَ تَعْبُدُ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ
یعنی تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں تجھی ہی کو مدد چاہتے ہیں۔ اور پھر حکم دے کہ اولاد کی
اور مسمیٰ کے سب مستجاب ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جہنم اور نہ وہ جہنم کیا۔ اس کے مانند
کوئی نہیں +

عیسائی خود ہر روز یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے خدا جو آسمانوں پر آج کی مدد
ہمیں دے۔ اگر جناب مسیح کے دشمنوں کی طرح جو انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ ان کا
یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے متبعین خدا کا بیٹا کہا۔ یا انہیں خدا کا
اکھوتا بیٹا کر کے پکارا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح نے کبھی اپنے آپ کو
خدا کا بیٹا نہیں کہا۔

دوسرے الزام کے متعلق حضرت مسیح کا دعویٰ سلطنت تو کجا وہ خود کہتے ہیں کہ گورنروں
کے لئے بل میں اور جو اسے پندروں کے واسطے لے رہے ہیں۔ پابن آدم کیلئے جگہ نہیں ملے گی
(متی باب ۲۷ آیت ۲۰) +

جناب مسیح کی غرض تھی کہ یہودیوں کی ہنوں کی یا کادی ایسی بیکاری کی کہ ان کو مل جائے اور ان کو
کو ناپاک زندگی ہو تاکہ انہیں خدا کی سلطنت کے قابل بنایا جائے۔ اگر انہیں مدد مالی معنوں میں
بادشاہ تسلیم کیا گیا تو وہ بیشک ان کو خدا کی سلطنت تک لے جائیں گے +
تیسرے علاوہ کی تردید حضرت مسیح کے ان الفاظ سے کرتی ہے کہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے کچھ نہیں سمجھتا
(لوخا باب ۱۱ ص ۵-۱۹-۳۰- اور باب ۸ آیت ۲۸) +

یہ امر قابل غور ہے کہ مغربی دنیا نے حضرت مسیح کی نسبت ان کے زمانہ کے یہودی
کا ہنوں کی طرح (گو بالکل مختلف طریق پر) ایک غلط خیال قائم کیا ہے +

مسلمانوں اور دیگر مشرقی لوگوں کیلئے جناب مسیح کی تعلیم بالکل صاف ہے جو نہ ہی ان کے
پہلے ہی تعلیم دی ہو نہ ان کے بارے میں کوئی اور رشتہ داروں کو خیر یاد کیا۔ اور اپنے باطن کی
صفائی اور روحانی عروج میں مشغول ہو گیا۔ حضرت مسیح اور تہذیب کی بہت کچھ مشابہت تھی لیکن عیناً
پر متضاد تھی۔ ان کے لئے بہت کچھ کیا۔ حضرت مسیح نے خدا کی محبت کے حسابی طور پر حال نہیں کیا
یہ ان کی تھی جس تھی اور انہوں نے خدا کی محبت میں اپنی ذات کو بھلا دیا تھا۔ مشرق میں آپ جیسے مسیوں سے پہلے
ہیں لیکن جناب (مسیح) ان سے افضل تھے۔ ان میں بھی ہم نے مشرق میں بہت سے لوگ

دیکھے ہیں جو کہ حضرت مسیح کی اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنی خدا کی محبت میں جو اپنی ان کے لطف اور
بخشش اور دنیاوی بالکل قطع تعلق سے ہوئے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے پارسا یا نہ اخلاق رکھنے اور امر و غیبت
مردمن جیسا مکار اور پارسا پر جو ان تھے وہ لوگ ان کی اخلاق کی ضرورت رہتے تھے تاکہ خلقت کو فائدہ پہنچے

اپنی پاک روحانی زندگی کی مثال کے ساتھ پستی کے خلاف جنگ کرنے اور اس طرح کو کھانے کو خوشی اور عروج دینا وہی
ترقی اور ایجادات سے حال نہیں تھے اور زندگی وہی لذت و نعمتوں کے حاصل کرنے پر تھیں اور وہ لوگ جو
انسان اگر بالکل خدا کی محبت میں فخر جو تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت مسیح کی طرح کرنا کھانا نہیں
کریں گے۔ ان کے لئے دنیا کی دولتیں اور دنیا کی نعمتیں اور دنیا کی خوشیاں اور دنیا کی خوشیاں اور دنیا کی خوشیاں
ان کی قسم کی طاقتوں کی طاقتوں کے ساتھ رحم اور عہد دہی جو یہی تھا۔ انہوں نے اپنی روحانی طاقت کو ہی طبعاً بھلا دیا تھا
جس طرح لوگ اپنی فطرت اور انہی نفاذات اور موت متعلقہ ہو جاتے ہیں۔ روحانی صفائی اور خدا کی خدمت کے
قریب حاصل کیا تھا۔ اور وہ کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کی کام تھا ایک ایسی عکاسی کرنا کہ ان کے لئے خدا کا نام

میں نے اسلام کیوں قبول کیا

(ایک انگریز نژاد امینہ مسلمہ کی قلم ہے)

میں نے انگلستان کے کلیسا کے مذہب کی آغوش میں پرورش پائی۔ اور مجھے مشکل سے کوئی ایسا وقت یاد ہے۔ جبکہ اتوار مجھ پر گزری ہو۔ مجھے سچی دلاہتی اتوار کو جو اس ملک میں مروج ہو چکی ہو منانے کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ دینیہ ایک ایسا دن ہے جبکہ بعض بعض افعال و اشغال سے محترز رہنے کے لئے بار بار تالیف کی جاتی ہے۔ اتوار کے روز شرارت کرنے کے لئے سخت سرزنش ہوتی ہے اور ہفتہ کے باقی ایام کی نسبت اتوار کو شرارت کرنی بہت ہی وبال کا موجب خیال کی جاتی ہے۔ اتوار کو صبح اٹھنے ہی اس دن کا پہلا کام کر جاتی تیار ہی ہوتی ہے لیکن جب میں نے عیسوی مسائل کے بعض پسوئوں پر اعتراض کرنے اور انکی سخت پر سوال کرنے شروع کئے۔ تو بجائے اسکے کہ کوئی شخص میرے استفسار اسکے معقول جواب دیکر میری تسلی کرتا مجھے جواب میں کہا گیا۔ کہ مذہب میں تحقیق کرنی سراسر غلطی ہے۔ اور مجھے یہ بھی بتلایا گیا۔ کہ انجیل کو خداوند تعالیٰ نے لکھا ہے لیکن جب میں نے دریافت کیا۔ کہ اگر انجیل کو واقعی خداوند تعالیٰ نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ تو اس کا اصل مسودہ کہاں ہے۔ اور کیا کسی نے خداوند خدا کو خود انجیل لکھنے ہوئے دیکھا ہے۔ اس قسم کے استفسارات و اعتراضات نے میرے قلبِ سلیم میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔ اس صورت میں ایسے مذہب کی کہ جس کے اساسی اعتقاد وہی بالکل غیر منطقیانہ مجہول و ناممکن العمل ہوں اسے قبول کرنا نہ صرف حماقت ہی تھی۔ بلکہ میرے لئے نہایت ہی ناخوشگوار کوہمہ و نا پسند تھا۔ میں نہ صرف اپنے معبود حقیقی کی محبت کی ہی متمنی تھی۔ بلکہ اس فاسق اقدس سے مجھ از حد پس و دلبرستی تھی۔ اور موجود علم ذات باری کا

کہنے کے باوجود میں اور زیادہ اسکی معرفت حاصل کرنے کی مشتاق و متنی تھی۔ اس عقیدہ کو
 نہیں سمجھی بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ ایک بزدل و رجم خدا اپنے اکلوتے بیٹے پر رسوائی
 بخیرتی و فرسندگی کی موت وارد کر سکے اسے دنیا کی نجات کا موجب ٹھہرائے
 کیونکہ خود صلیب کا واقعہ ہی ثابت کرتا ہے کہ اس قسم کا خدا جس سے ایسے
 یعنی افعال سرزد ہوں۔ ایک طاقتور و جیم خدا کبھی نہیں کہلا سکتا۔ ایک بزدل
 خدا کو کسی انسانی یا ربانی امداد کی ضرورت نہیں۔ ایک جیم خدا اپنی مرضی کو ایک
 بالکل بیگناہ انسان کو دوسرے جرم لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتنے کی اجازت
 ہرگز نہیں دے سکتا۔ اور ایک بیگناہ انسان کی موت مخلوق خدا کو فسق و فجور
 عصیان و غلط کاریوں کو کبھی چسپا نہیں سکتی۔ اس مسئلہ پر لوگوں سے بحث کرنے
 سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ نصف کے قریب جو عیسائیت کا دم بھرتے ہیں۔ اس
 لایعنی مسئلہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ جس پر کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اعتقاد
 رکھتے ہیں۔ ہاں اس پر قائم ضرور ہیں۔ کیونکہ اپنے اعتقاد کو نہ بدلنا یا اپنے متعلق
 خیال کرنے کی زحمت نہ برداشت کرنا نہایت ہی آسان امر ہے۔ اتوار کی دوپہر
 بھجن اور سوال و جواب کو مجبوراً زبانی یاد کرنے میں گذرتی۔ اس کے عکس اگر مجھے ملتا کہ
 کی حقیقت صداقت و معرفت کے متعلق کچھ بتلایا جاتا۔ تو وہ میرے لئے بد بھلائی ہو تا
 بجائے اس کے کہ میں طوطے کی طرح ایک ایسے عقیدہ کے قواعد کو رٹتی رہی کہ جس پر میرا
 دلی ایمان نہ تھا۔ مجھے مسیح کے خون و جسم کے کلمات سے نفرت تھی۔ اگرچہ پراٹسٹنٹ
 فرقہ کے نزدیک یہ فقرات تمثیل و قیاسی رنگ رکھتے ہیں جس کو کہ فرقہ کینیٹک
 مسیح کا اصل جسم و خون قرار دیتے ہیں۔ عسائے ربانی کا مسئلہ میرے لئے اور بھی تکلیف
 تھا۔ ادب میں نے مخفی طور پر مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو میں ہرگز
 اس پر ایمان نہ رکھنے لگی۔ اتوار کی شب خدا کر کے ہم نے بھجن گانے سے ختم کی
 لیکن میں نے وہاں جانے اور داخل ہونے اور بھجن گانے سے انکار کر دیا۔ جس کیلئے
 میں ہنر نہایت ہی ناچار بن رہا تھا۔ اور مجھے حکم ہوا۔ کہ اگر میں ان رسمیات میں

دوسروں کی طرح شامل ہوں تو مجھے سو جانا چاہئے۔ بہر حال تو ارکا دن میرے لئے ایک طویل اور اُکھٹانے والا ہوتا تھا۔ اور یہ دن اپنی اُکھٹانے والی مصروفیتوں کی وجہ سے مجھ پر ہفتہ کے باقی ایام کی نسبت بہت ہی گراں گذرتا۔ انجیل سے مجھے ہمیشہ دل سے نفرت تھی۔ کیونکہ اس سے مجھے نہ تو کبھی راحت و تسکین ملتی اور نہ ہی کبھی قلیل تک امداد اس سے مجھے ملی۔ جب میں سن بلوغت کو پہنچی۔ تو میں اُسے ایک ایسا قضا و عجیب و غریب کیانیوں اور ناممکنات کا مجموعہ پایا۔ کہ جس سے کوئی طمانیت و تسکین پہنچنے کی بجائے افسوس و تنفر پیدا ہو۔ مثال کے طور پر پواد صاحبان جو اس کے مفلس اور مرنے والے خیال کیے جاتے ہیں۔ جب میں نے ان سے اس کے متعلق سوالات کئے تو وہ میری تسلی کرنے سے بالکل عاجز رہے۔ اسی صورت میں وہ کتاب جو قصہ جات اور قیاسات تک ہی محدود ہو۔ اور جس کی کوئی بھی تفسیر سمجھانے سکے۔ اس کو خلق خدا کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ انجیل بھی درجن مختلف مصلحتین کے مجموعہ کا نتیجہ ہے۔ علم طبیعیات و علم الارض ثابت کرتے ہیں کہ ابتداء جیسا کہ باب پیدائش میں مذکور ہے بالکل ناممکنات میں سے ہے۔ ہمارے پاس نیز اس کے بھی ثبوت ہیں کہ بادشاہ داؤد نے کبھی بھی گیت نہیں لکھے۔ اور اسی طرح انجیل کے دوسرے بہت سے حصے جو کہ مختلف احباب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ان کو کبھی نہیں لکھا۔ جس صورت میں کہ انجیل بہت سے لوگوں کی اختراع کا کام ہے۔ تو اس پر کون ایمان لائے گا۔ لیکن اس کے برعکس اسلام کی مظهر کتاب قرآن کریم ہم تک صرف ایک ہی انسان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچی ہے۔ قرآن کریم میں کبھی بھی انجیل کی طرح تحریف و تغیر ملاوٹ یا مڑاؤ نہیں کی گئی۔ اور یہ اپنے اصلی مسودہ کی طرح بجنسہ ایسی ہی اصلی و سچی ہے۔ قرآن کریم اور اسلام مجھے اپیل کرتے ہیں۔ اور یہ بعض وجوہات ہیں جس کے لئے میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اور جو مذہب کہ طمانیت بخشنے والا بہار نے والا اور سہارا دینے والا ہے۔ اور کیوں نہیں اس مذہب کو ترک کر دیا ہے۔ جس کی پہلی ہی تعلیم حاصل کر نیے

مجھے کوئی روحانی فائدہ نہیں پہنچا نہ مجھے کسی قسم کا حوصلہ ملا۔ اور نہ ہی مجھے بلطینی عروج طمانیت حاصل ہوا ۷

اسلام اور عیسائیت میں قرآن فیصل

ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے آرام کے اوقات میں اس مذہب کی شریعت پر غور و تدبر کرتے ہیں۔ جس کے وہ پیرو ہیں۔ ہمارے اعتقادات کا تجزیہ مطالعہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان فیصلہ کر دیگا۔ اٹوہٹیت مسیح اور اس کا کفار ہی کلیسیائی آئینہ کے اساسی اصول نہیں ہیں۔ مسائل تو محض اس منطقی ضرورت کو پورا کرتے ہیں جس کی تہ میں ادبی گناہ کا مسئلہ ہے۔ انسان کا قوانین آئینہ کی پیروی نہ کر سکا ہی کلیسیائی مذہب کا اساسی پتھر ہے۔ یعنی یہ کہ انسان گنہگار ہوا اور اس پر سزاوارد ہوئی۔ جس کے لئے کفار کی ضرورت لاحق ہوئی۔ کیونکہ ایک گنہگار انسان دوسرے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خود خداوند خدا کو کفارہ ہونا پڑا۔ اسلام اسکا قائل ہو کہ انسان قانون کی پیروی کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے ایک قانون ضابطہ موجود ہے۔ لیکن عیسوی کلیسیا کا مذہب جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان میں قوانین کی پیروی کرنے کی استعداد نہیں ہے۔ اس لئے وہ شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ اسلام انسان کو فطرتاً پاک قرار دیتا ہے۔ اور گناہ کو بعد میں گرد و پیش کے تعلقات کا ایک نتیجہ بتلاتا ہے۔ لیکن عیسائیت ظاہر کرتی ہے کہ گناہ انسان کی فطرت میں بطور وراثت پہنچا ہے۔ اس لئے اسے ایک مجرم گنہگار قرار دیتی ہے۔ پھر اسلام انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیتوں کا قائل ہے جو اسے اعلیٰ درجہ تک پہنچا سکتی ہیں۔ اور اس طرح اسکے لئے بے انتہا ترقی کی راہ کھول دیتا ہے۔ لیکن عیسائیت ہماری قسمت میں ہمیشہ کے لئے تباہی و موزوں خالی کرتی

ہے جس پر نجات کسی دوسرے عوضی کو بطور کف ارادہ دیکر ہوگئی ہو۔ اس امر کا فیصلہ
 کہ ان پر دوزخ میں سے نکال کون ہے کوئی مشکل امر نہیں۔ ایسے میں ہماری اپنی فطرت ہی
 ایک اعلیٰ درجہ کی منصفی ہر ایک چیز جو ہمارے اندر ہے قانون کی محتاج ہے جیسا کہ
 میں نے اوپر ذکر کیا اور بغیر ارادے کے قانون کی پابندی کرتی ہے۔ قانون فطری کا نام
 بیماری ہے۔ اور قدرت کے قوانین کو درست طور پر عمل میں لانا علاج ہے۔ علم طب کی
 غرض و غایت یہی ہے کہ وہ اس قابل بنائے کہ ان قوانین پر عمل کیا جائے جو جسم کے
 متعلق ہیں کبھی کسی طبیعت کے مریض کے درد سر کا علاج اپنا سر جھوڑ کر نہیں کیا۔ اسے
 اس قسم کے قوی ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں جن پر قدرت انسان کے طبعی قوانین کے
 مطابق ہو جائے۔ گناہ ایک اخلاقی بیماری ہے۔ جو کسی اخلاقی قانون کے ٹوٹنے سے
 پیدا ہوتی ہے۔ تمام انبیاء جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ
 ہمیں اخلاقی اور روحانی قوانین بتلائیں اور ان پر عمل کرائیں۔ اگر کوئی لائق اور ہمتیار
 ڈاکٹر اپنا بازو کاٹنے سے اپنے مریض کے بازو کی کوئی بھی بیماری دوا نہیں کر سکتا۔
 اور اگر کوئی ڈاکٹر خود کشی کرے کسی ایسے مریض کو جو مہلک بیماری میں مبتلا ہو چکا نہیں
 سکتا تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ صلیب پر کسی شخص کی موت ہم سب کو روحانی موت کے نتائج
 سے نجات دے سکتی ہو۔ کیا غلطی اسے کا نتیجہ بر حلال گناہ نہیں۔ کیا عقل کا صاحب طور
 کرنا ممکن نہیں۔ اس ہوا کنار کرنا گویا اپنی طرز زندگی کے خلاف کھانا اور کرنا ہے ہمیں تو صرف
 عقل و تمیز کی تربیت اور اس کے لئے قواعد کی ضرورت ہے۔ اس مرحلہ تک پہنچنے کے لئے
 ہم مکتب اور دارالعلوم میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں تاریخ اور سوانح میریاں پڑھتے ہیں۔ اور
 دانا لوگوں کی فصاحت و سنجو کاروں کی صحبت کے مستلاشی ہوتے ہیں۔ اگر انسان
 کی عقل تربیت کے قابل نہیں تو سب کچھ فضول اور بے سود ہے۔ خدا نے
 ہمیں مختلف قسم کی قابلیتیں عطا کی ہیں اور اس نے قانون بھی وضع کیا تاکہ
 ان سے درست کام لیں۔ خدا نے انسان کے اندر قوانین کی تابعداری کا ملک بھی
 رکھ دیا۔ کیا یہ ظاہر نہیں کہ عقل و تمیز بھی ایک طاقت ہے۔ تو پھر کیوں خیال کیا جاتا ہے

کہ اس میں قانون بر چلنے کی قابلیت نہیں۔ پس اگر یہ قانون بڑے سلسلہ آمد کر سکتی ہے۔ تو ہم اپنی نجات خود حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں کسی کفارہ کی ضرورت نہیں ہوتی +

لیکن اب ہم ان احکام پر غور کرتے ہیں جن پر عمل کرنا عیسائیت کے نزدیک ناممکن ہے۔ ان کا بیان عقیدت کی مہر کی کتاب باب ۲۰ میں ہے ذیل میں انہیں مختصر لکھا جاتا ہے :-

- (۱) ایک خدا کی پرستش کی جائے (۲) کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ گردانا جائے
- (۳) خدا کا نام نہ ستودہ نہ لیا جائے (۴) سبت کا احترام کیا جائے (۵) الدین کی عزت کی جائے (۶) قتل نہ کیا جائے (۷) زنا نہ کیا جائے (۸) چوری نہ کی جائے (۹) جھوٹی گواہی نہ دی جائے (۱۰) ہمسایہ کے مال پر نظر طمع نہ رکھی جائے +

اب دیکھیں کہ کیا اسلام نے کم از کم ایک چوتھائی حصہ دنیا سے زیادہ کو ایک خدا کی پرستش کرنے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرنے کے قابل نہیں بنا دیا۔ اور کیا عیسائیت کی وجہ سے کروڑ ہا لوگ سبت کے احترام کی خاطر بیکار نہیں رہتے۔ کیا دنیا میں لکھ لکھا ایسے مسلمان دکھائی نہیں دیتے۔ جو قرآن شریف کے حکم کے مطابق اپنے والدین کو خدا سے اتر کر سمجھتے ہیں۔ یا پنج احکام تو اس طرح پورے ہوئے۔ باقی ہر ایک مذبذب سوسائٹی کے ملکی اور جنگی قوانین میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان پر درست طریق سے عمل ہوتا ہے اگر ہم فطرتاً مجرم ہیں۔ جیسا کہ عیسائی مذہب میں قرار دیتا ہے۔ تو پھر ہمارے وضع کردہ قوانین کی عزت اور پابندی کیسے ہوتی ہے۔ کیا ہم تحت بیعت میں قاتل۔ زانی۔ چور۔ کاذب اور لالچی ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے اور ہمارا خیال اپنی نسبت کیسا ہی ہولناک ہے۔ اور انسانیت کو کیسا ہی اونے درجہ دیا گیا ہے۔ باوجود اس کے ممبروں پر کھڑے ہو کر ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کی

ہر ایک خوبی اور نیکی کو ظہور میں لانے کے لئے عیسائیت نے بہت مدد دی ہے۔ لیکن جو شخص فطرتاً گنہگار ہے وہ اپنے اندر شرافت اور نیکی کیسے رکھ سکتا ہے۔ مگر ہم میں یہ صفات درحقیقت موجود ہیں۔ اور اس کو اس تعلیم کے بہت سے حصے کا بطلان ہوتا ہے جو مذہبی رنگ میں دی جاتی ہے +

نظم در مدح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

آنکہ در خوبی نثار و ہمسرے
آنکہ در وحش و میل آں لبس
ہمچو طعنے پرورین در برے
آنکہ در لطف آتم بچنا خودے
آنکہ در فیض و عطا یک خارے
آں کریم و جود حق را منظرے
زشت و زو را مسکند خوش منظرے
صد درون تیرہ را چوں اخترے
رحمتے ز آں ذات عالم پرورے
شد دل مردم ز غور تاباں ترے
وز لآلی پاک تر در گوہرے
در دلش پُر از معارف کوثرے
ثانی او نیست در بحر و برے
نے خطر نے غم ز بار صحرے
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیغ او ہر جا نمودہ جوہرے

در دلم جوشد شنائے سرورے
آنکہ جانش عاشق یار ازل
آنکہ مجذوب عینا بابت حق ست
آنکہ در برو کریم بحسب عظیم
آنکہ در جود و سخا ایر بہار
آں رحیم و رحم حق را آیتے
آں زینخ فرخ کریم دیدار او
آں دل روشن کہ روشن کردہ است
آں مبارک بے کر آمد ذات او
احمد آخر زمان گز نور او
ز بنی آدم فرود تر در جمال
بر لبش جاری ز حکمت چشمہ
بہر حق و امان ز غیر شش بر فشانہ
آں چہ را غش داد حق کش تا ابد
پہلوان حضرت رب جلیل
تبر او تیزی بہر مبداء نمود

کرد ثابت بر جہاں عجز جنتاں
 تا نماندے خبر از زور حق
 عاشق صدق و سدا دوستی
 خواجہ و مرعاجاں را بسند
 آں ترجمہا کہ خلق ازوے بدید
 از شراب شوق جاناں بیخودی
 روشنی ازوے بہر قوس رسید
 آیت رحمن برائے ہر بصیر
 نالواناں را بر حمت دستگیر
 حسن رویش بہ زماہ و آفتاب
 یک نظر بہتر ز عمر جاواں
 مسک از حسنش ہمیدارم خبر
 یاد آں صورت مرا از خود مرد
 می پریم شوئے کوئے او دم
 لالہ و رچیاں چہ کار آید مرا
 خونی او دامن دل سے کشد
 دیدہ ام گوہست نور دیدہ ہا
 تافت آں روئے کہ آں رو سرتا
 بر کنے او ز دستم در بحر دیں
 اُمّی و در علم و حکمت نے نظیر
 آں شراب معرفت دادش خدا
 شد عیاں ازوے علی الوجہ الاتم
 ختم شد بر نفس پاکش کمال

و انمودہ زور آں یک قادے
 بُت ستاؤ بُت پرست و بُت گرے
 دشمن کذب و فساد و ہر فرے
 بادشاہ و ہیکساں را چاکرے
 کس ندید در جہاں از مادرے
 در سرش بر خاک بنہادہ سرے
 نوراد خورشید بر ہر کشورے
 تحت حق بہر ہر دیدہ درے
 خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے
 خاک سونش بہ مشک و عنبرے
 گرفت کس را براں خوش بیکرے
 جانفشانم کرد دل دیگرے
 ہر زماں مستم کند از ساغرے
 من اگر میداشتم بال و پرے
 من سرے دارم بآں روئے و سرے
 کو کشانم می برد زور آورے
 در اثر مہریش چو مہر انورے
 یافت آں درماں کہ بگزیاں دے
 کرد در اول قدم گم معبرے
 زین چہ باشد تجھے روشن ترے
 کہ شمع عاش خیرہ شد ہر اخترے
 جوہر النساں کہ بود آں مضمرے
 لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

حضرت خواجہ کمال الدین ^{رحمۃ اللہ علیہ} مسلمان مشنری ننگرستان کی بے تصفقا

خطبات غزنیہ قیمت فی خطبہ ہر سستہ حضرت خواجہ کمال الدین رحمہ اللہ، اہل بی ستم شہر علی مدظلہ
اسلامک ایوالمجریہ ودرکن انگلستان۔ یہ وہ معرکہ انارکلی ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب نے
جو قیام لکھنؤ میں نا آشتیاں اسلام کو اسلام سے منحرف کرائے اور ان پر حقانیت سلام تحقق کرانے کے لئے انگلستان فرانس
اور سکاٹ لینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں درج
(۱) سلسلہ خطبات غزنیہ موسوم مسجد وقلعہ کے ابتدائی خطبات (۴) دہریوں اور ملحدین کو خطبات
(۲) "توحید۔ دعا۔ تصوف۔" (۵) اسلام اور دیگر مذاہب۔
(۳) "خطبات عیدین۔" (۶) حقوق نسوان۔

[illegible]

مرواریدِ ثلاثہ: یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں قیمت مجلد ۱

بیرایان نیرہ حصہ اول (معروف بزنس وکال الہام) اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خاتم
اور مذاہن ایک عالمی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کمال و فہم
موجود ہیں۔

معروف پر زلفہ و کامل الہامی زبان، یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جلد
مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اس کی تصانیف پہلی کتاب اردو انگریزی لکچر میں لکھی گئی
ہے اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کمال زبانیں اس سے نکلی ہیں
اور ابتداء میں سب ملکوں کے اباء و جہاد و عربی الاصل تھے۔ قیمت ۱۲/-

(معروف پر زلفہ و کامل نبی، اس میں حضرت صلعم کا کاس نمونہ بحیثیت انسان کاس
پیش کیا گیا ہے یہ کتاب پر مغز و لذت خاتمہ حاصل کر چکی ہے۔ میکسٹر ہکٹر ماسٹرن کے سوا
چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ قیمت ۸/-

المشتمل على جوابه عبد الغنى منيخبر رساله اشاعت اسلام غدير منقول انكسالا هو

نمبر ۱۰۰۰

اسلامیہ یونیورسٹی
مکمل ہندوستان کا ایک سنگ میل
ساتھ روپے
قیمت سالانہ

اسکا اردو ترجمہ ایضاً اسی نام میں روپیہ قیمت لائے

ایک چھتر نواحہ لیاں دیکر کہتا ہوں۔ اسے ایل-ایل بنی مولوی صدر الدین صاحب
لی اسے بی بی نے جو بہت سلامیات یو یو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم
برادران اسلام پر یہ سب کچھ پڑتا ہے کہ اس وقت آپ کے سابق بزرگستان میں اسلامی مشن
کا خزانہ برکتیں اور چیزیں ہیں مگر اب اگر وہاں کو بلا حرج میں اشتاعت اسلام کا
مقتضی ہو جتنا ضروری ہو گا تو ان کی خدمت میں بھیج دیں گے یا خود آکر اور ارد گرد میں ہزار
پروردگار پیدا کریں تو ان کو شافعی عمارت دو کتب خانے اسلامی مشن کا مکمل ہو سکتا ہے ہم جاؤ
پھر کیا کہ تحریریں ہی رہ جائیں گی۔ جس بار و شبہ میں مفت پیسہ جو مولوی تبلیغ اسلام کا شیعہ بنائے ہیں
پاکستان روپیہ سے نہ ملے گا۔ ترنگہ بنی ایک تجزیہ کی مال یورپ میں مفت تقسیم کر دیجئے گیا
ماستریف بنی شہادت کے ساتھ چند ہزار عربی ہندوستان میں ایسے نہیں ہوں
دوسرا ملک یو یو بوتان یونینت مجھوا اسلام کی یو یو ایک کتاب فی الواقع اسلام
کا ثابت ہوان اور بغداد کی اس اپنی حق کو یورپ میں نہایت آجتا ہے قائم کیا ہے
اسکو مضبوط کرنے کی بات کرو اور اللہ تعالیٰ اسے ہر جزئیل پاؤں والا سلام
نوٹ

المشهور فوجه النسخ في خبره لا يشاعل سبب امره غير منسلف في المحاذير

عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي جَرِيرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ حُرَّةٌ فَلْيُفْرِقْ بِهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْمُشْرِكِ

اشاعتِ اسلام

اردو ترجمہ
اسلام کی رولوں میں مسلمانوں کی بھائی بھائی کی

کمال الدین، پلازین
زیر ادارت
مسلمہ مشنری
پوچی صدر الدین
قیمت سالانہ تین روپے

یہ کتاب ہے کہ آپ ان رسالت کی خریداری بھائیوں کو نہ انہیں سناؤ کی آمد
بہت تک مسلم و گنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے سالانہ کی دس ہزار اشاعت
و گنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

جلد ۵ | بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء | نمبر

فہرست مصاحبین

- | | | | |
|---------------------------------|-----|----------------------------------|-----|
| ۱۔ اشعارات | ۳۴۰ | (۷) خطبات لندن مسلم نماز گاہ | ۵۵ |
| ۲۔ اسلام کا جنتِ حق طبعی | ۳۳۸ | (۸) اسلام عیسائیت اور مذہبِ حقیت | ۶۱ |
| ۳۔ دو گنگ مشن کی قیادت | ۳۳۹ | (۹) صفاتِ الہی | ۳۳ |
| ۴۔ تاریخ میں ایک روشنہ شخصیت | ۳۴۱ | (۱۰) اذان | ۱۰۰ |
| ۵۔ عملی خرافاتِ اسلام | ۳۴۵ | (۱۱) عالمِ حیوانِ ناطق | ۱۰۳ |
| ۶۔ دنیا کے مشہور شہداء کے تراشے | ۳۵۳ | (۱۲) نظم و ترتیب قرآن کریم | ۱۶۴ |

اسلامیہ پریس نجی دروازہ لاہور میں خط و مطبوعہ صدر الدین کے اہتمام میں چھپوا کر خواجہ عبدالغنی صاحب شانت آباد لاہور نے شائع کیا۔

فہرست اشاعتیں امام بک ڈپلویٹ

محصولہ اک بڈ خریدار

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۲	ادیب نشوان	۱۲	۹ پرچہ اشاعتیں سلام
۱۲	انشائے نشوان	۱۲	۱۱ پرچہ
۱۳	صبر کی دیوی	۱۲	۱۱ پرچہ
۱۲	خوشید جہاں	۱۲	برائین نیرو
۱۳	رفیق مرزا	۱۸	انسوہ حسنہ
۱۵	زبانہ خطوط	۱۲	ام اللسنہ
۱۳	لیکچر اسلام یاد مسز انجی بیٹ	۱۶	لمعات انوار محمدیہ
۱۸	مدرس عالی	۱۸	خطبات غریبہ مکمل سٹ
۱۰	زبانہ حساب کتاب	۱۰	مسلم منبری کے ولایتی لکچر حصہ اول
۱۳	تعلیم الصبیان	۱۰	حصہ دوم
۱۲	مشاہدات بیروہ	۱۰	حصہ سوم
۱۲	روایات حالی	۱	بہنگال کی دلجوئی
۱۲	جانم کوثر	۱۸	نکات القرآن حصہ اول
۱۲	راہ اجنت	۱۸	حصہ دوم
۱۲	امام حسین	۱۰	حصہ سوم

۱۱	جام عرفان	۱۳	تائید حق
۱۱	مہینہ آموزی	۱۸	اسرار سلیمانی مجلد
۱۲	کھانا پکانا	۱۶	التوحید
۱۲	اخلاقی کہانیاں	۱	طریق قتلاع
۱۲	تعلیم نشوان کی پہلی کتاب	۱	مادہ فانی
۱۲	دوسری کتاب	۱	کرشن اوتار
۱۲	تیسری کتاب	۱	پینام مسلح

امستہد فرج عبد الغنی منیر سالہ اشاعتیں امام بک ڈپلویٹ خریدار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدٌ وَصَلَّى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اشاعہ اسلام

ترجمہ اُردو و اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجرینڈن

جلد (۵) ————— باب ۱۰ اکیس ————— نمبر (۸)

شذرات

بہ سفر رفتنت مبارکباد

بسلامت روی و باز آئی

یہ خبر ناظرین کرام کے لئے مسرت آمیز ہوگی۔ کہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب
جناب مولوی عبد اللہ جان صاحب پشاور (مشن کی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے
دو کنگ تشریف لیگئے ہیں۔ مجاہدین فی سبیل اللہ کا قافلہ حضرت مولوی صاحب موصوف
کی قافلہ سالاری میں مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۹ء کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہوا ہے +
ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ وہ اس مجاہد قافلہ کے لئے جو محض اعلائے کلمۃ اللہ
کے لئے اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر گیا ہے خاص اوقات میں دعاؤں میں
کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے مقاصد عالیہ میں مظفر و منصور فرمائے۔ اور انہیں اپنے وطن میں
بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین ثم آمین +

حضرت شیخ رحمۃ اللہ صاحب این مسلم مشن، دو گنگا بھی انگلستان شریف لگئے ہیں۔ اور آپ بھی حضرت مولانا مولوی محمد الدین صاحب کے ہمسفر ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی بخیر تمام واپس لائے۔ آمین ثم آمین

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب آجکل شملہ میں ہیں اگرچہ آپ کی طبیعت پہلے سے اچھی ہے مگر پوری صحت نہیں۔ احباب اس نافع الناس وجود کی صحت کامل و عاجل کے لئے خصوصیت سے دعا کریں +

شکریہ احباب

کثرت سے دوستوں نے خطوط میرے ولایت آنے پر مجھے بھیجے ہیں۔ میں ان سب کی یاد دہی کا مشکور ہوں میری صحت بحمد اللہ پہلے سے اچھی ہو لیکن اس امر کی متقاضی نہیں کہ میں فرداً فرداً احباب کو جواب دے سکوں میں سب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جس کسی کو کوئی خاص وقت نصیب ہو میرے لئے دعا کرے۔ ولت سلام (مسلم مشنری) خواجہ کمال الدین (پتہ) اہری کاٹیج۔ چھوٹا شملہ

اسلام کا جذب مقناطیسی

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی (مترجم انگریزی ترجمہ قرآن) کچھ متمہیں ایک نو مسلم انگریز کا خط ان دونوں موضوعوں پر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں وہ مقناطیسی قوت ہے کہ معقول طبائع کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اور جو لوگ کچھ بھی مذہبی جن رکھتے ہیں وہ اسلام کی معنوی خوبیوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے صاحبِ مراسلت لکھتے ہیں :-

مجھے اس وقت آپ کے ترجمہ القرآن کی ایک جلد ملی ہے۔ اور میں اس خوشیاں اور دیدہ زیب تصنیف پر آپ کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ نے اس کو نہایت جلی سے تر کیا ہے۔ اگر آپ کی تصنیف

جس کا ذکر آپ نے دیا چرمیں کیا ہے ختم ہو چکی ہے۔ تو میں اس کی تکمیل کی خبر نہایت خوشی سے سنو گا
تاکہ میں اس کو بھی مستگواروں +

میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ کو اپنے حالات سے کسی قدر مطلع کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے
کہ آپ براہ مہربانی ہمیں ملحق ہوں گے +

میں ایک برطانوی افسر ہوں اور میرا اصل وطن آئرلینڈ ہے۔ میں بھی عراق عرب کے
ہستیاؤں میں آیا ہوں۔ اگرچہ میں اثرش ہوں۔ مگر میں انگلینڈ میں رہتا ہوں۔ مجھے مذہب کے
ہمیشہ ایک خاص دلچسپی رہی ہے۔ اور فوجی ملازمت میں منسلک ہونے سے پیشتر میں کئی سال تک
عیسائیت کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ عراق عرب میں جا کر جس کو آج تقریباً سال ہوا ہے مجھے
اسلام میں داخل ہونے کی مسرت واصل ہوئی ہے۔ مجھے اسلام کے مفصلہ ذیل اوصاف نے خصوصیت
سے اپنی طرف کھینچا ہے +

(۱) مسلمانوں میں رنگ و ادب کا کوئی امتیاز نہیں۔ حالانکہ صبیح اللون عیائیں
میں اس قسم کے امتیازات ہیں تاہم یہ امتیاز جو اسلام کو حاصل ہے اسی کا حلقہ صاف ہے
(۲) ان مسلمانوں کی سبھی سادہ زندگی جن کو مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے +

(۳) اسلام کی صاف سیدھی تعلیم جس میں سوائے خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے معبود کی پرستش
نہیں اور عملی طور پر نیک اعمال کرنا اور تمام کائنات سے انصاف سے پیش آنے کی ہدایت موجود ہے
خدا و وہ حیوان ہوں یا انسان یا نہ ہوتے +

حقیقت میں اسلام میں یہ خوبیاں ایسی ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مذاہبِ عالم میں ایک نئی اور
مستقل سبق دیدیا ہے۔ اور روحانی اور اخلاقی اوصاف میں کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ
نہیں کر سکتا +

دو کنگ مشن کی قبولیت

دو کنگ مشن نے جو قبولیت حاصل کی ہو وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ مسلمانوں کی
خوش قسمتی ہو کہ ان میں اب اس خدمتِ اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ بدراست سے

ایک صاحب جن کا نام نامی ملی داؤد شاہ ہے۔ اور جو ایک قابل گریجوایٹ ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ نبہہ کی خدمت میں ایک خط میں دو گنگ مشن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرنے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دو گنگ مشن نے نہ صرف اعلیٰ درجہ کی قابلیت کے انگریزوں کو ہی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی حقیقتاً اسلام سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف اس خط میں بھی موجود ہے غیر تو غیر مسلمان خود اب اسلام سے نا آشنا ہیں۔ اور مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے برادران اسلام کو اسلام کی حقیقی اور اصل خوبیوں سے آگاہ کر کے انہیں سچے مسلمان بنائیں +

محولہ بالا خط کا ضروری تم تباس بدیشیہ ناظرین کرام ہے:-

The Islamic work done by the Muslim Mission at Woking, England, is not unknown throughout the world, during the past few years the Mission had turned out wonderful work in the west as well as in the East. The "Islamic Review" has opened a new vista to the scientific as well as the religious mind and has got much in store for the future. It has already begun to illuminate

مسلم مشن دو گنگ نے خدمت اسلام کا جو کام سر انجام دیا ہے وہ اب شہرہ آفاق ہو چکا ہے۔ گزشتہ چند سال کے عرصہ میں اس مشن نے مشرق و مغرب میں نیا نیا حیرت انگیز کارنامے کئے ہیں۔ اسلام آباد نے مذہبی اور سائنٹیفک داغ کیلئے ایک نیا نظارہ پیش کیا ہے۔ اور ابھی اُس کے کرمانہ مستقبل میں وہ بہت کچھ کر کے دکھائے گا۔ اُس نے ابھی سے مغربی داغ سے اس پردہ کو اٹھانا شروع کر دیا ہے جو اسلام کی صداقت کے متعلق پڑا ہوا تھا۔ اور ان ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان و ایقان کو بھی مستحکم کیا ہے۔ جنکی تعلیم انگریزی طرز پر ہوتی ہے۔ میں اپنی نسبت

the western mind regarding the truth of Islam and has also made firm the belief of English educated Indian Muslims for my part I have

یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اسلام کو ریونیوٹ کے مطالعہ کے بعد پہلے سے ہزاروں گونے بہتر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اسلئے میں اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کو تیار ہوں +

after reading the 'Islamic Review' a thousand times a better Muslim than what I was before. I am therefore ready to sacrifice my whole life for the cause of Islam.

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام کو ریونیوٹ نے مسلمانوں میں کیسا عظیم الشان کام کیا ہے۔ وہ لوگ جو انگریزی تعلیم کے اثر سے اسلام پر بضطکہ اڑا کر تے تھے جو اسلام کو ایک نیشنلسٹی کا ایک شیرازہ سمجھتے تھے جنہیں نہ صرف نا آشنا بلکہ بیزار تھے آج اس کے صن معنوی پرشیدا ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کیا اب بھی مسلمان بن حیث القوم و کنگ مشن کی اہمیت کو تسلیم کر کے ہیں مدد نہ دیں گے +

تاریخ میں ایک درخشاں شخصیت

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب ڈی پی ٹی سٹر ایڈیٹر)

حضرت محمد مصلم تاریخ میں ان نامور لوگوں میں سے ہیں جن کی شخصیت نے زمانہ کے مٹ جانے والے تاثرات کا مقابلہ کیا۔ لیکن پھر بھی آپ کی ذرا نی باہر کات کو کبھی بھی فوق الانسانی کا رتبہ نہیں دیا گیا جیسی کہ گذشتہ ازمہ کے بعض سادہ لوح مریدین نے اپنے معلمانِ مذہب کے سر تھوپا +

تکہ معظمہ کے بازاروں میں ہم ایک تندہ دست و توانا۔ دیرینہ قد کشادہ شانے ترچی نگاہیں خوبصورت و دلغریب خط و خال والے انسان کامل کو ہوتا ہوا ہی نیاز مند

خاکسارانہ گشت لگاتے ہوئے مشاہدہ کرتے ہیں جس کو محصور نفع سے بچنے کو فطرتاً اشد اذیت
محبت ہے اور جس کی ہموطن حریت تو قیر کرتے ہیں۔ اور جسے ان لوگوں نے "الامین" کے معزز و مست از
لقب سے ملقب کیا ہے +

یہ سراسی انسان کامل کو عین نقوان جہانی میں اپنے ہموطنوں کی خلاقی و مذہبیستی و مخطاط سے
بیزار ہو کر حرا کی چوٹی پر تلیقین تبلیغ کرنے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور کہ جس کا قلب مضطرب اس پاک
ہستی کے عشق و محبت میں محو ہو کر اس ارفع و اعلیٰ ہستی کی طرف بلند پروازی کرتا ہے۔ جو کہ
مدت ید تک مصطفیٰ قلوب سے مخفی نہیں ہوتی +

اس عابد حقیقی نے عار حرا میں ہی الرحمن الرحیم کی ہستی اور اپنے ہموطنوں کی ناگفتہ بہ
زار سواگاہی حاصل کر لی۔ اور وحدانیت کے ارفع و اشرف خیالات سے کہ جس سے ہر ایک
منتفس لازمات اثر ہوتا ہے علی الاعلان ببا ننگ و دل توحید کی تبلیغ کا اعلان شروع کر دیا۔
اور مسئلہ نجات کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اور اپنے شہریوں کی تادیب و تہذیب کیلئے
سر توڑ کوشش شروع فرمادی۔ تاکہ انہیں عصیان و غلطیوں کی تعرض نہ لگے نکال کر
انہیں مخلصی دلائی +

لیکن اسی انسان کامل کو کہ جس کو نکالیف و اذیت کا تختہ مشق بنایا گیا۔ جس کے ساتھ
ہر ایک قسم کی سب و شتم روا رکھی گئی۔ جسے جلا وطن کیا گیا۔ اور یہاں تک کہ موت کے گھاٹ
تیک اُتارنے کی دھمکی دی گئی۔ اب اسی انسان کامل۔ اسی رہبر حقیقی۔ اسی بزرگ و
معلم کو دفعتاً وہی جفاکش۔ ظالم لوگ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ اور دل و جان سے
اسکی عروت و احترام کرتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے قلب منیر نے اس وقت
کی مردہ فحش بد اخلاقیوں اور عصیان کے خلاف رُوحانی جنگ ٹھکان لی تھی۔ اور ان سے
اپنے آپ کو آزاد رکھنے کا تہمتہ کر لیا ہوا تھا۔ اور کہ اپنے عقیدہ و ایمان کو مشہر کرنے
کی قوی جرات تھی۔ اور کہ آپ کے قلب تپان میں اپنے ہموطنوں کو صراطِ مستقیم چلا سکتی تھیں
تھی کیونکہ آپ کو اس بات کا قومی علم ہو چکا تھا۔ کہ آپ کے تقرر کی اصل غرض و غایت نسل انسانی
کو واحد۔ برجم علم۔ بصیر۔ عفو و قادر مطلق ذات اقدس کی طرف دعوت دینے کی ہے +

چونکہ آپ اصنام پرستی کے سہتصال کے درپے تھے۔ اسلئے وہ بہت پرست جو اعلائے
 کلمۃ اللہ سے پیشتر آپ سے شدید اُلفت و محبت رکھتے تھے۔ اب آپ کے خون کے سپا
 ہو گئے۔ اور آپ کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ لیکن آپ کی حیرت انگیز
 صبر و استقامت نے سب کلمات پر قابو پا لیا۔ آخر الامر کچھ عرصہ کے بعد ایک اور
 انقلاب ہوا جس میں کفر نے باطل پر اور تقویٰ و پارسائی نے عصیاں و جرم پر فتح و
 نصرت حاصل کی۔ اور اس وقت اُس عظیم الشان مستقل مزاجی۔ استقامت و
 استقلال کے پیکر مجسم کو عالم پیری میں ہم اپنے حصول مطلب و کار منصبی میں
 مُطفر و منصوّر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور وہی عارِ حرا کا عابد غریب گلہ بان
 ایک اُلفت لابی عظیم کا موجد و فاتح و حکمران عرب ہو گیا۔ بے یار و مددگار یتیم
 عبد اللہ۔ جگر گوشہ آمنہ۔ شاہِ حرم اللہ تعالیٰ کی نصرت و فضل و مہربانی سے
 جزیرہ نما عرب کی اُمیدوں کا ماویہ و دلجا بن گیا۔ آپ کے ہوطن اس قدر
 اخلاص سے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آپ کی عزت ملحوظ رکھتے تھے۔
 اور اس قدر عزت و احترام قیصر و کسرنے جیسے بڑے بڑے نامدار شہنشاہوں
 کی رعایا بھی اپنے فرمانروایاں کی بھی نہ کرتی ہوگی۔ آپ کے پیرو اپنے بچوں
 والدین سے بھی بڑھ کر آپ سے اُلفت رکھتے تھے۔ آپ نے تمام جزیرہ نما
 عرب پر بڑی تزک و احتشام سے مادی و روحانی حکومت فرمائی۔ اور عوام الناس
 کی راستبازی۔ فتح و ظفر و تہذیب کی طرف رہنمائی کی ۴

اسلامک ریویو :- مندرجہ بالا مسلمہ واقعات کی موجودگی میں کیا ہم یہ دعوے
 نہیں کر سکتے کہ ہمارے آقاؐ نے نامدار حضرت محمد صلعم انسانِ کامل تھے۔ اور
 آپ کی ذلت اقدس انسانی ہمایوت کا تکمل نمونہ تھی۔ کیونکہ آپ کو وہ تمام
 مراحل زندگی طے کرنے پڑے۔ جن مراحل کو طے کرتے ہی انسانیت کمال تکمیل
 کو پہنچتی ہے۔ آپ نے ارفع و اخصر اصولہائے تمدن و معاشرت منضبط فرما کر
 اپنے پیچھے چھوڑے۔ جو کہ الفاظ و فصاحت تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ان سب پر اپنے

موقوفہ محل کے ماتحت عمل پیرا ہو کر دکھا دیا۔ اس خطیب اکبر کا کوئی بھی ایسا خطبہ نہیں جو ناقابل عمل ہو۔ اس محسبہ اخلاق کی کوئی بھی ایسی اخلاقی تعلیم نہیں جو خیالی و قیاسی ہو بلکہ حقیقی ہے جس پر کہ انسان روزمرہ عملی طور پر چل سکتا ہے۔ وہ دلفریب کی تعلیم ہمارے سب سے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اگر بغیر محال ہم استدلال کی خاطر ہی ایک معلم کی فصاحت کو اس کے عوامل کیلئے قبول بھی کریں۔ جیسا کہ جناب مسیح کے معاملہ میں ہے۔ تو کیا جناب مسیح کا قلیل عہد نبوت (اور وہ بھی بہت حد تک ان لوگوں کے درمیان جو سمجھتے تھے کہ عقل اور اذول تسمہ کی حیثیت کے تھے) اخلاق فاضلہ کی حیرت افزا اشاعت و اشاعت کے اظہار کے موقعہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ خواہ وہ اخلاق فاضلہ آپ میں چلی تھے لیکن ان کے اظہار کے لئے موقع و محل و مختلف حالات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ لیکن ان فاضلہ اخلاق کے پیچھے جو کچھ کہ جس کا ہر ایک فعل ہمارے سامنے خود ہم تن آئینہ عمل ہے۔ وہ ہیز و سکندر اعظم سے زیادہ تاریخی انسان ہے اور بہت سی حالتوں میں تو آپ کی سوچ مری ہمارے بابا و اجداد کی سوچوں سے زیادہ صاف و شفاف نظر آتی ہے۔ لیکن بانی عیسائیت ایک قصہ کہانی اور راز سر بستہ سے بڑھ کر ہماری نگاہ میں وقعت نہیں رکھتا۔ چونکہ سادہ لوح دنیا کا بہت حد تک دار مدار اخفائے راز پر ہی ہوتا ہے اور مذہبی معاملات میں طبیعتی تحلیل و تجزیہ و چھان بین سے سادہ لوح دنیا گریزاں ہے اسلئے ایک شخصیت تو معمول و رازوں میں مخفی ہے۔ اور کہ اس کے بالمقابل دوسری شخصیت جس کی کہ عدم النظیر عزت و توقیر کی جاتی ہے تاہم وہ درخشاں ہے۔ اور کہ جو بزرگ کامل ہستی جامع ہے۔ اور عالم کون کی آخری معراج ہے۔ اَلِیَوْمَ اکملت لکم دینکم ۛ

سیاحت (معمیاتی) کہ یہ ضرر زد و اثر مفود و ائی صدور جب کی مقوی عصب و عروق جگر و کبد و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے کہ کامیابی و کمزوری و دیگر دود و دیکھ بھی جو یہ پانی کے تحت میں دور کرتی ہے تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکا دیتا ہے۔ اس سے متعلق سب سے زیادہ ضرر پہنچنے والے ہیں۔ مثلاً تیز استعمال کر سکتے ہیں قیامت کے ایک لایہ (عمر) خوراک ایک ہی دورتی صحت پر براہ دودھ استعمال کریں۔

المشتہر مینجر کا رخانہ سیاحت عزیز منزل نو لکھا لایہ

عملی فرائض اسلام

(از جناب ڈاکٹر محمد صادق صاحب دہلوی)

لیکچر لسٹن مسلم سوسائٹی میں مورخہ ۹ مارچ ۱۹۹۱ء کو بروز اتوار لکھا

عوالم الناس کی بہتری کے لئے جو تجویز یا تدبیر پیش کی جائے اُسکے متعلق آج کل خصوصاً پوچھا جاتا ہے کہ آیا وہ مفید ثابت ہوگی۔ اور اس سے کچھ عملی نتیجہ برآمد ہوگا۔ رسومات واجب اور پُرانے اعتقادات ہی کو نہیں بلکہ تمام مذہبی معتقدات اور عبادات کو بھی عملی طور پر مفید ہونے کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اس مذہب کے معلموں اور جاننے والوں نے جس پر دُنیا کے اس حصہ کی ایک کثیر الشعا و مخلوق پہنچی ہر عام طور پر رفیتوں سے دیدیا ہے کہ یہ مذہب انسانی زندگی کے لئے عملی نکتہ خیال کو افسوسناک طور پر ناقص ہے۔ اس مذہب کے پیرو اور اُس کے مُنکر ہر دو اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور اُنہیں انہوں نے جلد بازی کو کام نہیں لیا۔ مُنکر تو سالہا سال یہی کہہ رہے ہیں۔ مگر ان کی اس رائے پر معتقدین مذہب جو اس کی سچی کے لئے بڑے بڑے دقیق عندرات پیش کرتے تھے ہمیشہ مضحکہ اُلاتے رہے۔ اب چار سال سے زیادہ عرصہ کے تجربہ کے بعد (جو تجربہ ابھی ختم نہیں ہوا لیکن نتیجہ ظاہر کر دیا گیا ہے) معتقدین اور پیروان مذہب نے بھی ان لوگوں کی رائے پر صاف کر دیا ہے جنہیں وہ غدار اور دشمن خیال کرنے کے عادی تھے۔

سچے مذہب کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ اسکی سچائی ثابت کرنے کے لئے کوئی خاص طریق اختیار کیا جائے۔ اسکے لئے معتبر گواہی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود معتبر گواہ کا کام دیتا ہے۔ وہ اپنے زور اور طاقت کی وجہ سے لوگوں کو مُعتقد بنانا ہی لیکن اسیں جبر و قہر ہی نہیں۔ اسکی صداقت حاکمانہ ہے اور اس طرح ہر انسان تمام انہی کاروبار میں اس کے ماتحت جلتا ہے گو اس کا عمل کسی نہج کی بھی تحقیر نہ نہیں پایا جاتا۔ یہ بجائے مجبور کرنے کے انسان کے اندر ترغیب و تحریریں پیدا کرتا ہے۔ مذہب قوت پیدا کرتا ہے اور انسان

بناتا ہے لیکن جب مذہب ان کا وضع کردہ ہو تو اس میں سختی کا رنگ ہوتا ہے۔ سچا مذہب ایک ایسی آزمائش اور امتحان کے بعد پورا اترتا ہے جس میں سب کو اس کے پر و گزرنا ہوتا ہو اور وہ تکلیف آزمائش اور خطرہ کے وقت قوت دیتا ہے۔ لیکن مذہب کا زوال اس وقت شروع ہوتا ہے جب پیغمبر سے پادری سبقت لی جائے اور اس وقت مذہب مذہب نہیں رہتا۔ بلکہ علم انبیاء کے ایک دستورِ عمل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسکی روحانی طاقت مرجاتی ہے اور انسان کی زندگی اور چلن پر اس کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور اس میں فلسفیانہ یا خیالی علوم کا رنگ جاتا ہے اور ان ہدایات اور احکام کی بجائے جن کی تعمیل اسلئے کی جاتی ہے کہ فوری فحشی اور تسکینِ قلب حاصل ہو یہیں آئینِ جلال کا وعدہ دیا جاتا ہے +

اسلام کو اپنی بستی منوانے کے لئے دوسرے کسی کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ جب کبھی کبھی خاص جگہ اسلام میں ضعف نظر آیا ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں بہت ہی نامور ہیں تو اسکی وجہ بجز اس کے نہیں کہ اسے چند گمراہ شدہ متبعین نے اس کے قوانین کو رضا مندی کے ساتھ اختیار کرنے سے انحراف کیا ہو۔ لیکن اس قسم کی کوششیں ویران نہیں رہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی غلطیاں ان پر ظاہر ہو گئیں اور انہوں نے ان کو سنسوس بھی کر لیا +

قدیم زمانہ میں شاہی مذہب کا تعلق اس دنیا سے طبعیہ پر کلکتہ آئینہ زندگی ہی کے ساتھ رہا ہے اور آئینہ زندگی میں ممکنہ الوجہ و باتوں کا اس میں تذکرہ رہا ہے۔ اور زمانہ حال کی خرابیوں کو جڑھ سے اکھڑنے اور انہیں کم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی +

میسائی مذہب کے بانی کی عظیم الشان مثال پر ان لوگوں نے پردہ تاریکی ڈال دیا ہے جو کہ جس میں کسی قسم کا عہد رکھتے ہیں مذہب کو زنجیروں کے ساتھ جکڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کے پیروں کی خواہشات انسانوں کے فائدہ پہنچانے کے متعلق بالکل دب گئی ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں اسلام کی صورت خاص طور پر مختلف ہے۔ وہ اس کے فائدہ سے کیلئے نکلیے اٹھانے کا خیال مذہب ہی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی خاص مرتبہ کردہ قوانین سے پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اسلام

ایک صاف اور سادہ مذہب ہے، اور کسی کا وضع کردہ نہیں۔ اس کی کوئی لارڈ پادری یا سرکار کا نہیں اور نہ کوئی مذہبی عہدے دار نظر آتے ہیں +

زمانہ حال کی خرابیوں کے دور کرنے کے لئے مسوسائٹیوں اور مجلسوں کا قائم کرنا قرار پایا ہے مختلف فرقوں اور گرجوں میں التعلق پیدا کرنے کی خاطر بیشمار انجمنیں اور عتبات وجود میں آئی ہیں۔ ایک جماعت نوو لیٹرن چرچ (مغربی کلیسیا) اور لیٹرن ارتھوڈوکس کمیونین (مغربی کلیسیا) میں اتحاد بڑھانے کے فکر میں ہے۔ دوسری جماعت بظاہر کلیسیا روم میں ملجائنا چاہتی ہے اور دیگر تجاویز بھی ایک بڑی فری چرچ بنانے کیلئے کی جا رہی ہیں جس کی ہستی کا بصورت کامیابی چرچ آف انگلینڈ (کلیسیا انگلستان) بھی کم از کم معترف ہوگا +

یہ مختلف قسم کے اتحاد اگر قائم بھی ہو جائیں۔ تو ان سے جیسا کہ ان سب انجمنوں کے بعض دور اندیش کارکنوں کا خیال ہے مذہب ایسی طاقت نہیں بن سکتا جو قوم کی روزانہ زندگی میں قوت پیدا کرے۔ چنانچہ پادری فیڈر ہنڈا ولیم صاحب اخبار کرسمس ورلڈ کے ۲۷ فروری کے بچے میں لیں لکھتے ہیں :-

اگر تم انگلستان کے تمام آزاد گرجوں کو ایک گرجہ بنا لو اور پھر اس ایک گرجہ کو انگلی کن گرجہ کے ساتھ شامل کر دو۔ تو پھر بھی مجھے یقین نہیں کہ تم نے ایک طرف تو مزدور پیشہ لوگوں کی ایک کثیر التعداد جماعت کو اور دوسری طرف کچھ بڑے سمجھدار لوگوں کو اس گرجہ کے ساتھ شامل کرنے میں بہت بڑی ہمت کی ہے۔ ہمارے گرجوں کی تفریق یہ کہ یہ لوگ عیسائی نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہیں کہ جو مذہب گرجا انہیں بتلاتا ہے۔ اور جس پر وہ اصرار کرتا ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک بالکل حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ لوگ تو ایسی دنیا میں رہتے ہیں۔ جہاں تک عملی باتیں نظر آ رہی ہیں۔ اور جن کا اصل مذہب کے پرانے اصولوں سے نہیں ہوتا +

روحانی زندگی کا مرکز ہونے کے لحاظ سے بھی (گو روحانی امور اخلاقی امور ہی جدا کرنے میں مشکل ہیں) کلیسیا نے جس میں عیسائی مذہب کے تمام مختلف فرقے شامل ہیں۔

عواملِ نفس کی خواہشات کو پورا کرنے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔ گروہ ہفتہ بھر سوا
ایک دن کے بند رہتے ہیں جس کو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان عمارتوں میں عبادت
کرنیوالوں کے لئے مذہب میں اس قدر کم دلچسپی اور کشش ہے کہ وہ سات دنوں میں سے
صرف ایک ہی دن عبادت کے لئے کافی خیال کرتے ہیں۔ برعکس اس کے مسجدِ قریباً
تمام دن کھلی رہتی ہے۔ اور دن میں پانچ دفعہ اذانیں سارے لئے دی جاتی ہے۔ جسے
سن کر تمام سچے مسلمان خوشی سے نماز کے لئے جمع ہو جاتے ہیں بعض مصلحتوں
بالخصوص پادری صاحبان نے مسلمانوں کے بغیر کسی تکلف کے اذان کی آواز سننے پر
تمام کاروبار و اشغال جن میں وہ مصروف ہوں چھوڑنے اور ایک قطار میں اپنے مذہب کے
اصولوں کے مطابق کھڑا ہونے پر بہت کچھ رائے زنی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں اس سے
زیادہ زبردست ثبوت کسی مذہب کے قابلِ عمل سمجھنے کے نہیں مل سکتا۔ مذہبِ زبردستی
نہیں چلتا۔ اور نہ اس طرح بڑھنا چاہئے۔ اگر ہم بلا تکلف اور نہایت آسانی سے
اپنے کامیابی کی عبادت کے لئے نہیں چھوڑ سکتے تو اسکی وجہ سوء اسکی اور کچھ نہیں کہہ سکتے
اشغال یا تو ناجائز ہیں اور یا گندے اور مزید بل شان ہیں +

ہم فہم جتنے ہیں کہ مذہب کی موجودہ قابلِ افسوس حالت کا کیا علاج سوچا گیا ہے۔
کل کے لئے ۸ مارچ ۱۹۱۹ء کے اخبار دہلی ٹائمز میں لکھا ہے کہ توبہ کی صدا تو لوگ
سننے میں لیکن وہ اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک توبہ کے معنی گزشتہ
واقعات پر صرف اظہارِ رنج و افسوس کرنا ہے۔ اگر یہ لوگ جانتے کہ توبہ کی فرض
تازہ اور چمکائیے والے واقعات کے مطابق اپنی طبیعت کو بنانا اور جدید نظام کا
بڑے استقلال سے مقابلہ کرنا ہے تو بہت کچھ انقلاب پیدا ہو جاتا۔ کاش وہ سمجھتے کہ توبہ کے
کچھ اور معنی نہیں یہ مجلس شوریٰ تمام روزانہ اخبارات اور تمام قومی مجالس توبہ ہی کا علم
کرتی ہیں لیکن گرجہ کی آواز سے واقعات کی صدا زیادہ بلند ہے۔ اور وہ زمانہ ماضی
کے شرمناک تباہ کن اور احمقانہ باتوں پر تاشیف کا حکم دے رہے ہیں لیکن ساتھ
ہی وہ اشارہ کر رہے ہیں کہ آئین کیلئے اپنی روح کی حالت کو درست کرو +

مضمون بالا کا فلسفہ اس کا علاج حسب ذیل بتلاتا ہے :-

اب اہل بیت کی ضرورت تھی کہ مذہب کی بڑی بڑی اہم باتوں کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی جائے۔ چونکہ انسان رُوحانی ہے۔ اور اسکی اصلی ضروریات بھی رُوحانی ہیں۔ اسلئے اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مادی مقبوضات و تعلقات کو رُوح کی خدمت میں اُس طرح لگا دے کہ وہ اپنے سمجھنوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کر سکے نیز تمام بیرونی امور و اندرونی چیزوں کی خدمت میں لگا دی جائیں۔ اور تمام گروہ پیش کی چیزیں۔ اپنی آمدنی اپنی محنت کا وقت۔ حالات خانگی تعلیمی تدابیر و انتظام۔ اور تمام اپنے بدنی تعلقات میں ایسی روش اختیار کی جائے کہ انسان کی اپنی اور اسکی سوسائٹی کی رُوحانی ترقی و بہتال تک پہنچ جائے۔ پس یہی اہم امور ہیں۔ اور انکی تعلیم جو مذہب کا اصلی کام ہے + اب دیکھیے کہ اس نامہ نگار کا تجویز کردہ علاج وہی ہے جو مذہب اسلام کا بنیادی پتھر ہے۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی تجویز نہیں کی گئی۔ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پیش کیا اور آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے جب کبھی انہوں نے آپ کی تعلیم کو درست رکھنا چاہا اس پر عمل کیا۔ قرآن شریف میں لفظ توبہ سے مراد انسان کی زندگی میں کامل تبدیلی ہے۔ قرآن شریف میں چاہتا کہ کسی قسم کے خاص اخلاقیات پر قائم جائیں۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ انسان میں اسکی بہتری کے لئے حقیقی تبدیلی پیدا ہو جائے اسلام زندگی کے روزمرہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے متعلق بالتحقیق بحث کرتا اور ہدایت دیتا ہے۔ اس کے احکام کسی سخت گیر کا فرما کی طرح نہیں ہیں۔ بلکہ نہایت نرم اور ترغیب دہندہ یادداشت کی طرح ہیں۔ انگلستان کے عیسائیوں نے انیسویں صدی سے بیشتر غلاموں کی آزادی کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی لیکن سبائے میں اسلام ہی نے دہریہ کی اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو غلام کو آزاد کرنے کے لئے حکم دیتا ہے چند نیک دل مرد اور عورتوں نے جو فرقہ کلیف نام سے تعلق رکھتی تھیں۔ پادریوں کی رائے کے خلاف قومی پارلیمنٹ پر اپنے ہمدردانہ خیال کا اثر ڈالنے میں کامیابی حاصل کی اور پھر برٹش مقبوضات میں غلاموں کو آزادی دلوائی۔ ذرا اب قرآن شریف کے

احکام کو غور سے سمجھئے (سورہ البقرہ آیت ۱۲-۱۶) +

وما ادراک ما العقبہ ذلک رقبۃ او اطعمہ فی یوم ذی مغبۃ
یتیمًا ذامقربۃ او مسکینًا ذامقربۃ ترجمہ۔ اور کیا جانے تو کیا ہے
گھائی چھڑا دینا گردن کا۔ یا کھانا کھلانا۔ بچ دن بھوک والے کے۔ یتیم قربت والے کو
یا فقیر خاک اُفتادہ کو +

اسلام اس امر کو پوشیدہ نہیں رکھتا کہ تقویٰ کی راہ پر ازخاریہ لیکن روزمرہ زندگی
کی تکمیل کیلئے ہدایات کے ساتھ ہی روحانی مدد اور قواعد و سقوت بھی حاصل ہوتی ہیں اسلام
کے اخلاقی قواعد اپنے مجتہدوں کو نقصان پہنچانے سے ہی منع نہیں کرتے لیکن وہ دوسروں
کے ساتھ بھلائی کرنے کی بھی تاکید کرتے ہیں۔ رسول اکرم کے دل میں یتیموں اور
بیگسوں کیلئے ہمدردی پیدا ہوتی۔ اور آئے اسلئے ان لوگوں کی طرف سے اعتنائی
کرمیوالوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا اور بتلایا۔ کہ صاحب ثروت اپنی اسے اعتنائی
اور لا پرواہی کے باعث اپنی طاقت کھو بیٹھینگے۔ آپ کا دستور العمل تمام زندگی
میں یہی رہا۔ آپ ہمیشہ بیگسوں اور مظلوموں کے حامی اور خیر خواہ رہے صرف خیر اندیش
ہی نہ تھے۔ بلکہ عملی طور پر اپنے ارادوں کو ظاہر کیا اور تمام سچے مسلمانوں کو آپ کی
مثال کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے +

واتوا الیتیمی اموالہم ولا تبدلوا الخبیث بالطیب
ولا تاکلوا اموالکم الی اموالکم انتہ کان حوبًا کبیرا
(سورۃ النساء آیت ۲) ترجمہ۔ اور دو یتیموں کو مال ان کے اور مت بدلونا پاک کو
بے پاک کے اور مت کھاؤ مال ان کے ملا کر طرف مال چنے کے تحقیق گناہ بڑا +
او فوالکلیل ولا تکلوا من المخرین و زلوا بالقسط اس المستقیم
ولا تبخوا الناس اشیاءہم ولا تشوا فی الارض مفسدین (سورۃ الشراء آیت ۱۸۰-۱۸۳)
اور پورا کرو میان کو اور مت ہونقصان دینے والوں سے اور تولو ساتھ ترازو سیدھے کے اور نہ کم و نہ زیاد
انکی اور مت پھر بیچ زمین کے فساد کرتے + فاجنبوا اللجس من الاوثان واجنبوا قول الزور

(سورۃ الحج آیت ۳۰) ترجمہ پس پتے دونوں پالی بنوں کی ہو اور پچنے روبرو بنے چھوٹے کے سے +
 واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً و بانوا لدين احساناً و بنى القربى واليتامى
 والمسكين والمجازى القربى والمجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وما ملكت
 ايما نكح ان الله لا يحب من كان غنياً لا فخرراً (سورۃ النساء رکوع ۱۶ آیت ۳۶) ترجمہ اور
 عبادت کرو اللہ کی اور مت شریک نہ لاؤ ساتھ اس کے کسی چیز کو اور ساتھ ماں باپ کے احسان کرنا اور ساتھ قرابتوں
 کے اور یتیموں کے اور فقروں کے اور مساکین قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور فقروں کے اور مساکین قرابت والوں کے
 اور ساتھ یا جنبی کے اور صحبت رکھنے والے کے کروٹ پر اور مسافر کے اور جن کے مالک بنے ہیں وہ اپنے ہاتھ تھامے اور
 تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا اس شخص کو کہ ہو تکبر کر سیرا لا +

کوئی امر بھی انسان یا قوم کی روزانہ زندگی کا نہیں جس کے متعلق قرآن میں ضلالت اپنی محسوس ہے
 ہر آیت ہی ہم اگر قانون اور نہ ہرے کے سودنا جائز قرار دیا جاتا تو دنیا کس قدر مصیبت اور ذلت کی جاتی
 لیکن جبرجہ اسلام کا تسلط ہو وہاں سود کے متعلق قوانین کی ضرورت نہیں۔ قرآن شریف کا حکم ہی
 کافی ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کے رکوع ۳۸۔ آیت ۲۷۶ میں آیا ہے۔ محقق اللہ الربوا و برئ الصدق
 واللہ لا یحب کل کفار ان الذین یترجمہ میثاق اللہ بود کو اور بڑھاتا ہے خیرالوں کو اور اللہ
 نہیں دوست رکھتا ہر ایک کفر کو بنوائے گنہگار کو +

خیرات دینے میں بھی ہمارے لئے ہدایات ہیں اور ہمیں اندھا دھند خیرات کر نیسے اور شوشے
 اور قبرم کی آلودگی کو روکا گیا ہے کیونکہ یہ باتیں قوموں کو گھن کی طرح ہو گئیں کہ انہیں اکثر برباد کر دیتی ہیں۔
 چنانچہ قرآن شریف کی سورۃ توبہ رکوع ۸ آیت ۶۰ میں فرمایا ہے۔ کہ اِنَّا الصَّدَقَاتِ لِلْفُقَرَاءِ
 وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْنَا وَالْمُؤَلَّفَةِ فُلُؤْمُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُلَامِينَ
 وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ترجمہ سوائے
 نہیں کر خیرات واسطے فقروں کے اور محتاجوں کے اور عمل کرنے والوں کے اور تحصیل اس کے کے اور
 جن کو کفر لائے جانے میں ان کے اور بیچ آنا کرنے گردنوں کے اور غرضداروں کے اور
 بیچ راہ خدا کے اور سازشوں کے غرض ہر اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے +

پھر قرآن شریف بتلاتا ہے کہ جلالی کس بات میں ہر اور کس میں نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ
ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُتَّقُونَ يُعْطِيهِمْ جَزَاءً عَظِيمًا
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (سورہ البقرہ رکوع ۲۲ - آیت ۱۷۷) انہیں بھلائی یہ کہ پھر
تم منہ اپنے کو طرف مشرق کی اور مغرب کے اور کہیں بھلائی جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور وہ بچے کے
اور رشتوں کے اور محتاج کے اور یتیموں کے اور دیوالیہ کے اور غریبوں کو اور
فقیروں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور چھڑانے گردن کے اور قائم کیا نماز کو اور دیا زکوٰۃ
کو اور ٹپڑا کرنے والے ساتھ عہد اپنے کے جب تک کہیں اور صبر کر نیوالے بیچ فقر کے اور بیماری کے اور
وقت و بوائی کے۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا۔ اور یہ لوگ وہ ہیں پرہیزگار +

حال اور مستقبل کا مسئلہ ان سوال کے حل ہوتا کہ آیا مذہب میں صرف سموات ہی ہیں یا
زندگی کے عملی قواعد بھی ہیں۔ ان سوالات کا جواب فقط اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے
آخری اور سب سے بڑے پیغمبر ہیں دیے یا کہ مذہب ایک عملی نظام اور ذمہ زندگی کا دستور العملی ہے اور اس کا
انہماک ہی سستی کے رگ ریشہ میں ہونا چاہئے تاکہ وہ ہمیں خلق اللہ کی ہمہ جہتی کے لئے رہنمائی اور نصیحت
کو کام کرنے۔ نیک خیالات رکھنے اور فیاضانہ عمل کرنے کی ترغیب دی۔ یہ باتیں محض خدا کے ساتھ
محبت کی وجہ ہیں جو کفالت اور تمام جہانوں کا مالک اور بادشاہ ہے کیا کسی زمانہ مستقبل کی طرف نظر
کر کے اس قسم کی پیشگوئی کی جرات کر سکتا ہے کہ آئندہ زمانہ کا مذہب کیا ہوگا۔ سوال بفضلہ تعالیٰ بالکل معقول
ہے اور خدا ہی کے فضل سے اس کا جواب بھی کافی دشانی ہو گا ہم آج کل قوموں کے دال کی نسبت سنتے ہیں
لیکن دیوالیہ انسانیت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو مذہب میں آ رہا ہے لیکن اس کا تذکرہ اُن ہی صورت
میں ہو سکتا ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ سچے مذہب کی روح اور اصول کیا ہیں۔ اس بات کا حل مکمل طور پر مذہب
اسلام ہی میں ملتا ہے۔ اور یہ مذہب ایک انی بھر بھی اس پیغام کو اختلاف سے نہیں رکھتا جو حضرت محمد
سے پہلے پیغمبر خدا کی طرف سے لائے +

مونیہ کے مشہور شہداء ثلاثہ

لیٹل صفحہ ۲۲۸ جلد نمبر

حضرت محمد مصلم اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سناتے ہیں کہ

ما یزال عبیدی المومنون یتقرب الی بالنور اقل حتی احببتہ

فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی لیسع بہ و بصیرۃ الذی یرصہ بہ و
یدع الی مبطش بہا و لسان الذی ینطق بہا و اجلہ الی یمشی بہا۔

ترجمہ میرا سچا مومن بندہ نزدیکی ڈھونڈتا طرف میری ساتھ نفلوں کے ہر آنک کے
دوست رکھتا ہوں میں اُٹھو اور جس وقت دوست رکھتا ہوں میں اُٹھو ہوتا ہوں میں شنوائی اُٹھی کہ
سننا ہے ساتھ اُس کے اور ہوتا ہوں میں مینائی اُٹھی کہ دیکھتا ہے ساتھ اُس کے اور ہاتھ اُس کا
کہ پکڑتا ہے ساتھ اُس کے ہوتا ہوں میں نبان اُٹھی کہ بولتا ہے ساتھ اُس کے اور پاؤں اُس کا
کہ چلتا ہے ساتھ اُس کے +

خداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ و من اقرب الیہ منکم و لکن لا تبصرون

ترجمہ ہم تم سے اُن کے قریب ہیں اور تم نہیں دیکھتے +

منصور ہلالج جو کہ مسلمانوں میں ایک دلی گُزرے ہیں اور جنہوں نے عربی اشعار میں ایک نئی
سھاری فاضلانہ تصنیف کی ہر اسی طرح اور انہیں سہا کے ماتحت اپنی جان ہی جس طرح اور جس
وجہ سے حضرت مسیح نے دی تھی منصور وجد کی حالت میں انا انحن بیکار اُٹھا۔ اور مسلم علمائے
اُسے گُزر سبھہ کہ اُسی طرح اُسے دار پکھنچنے کا حکم دیا جس طرح یہودی کا جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب
پر چڑھانے کا دیا تھا۔ کوڑھوں کا اچھا کرنا اور مجھوتوں کا نکالنا ایسے واقعات ہیں جو ہر مژدہ شرفی
حاکم میں دیکھے جاتے ہیں۔ اس قسم کے بہت سی کرامات بزرگان اسلام کی طرف منسوب
کیجاتی ہیں۔ مگر سبکی اور دلیل کے طالب لوگ انہیں آج کل جلد ماننے کے لئے تیار نہیں
اور ان معجزوں اور فوق العادہ باتوں کیلئے کوئی مادی سبب کی تلاش کرتی ہیں لیکن یہی
گردہ اور اسی دماغ کے لوگ جنہوں نے حضرت مسیح کی اُن کے معجزات کی وجہ سے پریشانی کی۔ آج

اُن کرامت کھلائیے مسلمانوں کے آگے تسلیم کرتے ہیں علم مسلمان خواہ وہ علمیت کے لحاظ سے کم ہی کہیں جو ہوسے خدا کے کسی کی پرستش نہیں کرتے۔ بہت سے علماء کی طرف ہی حیرانہ مشاہدے کئے جاتے ہیں جو حضرت مسیحؑ نے دکھلائے اور جن کی وجہ سے خدا کا اکلوتا بیٹا اور خدائی میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ ان بزرگان کے متعلق خیال ہو کہ وہ نہ صرف اپنی زندگی ہی میں بلکہ بعد از وفات بھی وہ کرامات ظاہر کرنے میں ہیں ان تمام عیسائی مساجد میں جو حضرت مسیحؑ کو خدا خیال کرتے ہیں وہیں وہ کہ انہوں نے کرامات دکھلائی ہیں۔ نورثا کہتا ہوں کہ وہ اولیا مسلمان کی طرح ہیں اور ان کے مقبروں کی زیارت کریں۔ ضلع ہریانچ میں ایک بزرگ سید سالار مسعود غازی کی قبر ہے جو انکم مزار با لوگ زیادہ قریب و صاحبان ہاتھ میں جھنڈیاں لئے ہوئے ہر سال جاتے ہیں جو کوٹھیوں میں وہ اس جگہ ایک تاب میں غسل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کم از کم سال میں ایک صحتیاب ہو جاتا ہے طیب تو اس پانی میں کچھ طبی خواص دریافت کریں گے۔ لیکن عوام الناس اسے اس بزرگ کی کرامت ہی تصور کرتے ہیں +

میرے اپنے ضلع بارہا منجی میں میرے گھر سے چند ایک میل کے فاصلہ پر مقام بانسہ میں شاہ عبد الرزاق ایک ولی اللہ کا مزار ہے۔ یہ ایک معمولی سا ہی تھا لیکن مشہور ہے کہ انہیں خدا نے فوق العادہ طاقت و روحانی دے رکھی تھی۔ آج کل مولوگ اُن کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں کے حالات ملاحظہ کرتے ہیں وہ اُن کے حیرت افزا اِکمال میں شکی نہیں لاتے۔ ہر سال چار ماہ شمال کو یعنی اُنکی دعا کے دن لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اکثر اُن لوگوں کو جن پر جن و مہجوس کے تصرف کا خیال ہو مسئلہ کے وقوع پر وہاں پہنچائے جاتے ہیں بعض دیگر قوتوں پر بھی جاتے ہیں اور جب تک جن نہ نکل جائے وہاں ٹھہرتے ہیں۔ روحانی طور پر ایک ضابطہ قائم بھیجاتی ہے۔ اور جن کو مسخّر کی زبان سے اپنا جواب و عذر پیش کرنے کی اجازت بھیجاتی اور یہ بھی سونا ہے کہ مقدّمہ کئی کئی روز ملتوی کیا جاتا ہے +

آخر جن کو کھلا جاتا ہو۔ اور اُنکی زبان سے رائے جلا دیا ہے۔ اس جگہ ایک تہہ بند کی کاؤرنت ہے جس پر خواہ مخواہ ہر مرتبہ اس کے سامنے زور سے اپنا شعر خواہتا ہے اور پکارتا ہے کہ میں جلتی اور پھر پڑتا ہے جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اسے آپ کو تندرست پاتا ہے +

نکرتے تھے بقول اُن کے وہ یوسف منجار کے بیٹے تھے جو داؤد کی اولاد سے تھا اور جن کی پوری حضرت مریم تھی صرف جناب مسیح ہی حضرت مریم کے بیٹے نہ تھے یوسف کے انکی اولاد اور بھی تھی لیکن اگر مسیح کی سپیدائش خاص طور پر مقدس خیال کھجاتی ہو تو ان کے خدا کا بیٹا ہونے کا ثبوت نہیں۔ ان کو قبل اس قسم کے لڑکے کئی ہو چکے ہیں +

بائبل (عبرانیوں باب ۱ آیت ۱) میں ایک شخص ملک صدق کا ذکر بھی جس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا نہ باپ اور نہ ماں تھی۔ مونیاء میں اس قسم کے بچے کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا باپ نہیں۔ یہ قدرت کی عادت میں داخل ہے کہ اس قسم کے بچوں کو عظمت بزرگی دیجائے۔ جناب کرشن اور تبہ بھی خدا کے لڑکے خیال کئے جاتے ہیں +

رومی بھی اپنے مورث اعلیٰ کو خدا کا لڑکا خیال کرتے ہیں۔ خاقان چین کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کی اولاد ہیں۔ ہندوستان میں بھی بہت سی ایسی قومیں اس وقت بھی ہیں جو اپنا نسب نامہ خدا تک پہنچاتی ہیں چند رنسی اور سام رنسی خاندان کے لوگ جیسا کہ ابن ناموں سے معلوم ہوتا ہے اپنے تئیں خاندان رنج کی اولاد بتلاتے ہیں +

الغرض جناب مسیح کے خدا بننے کیلئے نہ تو کوئی مذہبی اور نہ کوئی رُو حانی قنوت خاص طور پر وجود رکھتی تھی شہادت ایسے رنگ میں بھی جانی چاہئے جس رنگ میں عام لوگوں کی ہوتی ہے۔ اُن کی شہادت کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ آیتانے حقیقت جناب مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا اور وہ وہاں ہی فوت ہوئے۔ اور یا خدا کی حکمت نے انہیں اس سبب سے بچا لیا جس طرح کہ ابراہیم کے لڑکے کو بچا یا گیا صرف اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت مسیح ایک عظیم الشان کام کے لئے بڑی بہادری اور مردانگی سے شہادت کے مصائب میں سے گزرے +

جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مسیح خدا یا خدا کا کوئی متصوہ وہ انہیں شہادت کی خلاق عظمت محروم کرنے میں خدا کو کوئی تکلیف و مصیبت نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لئے موت بھی نہیں۔ اگر مسیح خدا تھے تو شہادت اُن کے درجہ کو بلند نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کو اُن کی کسر شان و کمزوری سمجھا دے گی ایسے خدا کے آگے نہیں جھک سکتا جس پر دشمن غلبہ پالیں

اور صلیب پر چڑھا کر پھینک دیا۔ اس میں ٹھونک کر اسے ہلاک کر دیں۔ اگر خدا کا یہ نشانہ ہوتا کہ تمام دنیا
اور یہی جی تو اہستہ اپنی کمزوری کا اظہار اس طریق پر کرتا جس طرح کہ حضرت مسیح کے متعلق بمقام
کاتوری میں آٹا ۱۰

اس اعتقاد پر کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب تین دن بعد آسمان پر چڑھ گئے۔ اس وقت
میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی جو انہی کی گئی اور نہ اس سوز کی شان بڑھ سکتی ہے۔ پھر جب وہ آسمان
پر چڑھے تب بھی وہ اپنے دشمنوں سے خوف میں تھے۔ تعجب ہے کہ خلیفہ دشمنوں کو ڈرے اس بات میں
کون ایسے خدا کی عبادت کر سکتا ہے اور بھی سمجھ نہیں آتا کہ آسمان پر چڑھنے کے بعد مسیح کو کس بات
کو ڈر تھا۔ چاہئے تھا کہ وہ دشمنوں کے قابو نہ لکھ کر آسمان پر چڑھ جاتے تاکہ وہ ناکام رہتے۔ بات تو
یہ تھی کہ آج کل کے عیسائی صاحبان حضرت مسیح کو باریکی صفت دینے میں انہی ذلت کرتے ہیں۔
بلکہ ان کا درجہ بحیثیت انسان بھی کم کر دیا ہے۔ کیونکہ انجیل میں واقعہ صلیب کے بیان سے ان کی
کسمپاشی ہے۔ اور ایسے عجیب و غریب انسان کے ساتھ از حد بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا ہے
واقعہ مذکور کا بیان نہ صرف متضاد ہی ہے بلکہ حضرت یسوع مسیح کی ذات کو نقصان پہنچا دیا ہے ۱۰
مستغرا نے تو بھاگ جانے کو بالکل ناپسند کیا اور اپنے دشمنوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ
کیا اور پوچھا کہ اُسکے خلاف کیا الزامات ہیں اور خدا پر پورا پورا بھروسہ رکھا لیکن انجیل کے
لکھنے والوں نے جو اسے خدا کی طرف سے الفا شدہ یا خدا ہی کا کلام بتلاتے ہیں۔ جناب مسیح کو
دشمنوں سے بھاگتے ہوئے اور اپنے حواریوں کی دعا بازی کی وجہ سے گرفتار ہوتے ہوئے ظاہر کیا ہے ۱۰
جنتی نے اور دیگر مصنفین نے مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ڈر لوگ تھے۔ اور گرفتار
کئے جانے کے ڈر سے ہی انہیں بہت غم اور از حد تکلیف تھی۔ اور اپنے شاگردوں کو التماس
کرتے تھے کہ وہ انہی حفاظت کریں۔ وہ اس وقت بھی تمہارا رہنا نہ چاہتے تھے بلکہ وہ اپنے
خالق یعنی باپ کے آگے دس قدم بڑھا کر دعا مانگتے تھے۔ وہ اپنے تین شاگردوں کو اپنے ہمراہ
حفاظت کے لئے لیجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ میری مہج کو اس قدر صدمہ ہو کہ وہ
پرواز کر جائیگی۔ الغرض ان نام نہاد دہم مضمغوں نے حضرت مسیح کو ایک اس قسم کے دلیل بزدل
انسان کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جو کسی جرم کا مرتکب ہو اور اس کی پاداش کو ڈرنا ہو۔ ذرہ

اس شخص کا مقابلہ جسے ایک قوم غدار اور خُدا کا بیٹا خیال کر کے پوجتی ہو اس شخص کو کیا جائے
جسے وہی قوم بُت پرست اور کافر سمجھتی ہو۔ خدا پر بھروسہ کرنے میں بھی ایک مُشرک خدا کے
لہاکے سے فوقیت لے گیا ہے +

لہے سے نصرت لے کیا ہے +
 آنیوالی مصیبت پہنچنے کیلئے جو دعا حضرت مسیح کی زبان سے نکلی ہوئی بتلائی جاتی ہو یہ ہے کہ
 اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو اس سپاہ کو مجھ سے الگ کر دے۔ ان الفاظ سے کہ اگر ممکن ہو کیا غرض ہے؟
 کیا جناب مسیح کو خدا کی قدرت کا علم پر یقین نہ تھا؟ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح ایللی۔ ایللی
 لما سبقتی پکارتے تھے یعنی ایڈا۔ ایڈا تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا جس کا مطلب ہے کہ جناب
 مسیح کا وفات تک یہی یقین تھا کہ خدا نے انھیں چھوڑ دیا ہے +

بادِ جزو ان تھام بانوں کے اس زمانہ کے عیسائی تمام جان بویہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ تھے اور اپنے شاگردوں کو انہوں نے آگاہ کر دیا تھا کہ انکی موت فقط عارضی ہوگی کہ وہ اپنی موت کے تین دن بعد بھر اٹھیں گے اور انکی بادِ شامت آسمانی ہوگی وغیرہ وغیرہ فقط اسی قدر ہی نہیں بلکہ لوگوں کو یقین دلایا جاتا ہے کہ تمام دنیا کی نجات اُس شخص کے صلیب پر چڑھنے سے ہے جس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی جو گرفتار کئے جانے کے خیال ہی سے ڈرتا تھا۔ جو خدا کی درگاہ میں دعا مانگنے کے لئے بھی حاضر نہ ہوتا تھا جب تک کہ اس کے شاگرد اُس کے ساتھ حفاظت کے لئے ساتھ نہ ہوں نیز جو عدالت میں گرفتار ہو کر حاضر ہونے پر اپنے برخلاف الزام کا جواب لیری کو نہ دے سکا اور جسے خدا کی قدرت کاملہ یقین نہ تھا ۛ

پھر ایک نہایت ہی لغو بات بتلائی جاتی ہے کہ جناب مسیح کو اپنے باپ کی سازش کا جو اس نے نیکل انسان کی نجات کے لئے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھا نے کی تھی قبل از وقت علم مٹا تا ہم وہ صلیب بھاگتا تھا اور یہود اس کو لوطی کے لئے اس نے برکت نہ مانگی۔ اگر کسی آدمی پر عیلم ہو کہ اسکے شہید ہونے سے تمام دنیا کی نجات ہے تو وہ دوسرا ردو بھی اپنی جان قربان کر گیا۔ اور ہر دفعہ شہادت کے سخت ترین عذاب میں اپنے آپ کو ڈالے گا۔ اگر حضرت مسیح کی وفات واقعی اسی طرز پر ہوئی ہے جس طرح کہ مسمیٰ نے لکھا ہے۔ تو پھر حضرت حسین اور شہداء کے ساتھ از حد بے انصافی ہوگی اگر ایک ہی کتاب میں ان تینوں کی شہادت کا ذکر کیا جائے۔

حضرت مسیح کی بزدلی کی کوئی بھی دلیل نظر نہیں آتی۔ اُن کے بعد حضرت حسیں کی طرح نہ تو بوی اور بچے اور نہ کوئی اور نزدیکی رشتہ دار تھے۔ اپنی ماں اور بھائیوں سے تو پہلے ہی ہوا کا رہی تھے۔ اس حالت میں مسیح کیلئے موت کا مقابلہ نہایت آسان امر تھا۔ شہداء کی نسبت تو یہ ظاہر ہے کہ اُسے یقینی طور پر معلوم نہ تھا کہ بعد ازل کیا ہوگا۔ البتہ جناب حسین کو کامل یقین تھا کہ وہ سیدہ حاجت میں داخل ہونگے۔ اور حضرت مسیح کو بھی ایسی ہی اُمید ہوئی چاہے تھی۔ کیونکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ بقول یوحنا انہیں رُوحانی تکلیف ہوتی یا بقول لوقا وہ جاں کنڈنی کے عذاب میں تھے اور اُن کا پسینہ گویا خون کے قطرے تھے جو زمین پر گر رہے تھے اور یا بقول مرقس اُنکی رُوح نعم کے بار پرواز کرنے کو تھی۔

حضرت مسیح کی شہادت نہایت لیرا نہ اور عظیم الشان تھی۔ لیکن اس بُنگ میں نہیں ہوئی جس طرح انا جیل میں درج ہے یا عیسائی صاحبان کا اعتقاد ہے۔ وہ تو ان نہایت درخشندہ ستاروں میں سے ایک تھے جو دنیا کے آسمان پر دکھائی دیتے لیکن وہ ویسے نہ تھے جیسا کہ ان کے شاگردوں یا متبعین نے ظاہر کر رکھا ہے۔ ایسا شخص جو بظاہر اُنکی پیروی کا مدعی ہے پطرس کی مانند ہے جو کہ ایک طرح اُن پر لعنت بھیجتا اور ان سے اُنکا مکر تاہر۔ جو نقشہ اُن لوگوں نے حضرت مسیح کا اور ان کے چلن کا کھینچا ہے اس سے تو ایک صحیح دماغ انسان کو نفرت ہوتی ہے۔ ان کے اعتقادات سے تو خدا کی ذلت آتی جو جس کا طال ظاہر کرنے کیلئے حضرت مسیح تشریف لائے۔ وہ خدا کی طرف جذبات مسکونے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس نے ایک بیٹا جنا۔ وہ خدا کو اس قسم کا منتقم خیال کرتے ہیں جو کمالِ محضہ فرو نہیں ہوتا جب تک کہ اسکے بیٹے کی جلتن لیجائے۔ یوں ایسی باتیں کہہ کر کہ گناہ انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوا خدا کی بڑی بھاری صنعت کو بگاڑتے اور تباہ کرتے ہیں۔

جناب مسیح کو خدا کی صورت میں پیش کرنا باعثِ استہزا ہے۔ اور اس سے جو بھدار لوگ نہ ہوتے بھاگتے ہیں عقلمند تو چاروں انا جیل کو پڑھ کر مذہب کی طرف سے لاپرواہ ہو جاتے، اور جناب مسیح کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ ان میں بہت بھاری اختلاف ہے۔ ایک میں دوسرے سے مختلف اوقات درج ہیں۔ اور ایک ہی واقعہ کے متعلق حضرت مسیح کے گنہگاروں کے مختلف بیان ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مسیح کے متعلق انا جیل پڑھ کر اے لکھائے تو وہ ان سے متفرق ہو جائیگا۔

انا خلیل تو انہیں اس طرح پیش کرتی ہیں۔ کہ گویا وہ ہمیشہ متضاد باتیں کیا کرتے تھے +

ایک انجیل تو بتلاتی ہے کہ وہ اپنے قاتلوں کے لئے معافی کی دعا کرتے تھے۔ اور چارنجیلوں میں ہر کہ وہ ایک عجمی کے درخت پر لٹھیں بھینچتے تھے۔ کیونکہ اس سے ان کو جھوکہ کی حالت میں پھل نہیں ملا۔ حالانکہ وہ موسم اس کے پھل کا نہ تھا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص تلوار اٹھا ٹیگا وہ تلوار ہی پر تباہ کیا جائیگا۔ لیکن وہ اپنے شاگردوں کو تلوار خریدنے کا حکم دیتے ہیں خواہ اس امر کیلئے انہیں اپنی پوشاک ہی فروخت کرنی پڑی۔ وہ اپنی قوت و طاقت اور خدا کا جلال لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے معجزے دکھاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کسی سے بھی توکر نہ کریں کہ ان میں کس قدر طاقت ہے اور انہیں ملامت کرتے ہیں جو انہیں خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ کہ میں قانون کو محکم کرنے آیا ہوں نہ کہ توڑنے کے لئے۔ اور کہ آسمان و زمین ٹل جائیگا لیکن قانون کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا۔ لیکن وہ خود سبت کے متعلق قانون کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اسکے

خلاف کر کے اسے تبدیل کرتے ہیں (متی باب ۵) +
ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے شاگرد اسی خدا کی بادشاہت کو دیکھ لیں گے اور ساتھ ہی کہتے ہیں سو اے خدا کے کوئی بھی مبعوث میرے نہیں جانتا کہ وہ بادشاہت کب ہوگی۔ وہ اپنے تئیں انسان کی اولاد بتلاتے ہیں۔ اور ان کا نسب یسوع کی طرف سے داؤد سے ملایا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے مسیح ہونے کی پیشگوئی پوری ہو۔ لیکن اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ ہرگز یسوع کا بیٹا نہ تھا بلکہ روح القدس سے پیدا ہوئے تھے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ وہ سارے جہان کے لئے معلم بن کر آئے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوٹی ہونی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

(متی باب ۵ آیت ۲۲) +

خطبات لندن مسلمان نماز گاہ

منبر

اسلام اور مسئلہ قسمت

(از شیخ محمد صادق ڈوڈلے رائٹ)

معاذین اسلام جو الزامات آئے دن اسلام پر لگاتے رہتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام قسمت کے مسئلہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور کہ قسمت کے خلاف انسانی جدوجہد کی بجا پرگی کا مسئلہ اسلام میں نہایت عرصہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اصلیت غالباً یہ ہے کہ قسمت کا مسئلہ فرقہ جبریت کی ایک شاخ میں عروج کمال کو پہنچا جو رفتار کا ثبات کو مجبوری و لامذہ خیال کرتے تھے جس میں بالحق وحدت کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ ان کے خیال میں قدرت علت معلول کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر میں گرفتار تھی قسمت ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو ہر ایک واقعہ کو جو پیش آتا ہے کسی علت عقلی کا فعل خیال نہیں کرتے بلکہ کو رائے مجبوری سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ دہریت اور ہمہ اوسیت کی قسم سہ ہے۔ اور اس کا ماحول فلسفہ اور انسانی دماغ کا قابل رحم بگلہ پن ہے۔ ہر کلمے کے خیال میں ہمہ اوسیت مادیت اور قسمت ایک ہی تھیلی کے بٹے پٹے ہیں۔ جو دہریت محض میں جن پر ملتے سازی کی آڑی ہے اور قلبی قسمت کو دہریت کی بجائے پناہ قرار دیتا ہے +

اب یہ مسلم ہے کہ اسلام دہریت کے خلاف ایک زنجیر جھٹکتے ہے۔ اُس کا پہلا اور بڑا

مگر کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اُس کا وہ سرکار کہ نہ مائت جو ذات باری تعالیٰ کے عقیدے کے بغیر بالکل معنی ہوگی +

۱۔ قسمت کا عقیدہ اپنے پیروں کو زندگی کی عام انزاسن کی طرف سے بھی قسمت اور کابل بظلمت کی طرف مائل ہوتا ہے اور جیسا کہ ڈاکٹر لیمس مارٹینو لکھتا ہے قسمت کا پہلا مسئلہ انتظام کو مائل کر دیتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ ہر ایک چیز کا انحصار قسمت پر ہے اور ہر ایک پیش آنیوے

اس معاملہ میں ایک راہِ معتین کو دیتی تو پسند میں پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔
 بلاشبہ وہ خدا کے سامنے تجھے کوئی مدد نہیں دے سکتے اور تحقیق ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست
 ہیں اور اللہ پر میزگانوں کا رفیق ہے۔

اسلام سکھاتا ہے کہ انسان کا فرض ہو کہ کائنات کے حاکم علیٰ کے قوانین کے ساتھ مطابقت
 کرے۔ واللہ یحب المطہرین۔ اللہ پاک لوگوں کو دوستی رکھتا ہے۔

جب کبھی ہم اُن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں بعض اوقات کسی بھی چیز کے ذریعہ
 اور بعض اوقات کسی بیماری کے ذریعہ ہم کو اطاعت و فرمانبرداری کے راستے پر لایا جاتا ہے۔
 وہ مصائب جو اللہ تعالیٰ ہماری بہتری کے لئے بھیجتا ہے وہ ہمارے لئے نعمتیں ہیں۔ وہ تمام

اشیاء جو ہماری دانت میں اچھی ہوتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک بُری ہیں وہ مضر ہیں۔
 ورثیت ایزدی ظاہر ہیں آنکھوں کو خرا کیسی ہی بُری دکھائی دے تحقیق میں اچھی ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا زودہ ہو کہ جو شخص آگ میں گر اہڑا ہے اُسے رخصی برضا و آئمی
 ہونا چاہئے۔ اور جو آگ کو باہر ہے کوئی رو نہیں کہ وہ اپنے نشیں آگ میں ڈال دے۔

انسان کی فطرت میں ایک ایسا میلان طبع ہو کہ اگر اُسے قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ
 انسان کو گمراہ کر دے۔

واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجبنا علیہا اباؤنا و اللہ امرنا قبل الذل

یا مری الغشاء اقولون علی اللہ مالا تعلمون (اور جب وہ کوئی سبائی
 تے ہیں تو کہتے ہیں ہمارے اباؤا و اجداد کو ایسا کرتے دیکھا ہو اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے
 تحقیق اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کے خلاف وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں
 علم نہیں)۔

وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ہدٰہم حتیٰ ینزل علیہم
 حقون کی قوم کی ہدایت کر کے اللہ اُسے گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ ان کو صاف طور پر ہدایت
 وہ کن چیزوں سے پرہیز کریں۔

بجائے اس کے کہ انسان اپنی حیوانی خواہشات کا تابع ہو جائے ضرور سکھ کر وہ اُن کو اپنے

قابوس رکھے۔ اس راستہ میں پہلا قدم یہ کہ انسان نفسِ نواۓہ کی طرف متوجہ ہو۔ جو توجہ ہے
بہشتی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط۔ پاک اور کامل ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان پھر اپنی ہر ایک
خوابش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے ۛ

انسان کوئی کل نہیں جسے ایک اعلیٰ اور بزرگ طاقت چلاتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات
حی و بصیر علیم و رحیم۔ اپنی مخلوق کی خالق اور انکی نگرانِ حال اور انکی ہادی ہو کیونکہ بغیر اللہ تعالیٰ
کی ہدایت کے غلطی کا لہجہ احتمال ہو۔ اسلام کے معنی ہی اللہ تعالیٰ کی کامل عبودیت ہیں۔
بلکہ ہم کہتے ہیں راضی برضاء الہی ہونا اور اسلام میں تقدیر یا قسمت ہے۔ اسلام کھاتا ہے
کہ سب اعلیٰ مرتبہ جس پر فائز ہونے کی انسان کو شش کر سکتا ہو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی
رضاء کے ساتھ پوری مطابقت کرے ۛ

تمام محبوب و مناجات میں سب مشکل اشعار جن کو اپنی روح میں پیوست کر لینا چاہئے
اور جن کو اپنا بنا لینا چاہئے ان کا ترجمہ یہ ہے :-

میری مرضی کو ہر روز اپنے قابوس رکھ۔ اس کو اپنی مرضی کے ساتھ چلا لے۔ اور
میرے دل کو وہ سب کچھ نکال کر پھینک دے جو مجھے یہ کہنے سے روکتا ہے کہ تیری مرضی
پوری ہو ۛ

ذاتِ الہی کے وہ اوصاف جن کا تمام دیگر اوصاف کی نسبت قرآن کریم میں زیادہ ذکر
آتا ہو اللہ عزوجل اور الرحمن ہیں یعنی رحم کرنا والا نہایت مہربان۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مفہوم ایسا
جس کو ہمیں ایمان کے مضبوط پاتھوں سے پکڑ لینا چاہئے۔ روحانی زندگی ضرور ہی کو اپنی فدا کر
روحانی سرچشمے سے وصول کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں متواتر مناجات اور تزلزل ہونا
چاہئے۔ نہیں کہ وقفے و اکر اس کے حضور میں رجوع کیا جائے۔ یہ ایک دوا حقہ حقیقہ
کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں ان کو ہمیشہ نئی طاقت ملتی رہتی ہو عمل کا یہ آغاز ہوتے
کیونکہ اس رجوع کے انتظار کے بعد وہ عقابوں کی طرح پردوں کے ساتھ اوپر چڑھیں گے۔
وہ دوڑیں گے اور ان کو ٹھکان نہیں ہوگی۔ وہ چلیں گے اور ان کو کمزوری محسوس نہ ہوگی۔
شور و غوغا کی ظاہر جاری نہ ہوگی۔ طاقت سکون اور بھروسے میں ہے۔ جب یہ کیفیت

حاصل ہو جائے نیز اگر اس کو پہلے کبھی بوجہ معلوم ہوئی ہو تو اب بار معلوم نہیں ہوتی۔ یہ فرض سوچا
افضل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک طرح خاص رعایت ہو جاتی ہے۔ اور روحانی تکلم کے مرتبہ پہنچ جاتی
ہے کہ بستی زندگی میں داخل ہونے کے لئے ہمیں کسی مستقبل لعید کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بہشت
دو نہیں رہتا۔ بلکہ فوراً بلجایا ہے +

میرے بولا مجھے کوئی غم نہیں۔ کیونکہ میرے غم کو تو نے اپنا بنا لیا ہے میرے بولا
میں ظفر و شادمانی میں رہتا ہوں۔ کیونکہ تو نے اپنے غم سے مجھے یہ شادمانی عطا کی ہے +
مسیح کی انجیل کے ۲۶ ویں باب میں جو باغ والی تین دعائیں مرقوم ہیں۔ اُن دعاؤں کے
بعد حضرت یسوع مسیح کی کیفیت قلبی میں جو عجیب بدیلی ہو جاتی ہے اسے اسلام کی ایک صریح تفسیر
مثال موجود ہے پہلی دعا سے پہلے یسوع نے کہا تھا ”میری جان بہایت غمگین ہے
یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے“ پھر وہ اپنے شاگردوں سے الگ ہو گیا۔ اور
غم و اندوہ کے درد کے ساتھ ٹیوں دعا کرنے لگا ”اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹ جائے“ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا فقرہ ادا کرنے سے پہلے آداز میں کچھ وقفہ ہوا۔ جو غالباً میلان طبع اور
فرض شناسی کے درمیان جدوجہد کا وقت تھا۔ جب اس دعا کا دوسرا اور آخری فقرہ ادا ہوا
جو شاید ایک دینی ہوتی چیخ کے بغیر نہ تھا۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ
جیسا تو چاہتا ہو ویسا ہی ہو“ اس وقت دوفرائض پیش نظر تھے ایک خودی اور دوسرا
مستبعد۔ پس وہ اٹھا اور شاگردوں کے پاس گیا۔ لیکن وہ سو رہے تھے۔ لہذا وہ پھر
دعا کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اب دعا کا لہجہ بدل چکا تھا۔ اب ایک ارفع و اعلیٰ ہستی کے
سامنے کامل عبودیت کا لہجہ اس پر مستزاد تھا۔ جو صدق اور خلوص والی دعا کا ہمیشہ نتیجہ
ہوتا ہے۔ خواہ وہ زباں سے ادا کی جائے یا نہ کی جائے۔ الہ میرے پٹے بغیر نہیں مل سکتا
تو تیری مرضی ہو رہی ہو“ دعا قبول ہو چکی تھی۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے
کامل فرمانبرداری کا انعام مل چکا تھا۔ لیکن اس کے شاگرد دوسرے ہیں معلوم ہوتا ہے
وہ نہیں سمجھتے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ان کو جگانا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کو بھی جاگت اور
دعا کرنا ہے۔ پس یسوع پھر ان کو جگانے جاتا ہے۔ لیکن انجیل میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ وہ اس وقت

جائے بلکہ یہ کچھ کہ یسوع دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیا کر کرنے کے لئے پھر واپس گیا تاکہ رضا الہی کے ساتھ اپنی فرمانبرداری کو مضبوط اور مستحکم کرے۔ ابدِ عام میں تبدیلی کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ انسانی خواہش مشیتِ ایزدی کے سامنے سر بسجود ہو چکی تھی۔ پس وہ پھر گیا۔ اور تیسری بار الہی الفاظ میں دُعا کی۔ اب ذرا ان مراحلِ ترقی پر غور کرو۔ پہلے مذہب ہے پھر تسلیمِ خم ہوتا ہے۔ اور آخر کار طاقت آتی ہے اور جب تسلیمِ خم نہیں ہوتا اور تکانِ بے چور شاگردوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اٹھو چلیں تو ہمیں اس حکم میں ایک غوثی کا لفرہ۔ ایک شادمانی کی لہر اور راضی بقضاء الہی کی راحت نظر آتی ہے۔ دُعا سے پہلے وہ مہذب کے بل گر اٹھا۔ اب دُعا کے بعد وہ اٹھتا ہے۔ اور محبت اور شوق کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کرنے جاتا ہے۔ یہ سب دُعا کا نتیجہ تھا۔ اور جو کچھ یسوع کیلئے ممکن ہو سکے لئے ممکن ہو۔ یہ تمام نظارہ اس قدر بشریت کا رنگ رکھتا ہے کہ جو نبی ہم یسوع کو قادر مطلق اور علیم و خیر فرض کرتے ہیں۔ اسکی غلطی فوراً زائل ہو جاتی ہے۔ پہلی دُعا کے وقت جو اس کے قلب کی کیفیت تھی۔ اس سے خود غرضی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ خود غرضی عوام کی خود غرضی کی زیادہ مہذب اور مستہ ہے۔ یہ خود غرض دُعا بن جاتی رہی۔ اور اسکی جگہ رضا الہی کے سامنے کامل فرمانبرداری نے لیلی +

مذہب اس وقت کامل ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے کچھ سے طور پر جھک جاتا ہے۔ اور اپنی نجات اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی تمام مادی اغراض و خواہشات کی قربانی میں تلاش کرتا ہے۔ ایک دوسرے شخص کے نیک اعمال یا قربانی پر ذہنی ایمان لانے سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ باپوں کو بچوں کی خاطر قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ بچوں کو باپوں کی خاطر قتل کیا جائیگا ہر ایک شخص اپنے گناہوں کی پاداش میں قتل کیا جائیگا (پرانامہ) ہر ایک شخص اپنا ہی بوجھ اٹھائیگا (پرانامہ) مسند اطاعت کی ذہنی قبولیت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ نجات الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال سے عقیقہ ہے نہیں بلکہ چاہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ نجات راستے میں پہلا قدم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی مرضی

اپنے قوتے۔ اپنے رجحانات اور اپنے مقاصد قربان کرنا سیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکی رضا سے زیادہ ہمیں کوئی چیز عزیز نہیں ہونی چاہئے۔ یہ ایسی خیالی زندگی نہیں جس کا حاصل کرنا ناممکن ہو۔ جو زمانہ سابق کے انبیاء اولیاء نے کر دکھایا ہے۔ اسی زمانے کے مرد و عورتیں بھی کر سکتے ہیں۔ اس کا سرچشمہ کوئی راز سر بستہ نہیں ہے۔ یہ مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا اصول اور عائد بنالینے سے حاصل ہو جاتا ہے +

وَلَا يَكْلَفُ اللَّهُ لِنَفْسٍ مَّا وَنَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهِمَا مَا كَسَبَتْ۔ کسی شخص کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو کچھ وہ کماتا ہے۔ اسی کو ملتا ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتا ہے اسکی اجر اسی کو ملتا ہے +

اللہ تعالیٰ کی مرضی کی فرمانبرداری قسمت نہیں ہے بلکہ اس کا اثر سکون الطینان محمد ﷺ نے مسود پریشانی سے نجات۔ امن اور الطینان کا بھروسہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی راحت ہے۔ روحانی زندگی زیادہ حقیقی۔ قوی اور آزاد ہو جاتی ہے۔ اور جو انی زندگی زیادہ مجبوس ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انبیاء سابق خدا کے ساتھ چلتے تھے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کی مرضی کی کامل فرمانبرداری اور صلاح و عافیت کو پورے طور پر پیش نظر رکھنے کا نتیجہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حکم و ناطق کے دروازے اب بھی ایسے ہی کھلے ہیں جیسے آگے تھے۔ لیکن یہ منزلی آسان نہیں۔ اور راستے میں بہت مشکلات ہیں صرف صادق لوگ ہی اس میں حل سکتے ہیں + مولانا جو کچھ چھوٹا یا بڑا فاصلہ ہم کریں۔ جو کچھ ہم بولیں اور جو کچھ خیال کریں۔ وہ سب تیری بڑائی کے واسطے ہی ہو۔ اور ہم کسی فرض سے گھبراتے ہیں یا الرحمن الرحیم۔ تجھ ہی سے ہم پناہ اور فضل مانگتے ہیں۔ تو ہمیں اپنے فضل سے صراط مستقیم پچلا اور قائم رکھ +

اسلام عیسائیت اور مسئلہ قسمت

اسلامک ریویو: جو قسمت کا مسئلہ جیسا کہ مغرب میں اسے سمجھا جاتا ہے قرآن میں ہرگز نہیں ہے۔
 اس کا الزام قرآن کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔ اسلام کو بہت سے یقین مروج تھا۔ بلکہ حقیقت یہ کہ جب
 اس دنیا میں جہالت تھی تو یقین بھی اسی وقت سے ہے۔ یہ ان لوگوں کا مادی تسکین پسندی ہوتا تھا۔ جب اکثر
 اپنی ہی طاقت اور کوشش کا شکار ہوتے تو غلطیاں چونکہ انسانوں کے تقاضائے بشریت سرزد ہوتی ہیں
 وہ پیش لیا رہتے ہیں کہنے قصور و دوسروں کے سر پر دے دیں۔ اپنے آپ کو اپنے مصائب کی وجہ قرار دینا
 تو بڑی بے فائدہ اور فوفاک بات ہے۔ یہ مادی کلیت اس قدر زیادہ اور گہری تھی کہ بہت کم لوگ ہسکو
 برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ تو نہایت ہی ہر انسان اور غم زدہ کر دینے والی بات ہے۔ انسان اس کر کے
 گھبراتا ہے۔ اور اپنی مصیبتوں کی وجہ دوسروں کو قرار دینے کو اس کے دل کو بڑی تسکین ملتی ہے۔ بعض اوقات
 اپنی مصیبتوں کی وجہ معلوم نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں قسمت اس کا آخری ٹھکانا ہوتی ہے۔ مسئلہ
 قسمت کا یہ افسانہ کی ہی تاریخ ہے اور یہ عقیدہ ان قوموں میں مروج و قبولیت حاصل کرتا ہے جو کسی زمانہ میں
 اقوام عالم میں مبرز و مثبت رکھتی تھیں۔ لیکن اب اپنے اعمال کی وجہ کو دن بدن بھول رہی ہیں۔ ایک
 قدرتی امر ہے کہ کوئی مسلمان جو اپنے آپ کو مصائب کے گھراؤ اور کھیتا ہو اسے خیالات کے اظہار سے
 اپنے دل سے بڑھ دھکا کر کے کوشش کرتا ہے کہ بادی النظر میں قسمت کے عقیدہ کی تائید کرتے ہیں لیکن اس قسم کے خیالات کا اظہار
 کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسلام اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے بلکہ برعکس اسکے وہ اس عقیدہ کو باطل ٹھہراتا ہے۔
 اسکی وجہ جانا مشکل نہیں ہے کہ بعض اسلامی تصنیفات میں یہ عقیدہ کس طرح داخل ہو گیا۔ اس عقیدہ
 کو مسئلہ تقدیر کے ساتھ اکثر غلط ملط کو دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کران ہر دو مسائل کے درمیان تفریق کرتی
 ہے۔ لیکن جو لوگ حرکت ادا کرنے کے مسئلہ کے متعلق غلط خیالات و تفسیریں کئے ہوئے تھے انہوں نے
 قرآن کریم کی بعض آیات کی جو افسانوں پر غلط تاویل کی۔ آیات قرآنی کا اقتباس پیش کرنے سے
 پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں اسلامی تعلیمات کسی قدر بیان کیجائیں۔ ان تعلیمات کا تحریر
 کر کے جب بھیجا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسمت کے عقیدہ کے قطعی خلاف ہیں۔ قسمت ہر ایک کو لازم
 بنا دیتی ہے لیکن قرآن کریم کتاب ہے کہ جس میں انسانی فعل کو سبب قرار دیا ہے اور اس کو چاہو ہو سکتا ہے قسمت کے
 عقیدہ کی وجہ مصیبت اٹل اور تقسیم ازل سے حکم کے ماتحت ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ یہ ہماری لاعلمی

یاقانون کی خلاف ورزی کو پہلہ ہوتی ہے قسمت کا ماننے والا مجبوراً یہ مانتا ہے کہ نیکی اور بدی اللہ تعالیٰ نے پیشتر ہی مقرر رکھی ہے لیکن مسلمانوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وہ ایمان لکھیں کہ نیکی اور بدی اللہ تعالیٰ نے ہی مقرر کی ہے۔ اور بدی انسانی تحصیل ہے۔ علاوہ انہیں قسمت عقیدے میں یہ جو ناگزیر ہوگا کہ انسان یا لامحدود ترقی کی قابلیت سے محروم نہیں ہے۔ اور قانون اور اس کی بجا آمدی کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اسلام اس قابلیت کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ارادت و انسانی کیلئے قواعد و ضوابط نافذ کرتا ہے۔ قسمت نیکی و بدی میں تمیز کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔ اسلام سکھاتا ہے کہ انسان نیکی و بدی میں تمیز کرے۔ اور ان دونوں میں سو ایک کا اختیار کرنے کی کچھ دی گئی ہے۔ لہذا انسان اپنی قوت تمیز سے استعمال کا وادہ کرے۔ اسی وجہ سے علت و معلول کا مسئلہ اسلام میں ایک عقیدہ بن گیا۔ یعنی کرنے اور بدی سے پہلے کی انسانی عقل کو مضبوط کرنے کے لئے سکھایا جاتا تھا۔ کہ غیر متبدل قوانین کے ماتحت نیکی و بدی کو پہلے ہی مجبوراً پیدا ہوگی۔ یہ عقدہ جو چکا ہے۔ پس علت و معلول کا مسئلہ ایک قانون الہی ہے۔ خواہ تم اسکو نقد کرنا یا قسمت۔ قرآن کریم میں ہی سکھایا گیا ہے۔ تعلیم قسمت کے عامیہ مفہوم کے تطبیقاً قرآن کریم اور احادیث نبوی صلیم کے مندرجہ ذیل اقتباسات بطور بالاکا تاثیر کرتے ہیں۔

نیکیا مہر میں تمیز کرنے کی سمجھ دیجی ہو اور نفس و ماسوہا فالحمہما فحورہا و
 تقوہا (جو کچھ بھلائی انسان کو پہنچتی ہو وہ منجانب اللہ ہی پہنچتی ہو۔ اور جو کئی تکلیف اسے
 پہنچتی ہو وہ اپنی جان سے ہی ہوتی ہو) (ما اصابک من حسنة فمن الله وما اصابک من
 سيئة فمن نفسك) (جو کچھ انسان پر نصیب پہنچتی ہو یہ اس کے اپنے ہاتھ کا کام یا ہوا ہوتا ہے
 پھر بھی خدا تعالیٰ بہت معاف کر دیتا ہے) (وما اصابکم من مصيبة فمما کسبتہ
 ایدیکم ولعلکم تعقلون) (جس نے ذرہ بھڑائی کی ہوگی وہ قیامت کے دن اُسے دیکھ لے گا
 اور جس نے ذرہ بھڑھائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا) (مَنْ لَعَلَّ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ
 وَمَنْ لَعَلَّ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) (خدا تعالیٰ کسی شخص کو کسی بہت سے زیادہ
 تکلیف نہیں دیتا جو کچھ وہ کماتا ہو اُسی کو ملتا ہو اور جو کچھ وہ کرتا ہو اُسی کا اجر وہ پاتا ہے
 (اَلَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ تَفْسًا هَلًا وَّ شَعًا هَلًا مَّا كَسَبَتْ وَاَعْلٰیہَا مَا اَلْتَبَتْ)
 یہ ہے دین اسلام جو اس عقیدہ بھرت فیدہ کا ہر طرح کا بطل کر تا ہو ہم حیران ہیں کہ کس طرح عقیدہ
 قرآن کریم کے نام منسوب کیا جا سکتا ہے جس کی پہلی ہی آیت قسمت وغیرہ کے تمام عقاید کا بطلان
 کرنے کے لئے کافی ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے
 ہی ہیں جو اس کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا ہے اور جو ان تمام قوی کو جو اس نظام
 کائنات میں پوشیدہ ہیں قی و دیتا ہو۔ اور جس نے وہ تمام اشیا پیدا کیں جن کی انسانی فشو و نما
 اور افعال لے لٹ ضرورت ہوتی ہو اور جو بیش بہا اور لا انتہا نعمات ہم کو عطا کرتا ہو جب ہم اُس کے
 پیدا کردہ اسباب کو اپنے فائدہ کیلئے استعمال میں لاتے ہیں اور جو ہمارے اعمال سیئہ کی ہم کو سزا
 دیتا اور نیک اعمال کا اجر دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی یہ چار صفات جو قرآن کریم کی پہلی آیت میں مذکور
 ہیں فی الجملہ وہی نفسہا قسمت کے عقیدہ کے خلاف ہیں۔ اگر قسمت کا عقیدہ درست ہے
 تو قرآنی کاراستہ ہر ایک کیلئے کھلا نہیں ہو سکتا لیکن رب اور رحمن کے الفاظ میں مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ
 انسانوں کی انفرادی قی و دیتا ہے۔ وہ ہر ایک فرد کو عانت کرے۔ اور اسی ترقی میں امداد
 دینے کیلئے ہر وقت طیار ہو۔ اور جو اسباب اس نے پیدا کئے ہیں۔ وہ سب کے لئے یکساں
 موجود ہیں کسی خاص منہم علیہ کردہ کیلئے محدود نہیں ہیں علاوہ ازیں قسمت کے عقیدہ کے مطابق ہم

ایک گل میں اور بڑے افضل اضطراری ہیں۔ لہذا ہم کسی انعام سے مستحق نہیں ہیں۔ اور کسی سزا کے متوجہ نہیں رہیں اور مالک، یوم الدین سے ظاہر ہوتا ہو کہ ہمارے اعمال سنہ کا ہم کو پہنچا تھا اور ملے گا۔ اور ہمارے اعمال میں ہم کو سزا ملے گی۔ غرضیکہ جو مذہب اس حق صلیب پر، رانرت میں نسل راحہ اور کامیابی ایک بڑی حد تک عفت اور حسنہ کے ساتھ قوانین کی بجا آوری پر انھوں کو رہنمائی اور سکھاتا ہو۔ کہ اس جہان میں اور عاقبت میں تمام مصائب و آلام التسلابی ہیں۔ اسے کسی طرح کو بھی قسمت کے عقیدے کے مترادف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور نیز اسلام ایسا مذہب ہے اور ان کے ساتھ اعمال حسنہ کی بھی تلقین کرتا ہے۔ روز روشن کی طرح ظاہر ہے +

عیسائیت قسمت کا عقیدہ ہے

برخلاف کے جزو سبب یا عقیدہ کسی خاص مسئلہ پر ایمان لانے کو ہی نجات کا واحد ذریعہ قرار دینا جو وہی عقیدہ قسمت کی طرف راجع ہوتا ہو بعض عقائد پر ایمان سے اور تو نجات مل جائیگی۔ اور اگر ایمان الٰہی تو تمہیں تمہارے تمام اعمال حسنہ کے دائمی جہنم میں جاؤ گے پس نجات اور عذاب عاقبت نفس اتفاقات ہیں اس طرح تو نجات بعض لوگوں کو پوری ورنہ ہو جاتا ہو۔ اور دوسروں کو نہیں ملتا۔ اور اگر اس میں تبدیلی کی تہذیبی کیسے تیار نہیں ہوتے۔ اور خدا ہی کوئی لوگ اس عقیدہ کو بیکارہ و بیکار کے حالات میں ان کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہو۔ یہ خیال ہی نہیں ہوتا۔ جس عقیدہ میں پیدا ہوتے ہیں ان میں مرتبے ہیں۔ اگر وہ لافاق ہو کسی پسندیدہ عقیدہ کو قبول کریں۔ تو وہ ناجہ ہو جاتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو عاقبت کا عذاب ان کا حصہ ہو۔ تو وہ ناجہ ہو جاتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو عاقبت کا عذاب ان کا حصہ ہو۔ یہ قسمت کا عقیدہ لہذا اعلیٰ ثابت اور قسمت کا حقیقہ حقیقت میں مترادف ہیں کہ ان پر غیر تک (کتاب نامہ انعام) کو کھولو۔ میں یہ لکھا ہوا پاؤ گے :-

”کوئی نجات پائیکا۔ سب پہلے یہ مقدم اور ضروری ہو کہ وہ کیتھولک عقیدہ رکھتا ہو۔

اور جو کوئی اس عقیدہ کو ناپائید اور پال نہیں رکھیکے۔ بلاشبہ وہ دائمی موت کا شکار ہوگا +

اور کیتھولک عقیدہ یہ کہ ہم ایک خدا ہیں اور تین میں ایک کی عبادت کرتے ہیں +

کیا وہ ہو کہ وہ لکھو کہ انسان و اپنی زندگی میں بھی نیک بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور

میسائروں کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے جو عقاید لطیف و امیت میں سب کو سکھائے جاتے ہیں ان کو بلا سونے
 بجھے قبول کر لیتے ہیں نجات پا جائیں ورنہ کوڑا مارا انسان جو مشد کفارہ کی قبولیت کے حق میں
 نامساعدت حالات کی وجہ سے مسیح پر ایمان لائے بغیر مر گئے ابدی موت کا فکرا رہوں۔ اور کیا وجہ
 کو وہ لوگ جو ان قطعات ارض میں لودر باش کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں جہاں مسیائی مشنری آئیں
 نہیں پہنچے۔ ابدی جہنم میں جھڑک دئے جائیں۔ انہوں نے مسیح کا نام کبھی نہیں سنا اور ان کو کلیسیا
 کے عقاید کی راز سرستہ فوہاں جانتے کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ اور ان کا تعداد شیر غار بچوں کا کیا
 حال ہو گا جو قبل از وقت مر جاتے ہیں۔ اور غیازی خاندانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے کلیسیا کی اس
 نے معنی رسم کی عایت کے نیچے نہیں آتے جس کو بنی بابوں اور دینی ماؤں کا گردہ پیدا ہو گیا ہے
 یہ ہم مختلف اقسام کی رومن بوجہ ایسے حالات کے جن پر ان کو کوئی قابو نہیں تھا دھڑکی مٹا رہا
 میں گرفتار ہو گئی۔ یہ ہے خالص اور سر تپا عقیدہ موت۔ نیالات بالا بتیہ اثر ضروریہ کرم
 یعنی تناسخ کے عقیدہ پر بھی حاوی تھے ہیں جس کے رومن سماسی موجودہ زندگی کی راحت و غم
 ایک خاص پسپی رکھتا تھا اور ہم آئندہ کسی فرصت میں اس کے متعلق کچھ لکھیں گے +

نمبر (۵۱) صفات الہی

از قلم بنیاد خواجہ کمال الدین صاحب مہتمم مشنری

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
 وَأُولَٰئِكَ هُمُ وَقُودُ النَّارِ كَذَابِ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاحْزَنُوا اللَّهُ يَذَّبُ عَنْهُمْ وَيُرِيهِمْ وَيُؤْتِيهِمْ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ
 قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْلَبُونَ وَتَحْسَبُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَأَنْتُمْ لَهَا كَاذِبُونَ
 قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَهُمْ رَأَى الْعَيْنِ مَا وَاللَّهُ لِيُوَسِّدَ
 بِهِنَّ مِمَّنْ لَيْسَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةٌ إِلَّا وَلِيٌّ لِّلْعَالِيَةِ بَصِيرَةٌ لِّلنَّاسِ

حُسْبُ الشَّهَوَاتِ مِنَ النَّسَائِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرَ الْمُقَنْطَرَةَ مِنَ الْذَهَبِ
وَالْفِضَّةِ وَالْأَخْيَلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامَ وَالْخَرْبَ ذَلِكَ مَتَاعُ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَ حَرْبِ الْمَيِّبِ كُلُّ أَوْ تَبِئْتُمْ
يَعْتَبِرُ مِنْ ذَلِكَ مَا لِلَّذِينَ الْقَوُوا عِنْدَ أَنْ يَهْمُ جَنَّتِ الْحَيَاةُ مِنْ
لَعْنَتِهَا فَلَا تَعْرِضُوا لَهَا فِيهَا وَأَزْوَاجُكُمْ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ
وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (سورة آل عمران رکوع ۲)

ترجمہ تحقیق جو لوگ رک کا فرہوئے نہ کفایت کر سکیں اُن کو مال اُن کے اور اولاد
انکی اللہ سے کچھ اور یہ لوگ وہی ہیں اسلئے اُس کے بھی عادت لوگوں فرعون کی اور جو لوگ
پہلے ان سے تھے جھٹلایا انہوں نے نشانیں ہماری کولس کپڑا ان کو اللہ نے ساتھ جھٹلایا ان کے
اور اللہ سخت عذاب کر دیا۔ کہ واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے مشابہ محبوب ہوئے تم اور آٹھے
کئے جاؤ گے طرف دوزخ کے اور برا بھلا نہ تحقیق ہے واسطے تمہارے نشان بیچ دو جاؤ گے
کہ اطمین اس میں ایک جماعت کو ملتی ہے بیچ راہ اللہ کے اور دوسری کا فرہوئی دیکھتے تھے وہ کا فر
مسلمانوں کو دو بار اپنے دیکھنا آنکھ کا۔ اور اللہ قوت دیتا ہے ساتھ مدد اپنی کے جس کو چاہے
تحقیق بیچ اس کے البتہ نصیحت واسطے آنکھ والے کے۔ زمین دینی واسطے لوگوں کے محبت
خوشیوں کی عورتوں سے اور بیٹوں سے اور خزانے اکٹھے کئے ہوئے سونے سے اور چاندی سے اور
گھوڑے نشان سے ہوئے اور چارپائے اور کھیتی۔ یہ فائدہ ہر زندگانی دُنیا کا۔ اور اللہ نزدیک ہے
ہر چھٹی جگہ پھر جانے کی۔ کہ کیا خبر دوں میں تم کو ساتھ بہتر کے اس سے واسطے ان لوگوں کے کہ پرہیزگاری
کرتے ہیں نہ ایک ب انکے کے پیشین میں ملتی ہیں پیچھے ان کے سے نہیں ہمیشہ ہنسنے والی بیچ اسکے
اور یہ بیان میں پاک ہوئی اور رضا مندی اللہ کی طرف سے۔ اور اللہ دیکھنے والا ہے ساتھ بندوں کے
یہ رکوع جو میں نے اب تلاوت کیا ہے قرآن شریف کی بڑی بڑی صدقہاں میں جو بعض
کی طرف ہماری توجہ کو مبذول کرتا۔ یہ آیات ہماری مذہبی صدقہاں ہی کو ظاہر نہیں کرتیں
بلکہ وہ راہ اور طریقے بھی بتلاتی ہیں جن کو ان آیات پر کامیابی کے ساتھ عملدرآمد ہو سکتا ہے نہایت
مُراد اس قسم کے مسائل اور عام اعتقادات ہی نہیں جو کہ ہم اپنی ماں کی گود میں سیکھتے ہیں اور نہ کہ

ایسا تعادل ملے عقلم پریش کرتا ہو جس کی ناواقفیت ان پر عمل نہ کرنے کے لئے کافی غمزدگیال کیا جائے
 مذہب کی غرض ان باتوں کو بالاتر ہو نہ ہم اب آیات بالالہ کی تعلیم کو امر و نہی کی روشنی میں دیکھتے ہیں مثلاً
 اگر بعض کا خیال ہو کہ مذہب کی بڑی غرض و عنایت جناب مسیح کے خون پر اعتقاد رکھنے سے
 پوری ہو جاتی ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کھوکھلا مخلوق کا کیا حشر ہو گا جو حضرت مسیح کے
 خود اس دنیا میں ظاہر ہونے کو پیشتر نرسنہ بکثرت ہو گئے۔ اور یہی سوال واقفیت کے متعلق ہمارے
 اعتقاد پر ہو سکتا ہے۔ پھر یہ ایک غمزدگی ہے کہ خدا نے اپنا پرانا نظام بیکر دنیا کو جناب مسیح کے ذریعہ
 ایک نئے نظام عطا کیا اور اپنے نظام کو بالکل منسوخ کر دیا۔ اس نئے نظام کو قبول کرنا گویا خدا کی صفت
 ہمہ دانی و اسے محروم کرنا ہو اور نہ ہی ماننا پڑیگا کہ خدا ہماری قوتوں کو ناواقف تھا۔ اور وہ یہ نہ جانتا
 تھا کہ انسان اس کے احکام اور اس کی شریعت پر عمل کو نیسے قاصر ہے۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر کیوں
 اس نے اپنی مخلوق کیلئے پہلے ایک نظام مقرر کیا۔ اور پھر یہ معلوم کر کے کہ وہ اس بوجھ کو نہیں
 اٹھا سکتی تو اس پر اپنا فضل کر دیا۔ اب ہم اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور
 پوچھتے ہیں کہ نہ ان کی عنایت اور فضل اسکی کھوکھلا مخلوق تک کس طرح پہنچ سکتا ہو جو جناب مسیح
 کے ذریعہ خدا کا کلام دنیا میں آنے کے بعد بھی نہ سن سکے عیسائی مذہب کا چرچا تمام دنیا میں
 ہو رہا ہے تاہم ابھی ایسے مقامات موجود ہیں جہاں یہ مذہب یا جناب مسیح کی آواز نہیں پہنچی۔
 حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کا فضل سب کے لئے یکساں ہے۔ اس نے دنیا کو ایک ہی انداز پر بنایا ہے جب
 اس نے اپنی عنایات جسمانی لحاظ سے سب کو برابر برابر عطا کی ہیں تو اپنی روحانی الطاف کا دروازہ
 بعض پر بند کرنا کیوں کر پسند فرمائیں گے یسوعی کی کریم تمام کی آنکھوں پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح
 خدائی نور کے شعلے بھی سب تک پہنچتے ہیں۔ اس طریق استدلال کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب
 پانچ نہیں ہو سکتا جو انسان کو اپنے احکام کی تابعداری پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض اس کے
 ہمارا دعویٰ ہے کہ انسان کی فطرت ہی میں مذہب کے صحیح اصول گندے ہوئے ہیں۔ انسان
 اخلاقی پہلو کو اپنے اندر بعض قوتیں اور طاقتیں ایسی رکھتا ہے جو پرورش کی محتاج ہیں۔
 اور اس کے اندر اس راہ پر چلنے کی خواہش ہے جس پر قدم مارنے سے یہ قوتیں ترقی حاصل کرتی
 ہیں۔ اور اس اصول ہی کا نام مذہب ہے جو قوموں کی ترقی و تربیت کے عمل کو حقیقت کے مطابق

انسان اپنی فطرت کو نظر میں اپنے ثلوس کا ذریعہ سمجھ جانتے ہیں کہ انسانی اعضا جن میں خوراک جاتی تو کوئی ایسی چیز قبول نہیں کرتے جو انہیں ضرر پہنچائے۔ جہاں تک ان اعضا کا تعلق ہمارے فطرت سے اختیار میں ہو کہ صحیح قسم کی خوراک کو پسند کرے۔ او خراب یا غلط قسم کو رد کرے۔ اگر ہمارے معدہ میں مکھی چلی جائے تو معدہ میں اس کے آنے سے سخت فتور پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے روحانی اعضا بھی پرورش کے محتاج ہیں۔ اور فطرت کے مطابق وہی مذہب ہے، برومانی اور اخلاقی قومی کو مضبوط بنائے چنانچہ قرآن شریف ذیل کی آیات میں اسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہے +

فطرة الله الذي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك دين لقدير۔

انسان کی فطرت ہی اس کا مذہب ہے اور اس فطرت کے نمود اور ظہار کے ساتھ ہی اس کے اندر تدبیر بھی تحریک و تمیز بختہ ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے تمام الہامات صرف اسی صداقت کو یاد دلانے کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ ہیں بتلاتے ہیں کہ ہمارے اندر بڑی کام کی قوتیں رکھی گئی ہیں۔ جن کی وجہ ہم آخرت میں ان شاہراہوں پر چلتے ہیں جن کا ہمارے فطرت کو علم ہوتا ہے۔ اور پھر الہامات براہ راست رہبری کے لئے ہوتے ہیں۔ جن کو ہماری اخلاقی ہستی بہتر اور مضبوط ہوتی ہے پس تمام الہامات بطور یاد دہانی کے ہیں۔ اور اسی کو قرآن شریف اکثر انہیں ذکر کئے گئے ہیں یعنی یاد دہانی کے نام سے پکارا جاتا ہے +

اگر ہم ذرا تھوڑی دیر کے لئے اپنی ہستی پر غور کریں نیز ان جسمانی اور اخلاقی عناصر پر جن سے اس کی ترکیب ہوئی ہے اور ان ذرائع پر جو ان کے پرورش اور نمود میں مدد دیتے ہیں پھر ان چیزوں کے لئے اپنی تلاش پر جن کو خوشحالی اور ترقی زیادہ محفوظ اور پائدار ہو جاتی ہے اور اپنے ارد گرد ان چیزوں کی موجودگی پر بھی تدبیر کریں جو نہ صرف ہمارے وجود ہی کی پرورش کرتی ہیں بلکہ ہم میں اس امر کی تحریک پیدا کرتی ہیں کہ ہم زیادہ تر عمدگی اور قوت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ اس قسم کے قواعد و ضوابط کی موجودگی میں جن کے ماتحت ہمارے تمام مذکورہ بالا حالات جسمانی و مادی صورت اختیار کرتے ہیں +

کیا وہ نیک ہے جس کو اس بڑی ہمتی کا پتہ نہیں چلتا جس نے دنیا کو پسیدہ کیا اور نہ اس کا عجیب و غریب دربار ایک نظام بنایا۔ یعنی اس مالک کا جس نے ہمیں ضروری غنیمتیں عطا کیں اور ان قوموں کو فطرتاً ہی دینے کے لئے ہم میں جوش اور زور خواہش ڈال دی۔ اور آخر میں جب ایک صاف اور اٹل قوانین کے ماتحت ہماری ترقی کو آسان کرنے کے لئے تمام ذرائع مادی وغیر مادی کو ہم بنچا دیا اسکی ہمتی کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں سرب ہے۔ اور اس قسم کے رب کو پوچھا نہ اور اسکی فرمانبرداری کرنا ہماری فطرت میں بطور ودیعت رکھا ہے۔ اپنے آپ اور اپنی فطرت سے یہی سوال کرو۔ جواب فوراً پاؤ گے کہ اس قسم کے رب اور مالک کی اطاعت نہایت ضروری ہو سکتی جو مذہب ہماری زندگی کی اس مرکزی حقیقت کو ذہن نشین کرتا ہے۔ اس قبل ہو کہ بمقابلہ دیگر مذاہب کے تمام منطقی اور سمجھ دار نیز سادہ لوح اور سیدھے اسکی پیروی کریں۔ قیام کے دن جب انسان اپنے خالق کے روبرو حاضر ہوگا۔ تو وہ اپنی غلصہ یہ کہہ کر نہیں کر سکتا کہ اس کے والدین نے اسے کسی مذہب کی تعلیم نہیں دی۔ یا کسی استاد نے اسے کوئی مذہب نہیں بتلایا بلکہ ہمارے اندر ہی ایک مذہب اور سچا مذہب ہے۔ اگر ہم اسکی طرف سے غفلت کریں اور اپنی فطرت کے پیچھے نہ چلیں تو ہم اپنے لئے اسی طرح ایک دردناک و زخ تیار کر لیتے ہیں جس سے ہم اسکی متابعت کرتے اپنے لئے بہشت کا سامان بنائے ہیں۔ غرض کہ سچا مذہب یہ ہے جس کی وجہ سے ہماری فطرت کی زندگی میں ہماری فطرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا ہمارے فطرت کی طرف سے ہوتے ہیں ہماری فطرت کو اس کے کاموں میں مدد دیتی ہیں۔ جو شخص انکھیں رکھتا ہوا نہیں دیکھتا جو کان رکھتا ہوا نہیں سنتا اور مجمع و باغ رکھتا ہوا غور نہیں کرتا۔ وہ حقیقت میں اپنی فطرت کی مخالفت کرتا ہے وہ سچ تو یہ ہے کہ اپنے لئے دوزخ تیار کرتا ہے۔ وہ دوزخ جس کی طرف قرآن مجید کی آیات ذیل میں اشارہ کرتا ہے :-

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَوَافِلُ ۚ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدِ ۚ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْخُلُقِ ۚ (سورۃ البقرہ) ترجمہ - اور کیا جانے تو کیا ہو قافلہ۔ آگ ہے اللہ کی سداغیاں مہتی۔ وہ جو چڑھ آتی ہے اور بدلوں کے +

یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ مغربی دنیا اور جو دنیا اس نے صنعت و حرفت اور سائنس میں

اذان

(مسلم دعوت الصلوٰۃ)

اللہ اکبر۔ جب روشنی کی تمہم شعل شب و سحر کے تاریک پردہ کو چھیدتی ہوئی
 نشوون کا افتتاح کرتی ہے تو مؤمن کی دلکش و سرزلی آواز خالق اکبر کی قدرت و جبروت
 کی طرف دنیا کو متوجہ کرنے کے لئے کافوں میں گونجی ہوئی دعوت نماز بنی نوع انسان کو
 ظلمت تاریکی کے شہزادہ کے بکھر و فریب و دکھ کو ترک کرنے کا حکم کرتی ہے
 تاکہ انسان ربانی نور و روشنی کو مستحق ہو۔ اور نور و صفائی کے حاصل کرنے کے لئے اپنے
 قلب پر گہ کوٹھے۔ اور شک و شبہ اور دام و فریب کی تلخ عادات سے اپنے آپ کو مبرا
 مصطفیٰ کرے۔ اور صبح سویرے ہی پہلی آواز جو کافوں میں گونجی ہو وہ اللہ کا حکم ہے کہ
 اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ ان تمام دنیوی مخصوص و العینوں سے
 جو انسان کی روحانی ترقی میں مانع ہیں۔ اور ان بنوں کو جو اس کے اپنے ہی ترشیدہ ہیں
 اور ان خواہشات و جذبات کو جو روح و قلب کو اللہ تعالیٰ سے دور کھینکتی ہیں مؤمن کیلئے مبارک
 کہہ کہ انسان کو ان سب جو دان باطل کو پس پشت ڈالنے کے لئے مدعو کرنا ہے تاکہ
 ضعیف البنیان مہمتی کو اس کا احساس ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی پروردگار
 عبادت کے شایاں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی معبود حقیقی نہیں۔
 اشھد ان محمد اس رسول اللہ۔ اس جگہ مؤمن انسان کو بتلاتا ہے۔ کہ
 اللہ تعالیٰ انسان کو روز بروز اکیلا ہی بے یار و مددگار کے جد و جہد کرنے کیلئے نہیں چھوڑتا
 بلکہ انسان کو مکالم ہوتا ہے اور دنیا کو معلم و معاون و مرشد فرماتا رہتا ہے۔ اور یہ امر اس بات کی
 دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال رحم کی وجہ سے اپنے آپ کو برگزیدوں کے ذریعے
 مشکشف کیا۔ لیکن جب دنیا کی ضروریات بہت بڑھ گئیں۔ تو سب عظیم الشان پیغمبروں تمام
 نسل انسانی کی ہدایت و رہبری کیلئے مکمل ہدایت نادر یکو مبعوث فرمایا۔ آپ کی ذات

کے سوا باقی تمام محلمان ہند میں نے قومی پیغام دیا۔ جو مختص بالقوم تھا لیکن سب سے آگے بڑھ کر
حضرت محمد مصممؐ سے دور کائنات کل دنیا و جہاں اور تمام نسل انسانی کیلئے مبعوث ہوئے۔ آپ کی
ذات الہیہ نعمات ہمارے نمونہ و اسوہ حسنہ ہے اور آپ ہمارے رہبر و مہر و مہر و مہر و مہر ہیں
اور آپ ہمارے مہر ہیں۔ اور دوسروں کو اسی معرفت و نور کی منور فرماتے ہیں جو ان کی دعوت
پر ایک لاکھ ان کے قلب میں ٹھس جانی چاہئے۔ اور اسے شہادت دینی چاہئے۔ کہ حضرت محمد مصمم
خداوند تعالیٰ کے پاک اور سچے رسول ہیں۔ اور پھر اسے خداوند تعالیٰ کے کلام اور سچی
پال و بابرکت کتاب قرآن مجید جو اللہ کے سچے پیغامبر کے دہن مبارک نے نکل کر دنیا پر
اخراج فرمایا۔ ہدایت یا کرس و دنیا میں خاتمہ بالخیر کے لئے سعی و عمل کرنی چاہئے۔ اور
اس دنیا کو اور دینی بہشت نیالی۔ ہم آہنگ اور دلفریب بنانے کے لئے کوشش کرنی
چاہئے۔ اور اس وسلا متی سے مذہب سے نسل انسانی کو سی زمین پر ہمیشگی زندگی بسر کرنی
تصحب و پیروی کی۔ خاکہ کے تمام نسل انسانی جلد ہی جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کر لیں۔
حتیٰ علی الصلوٰۃ نماز کو آؤ کی بلند آواز ابھی تک ہماری توجہ کو مقید نہیں ہوئے
ہے۔ جس سے یہ خوب توجہ و سیدھا ہوتے ہی جب ہماری آنکھیں کھلتی ہیں اور ہمارا نظام
دینی نورانیٹ ہوتا ہے۔ اور خارجی تاثرات اپنا کام کرنے لگتے ہیں۔ تو ہم تمام دنیوی
نفعات سے پیوستہ و وابستہ ہوتے ہیں۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ
میں دلیع آزار و آفتوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کرنے کی ہمت و طاقت ملے۔
ہیں۔ دینا ہمارے اس ارفع و اعلیٰ روحانی راہ را بہین اُنچا چڑھنے میں ہماری امداد
ہو۔ اس کا قرب حاصل ہو۔ اور انسان کی روحانی تکمیل ہو۔

فی علی الفلاح۔ اور انسان در حقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگا لیتا ہے

و سب سے پہلے شریعت سے اسے تسلیم کر دیتا ہے اور فقط اسی کے حضور عز و نیاز
کرتا ہے۔ اسے تعجب کرتا ہے اور صراط مستقیم پر کامزن ہوتا ہے تو علی الفلاح
ہو۔ اسی ایک صادق پرستہ کیلئے صراط مستقیم ہے جو کل
دنیا میں ہے۔ اور ربانی افضال کا آہستہ آہستہ آشکارا ہونا

کس قدر دغریب و خوشنما اور تیریت افزا ہے۔ اور کہ جو بچہ اس حکم الحاکمین کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ وہ اپنے معاوضہ میں کس اصلی و حقیقی فلاح النصیب ہوتی ہے +

نصوۃ حسیراً من النوم انما زخا بگراں سے بہت ہے
 اللہ نے انسان کو بہت اوصاف سے موصوف کیا ہوا ہے اور یہی ذات باری کی طرف حکم پر کر وہ
 من نحمائے آئید کہ اچھی طرح کو استعمال کرے اور غافل شمس و کابل نہ رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا
 مانگے کہ وہ ذات اقدس اسے اسی کئی راہ میں تمام عمر بسر کرنے کی طاقت و استطاعت عطا فرمائے
 اور روز بروز نسل انسانی کی خدمت کرنے میں امداد و نصرت فرمائے ۔

الصَّلَاةُ خَيْرٌ أَمِنْ الْعَمَلِ (نماز تمام عمل سے بہتر ہے امتحان اعلیٰ ہے)
نماز کے وقت انسان کس قدر منظر و منظر آج ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے
برائے اس وقت اور عورتی بھی چیز یاد نہیں ہوتی۔ اور آقاؐ تمام تر توجہ اس محبوب
اسی ذات میں محو ہوتی ہے۔ اور وہ روحانی طور پر ربانی نور میں بلند پروازی
کرتا ہے۔ یوں اس تک کہ اللہ تعالیٰ کا جاہ و جلال اس کے قلب کو
مستور کر دیتا ہے اور وہ بہ چشم نور میں نور کو نظر نہ کر لے اور نور ہو جاتا ہے
یہ کیفیت قلبی تمام اہل معارف کی آقاؐ کی تمام ساعتوں سے بہت دور اور انسانی
نقص العین کا ارتعاش و ارتعاش مقام ہے۔ اور قرب الہی کی بلند ترین پوٹی ہے
اور تکمیل و ہدایت کی حقیقی ساعت ہوتی ہے حقیقتاً نور کی الصَّلَاةُ خَيْرٌ
مِنْ الْعَمَلِ کی حد اب بالکل صحیح و صداقت پر مبنی ہے ۛ

اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہے وہ بے نیاز ہے اور نادار مُسَلِّق ذاتِ اکبر
 سائنسی یہ تہ دس ذاتِ باری دوستِ مہربان مرنی و غیظ بھی ہے۔ صحیفہ قدس
 کا لورہ خورہ آگے پیر ربِ مہرِ صوفی۔ فیاضی اور رحمانیت کی تہ سے آگے
 اس دُنیا کی تمام اشیاء اس رفتِ تہ با نکلِ حقیقہ۔ نئے نئے فائنات و حالت
 جمود و خمود میں رہتی ہیں۔ جب تک کہ بانیِ طاقت اُن کو ریب و تخریص
 نہیں کرتی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہماں نہیں کھیلتا۔

لا الہ الا اللہ - انسان کو اس بات کا کامل یقین و ایمان رکھنا چاہئے
 اس معبود حقیقی کے سوا کسی چیز کی عبادت مزا دار نہیں۔ اسے دنیوی اوصاف
 کہ جس کا حضرت انسان نے ناجائز استعمال کیا۔ علیحدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ دنیاوی
 علائق تم کو اسی طرح اپنی طرف کھینچے۔ جس طرح کہ ایک مقناطیس ایک سوئی کو
 اپنی طرف کش کرتا ہے۔ اور کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے حاضر ہو حضرت محمد
 کے قدموں تلے اور ہمارے مطہر و تبرک و مقدس پیغمبر اسلام سے سیکھو۔ اور پڑھو اور
 قرآن کریم کے حسن و دلفریبیوں کی تتبع کرو۔ اور ادب و توجہ سے اس کے دلفریب
 صفحات کھولو۔ اور غور و فکر و تدبر سے اس کا مطالعہ کر کے اللہ تعالیٰ سے نور ہدایت
 پانے کے لئے دعا کرو۔ اور کہ تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کج کل بھی ایسے
 ہی اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے جیسے کہ ازمنہ سابقہ میں ہوا کرتا تھا۔ اپنے
 قلب کو مطہر و مصفٰی کرو۔ اور تسبیح و تہنید عبادت کو ترک کرو۔ اپنے افعال اعمال
 اور خیالات کی حفاظت کرو۔ اور اپنی خدا داد استعداد کو مدفون نہ کرو۔ بلکہ اُن کو
 اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرو۔ اور اپنے ہمجنسوں کی اہاد کرو۔ اور اپنے آپ کو
 ہمیشہ نور کی ضو میں رکھو۔ مباد اکہ میں ایسا نہ ہو۔ کہ ارضی شمع کی دھندلی اور مدیم
 شمع تم کو غور شبیدہ تاباں کی درخشندگی اور روشنی سے محروم کرے۔ اذان کو یاد
 کرو۔ اور اسے اپنے خلوت کے ذکر و فکر میں زبانی دہراؤ۔ اور اسکے ان گونا گون
 محاسن پر غور و تدبر کرو۔ جو اس کے اندر مضمر ہیں۔ اگر کسی کے پاس کافی وقت و
 فرصت ہو۔ تو اس مہتمم بالشان نبی کریم کی طرف و عودۃ الصلوٰۃ کے عظیم الشان
 الفاظ پر جو کہ پانچوں وقت تمام کائنات عالم میں ہر روز گونجتے ہیں۔ اور جو
 انسان کو غفلت سیستی اور روزانہ محنت و مشقت سے تازہ دم و شگفتہ کرنے کیلئے
 اسے ربانی علم و صفائی کی ندی میں غوطہ لگاتی ہے۔ اور اسے بلبل پروازی کراتی
 ہے۔ یہاں تک انسان اس طرح اَلْفَقَائِی منازل طے کرتا کہ اس ارفع و اعلیٰ
 منزل مقصود پر پہنچ کر اس کے اندرون قلب سے صدق و صفا کے ساتھ

واللہ الا اللہ کا لغزہ توحید اٹھتا ہے جو تمام شرک کی خس و خاشاک کو بھسم کر دیتا ہے۔ کیونکہ العباد اللہ کی ذات کے سواے اسے تمام دنیا میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

”جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تُو ہے“

خالہ شیلدرک

عابد حیوان ناقل

حضرت انسان مسلم عابد حیوان ناقل ہے۔ مذہب ایک ایسا عنصر ہے جو کہ خود بخود ضرورتاً فطرتِ انسانی میں مرکوز ہے۔ جہاں کہیں بھی انسان جاتا ہے اور جس قوم کو دیکھتا ہے وہ یقیناً اپنے ہمجنسوں کو کسی نہ کسی پیرِ سوچ۔ چاند ستاروں۔ درختوں اور انسان کی عبادت کرتا ہوا پاتا ہے۔ اور اس قسم کی عبادت گو اس کی شان کے شایان نہیں لیکن اسی سے اس کا اطمینان قلب ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی خامدہ یا اس کے مساوی اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ لیکن میاں کہ ہے وہ انسان جو ایک صادق واحد خداے لایزال کا پرستار ہے اور جس سے کہ اس عالم میں اس کی حیثیت کے شایاں اسے نہایت ہی شاندار اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے۔

سوائے ان چند امراض کے جن کا علاج اپریشن یا بالکل لاعلاج ہو سب مرضیں سربے نظیر کے رفع کرنے میں لاثانی ہو۔ سہیں میرے اور ہی تھی مگر عین تک چڑا دیتا ہے علامہ کوٹھنڈار کھنڈ اور محافظ خیم ہونے کے آشوب عظیم ضعف بصارت نہ صحت۔ موتی بند بھولا۔ بلیوں کا گرجانا غبار۔ جالا غار ش کی کھوے۔ بڑوال۔ پانی کا بہنا وغیرہ کے واسطے بہت صفت موصوف بنے۔ تندرستی کی حالتیں استعمال کرنا تو یا آنکھوں کی جڑی کرانا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے مخصوصہ لٹاک۔

خدا

ایم۔ ایم رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

نظم در مع قرآن کریم

سازمان
SALAHJI
۸۲/۸۳
C.I.I. II
۹۱۵

بر غنجهای دلها با حبس آفریده
میں دلبری دوسری دوسرے ندیدہ
وین کیونکہ نہ کہ نہا از چاہ بر کشیده
قد بلال نمارک زان ناز کی خمیده
شمال آسمانی از وحی حق خمیده
یوم شب یستی در گنج خود خمیده
تا کہ باشد بار ویش آرمیده
آن در عالم این عالم ندیده
بدنمت نیک از روی سوئے و در دیده
آن را بس بد نام کز هر شرے رسیده
تو از آن خدائی کیں خلق آفریده
براک زان فنناں رس نورت بمارسیده

از نور پاک آں صبح صفا رسیده
این روشنی دلهاں تمس اعجاز ندیده
بوسف بقدر چاہت محبوب رسیده
از مشرق مودی صفا و قاف رسیده
کیفیت علمش وانی و نشان دار رسیده
آن تیر صدف چوں رویه در آورده
روئے یقین نہ سبند بر کس رسیده
آنکس که عالمش نشاند چون معارف رسیده
بر این فضل رحماں آمد بهت رسیده
میل بدی نباشد اما کس تبناں رسیده
لے کان دلربائی دانو که کجائی رسیده
مسلم نمائید با کس خوب من توئی رسیده

دکتر

جستجو ندید آں صفت پاک چه دیده
واں یار بیاید که ز ما بود رسیده
حقا که به غیر ز کورسی ندیده
سوگند توان خود که بولیش نشیده
عهد که به پیرامن او حلقه کشیده
سرتافته از نجات و پیوند بر دیده

از روی صراحت صد اقسام رسیده
کاخ دل مانند زماں نافه فطر رسیده
واں دیده که نور به زینت بر قال رسیده
واں دل که عجز از شے کز رخا جنت رسیده
با خود ندیم نسبت آں نور که بنیم رسیده
نئے دولت و ندرت کسانیکه اں نور رسیده

اسلام کے یو یو مجریہ و گنگا گنگا

سال اشاعت ۱۹۷۱ء
اسکا اردو ترجمہ
تین روپے
قیمت سالانہ

ایڈیٹر: خواجہ ابن سین صاحب نیو ایپل نیو یو یو صہ رالہ دین صاحبی اے بی ٹی
مسلم پبلک سوسائٹی ریو یو سی محرف کرائے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو
اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر پاکستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت
پل بے ہیں اس کا ہر ایک خریدار بگایا بدو غریب میں اشاعت اسلام کا متکفل ہو جاتا ہے اگر
برادران امت کو مشن کے انگریزی رسالے کے پانچزار اور اردو کے دس ہزار خریداریہ کر دیں تو
ان کا منافع بکے و گنگا کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ
نئی ہزار تک بلاد غریب میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شہیدانی شہید پانچ روپے سالانہ
بیج دے تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دیں گے۔ کیا ملت بھیا
کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو! اٹھو اب جاؤ وقت کو عنایت سمجھو اسلام کے یو یو ایک کامیابی یو اشاعت اسلام
جانتا بنو اور فیصلہ کنالی اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو
مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ۔ والسلام
نہٹ۔ دو ماہ ۳۲ کے ملک سے بڑھتے آتے کیا جا سکا۔ کل دروہہ ہر خریداریہ پانچ روپے چاہئیں؟

مستند ہر عبد الغنی منیر اشاعت اسلام عزیز منزل نو یکھا اللہ

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

اشاعہ اسلام

اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
 کمال دین مسکن سبزی
 ۱۰۰ روپے

یہ کتاب اس کے لئے لکھی گئی ہے کہ جو اسلام کو دنیا میں
 تکمیل دے گا اس کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔
 اس کتاب کے لئے اس نے اپنا سب کچھ دیا ہے۔

جلد (۵) باب ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۹۱ء

نمبر ۱۳۱

مولود نمبر

محمد اسلم حسین ہر دو جہاں
 خدا انکے لئے بہترین ہے
 محمد اسلم فرزند زمین و زمان
 خدا انکے لئے بہترین ہے

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر
۴۸۱	شذرات	۱
۴۸۶	بلاوغربہ میں تبلیغ اسلام ..	۲
۴۹۱	ایک آدرانگریز خاتون کا قبول اسلام	۳
۴۹۲	بہی نوع انسان کا بہترین دوست	۴
۴۹۷	بعثت اسلام	۵
۵۰۵	نبی کریم کی زندگی پاک سرسری نظر	۶
۵۱۱	سیرت نبوی	۷
۵۱۵	ابوالارقط و ابن الارقٹا ..	۸
۵۲۷	ہرقل قیصر روم اور آنحضرت صلعہ ..	۹
۵۳۲	ایک باکمال و قابل نمونہ خاوند ..	۱۰
۵۳۴	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت	۱۱
۵۳۶	لغت	۱۲
۵۵۱	غزوات نبوی	۱۳
۵۵۳	حلیہ مبارک سرور کائنات ..	۱۴
ایڈیٹر		
منشی دوست محمد صاحب از روکنگ		
۴۹۱	ایک آدرانگریز خاتون کا قبول اسلام	۳
۴۹۲	بہی نوع انسان کا بہترین دوست	۴
۴۹۷	بعثت اسلام	۵
۵۰۵	نبی کریم کی زندگی پاک سرسری نظر	۶
۵۱۱	سیرت نبوی	۷
۵۱۵	ابوالارقط و ابن الارقٹا ..	۸
۵۲۷	ہرقل قیصر روم اور آنحضرت صلعہ ..	۹
۵۳۲	ایک باکمال و قابل نمونہ خاوند ..	۱۰
۵۳۴	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت	۱۱
۵۳۶	لغت	۱۲
۵۵۱	غزوات نبوی	۱۳
۵۵۳	حلیہ مبارک سرور کائنات ..	۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدٌ وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجرایہ لندن

جلد ۱۵ — باب ۱۹ نمبر ۱۹ — نمبر (۱۳۴)

شذرات

جو اہم تبلیغ اسلام کچھ مدت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ملک (انگلستان) نے بلاذریہ و دیگر ممالک اور ہندوستان میں سرانجام دی ہے وہ محتجج بیان نہیں اور نہ ہی اس پر طول طویل ریویو کے خامہ فرسائی کی چنداں ضرورت محسوس آتی ہے کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیت اسلام کے رنگ میں آئے دن وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحات میں شائع ہوتے رہتے ہیں یہ بات کافی شاہد ہیں۔ اور کہ نہ اس سلام سے جو محبت و انس و عشق اس انگریزی اسلامی مجلہ نے بلاذریہ میں پیدا کر دی ہے وہی مفصل کیفیت ان ریویوؤں سے عیاں ہوتی رہتی ہے جو رسالہ ہذا کے نمبر میں بلاذریہ میں تبلیغ اسلام کے عند ان کے نیچے شائع ہوتی رہتی ہیں +

بلاذریہ میں اگر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی بہت سی سعید و روحوں کے حلقہ بگوش اسلام کا باعث ہوا ہے اور اسلام کے متعلق بہت حد تک غلط بیانیوں و افتراء و بہتان کو رفع کرنے میں مٹھو و منصوبہ ہوا ہے۔ تو اسے ساتھ ہی رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو نے

جو خط ہندوستان میں فتنہ برادری میں کی ہیں انہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے یہ الاشاعت اسلام
نے اگر ایک طرف ہستہ مسلم برادران میں بھی لٹریچر سے کچھ پیسہ اگر دی ہو تو دوسری طرف
مالی ہنگ میں مسلم مشن دو گنگ کو اپنے منافع کو بہت حد تک تقویت دی ہو۔ اب چونکہ رسالہ ہند
سال کا انتظام کر۔ سٹے ہم اپنے معزز ناظرین کرم کچھ متیں مؤدبانہ التماس کرتے ہیں۔ کہ رسالہ ہند
کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھ کر اس کا سالانہ دی جی ازراہ کرم وصول فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
رسالہ ہند کا سالانہ چندہ میں چھ روپے ایک نہایت قلیل رقم ہو ایک مسلم بھائی خواہ کیا ہی ناوارد
مفلس کہیں نہ ہو۔ اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اشاعت اسلام کے اس کارِ عظیم میں
شامل ہو کر موجب ثواب ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے
قرون اٹنے کے مسلم احباب نے جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہند کا
سالانہ چندہ جو ایک پائی روزانہ کے مترادف ہے ناظرین کرم اس مشن کو مرحمت فرما اس دین میں
کی اشاعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جس کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
اور خود رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم نے گونا گوں تکالیف مصائب و آلام حسیلیں ایک
پائی روزانہ اگر آپ کی حبیب خاص کو اس پاک مقصد پر صرف ہو۔ اور ساتھ ہی اس کے
آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ لٹریچر بھی میسر آئے۔ کہ جس لٹریچر کو برہمن فلولو پرہس نے اسلام کی
طاقت قبول کر لیا ہے۔ تو اس صورت میں رسالہ ہند کی خریداری کو جاری رکھنا ہمیں
اسبقی ہو ناظرین سال سے گراں خاطر نہ ہو گا۔ اُمید وائق ہو کہ اشاعت اسلام سے کچھ پیسہ
والے برادران اسلام ان ہماری معروضات پر پوری پوری توجہ فرمائیں گے۔ اور سال نو ۱۹۲۱ء
قبلہ ہمیں مزید بھی فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

رسالہ اسلام کو انگریزی کا سالانہ چندہ آئندہ سال ۱۹۲۱ء سے بجائے معہ کے صدر کیا گیا ہو تاکہ قلیل
و قلیل آمدنی والے انگریزی ان احباب بھی اس کا خیر میں شامل ہو سکیں شرح چندہ حسب ذیل ہو:-

سالانہ چندہ ص ۱ مفت تقسیم بلا تغیر للعر
طلبا و لا تبصر یرسی للعر

اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ تین مراسلات مسجد دوکنگ کے یکے بعد دیگرے درج کئے جاتے ہیں۔ جو اُمید ہے۔ کہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہونگے جن میں ایک لفٹنٹ اور ایک انگریزی خاتون کی اسلام پر بہت قبولیت اسلام کا حال درج کیا گیا ہے +

اللہ تعالیٰ ہمارے مجاہدین اسلام کی عمر دراز فرمائے جنہوں نے کہ اپنے گھر بار بچے و عیال چھوڑ کر محض خدمت دین میں کی خاطر اس قدر قربانی فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی اُس ایزد نیچون کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ جو کہ ابھی مساعی جمیلہ کو بلا وغیرہ میں قبولیت اسلام کے رنگ میں بار آور فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے دلی دعا ہے کہ ان مجاہدین ثلاثہ حضرت مولانا مولوی عبداللہ صاحب دمنشی دوست محمد صاحب دمولوی عبداللہ جان صاحب و دیگر کارکنان و دوکنگ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ اور جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ کہ ہماری اسلامی برادری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ رسالہ میں جس انگریز لفٹنٹ کا علیجناب لا رڈ سٹیٹے بالقابم نے اپنی دوران تقریر میں تذکرہ فرمایا تھا جن کا نام جوزف عبداللہ تھا۔ وہ خود ایک اہل کلمۃ مسجد دوکنگ میں رونق افروز ہوئے۔ اور حضرت لینا مولوی عبداللہ صاحب کی تقریر کے بعد انہوں نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر میں اسلام کی اس اخوت و یارگی اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق کا اپنی زبان مبارک سے اظہار کیا۔ جو ان کی توجہ کو کھینچنے اور اسلام پر نشا ہو جانے کا موجب ہوئی +

مراسلہ مسجد دوکنگ مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ایک اور انگریز خاتون کے قبول اسلام کا مزیدہ جانفزا اُسناتا ہے۔ یہ خاتون بہت بڑی مالدار اور صاحبِ عزت

نہان میں۔ یہ مراسلہ اور اُن کا دستخطی اقرارنامہ بھی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ
درج کیا جاتا ہے۔ اُن کا اسلامی نام رقیہ رکھا گیا ہے ۛ

جن مبلغین اربعہ کا تذکرہ ہم نے دائرالمبلغین کے عنوان کے نیچے اگست ۱۹۱۹ء کے
نمبر ۱۰۱۹ء میں کیا تھا۔ بفضل ایزدی ہر چاروں مبلغین نہ ہی علمی تحقیق میں منہمک ہیں
تقریری زبان میں تقریری مشق کے لئے ان میں سے ہر ایک صاحب کا ہر ہفتہ کی شب کو لاٹو
ہیں پتک پیچ رہتا ہے۔ جس کے صدر عموماً حضرت خواجہ صاحب ہوا کرتے ہیں۔ اور
اختتام کیچر پر سامعین کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اٹھ کر معزز لیچر ار کی تقریر پر
توقف کریں۔ اور مختلف پہلوؤں کی تقریر پر روشنی ڈالیں۔ اس کے بعد پھر
اس شب کے معزز مقرر کو اعتراضات کے جوابات کا موقع دیا جاتا ہے جس کو اسے
محافلین کے اعتراضات کو رد کرنے کی مشق ہوتی جاتی ہے۔ اور اختتام کیچر پر حضرت
خواجہ صاحب باقی ماندہ امور مضمون پر بحث پر مزید روشنی ڈال کر اجلاس کو ختم فرماتے ہیں
نیز مبلغین اربعہ کی تحریری مشق رسالہ اسلامک ریلوی میں انگریزی آرٹیکل دینے سے
ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان مجاہدین اسلام کی عمر میں برکت ڈالے۔ اور ان کے
دور کو شاعت اسلام کے لئے جس کے لئے انہوں نے اپنی جانیں وقف کی ہیں مفید
نمازت کرے ۛ آمین ثم آمین

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اللہ تعالیٰ کے فضل سے رواجت
ہیں اُمید واثق ہے کہ چند ماہ تک کبھی صحتیاب ہو جائیں گے۔ احباب دُعا کر عند اللہ
ماجو رہوں ۛ

جواباب بذریعہ خطوط حضرت خواجہ کی عیادت فرماتے رہتے ہیں۔ ہم ان کے
تہ دل و مزہن منت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حساب کو جزائے خیر دے۔ چونکہ حضرت

خواجہ صاحبِ ذوالفراہ ایک بھائی کے خط کا جواب اپنے دستِ مبارکِ طبعی و قلمی کے ماتحت جواب دینے سے قاصر ہیں۔ اسلئے بذریعہ رسالہ ہذا ہم ان سب احباب کا مجموعی طور پر سبکدہ شکر یاد کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کا موجودہ پتہ - عزیز منزل - لاہور ہے +

قوی اُمید ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کامل صحتیاب ہوئے پر رسالہ ہذا کے صفحات کو اپنے گرانقدر رُرد و مضامین کو اپنے قیامِ ہندوستان میں مزمین فرماتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ صحت کامل جنوری سنہ ۱۹۲۶ء آغاز سال رسالہ سے شروع ہو جائیگا +

جن دو مضامین کو رسالہ ہذا میں درج کرنے کا ہم نے گذشتہ رسالہ میں طے کیا تھا۔ ان میں سے ایک مضمون "پیدائش اسلام" کے فقط عنوان میں ذرا تغیر کر کے "بعثت اسلام کی سرخی کے نیچے اسی سالہ میں اب ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے" یعنی دوسرا دلچسپ مضمون جس کا ہم نے خصوصیت سے وعدہ کیا تھا۔ اور کہ جو اکتشافات نفس و شعور کو "مصنفہ حضرت خواجہ صاحب کے عنوان کے نیچے ہو گا۔ وہ اب بھی ہمیں انوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس رسالہ میں درج ہونے سے رہ گیا۔ اسکی وجہ دراصل موجودہ مولود نمبر ہے۔ اگر تو اکتشافات نفس و شعور کو "پیدائش" کے مضمون کو حسب وعدہ رسالہ ہذا میں درج کر دیا جاتا تو پھر احتمال تھا کہ وہ دلچسپ و بے بہا مضامین جن سے سرور کائنات صلیم کی عالی شان شہسپائی ہو۔ اور کہ جنہوں نے نمبر ۱۹ کو مزین کرنا تھا عدم تنجائش کی وجہ سے بعض التوا میں رجائے۔ اور مولود نمبر میں اکتشافات نفس سے مضمون کا درج کرنا بھی کوئی موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے اس دلچسپ مضمون کو ہم نے جنوری سنہ ۱۹۲۶ء سے نمبر کے لئے محفوظ رکھا ہے +

جن احباب کا چند و کمبہ ۱۹۱۹ء کے اخیر ختم ہو جاتا ہو۔ ان سب احباب کی خدمت میں

انشاء اللہ تعالیٰ جنوری ۱۹۲۰ء کا رسالہ اشاعتِ اسلام سالانہ دی۔ پی ارسال ہو گا جو جنوری ۱۹۲۰ء کے پہلے ہفتہ میں ناظرینِ محرم کچھ مدت میں حاضر ہو جائیگا +

ہم نے متعدد سفیروں کو ہندوستان کے مختلف گوشوں میں رسالہ اسلام کیولیو (انگریزی) و اشاعتِ اسلام (اردو) کی توسیع اشاعت و اشاعتِ اسلام بلادِ غیرہ و وکننگ مشن کے چندہ امداد کے لئے ارسال کر دیا ہے ہمیں اپنے ناظرینِ کرام و ہی خدامن مشن کی ذات پر قوی امید ہے۔ کہ وہ انہیں اپنے اپنے قریہ و شہر و بستی میں اس احسن سامی کام کے سرانجام دینے میں ہر ایک قسم کی سہولت مہیا فرما کر عند اللہ ماجر ہونگے۔

سفیرانِ مذکور کے پاس رسید تک ہیں۔ جن پر مینجر اسلام کیولیو و اشاعتِ اسلام محاسبہ اشاعتِ اسلام بلادِ غیرہ و وکننگ مشن کے دستخط ثبت ہیں مینجر رسالجات کے نمونہ کے دستخط اسی رسالہ کے سرورق صفحہ نمبر ۴ پر درج کر دیئے جاتے ہیں۔

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

مراسلہ مسجد و وکننگ نمبر ۳
لفٹنٹ جوزف عبد اللہ

آسمان پر دعوتِ حق کیلئے اُجڑا ہے

ہو رہا ہے نیکو سبوں پر فرشتوں کا اتار

گزشتہ ہفتہ لارڈ سٹیٹس بالقابم کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ لارڈ
موصوف نے عراق عرب میں ایک انگریز فوجی لفٹنٹ کے قبولِ اسلام کی خوشخبری حاضرین کو سنائی

جنہوں نے اپنا اسلامی نام جزرہ عبد اللہ بتایا ہے +
 اس اعلان کو ابھی ایک ہی ہفتہ ہوا تھا۔ کہ کل لفٹنٹ موصوف کو ہم نے اپنے دیرین
 پایا۔ آپ پونا میں جہاں عراق عرب سے تبدیل ہو کر آپ کو جانا پڑا۔ دو مہینہ کی رخصت پر
 انگلستان آئے ہیں۔ اور کل مولینا صدر الدین صاحب نے کئی یہاں تشریف لائے
 کسی انگریز کے قبول۔ سلام کی خوشخبری سن کر سب سے پہلے جو خیال ہمارے بعض
 ہندوستانی بھائیوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اتنی پابندی اسلام کا سوال ہے اگرچہ اس
 حوالے سے کرنے والے ان مشکلات کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جو ایک نو مسلم
 بالخصوص گجرات کی راہ میں اسلامی طور و طریق کو اختیار کرنے اور انگلستان میں رہ کر
 اپنی عمر بھر کی عادات کو ترک کر کے مسلمان ہوتے ہی اسلام پر کاربند ہونے اور اسلامی
 اخلاق حسنہ کا ذکر بن جانے میں حائل ہیں۔ اور جن کی عدم موجودگی کے باوجود نشہائیت
 کے مسلمان ان سب باتوں کو بہت دور پرٹے ہوئے ہیں۔ تاہم ان جاں نثاران
 توحید کو یہاں آکر جس حالت میں سی پایا ہے۔ ان کے اخلاق ان کے خلوص دل۔ سلام کیلئے
 ان کو غیرت اور اس کی محبت۔ نمازوں وغیرہ میں شرکت اور عربی کلمات اذان و نثار وغیرہ
 کو سیکھنے میں انہی جہد بلین کو دیکھ کر جو خوشی ہوئی ہے۔ بسلاوقات جی چاہا ہے۔ کہ ہمیں اپنے
 ہندوستانی بھائیوں کو بھی شریک کروں۔ اور فرداً فرداً ان تمام نو مسلمین مردوں
 اور خواتین کا ذکر کروں جن کو اس وقت تک ملنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن اب تک اس سے
 معذور رہا۔ خدا نے چاہا۔ تو کسی دوسرے وقت میں انشاء اللہ اس خدمت کو سرانجام
 دوں گا +

مگر قبل اس کے کہ وہ موقع میسر آئے لفٹنٹ جزرہ عبد اللہ کے ساتھ کل کی ملاقات
 کا جواثر میرے قلب پر ہے۔ جو خوشی لفٹنٹ موصوف کی قرآن خوانی کو سن کر۔ ان کو مسجد
 میں جاتے ہی دیوار پر کھچی ہوئی سورۃ خلاص اور دیگر آیات اور اسمائے الہی بیباختہ
 پڑھتے ہوئے دیکھ کر اور نہ صرف نماز اور اذان وغیرہ سی سی نہیں واقف پاکر بلکہ انہی
 وسیع اسلامی معلومات اور ان کے قلب میں اسلام کے لئے ایک سچا جوش محسوس کر کے

حاصل ہوئی۔ ہاں ان ایام مصیبت و بلا میں جبکہ اسلام کو بدنام کرنے کیلئے اسلامی
 ممالک کے مسلمانوں کو وحشت و بربریت کا مجسمہ ٹھہرایا جاتا ہے ایک انگریز کے ہر جگہ
 شہر آفرین اور اخلاق حسنہ کو نصیر بن کر آنے والا جو نہ مٹنے والا نقش میرے قلب
 پر بٹا ہے چاہتا ہوں کہ آپ کے ناظرین کو بھی اس سے مطلع کروں۔ اور اسلام کی سادگی اور
 کشش کا جو ہماری رنگ آمیزیوں اور فرقہ بندیوں سے تیرہ سو برس کی داستان
 پارینہ بن چکی ہو دوبارہ یورپ کے اندر زندگی اور نشو و نما حاصل کرنے کی کیفیت عرض کروں
 لفٹننٹ موصوف کا اصلی نام ہے۔ اسی وارڈ ہے۔ وہ روزن کیتھولک مذہب کے
 پیرو تھے جو عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے تمام عیسائی فرقوں میں سے اٹھارہویں مسیح کو مانتے
 ہیں بہت سخت واقعہ ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت مریم کو بھی لائق پرستش سمجھتے اور
 مسیح اور مریم دونوں کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ لوگ پوپ کے پیرو ہیں۔ اور دوسرے
 عیسائی فرقوں کی طرح آزاد خیال نہیں ہوتے۔ تاہم سنجیدہ روجین بھی ہر جگہ ہوتی
 ہیں۔ لفٹننٹ موصوف اپنی فوج کے ساتھ عراق عرب میں گئے۔ اور وہاں وہ اسلام
 کی سادگی اور معقولیت پر نشانہ ہو گئے۔ ان کو اسلام لائے ابھی تو ہی جینے پڑے ہیں
 لیکن اس قلیل مدت میں اسلام سے جو گہری واقفیت انہوں نے حاصل کی ہو وہ لائق
 رشک ہے۔ وہ قرآن مجزی پر پڑھ سکتے ہیں۔ وضو اور نماز کے سخت پابند ہیں
 اور یہ تو کرنا کسی فرقہ کے ساتھ منسوب ہونے کی بجائے صرف مسلم کہلانا بہت پسند کرتے ہیں
 یہ وہ ہیں جس کو آج ہمارے ہندوستانی مسلمان قطعاً جھلا بیٹھے ہیں۔ اور انہوں نے
 اسلام کو سادہ تعلیم کو نشانی اور افتراق کا آماجگاہ بنا لیا ہے۔ لفٹننٹ موصوف اس کے
 متعلق دیر تک باتیں کرتے رہے۔ بالخصوص حضرت علی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کی
 ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق بوجہ حسنی کے اختلاف کا موجب ہے۔ انہوں نے اپنا
 یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کی بجائے ہمارے لئے یہی کافی ہے
 کہ ان دونوں کو نیک و پارسا اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رفیق اور مونس سمجھیں بلکہ حضرت
 کے جوش اسلام پر تو ایران کا ملک ایک کھلی شہادت ہے۔

کیا ہندوؤں کے شیعہ دوستی حضرت جوانی چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسلمانوں کے خون کے بہانے اور ایک دوسرے کے خلاف ذقہ اور ورق سیاہ کرنے کا ذریعہ بٹھیر لیتے ہیں۔ ایک انگریز نو مسلم کی اس پاکیزہ خیالی کی داد نہ دیں گے۔ اور اس کو سبق حاصل کر کے راہ میں دینی پر گامزن نہ ہونگے ؟

اس کے ساتھ ہی کس قدر خوشی کی بات ہے کہ جس مقام کو آج دشت دربریت کی جگہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا مرکز اور گھر ہے۔ اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کرنے والوں کے سر پر یہ لازم دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اسلام کو بنا سنواید کر کچھ کا کچھ بیان کرتے ہیں جو یورپین قلوب کو بھال لیتا ہے۔ ورنہ اصل اسلام کچھ اور ہے جو ہندوستان اور اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس جگہ اور انہی اسلامی ممالک کے اندر ہاں اسی نام نہاد و شمشیر بربریت کے گھر میں ایک انگریز نوچی لٹنٹ اس اسلام کا والا و شدید اہانتا ہے جس کو کچھ اور اور انگلستان کے اندر سے مختلف قرار دیا جاتا ہے۔ لٹنٹ موصوف خودی اس بات کو اپنی جگہ میں بیان کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنی داپسی کو پہلے بھیجی تھی اور اسلام کو یہ بابت ماہکتور میں طبع ہوئی تیرہ دیکھنے میں کہ :-

اگر انگلستان کا کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ وہ گنگ مسلم مثلاً اسلام کی قبول صورت پیش کرتا ہے یہ بہت بلند پایہ ہے۔ اور اصل چیز جو اسلامی ممالک میں دستیاب ہوتی ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ تو اس کے جواب میں آپ میری مثال کو پیش کر سکتے ہیں۔ میں ایک اسلامی ملک میں مسلمان ڈا۔ جو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے جہاں جناب پیش اور آئیکہ ساتھی یعنی اللہ ختم شہید تھے۔ جہاں حضرت ابو حنیفہ حضرت سید عبدالقادر سیلانی یہ پیشی کاظم محمد جواد الحسن السکرانی اور اسی قسم کے بہت سے اولیائے اہل علم و اسلام پیدا اور دفن ہوئے ۔

یہ گویا اسلام میں جہاز سے دوسرے درجہ پر قابل تقدیر مقام ہے کہ سید غیر مسلم اہل ان الفاظ کو چلتی ہے۔ اور ایک ٹھیکر کے ہی حصہ میں اسلام کو سید و ائمہ کرام کے حاصل کی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس مقام کی بدولت ہے جس کو اسلام کا اصل گہ اور بہانہ کی ہے۔

مُر اسلہ مسجد و وکنگ شہر

مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۷ء

ایک اور انگریز خاتون کا قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ہفتہ ایک اور نو مسلم کا اضافہ ہوا۔ ایک خاتون رشل ایڈس لیوی گذشتہ جمعہ (مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء) کو لندن میں اسلام قبول کر گئیں۔ اور مولینا مولوی صدیق الدین صاحب کے ہاتھ پر داخل حلقہ اسلام ہوئی۔

یہ لورپول کی رہنے والی اور بہت بڑی مالدار اور صاحب عزت شان خاتون ہیں ان کا دستخطی اقرار نامہ اس وقت میرے سامنے ہے جس میں وہ لکھتی ہیں:-

”میں رشل ایڈس لیوی بنت ہائین لیوی آف لورپول مضبوطی اور صدقہ علی کے ساتھ یہ اعلان اور اقرار کرتی ہوں کہ اسلام میرا آئندہ مذہب ہو گا۔ اور کہ میں ایک خدا کو ہی اپنا معبود حقیقی سمجھتی ہوں۔ میں تمام انبیائے کرام کی بڑی ہی عزت اور ادب ملحوظ رکھتی ہوں۔ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخری نبی لقین کر دیتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں آئندہ ایک اعلیٰ مسلم زندگی بسر کرنے کا اقرار کرتی ہوں۔“

خاتون موصوفہ کا اسلامی نام رقیہ رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ایمان میں مضبوطی اور استقامت عطا فرمائے۔ اور اعلیٰ مسلم زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور ظلم دین بنائے آمین

(۲۰) اس اتوار مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو مولینا مولوی صدیق الدین صاحب کا ایک بڑا بستر لیچر مسجد و وکنگ میں ہوا۔ جس میں آپ کے لیس البیران تولوا و جو حکم قبل المشرق والمغرب الخ سے استدلال کرتے ہوئے بتایا۔ کہ اسلام نے نہ اس کے دوسری ضروری مکن قرار دیئے ہیں +

(الف) اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان +

(ب) مخلوق الہی کے ساتھ سچی مہر دی اور حسن سلوک +

اسی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱۱) الف تعظیماً مر اللہ

(ب) شفقت علی خلق اللہ

کے دو نہایت ہی مختصر اور جامع جملوں میں بیان کیا۔ اور درحقیقت اللہ تعالیٰ نے پر ایمان کے ساتھ مخلوق خدا کی سچی مہمردی جب تک نہ ہو کوئی شخص مذہب پر عامل نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور نہ ہی ایمان کا مفہوم ہی پورا ہوتا ہے۔ باوجود بہت زیادہ سردی اور بارش کے اس لیجر میں بھی حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہ حق پر گامزن کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

نیازمند۔ دوست محمد از دو رنگ نگہدان

بنی نوع انسان کا بہترین دوست

یہ محتاج دلیل نہیں کہ بنی نوع انسان کا بہترین دوست یعنی معنوں میں ہی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جس کی ذات بدرجہ اتم انسان کے لئے باعث خیر و برکت ہو۔ وہ جو وہ تمام ان مہیا کرے جن کے استعمال سے انسان زندگی کے ہر شعبہ میں رفعت و ترقی حاصل کر سکے بالفاظ دیگر جو انسان کو اس قابل بنائے کہ ایک کامیاب زندگی بسر کر سکے +

یہاں پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ ایسے کے نزدیک کامیابی یا بھلائی کا کیا مفہوم ہے۔ کیونکہ اس معرکہ الآراء مسئلہ پر کثرت مختلف و متضاد خیالات جہاں میں موجود ہے ہیں۔ اور میں بیشک بعض کے نزدیک انسانی بھلائی اسی پر مشتمل ہو کہ انسان کو کھٹکے کے نیچے آسانی سے گرا کر ہی حاصل ہو۔ اس خیال کے گروہ کے نزدیک کھنا و فطرت انسانی کا ایک لازمی تفکک جزو جو ایک حیم پروردگار کی طرف سے اس کو عطا ہوا ہو اور انسان کی عمر بھر کی کوششوں اور محنتوں کا مقصد ہونا چاہئے کہ اس کو نجات حاصل کرے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ آخر کیوں کیا میرے لئے نمایاں ہو کہ اس علیٰ آلہ کو رو کروں۔ خداوند تعالیٰ نے جہاں از ہنبا عطا یا مجھ پر کئے ہیں۔ مثلاً لطف و بصارت یا سماعت وغیرہ وہاں یہ بھی

میری فطرت کا ایک حصہ بنا دیا ہو کہ میرے لٹریا ہو۔ کہ میں ان نعمتوں کا شکریہ اس نگین
 ادا کروں۔ کہ اپنی زبان یا کان کا ٹوٹ لوں۔ یا آنکھیں نکال پھینکوں۔ تو پھر کیوں گناہ
 جو لعینہ سطح خدا کی طرف سے ایک عنایت ہے اس سے اپنی مخلصی کرنے کی کوشش کرو
 ۵ بدی جو جتنی جو میری فطرت میں وقت لپٹیں تو کیوں بدی کو نہ سمجھوں عنایتِ ربی
 اگر میں ایسی کوشش کروں تو یہ خلاف فطرت نہیں تو اور کیا ہوگی لیکن اس مشکل کا خاتمہ
 یہاں ہی نہیں ہو جاتا۔ ایک خلاف عقل نبیاد پر جو عمارت کھڑی ہو سکتی ہے وہ بھی خلاف عقل
 ہی ہوگی ۵

خشتِ اولیٰ چوں نہ معماری کج تا نریا مے رود دیوار کج
 اگر کسی تقدس مآب یا دینی صاحب کے گذارش کچھ مے کہ حضرت چلے یہی
 مقصد ہماری زندگی کا سہی بتائیے اس کے حصول کے واسطے کون سیل ہے۔ کون سے
 قواعد میں جن پر پابند رہ کر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اسوں۔ تو کیا جواب ملتا ہے۔
 اس واقعہ پر ایمان لاؤ کہ فلاں شخص تمہارے گناہوں کے بدلے سزا پا چکا ہے۔ تو تم
 تمام گناہوں کو نجات پا چکے خواہ وہ گزشتہ ہوں یا موجودہ یا آئندہ اس مہمل عقیدہ
 کی تشریح جناب رائیٹ آرمیل لارڈ میٹھے الفارون نے اپنی کتاب اسلام کی طرف
 مغرب کی سیدائی میں ایک تمثیل بنا کر دلیہ سے کس وضاحت کی ہے۔ ایک متلاشی حق
 کسی پادری کے پاس گیا۔ اور پوچھا کہ جناب مجھے مذہب کے متعلق کچھ ہدایت فرما سکتے
 ہیں۔ حضرت تقدس مآب نے فرمایا۔ کیوں نہیں صرف اس پر ایمان رکھو۔ کہ ہا کی پاکی
 و سکی پنک سچ ہے تو بس نجات ہی نجات ہے۔ کچھ سچ کسائل نے جواب دیا۔ کہ اچھا
 پادری صاحب میں اس پر غور کرونگا۔ مجھے اس وقت اسکی سمجھ نہیں آئی۔ اس کے بعد وہ
 اس پاک اور معقول پیشہ کے کسی اور رکن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے چہرہ پر
 تقدس چڑھانے کیلئے اول الذکر کی طرح ریش دراز تو نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی لمبا جبتہ
 زیب تن تھا۔ ہاں نفیس کالافراک کوٹ پہنے تھا۔ انکی خدمت میں عرض کیا کہ یہ نسخہ
 فلاں صاحب کے تجویز کیا ہے۔ آپ کی اس کے متعلق کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی

خطرناک عقیدہ ہو۔ اس کو تو تم براہ راست دوزخ میں جھونک دیتے جاؤ گے۔ شاید یہ شیطان نے القاء کیا ہوگا۔ یہ لوگ حقیقی نجات کا راستہ بتلاتا نہیں۔ سچے دل سے اسکی صداقت پر ایمان رکھو۔ کچی پکی ریکی کر سکتے۔ اس پر ایمان باعث نجات ہو تا کر ملاں شخص میں طرح مارا گیا۔ کیا مذکورہ بالا دو حمل فقروں کی نسبت کم مضحکہ انگیز ہے۔ کیا یہ تمام اخلاق کو بیچ و بزن کو اٹھرنے کیلئے کافی نہیں ہے ؟

اسی طرح اور مختلف خیالات کے لوگ میں بعض کے نزدیک خواہشات و جذبات کی تسکین اور بعض کے خیال میں عقل کی تسفی میں انسانی کامیابی کا راز مضمر ہے کوئی فطرت انسانی کے اس پہلو کو اور کوئی اس کو نشوونما دینا زندگی کا مقصد علی سمجھتا ہے۔ سوائے لازمی ہر شخص صالح بنی نوع کا ذمہ اٹھانے سے پہلے ایک صحیح نصب العین انسانی زندگی کا پیش کرتے جو فطرت انسانی کے ہر ایک پہلو کو مد نظر رکھے۔ اگر کسی ایک کو دوسرے زبان ذکر ہے۔ نہ تحقیق انسان کا صحیح نصب العین تو کھلے طور پر نظر آتا ہے اگر ہم صحیفہ قدرت پر ایک سرسری نظر ڈالیں جس کا انسان ایک جز ہے۔ مثلاً ایک سے یکے بیچ کا مقصد علی کیا ہو سکتا ہے یہی کہ اسکے اندر جو قوی قدرت رکھ دیئے ہیں نشوونما پائیں اور اس کمال کو حاصل کریں جو اسکے لئے اس کے خالق نے مد نظر رکھا ہے۔ اسی طرح انسان کی کامیابی اس میں ہے کہ اس کے اندر جو قدرتی ایک تحفہ حالت میں مخفی ہیں وہ بیدار ہوں۔ اور بتدریج مشغول پاتے ہوئے اپنے مقدر کمال کو حاصل کریں۔ پس انسان کے دوست کا فرض اولین یہ ہوگا کہ ہم اے سامنے ایک صحیح نصب العین رکھیں ؟

ساتھ ہی اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری فطرت کا تاریک اور مایوس کن نقشہ دیکھیں۔ مثلاً عیسے اور ذکر ہوا ہے کہ گناہ فطرت ہی میں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے ہر ایک شخص جس کو مطالعہ فطرت انسانی کا موقع ملا ہو واقف ہے کہ مایوس کن حقیقت میں انسان بستی کے طرف گرنے پر مائل ہوتا ہے۔ اور چند افراد حالات میں علوی طور پر اگر ایک طالب علم کے متعلق ہوتا تو بار بار یہ خیال ظاہر کرتا ہے۔ کہ تو کسی کام کا نہیں تو ایک نوجوان ہوگا۔ کہ وہ کلاس کے بدترین طلباء میں سے ہوگا۔ خواہ وہ کیسا ہی ذہین اور متحرک ہو۔ اور اس کے برخلاف اگر کہ وہ لڑکے کو ابھارا جائے تو وہ بہت جلد

و قدرتی کر لینا ہر اگر میری فطرت ہی میں خالق کل نے بری کا بیج رکھ دیا ہے تو مجھے کیا ہمت
 پڑ سکتی ہو کہ مجھی سوچنے کا خیال تک بھی کر سکوں۔ چہ جائیکہ اخلاق فاضلہ اپنے اندر
 پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اس واسطے انسان کے دوست کا دوسرا فرض یہ
 ہو گا کہ فطرت انسانی کا وہ روشن نقشہ پیش کرے۔ جو اس کے لئے حوصلہ افزاء ہو۔
 اس کے علاوہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مخفی طاقتوں کو بالفعل کرنے کے لئے
 مناسب و موزوں حالات کا ہونا ضروری ہے۔ جن کے بغیر وہ ہرگز نشوونما نہیں پاسکتیں
 مثلاً آم کی کھلی میں بالقیوں ایک بڑا اوجھا اور شیریں پھل والا درخت موجود تو ہے
 مگر اس مخفی حالت کو حقیقت کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ کھلی کو مناسب زمین میں
 مناسب آب و ہوا میں لگا کر خاص قواعد کے مطابق پرورش کی جائے۔ تب کمال حقیقی
 کو حاصل کر سکتی ہو۔ سطح انسان کے اندر اخلاق فاضلہ کے جب قدریں بھی موجود ہیں
 ان کے مناسب حال ہی سامان ملتا ہوں تو اُس کی نشوونما ہو سکتی ہو۔ مصائب کا
 پہاڑ سر پر نہ ٹوٹے تو ہر وقت مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ تو استقلال کی صفیہ
 پیدا ہو سکتی ہو۔ دشمن کو مقابلہ ہی نہ پڑا ہو تو شجاعت کہاں کی۔ الغرض کسی خلق کے پینے
 کے لئے جو انسان کی فطرت میں ایک بیج کے طور پر موجود ہو ضروری ہے کہ انسان
 مخصوص حالات میں رہ کر گندے۔ جب قدر ایسے حالات کا دائرہ وسیع ہو تا جاوے
 اُسی قدر انسان میں زیادہ اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور برعکس اس کے جب قدر یہ
 دائرہ تنگ ہو تا جائے اخلاق میں متناسب تنگی پیدا ہو نا ضروری ہو۔ مثال کے طور
 پر وہ شخص جو انسانی سوسائٹی سے قطع تعلق کر کے کسی پہاڑ کی چوٹی۔ دریا کے کنارہ
 یا جنگل کا گوشہ میں اپنا بسیرا بنائے۔ وہ پیشہ را اخلاق فاضلہ سے محروم ہو جاتا ہے
 جن کے نشوونما کا دائرہ مادی ہون حالات پر ہو۔ جو سوسائٹی میں رہ کر پیدا ہونے ممکن
 ہیں انسان کی ترقی اس کے دائرہ عمل کے متناسب ہونا کرتی ہو۔ ایک کی وسعت دوسرے
 کی وسعت والبتہ ہو۔ اگر انسان اپنے دائرہ عمل کو اپنے ارد گرد مختلف مخلوقات تک
 وسعت دیتا۔ تو موجودہ سائنس کے کرشمے کم ممکن ہوتے ایک زمانہ وہ بھی تھا جو لوگ

قدرت میں بعض چیزوں کو معبود سمجھتے ہیں جس کو اس مقام تقدس پر کھڑا کیا جائے۔ تو کیونکہ ممکن ہے کہ اگر اپنا مضمون تباہ یا بخل یا کجی کے لئے اگر ایک گھوڑا میل معبود کو تو میسر ہو جائے تو معبود نہیں بنا سکتا۔ وہ میرے لئے نہیں بلکہ میں اس کے لئے ہوں۔ اس طرح سوچ۔ چاند۔ ستاروں وغیرہ۔ آگ اور دیگر مناظر قدرت کی پرستش کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ کہ انسان میں اُن کو اپنا معمول اور اپنے لئے معبود بنانے کا کبھی خیال نہیں آیا۔ مگر جب وہ یہ سمجھنے لگا کہ یہ تو میری خدمت کیلئے ہیں۔ تو اُن کو کیا کچھ کام ملایا۔ علم کے دائرہ کو کتنا وسیع کر دیا۔ خلاصہ کلام انسانی طاقتوں کی ضرورت سے ان کی نسبت بڑا کرتی ہے اور اسے اس دنیا کی اشیاء کیلئے ضروری ہو گا کہ وہ اپنی فطرت کا صحیح نقشہ کھینچ کر ایک اعلیٰ اور رفیع زندگی کا مفصل پیش کرے۔ اس کے میدان عمل کو مستعد و مستعد کر کے اپنی دنیا سے فشر دے، کیلئے کافی حالات بہم پہنچائے کہ جو محتاجات جو ایسے انسان پر عائد ہوتے ہیں کہ وہ قانون بنانے جن پر انسانی قوانین حاصل کر سکتی ہیں انسان کی فطرت و انہماک پیچیدہ واقعہ ہے جس کی بہت سی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے جن کے مطابق وہ پرورش پکڑا رہا ہے انسانی کمال حاصل کر سکیں۔

آخری اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ مصلح اپنی زندگی میں اپنی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرے۔ حالات کیسے ہی وصلہ افزا کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے کہ اس کے سامنے کوئی نمونہ ہو نمونہ کسی کام کے متعلق ذہن میں صحیح نقشہ پیدا ہونے کے علاوہ دل میں امنگ پیدا ہوتی ہے جو وصلہ بڑھاتا ہے۔ اور جو کام پہلے مشکل لگائی دیتا تھا آسان ہو جایا کرتا ہے۔ یہ روزمرہ کے مشاہدہ کی بات ہے جو محتاج ثبوت نہیں ہے۔ ہاں اس موقع پر ایک امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نمونہ پیش کرنے والے یعنی استاد اور شاگرد کی طاقتوں میں معقول مناسبت ہونی چاہئے والا نمونہ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی عقاب میرے سامنے بلکہ دروازی کا نمونہ پیش کرے تو میرے دل میں تو کوئی امنگ نہیں پیدا ہو سکتی۔ کہ میں بھی ایسا کروں۔ ہاں اگر کوئی میرے جیسا انسان کسی ہوائی جہاز پر بادلوں کی سیر کرے۔ تو میرے دل میں بھی فحش پیدا ہوتی ہے۔ اور جو وصلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی نیم خدا انسان کے لباس میں میری ہدایت کا دعویٰ کرے تو میرے لئے تو وہ اس سے زیادہ مفید نہیں ہے جس قدر ایک گھوڑے کا نوٹ

۱۲ اپنی تعلیمات کا عملی انوشو کرے۔ کیونکہ وہ دنیا جو پل بچہ اور کجا بچہ کا جامع نام (۱۱) اور طرح انسان کا (۱۲) جو اصلہ فناء و فتنہ کیلئے ہے اور فطرت انسان کے مطابق صحیح صلیب میں زندگی کا پیش کرے (۱۳) مسلمان کو کہہ سکتا۔

وینے والا سو (۴) زندگی کیلئے قوانین بتلانیو والا سو (۵) عملی نمونہ پیش کرنیو والا سو (۶)

اور تاریکی میں گھرے ہوئے۔ گو نگے پھرے۔ اندھے جو انات بترے۔ قبر کے مردوں کی طرح کے خطابات کے نامزد کیا گیا ہو۔ اور دوسری تو اینج بھی جن کے حصول فرالغ اور منج و غزن مختلف ہیں سہاات کی صاف طور پر تاشد اور تصدیق کرتی ہیں۔ میں زمانہ جاہلیت کے عربوں کی خوبوں۔ انکی مہمان نوازی۔ حریت پسندی۔ شجاعت و بہادری۔ اپنے قبیلے اور قوم کی وفاداری اور گہرا تعلق۔ انکی سخاوت اور دیگر مروانہ صفات کے منکر نہیں تھے۔ مگر تہذیب کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ یہ خوبیاں اور صفات کبھی کبھی ہی اپنا جملہ دکھادیں یا درس۔ مگر ان خوبوں کے مقابل پر انکی بڑا مین مشیما اور نہایت قبیح تھیں۔ اگر کسی مسافر کو کسی بدوی کے دروازے پر مہمان نوازی کی توقع ہوتی تھی۔ تو ساتھ ہی یہ بھی بالکل ممکن ہوتا تھا کہ اس کا مال و مہماب لوٹ لیا جائے۔ اس پر تن ڈھکنے کو بھی کپڑا نہ ہے۔ اگر ان کو اپنے قبیلے کی بہت لگاؤ اور تعلق تھا تو ساتھ ہی اس کے ایک بڑا نقص تھا۔ کیونکہ اگر ایک فرد واحد کو کوئی ذرا سی بھی تکلیف پہنچ جاتی۔ تو تمام کا تمام قبیلہ لڑائی اور فساد میں پھنس جاتا تھا۔ اور بعضہ وقت ان کے دعاوی ابھی پورے بھی نہ ہونے پاتے تھے کہ تمام قبیلے کا صفایا ہو جاتا تھا۔ انتقام کی آگ اپنے پورے زبوں پڑتی۔ مگر صرف ان درجات پر ہم سہاات کا فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا زمانہ جاہلیت کے عربوں اور اہل بصیرت لوگ تھے یا وہ ایک جاہل اور وحشی قوم تھی جس نے تہذیب کی روشنی کی جھلک تک بھی دیکھی تھی۔ اس مسئلہ ایک اندھیرے کے درمیان جو کہ جزیرہ نمبر ۱ عرب پر چھایا ہوا تھا روشنی کے چند شرارے ہمیں سہاات پر مادہ نہیں کر سکتے۔ کہ ہم ان لوگوں کو مہذب اور اہل بصیرت لوگ کہہ سکیں +

علم اور سائنس کا کوئی شمنہ بھی عربوں میں ان کے اسلام لانے سے پہلے موجود نہ تھا۔ سوائے علم عروص کے جو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سوسائٹی کے بالکل آغا ز میں بھی پایا جاتا ہے۔ لکھنے کا علم بھی ان کو آتا تھا۔ مگر واقعات اور حالات بالکل نہ لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو سائنس تاریخ کا موٹے موٹا علم بھی نہ تھا۔ نہ جانیت کے تاریخی اور حسب و نسب کے حالات نظموں کے ذریعے آئندہ نسلوں تک پہنچے ہیں۔ اور ایک نہایت تیز حافظہ کے ہونے کی وجہ سے وہ ضائع ہونے سے بچ گئے۔ اور محفوظ رہے۔ جسے کسی

مضمون نشر کا علم نہیں ہو جو کہ زمانہ جاہلیت میں لکھا گیا ہو علم فلسفہ علم ریاضی علم شمس وغیرہ وغیرہ بالکل مفقود تھے۔ اور سچ پوچھو تو اس قسم کے علم عرب کے قبیلوں کی دینہ زندگی کے کسی طرح موافق اور موثر نہ تھے +

سیاسی نقطہ نگاہ سے عرب کی حالت ایسی ابتر تھی کہ ان کو مذہب بنانے کی تمام کوششیں بے سود تھیں۔ ملک میں کوئی نظم و نسق نام کو نہ تھا۔ ہر ایک قبیلے کا اپنا اپنا سردار تھا۔ اور وہ بھی اسلئے ہوتا تھا کہ وہ دوسرے قبیلوں کو جنگ کرنے میں ان کو اپنی سرداری میں لیجائے۔ گویا کہ گورنمنٹ اپنے حقیقی مفہوم میں ان میں مفقود تھی جس کی لاشیٰ ہی کی کہ نہیں والا معاملہ تھا۔ جو کوئی تلوار نہایت طاقت اور اُستادی کو چلا سکتا تھا وہ حکومت بھی کر سکتا تھا۔ مگر ہر ایک قبیلہ ہر ایک خاندان ہر ایک فرد بشر خود مختار ہی اور آزادی کی خاطر کو نشان تھا۔ اور جہاں تک بھی ہو سکتا تھا کسی کی حکومت کو نہ مانتے تھے۔ قصہ کو تاہ اُس وقت کے حالات کسی پولیٹیکل اتحاد و اتفاق کے سخت منافی تھے۔ اور اس وجہ سے وہ تہذیب بھی عاری تھی کیونکہ ایسی حالت میں ممکن نہ ہو سکتا تھا اتفاق ہو۔ سرولیم میورا اپنی کتاب "لائف محمد" کے دیباچہ میں لکھتا ہے:-

اُس وقت کی سب سے پہلی خصوصیت جو کہ ہماری نگاہ کو اپنی طرف منطقت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عرب لوگ بیشمار جماعتوں میں متفرق تھے۔ اگرچہ انکی زبان۔ انکی رسم و عادات انکی عزت اور اخلاق کا معیار ایک ہی تھا۔ مگر ہر ایک جماعت ایک دوسرے سے خود مختار اور سوا تھی۔ اور اکثر آپس میں ایک دوسرے کو لڑائی چینی رہتی تھی۔ اور خون کے رشتے اور دیگر مصلحتوں کی وجہ سے اتحاد اور تعلقات ایک نہایت ہی معمولی وجہ سے اتفاق اور سخت دشمنی بدل جاتے تھے۔ سولہویں صدی کے وقت اس گدشتہ عربی تاریخ کا خیال ہمیں ایک کاغذی سیرمن (جس میں کالج کے رنگ برنگے ٹکڑے لپکے گئے) نے مختلف کلیں اختیار کرتے ہیں، کی طرح اتھا۔ اور غنیمت و اتفاق کی ایک ہمیشہ گھٹتی بڑھتی حالت کو ظاہر کرتا ہے جس نے عام اتحاد و اتفاق کی کوششوں کو بے تک بالکل بے سود اور نا کام رکھا۔ ان لگاتار لڑائی جھگڑوں اور سیاسی لڑائیوں اور اتفاقات کی طرف قرآن مجید ایک سے زیادہ موقعوں پر اشارہ کرتا ہے مثلاً اس میں:-

وَاذْكُرُوا النِّعْمَةَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءَ وُقَالَتَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا وَّلَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُضْرَةٍ مِّنَ الْمَنَارِ فَالْقَدْ کُنْتُمْ مِنْهَا (سورۃ آل عمران رکوع ۱) ترجمہ: اور اللہ کا وہ احسان یاد کر دیجئے تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آگے) تھے پھر اس نے تم کو اس سے بچ لیا۔

یہ بات ضرور دلہنشین ہو جانی چاہئے۔ کہ جب کلمان مؤمن عرب کے اسلام سے پہلے زمانے کو زمانہ جاہلیت سے موسوم کرتے ہیں۔ تو انکی مراد اس سے کہ طریحہ علم و فن اور سائنس سرنا و اقصیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس سے تمام تمدنی اور اخلاقی اصولوں اور حقیقی مذہب کے لاعلمی مراد لینے ہیں۔ چاہے پُرانے عربوں کے علم و عرص کا پایہ کیسا ہی بلند کیوں نہ ہو مگر اس سے انہوں نے کوئی تمدنی اخلاقی اور مذہبی اصول حاصل نہیں کئے۔ ان میں اپنی بیٹیوں کو زنا کا ڈینے کی وحشیانہ رسم اور ایک عورت کے کئی شوہر ہونے کے رواج کے سابق عمل ہیں۔ ان میں جلائے نکاح بہت کمزور اور ڈھیلے ہوتا تھا۔ کیونکہ شوہر جس وقت وہ چاہے اپنی بیوی کو الگ اور رو کر سکتا تھا۔ عورت کا درجہ بہت کمتر تھا۔ اور کسی وقت وہ خاوند کی ملکیت کا ایک حصہ خیال کیجاتی تھی۔ وہ وراثت کا ایک حصہ بھی چنانچہ متوفی کا وارث اور دوسری چیزوں کے ساتھ اسکی عورت پر بھی قبضہ کر لیتا تھا۔ اسی وجہ سے تیلے بیٹے کے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لینے کی وحشیانہ رسم جاری تھی۔ جس رسم کو قرآن شریف نے قطعاً نابود کر دیا۔ زنا کاری انہماک سے درجہ پہنچی ہوئی تھی شراب نوشی بالکل عام تھی۔ اور جو بازی کی قبیح عادت ہماں تک زور پکڑ گئی تھی کہ ایک آدمی اپنی تمام ملکیت ہار جانے کے بعد اپنی آزادی پر شرط لگانے سے بھی نہیں ہچکچاتا تھا۔ اور جس کو ہار جانے کی صورت میں وہ دوسرے کا غلام ہو جاتا تھا۔ تمام تمدنی اور اخلاقی قانونوں کے ناپید ہونے کی حالت میں یقیناً ہم الہی سوسائٹی کو سوسائٹی کے اصل مفہوم میں نہیں بلا سکتے۔

زمانہ جاہلیت کے عربوں کا مذہب اور زیادہ صاف طور پر ان کے فوق العادہ چیرہ پر کے متعلق جاہلانہ خیالات اور ان سے لاعلمی کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کا مذہب چند لفظوں میں اس طرح

اور اہمکنہ ہو لعل بُت پرستی جو کہ بڑی گہری جڑیں بکرا گئی تھی۔ دوئم ذی رُوح اور غیر ذی رُوح چیزوں کی پوشیدہ طاقتوں کو ڈرنا اور ان کی عزت اور عبادت کرنی۔ وہ صرف بتوں کو ہی نہیں بوجھتے تھے جنہیں سو ۳۶۰ صرف خانہ کعبہ میں ہی رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ وہ قدرت کی طاقتوں مثلاً سورج۔ چاند ستاروں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پتھر۔ درخت اور ضمیر کی لایعنی شکلیں اور اور کئی چیزیں بھی ان کے معبود ہونے کا شرف رکھتی تھیں۔^۱

جب کوئی خوبصورت پتھران کو ملتا تھا۔ تو اسکی پرستش کرنے لگتے تھے۔ اور اگر نہ ہاتھ لگے تو ریت کے ایک توڑے پر اونٹ کا دودھ دوہ دیتے تھے اور اسکی بوجا کر لیتے تھے۔ ”زنن انسان کی زبانی بھی مفقود نہ تھی۔ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے دیوتاؤں کی مرضی تیروں کے ذریعے پیشینگوئی کرنے سے معلوم کی جاتی تھی۔ ان سب عقیدوں اور توہمات کے ہوتے ہوئے بھی عرب لوگ ایک لاندہ قوم تھی۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کہ کسی آئینہ زندگی پر یقین نہیں رکھتے تھے اور ان کے خیالات ایسیکیورٹین (superstition) کی طرح نفس پرستی اور عیش پرستی تھے۔ اور وہ جو کسی آئینہ زندگی پر یقین کرتے تھے۔ سو وہ مرے کی قبر پر ایک اونٹ کو ریتی ہو یا ندھ دیتے تھے۔ تاکہ وہ بھوک سے مر جائے۔ اور حشر کے دن اس متنی کی سواری کے کام آئے۔ بوسورتھ سمٹھ (Bosworth Smith) لکھتا ہے کہ ایک عجیب پیراز سحر دم ان میں پھیلا ہوا تھا۔ کہ مرے کی رُوح اسکی قبر پر ایک اُتو کی شکل میں منڈ لاتی رہتی ہے۔ اور اگر وہ شخص متول ہوا ہے۔ تو وہ اُتو اسقونی۔ اُسقونی یعنی (مجھے پینے کو دو۔ مجھے پینے کو دو) چلاتا پھرتا ہے۔ اور وہ برابر چلاتا رہتا ہے جب تک کہ اسکے قاتل کا خون نہ گرایا جائے۔ کئی دفعہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عرب لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی ماتھے میکر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا عقیدہ بھی صرف کہنے کی بات تھی۔ ہر ایک دیوی اور دیوتا کے فالن بھی جُدا جُدا تھے۔ اور ان کی پرستش بھی مختلف مطالب اور دُعاؤں کو حاصل کرنے کیلئے کی جاتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اس طرح نہیں بلکہ ان کا خدا تھا کہ وہ سب دیوی دیوتاؤں پر کھران ہے۔ اور دنیاوی معاملات کی باگ ان کے ہاتھوں میں مہی ہے۔ گو یا کہ قومی طریق عبادت سوائے اصنام پرستی کے جو کہ بڑی گہری جڑیں بکرا گئی تھی اور تمام ذی رُوح اور غیر ذی رُوح چیزوں

عزت اور عبادت کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ یہ مذمت اور عیب کی تمدنی اور خلاقی حالت تھی۔ اور کوئی آدمی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ ایک سخت جمالت اور گمراہی کا زمانہ تھا۔ زمانہ جاہلیت کے عربوں کا تمدنی، خلاقی اور مذہبی مطلع بدکاری، توہمات اور لڑائی اور جھگڑوں کی وجہ سخت تاریک ہو گیا تھا۔ اس سیاہ اور تاریک رات میں سرزمین عسیر پر سیاہ اور گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور عربوں کے علم و عرض و محبت اگر انکی کچھ بھی قدر و قیمت تھی تو وہ ایک دھندلے ستارے کی طرح تھی جو کہ کسی پھٹے ہوئے بادل میں سوچکے ہوئے عیسائی اہل قلم بعض وقت اس نامکمل عیسائیت کے خوشگوار اثر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو کہ اس وقت ملک عرب میں موجود تھی۔ مگر یہ ایک قابل بحث امر ہے کہ کیا عیسائیت نے اپنے شروع کے زمانے میں دنیا پر کوئی مثبت اثر ڈالا ہو غیر متعصب سوچنے والوں نے اس کے متعلق بھاری شکوک کا اظہار کیا ہے اور جہان تک کہ تاریخ پہلی صدی تک تو اٹل رہی تو دوسری صدی کے عیسائیوں کی حالت کو ظاہر کرتی ہے وہ بجائے وکھن ہونے کے نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ میں پورے طور پر نہیں کہہ سکتا کہ عرب میں سلام کے پہلے شراب نوشی اور قمار بازی کا عالم کچھ مرض کہاں تک عیسائیت کے اثر سے پھیلا ہے۔ اور عیسائیت کہاں تک اسکی ذمہ دار ہے۔ مگر حیدر الفاضل جو کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائے تھے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ کسی نہ کسی حد تک درست ضرور ہے۔ جیسا کہ ڈوڈری (۱۷۷۷ء) کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے بالکل مبالغہ نہیں کیا جبکہ آپ نے ایک قبیلے کی نسبت جس میں عیسائیت اپنی جڑ پکڑ گئی تھی یہ فرمایا ہے کہ غلبہ عیسائی نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی چیز انہوں نے اس مذہب سے لی ہے تو وہ شراب نوشی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عیسائی شراب بھی تھے اور انکی نظمیں سہات کی کافی اور شافی شہادت دیتی ہیں۔ کہ وہ اس وقت کی عالم براہین مثلاً اجواء بازی، زنا کاری، اور شراب نوشی میں ویسے ہی ڈوبے ہوئے تھے۔ جیسے کہ انکے بٹ پرست اور کاہن پڑوسی۔ سرولیم جیسا متعصب مؤرخ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ سواویں صدی میں عیسائیت بحسن بہت ضعیف اور گندی تھی۔ اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کی تمام لطائف سلب ہو گئی تھیں۔ اور اگلے زمانے کے پاک

صاف اور صحیح مذہب کی بجائے اب بدعت اور دین باطل کے چھپھراپن اور اچھے پن نے جگہ لیلی تھی +

بعض دفعہ یہ بات پر زور دیا جاتا ہے۔ کہ عیسائیت کے عقیدہ و حدائیت عربوں کے دلوں پر اپنا اثر کیا۔ اور یہ اس اثر کی وجہ تھی کہ بعض لوگ جو کہ ضعیف

کہلاتے ہیں۔ سچے مذہب کی جستجو میں روانہ ہو گئے۔ مگر واقعات اس دعوے کی تائید نہیں کرتے۔ ”خداے واحد“ اللہ تعالیٰ کا علم اُس وقت کی عیسائیت کو بہت کم تھا۔ وہ قریباً قریباً اللہ تعالیٰ کے نام ہی بیگانہ تھی۔ کیونکہ جس خدا کی وہ پرستش کرتے تھے وہ ایک فانی ہستی تھی۔ اور یہ جناب مسیح اور اسکی الوہیت تھی جس کی بابت عیسائیت کے مختلف فرقے آپس میں جھگڑے اور بحث مباحثہ کر رہے تھے عیسائیت اللہ تعالیٰ کی تعلیم نہیں دیتی تھی۔ بلکہ مسیح مسیح کی الوہیت منواتی تھی۔ اور فرقہ ضعیف مسیح کو کبھی خدا نہیں مانا۔ حقیقت یہ کہ عیسائیت نے کبھی بھی عربی چالچلن پر کوئی گہرا اثر نہیں ڈالا۔ وہ ایک ایسے انسان کے خدا ہونے کی تعلیم دیتی تھی۔ جو کہ (انکی نظروں میں) ان کے منظر نظر اور آلود اجداد کے بتوں پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا تھا۔ قرآن شریف آئہ کے بت پرستوں کے اس تنازعہ پر مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کرتا ہے :-

”وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُونَ
وَقَالُوا آلَهِمَّ إِنَّا هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا
بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ“ ترجمہ۔ اور جب یم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی۔ تو بن تمہاری قوم کے لوگ اُس (کو سن کر ایک دم) سے کھلکھلا پڑے۔ اور تجھے کہنے کہ (اس صورت میں) ہمارے معبود (تھے) (ہے) یا عیسیٰ۔ ان لوگوں نے عیسیٰ کی مثال جو تمہارے سامنے لاؤالی تو صرف کٹ مچتی کے طور پر۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں جھگڑا لو۔ کیونکہ عرب لوگ فرشتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اسلئے وہ کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا مسیح سے بہتر ہیں۔ جو کہ باوجود عیسائیوں کے انکو خدا ماننے کے آخر انسان تھا۔ اُن کا عیسائی مذہب کے متعلق شک اور دوہم اور اس پر طعن اور تنہی اُن کا اس واقعہ کو خوب ظاہر ہوتا ہے :-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک سرسری نظر

نبی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) ۵۷۰ء عیسوی میں مکہ کے ایک قریشی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عبد اللہ آپ کی ولادت سے چند ماہ پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ جب آپ کی عمر چھ سال کے قریب پہنچنے آئی تو آپ کی والدہ کی وفات سے آپ کو کالیم کر دیا۔ اس غریب یتیم لڑکے کی پرورش اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پروں تلے ہو رہی تھی کیونکہ اکیس قسم میں ایک اتنا بڑا کام کرنا کھانا پکانا جو کہ تاریخ دنیا کی رزق کو بدل گیا۔ مگر کیا آپ نے اتنے بڑے اور اہم کام کے مطابق تعلیم حاصل کی؟ اور کیا آپ ایک اُمتی نہیں تھے؟ ہاں ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے کی آنکھوں میں آپ ایک جاہل اور آن پڑھ آدمی تھے مگر حقیقت میں آپ علم سرچشمہ اور عقل دانائی کی کان تھے۔ اور یہ سب چیزیں خود حاصل کردہ نہ تھیں۔ بلکہ محض عطا الہی تھیں۔ چند ہی سال کے بعد ہم آپ کو ایک نوجوان۔ طاقتور اور خوبصورت اور مستقل مزاج آدمی پاتے ہیں جس کے چہرے سے کامل سنجیدگی اور مناسبت ٹپکتی تھی۔

نبوت پر ماموریت

شہر کے شور و شغب سے دور۔ غار حرا کی تنہائی میں آپ اکثر زندگی و موت اور انسان کی عاقبت کے متعلق گہرے خیالات میں منہمک رہتے تھے تو ایک نہایت دلربا کشف کی حالت آپ پر طاری ہوتی ہو اور ایک آواز سنائی دیتی ہو۔ سو اس عجیب طریقے سے آپ نے اپنا پہلا سبق سیکھا۔ ایک ناتوان اور خوف کچھال میں آپ اپنی نبوی خدمت پر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایسے آتے ہیں۔ اور چلا کر کہتے ہیں۔ ”زملونی۔ زملونی“ (مجھے کسبل اڑھا دو۔ مجھے کسبل اڑھا دو) آپ کی نبوی فرمائی ہیں خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل و رسوا نہیں کوئیگا۔ کیا آپ اپنے رشتہ داروں کو نیک سنو کہ نہیں کرتے؟ اور اپنے بڑھوسوں پر مہربان نہیں ہیں۔ اور اپنے عہد کے پورے مروجہ بات کے محافظ نہیں ہیں؟ آپ کے چال و چلن کے متعلق کیسی اعلیٰ اور عمدہ شہادت ہو اور وہ بھی

آپ کی بیوی کے منہ پر متعدد نبوت کو مکمل ہونے میں چالیس سال لگے۔ خلیعت نبوت کو پہننے کا اگر کوئی وقت تھا تو اب تھا۔ آپ کو ایک کڑکھٹی ہوئی آواز آتی ہے +

يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ قَدْ قَانِذَرُكُمْ وَرَبُّكُمْ فَكَبِّرُوا وَتَبَارَكُ فَطَهِّرْهُمُ وَالرَّحْبَزَ قَاتِلْهُمُ (سورۃ المسدثر - رکوع ۱۱) ترجمہ - اے کپڑا اٹھڑے اٹھو اور لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف کرو۔ اور بخاستے الگ رہو۔ آپ لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کربستہ ہو سئے آپ نے اپنا پیغام اپنے ارد گرد کے لوگوں کو سننا یا شریعہ کر دیا۔ آپ کی بیوی خدیجہ اور عترت بھائی علیؑ اور آپ کا غلام زید بن حارثہ - اور آپ کے مقرر دوست عبداللہ بن ابی تمیم (ابو بکر) آپ کے مشن اور کوششوں کے پہلے ثمرات تھے۔ ایک طرف تو کیا ہی یہ عن سبق بگو جس پر ہمیں کاربند ہونا چاہئے۔ یعنی عمل نیکی کے کام کی ابتدا گھر سے ہونی چاہئے۔ دوسری طرف یہ واقعی ان کی مستی یا نہ زندگی اور پاکیزگی مقصد کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ ایک دن آپ چند رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ کھاتے خارج ہو کر بلا کسی قسم کی تمہید کے بالفاظ ذیل پیغام ربی انہیں سے دیتے ہیں۔

”یا ابنا عبدالمطلب تم تمہیں وہ بشارت دیتے لگا ہوں جس سے تم اس دنیا میں بھی اور آئندہ میں بھی خیر و برکت کے مالک ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں انکی خدمت کے لئے بلاؤں تم میں کون ہو۔ جو میری اس دعوت کا بوجھ اٹھائے۔ سبحان اللہ نے الواقعہ بڑی بھاری دعوت ہے۔ الفاظ تو اسی محمدؐ کے مقررہ نیکے ہیں جس سے وہ آشنا ہیں لیکن آج اس کا انداز ہی زلالا ہے۔ حاضرین پر ایک رعب طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کے لب و لہجہ اور انداز میں ایک ہیبت اور رعب پاتے ہیں +

تین برس کی محدود وعظ و نصیحت کے بعد وہ وقت آیا کہ گھر کی چھت سے بلکہ پہاڑ کی چٹی سے حق اور سچائی کے اعلان اور شہر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ نے لوگوں کو وہ صغیر سے پاس بلایا۔ اور وہ آپ کے کہنے کے مطابق وہاں آ جمع ہوئے۔ آپ نے پہاڑ کی چٹی پر سو ایک کڑکھٹی ہوئی آواز سنائی کہ اپنا پیغام سنایا۔

میں تمہیں ایک نہایت خوفناک عذاب کی خبر دینے اور اس سے متنبہ کرنے آیا ہوں اور میں تمہیں اس خوفناک انجام سے بھی نہیں بچتا جب تک کہ تم لا الہ الا اللہ نہ پڑھو۔ ایک ایسے لوگوں کو جو کہ بڑے پرستی، مگر اسی اور توہمات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ پیغمبر نہایت ناگوار معلوم ہوا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلعم پر پتھروں کی بارش کر دی اور آپ کا چہرہ مبارک لہو لہان ہو گیا۔ جب آپ سے یہ کہا گیا کہ اُن پر لعنت کر دو آپ نے ہاتھ ہلکا کر فرمایا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں نبی فروع النسان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ اُن پر لعنت کرنے کے لئے۔ آپ کے قلب کو تودیکھو۔ کیا محبت اور شفقت کا سمندر موج زن ہے +

ایذا رسانی اور ظلم و ستم

اس کے بعد جیسا کہ اکثر ہوتا ہے لوگوں نے آپ کو ایذا پہنچانی شروع کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے بہادر سپاہی اس کے جھنڈے کو برابر ہڈی میں لہراتے رہے۔ اور انہوں نے نہایت اطمینان اور صبر سے تمام بدنامی، خطرات اور ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ اکثر لوگوں کو کانٹوں کے تاج پہنائے گئے۔ مگر اُن کے خون نے اُن کے رشتہ زندہ کیلئے بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ بال بال بچ گئے +

کافروں کا لالچ اور طمع دلانے کی کوشش کرنا

آپ نے دشمنوں میں سے ایک نے کہا: "آؤ! اس بدعتی اور ملحد (نعموؤ باللہ) کو لالچ اور طمع دلانے کی کیوں نہ کوشش کریں؟" چنانچہ عقبہ اس ڈیویشن کا سردار بن کر خانہ کعبہ میں جہانگیر بنی حکم صلعم بیٹھے ہوئے بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا: "اے محمد تمہاری اس نئے مذہب کو نکالنے کی کیا غرض اور مقصد ہے؟ کیا تمہیں مال و دولت کی خواہش ہے؟ اگر ہاں تو ہم اپنا مال و دولت تمہارے قدموں میں لٹھنے کو تیار رہیں کیاتم حکومت اور طاقت چاہتے ہو؟ اگر یہ بات ہے تو ہم تجھے تو اپنا سردار بنانے میں طرت آمند ہیں۔ مگر مہربانی فرما کر اپنے اس نئے مذہب کی تلقین کرنی جیسے بڑو" + نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے۔ انہوں نے کہا: ہاں اب آپ سے کیا؟

میں جواب نہ لو۔ اور آپ نے قرآن شریف کی آیتوں کی تلمذات شروع کر دی۔ اور پڑھنا شروع کیا۔

اس کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عجیب شکل اور وقت میں ملے ہیں۔ کافروں نے آپ کو دیرینہ سال چچا ابو طالب پر زور ڈالنا شروع کیا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھائے۔ چنانچہ اس نے آپ سے کہا تو اپنے اس مشن کو چھوڑ دو یا مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سازی یا زمانہ سازی کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ اگر وہ شروع کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تب بھی میں ایسا کر نہیں نہیں کروں گا۔ مگر آپ نے چچا کو جدا ہونا بھی بڑا شاق گزرتا تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ جانے لگے۔ تو فرمایا کہ آپ کے آنسو نکل پڑے۔ بڑھے آدمی نے چلا کر کہا۔ میرے بھتیجے واپس آؤ۔ اور بالکل اطمینان اور دلچسپی سے فرمایا۔ اور جو تمہارا جی چاہے کرو اور کہو۔ میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

ایک عیسائی بادشاہ کا آپ کے کام کا مشاہدہ کرنا کافروں کی ایذا دہی دن بدن بڑھتی گئی۔ اور مکہ کی زندگی ناقابل برداشت ہو گئی۔ ۸۳ آدمی اور ۱۸ عورتوں نے جب چپ چاپ بحیرہ قلزم کو عبور کیا۔ اور نجاشی بادشاہ ابی سینہا کی پناہ جا بکری۔ مگر زیش نے ان کا وہاں بھی بھیجا نہ چھوڑا۔ جب اس نے مذہب کو بیان کرنے کیلئے یہ سب لوگ بلوائے گئے۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہز نبی کریم سے بھتیجے تھے۔ ان سپاہیوں کے گردہ کے ترجمان بن کر آگے بڑھے اور کہا۔ اے بادشاہ۔ ہم جہالت۔ مہت پرستی اور بدکاری میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی کھڑا کیا۔ جس نے ہمیں خدائے واحد کی پرستش سے ہٹا دیا۔ الیافائے عہد۔ رشتہ داروں کو نیک سوس۔ اور ہر بُری چیز سے اجتناب کرنے کی تعلیم اور تلقین کی۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ اور اُس سے پیچھے چلنے لگے۔ مگر اہل مکہ نے ہمیں طرح طرح کی ایذا میں پہنچانی شروع کیں۔ چنانچہ اب ہم ان کو بچ کر تیری پناہ کو ڈھونڈنے آئے ہیں۔ کیا تم ہماری حفاظت نہ کرو گے؟

ہاجرت

اہل مکہ نے ایذا رسانی کو نہ چھوڑا۔ چند اہل مدینہ آدمی راستہ کو لگے میں آئے۔ اور ایک ساریہ دار درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہجرت کی۔ اور آپ کو مدینہ چلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ۱۲ جون ۶۲۲ء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاسبانہ مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ یہاں سون ہجری کا آغاز شروع ہوتا ہے۔ اہل مدینہ اہل مکہ کی طرح نہ تھے۔ انہوں نے آپ کا استقبال کیا۔ اور خوش آمدید کہا۔ ایک مٹی کی مسجد تعمیر کی گئی۔ ایک واحد ضاۃ خدا جو کہ عرب کیا تمام دنیا کے مودحانی صحابہ میں ایک ہی خلستان تھا۔ انبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیکس والا چار سپاہی مگرینوں مینا تھوں اور یہودیوں کو واسطہ آٹھا۔ اور آپ کی حیثیت ایک حاکم یا بادشاہ کو نہ تھی۔ مگر کیا اس بات کے آپ کی طرز معاشرت و زندگی میں کوئی تغیر و تبدل ہوا؟ نہیں بالکل نہیں۔ وہی سادہ۔ غریبانہ زندگی جو پہلے تھی سو اب بھی اسی +

فتح مکہ بلا خونریزی کے

اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں کی تعداد گروہ درگروہ بڑھتی شروع ہو گئی۔ اور قریش سبکی اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی تمام کوششیں بالکل نئے سودا اور ناکام ثابت ہوئیں۔ دس سال کی عارضی صلح ہو گئی۔ چھٹے سال ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اور تین دن تک وہاں حج کی رسوم ادا کرتے رہے۔ اور اس کے بعد نہایت امن و آرام کو داپس آ گئے۔ اہل مکہ ان کے تحمل اور مجرب داری پر حیران تھے۔ آخر کار قریش نے عارضی صلح کو پہلے پہل توڑا۔ چنانچہ آٹھویں سال ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع دس ہزار اصحاب کے مکہ معظمہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔ اہل مکہ معافی کے خواستگار ہوئے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تمام شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائیگی اور قتل عام کا حکم دیدیا جائیگا۔ مگر یہ کیا ہو؟ کہ کوئی خوریزی نہیں ہوئی۔ اور تمام قریش کو جو کہ آپ کے خون کے پیاسے تھے معافی دیدی گئی۔ مؤرخ لین پول (L. E. Paul) کا چلانا بجا ہے۔ فتوحات

کی تمام تاریخ میں کوئی فاختانہ داخلہ اس سکر کے داخلے کا لگنا نہیں کھا سکتا۔

آپ کے آخری الفاظ اور نصیحت

اس فتح مکہ کے دو سال کے بعد آپ کے رفیق الاعلیٰ سے ملنے کا وقت سن پہنچا اور مناکہ وادی میں چالیس ہزار حاجیوں کا مجمعہ بٹھایا گیا۔ اور آپ کے آخری پریمی الفاظ وادی مناکہ کی فضا میں اس طرح گوئے۔

اے لوگو میرے لفظوں کو غور و شنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میں پھر آپ لوگوں کو مل سکوں یا نہ مل سکوں تمہارے حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں جیسا کہ آج تمہارے اوپر حقوق ہیں۔ اپنی عورتوں کو نیک سلوک کرو۔ اور اپنے غلاموں کو بھی نیک برتاؤ کرو۔ ان کو اپنے کھانے جیسا کھا نا دو۔ اور اپنے پہننے جیسا کپڑا پہننے کو دو اور ان پر ظلم نہ کرو۔ اور اس بات کو جان رکھو کہ تم سب برابر ہو۔ اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔

اس کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نگاہ ڈالی۔ اور کہا۔ اے اللہ تعالیٰ میں نے اپنے مشن کو پورا کر دیا ہے۔ تو اس پر شاہد ہو۔ تب آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں کے لئے دُعا فرمائی۔ آپ اس کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہے۔ اور آخر اپنے رب حقیقی کو جاملے۔ خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار برکتیں اور رحمتیں آپ پر ہوں آمین

اسلامت رکھو۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے متعلق آپ کے آخری

الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ مگر پھر بھی نادان لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورتوں کے تہذیب اور عزت کو پامال کر دیا ہے۔ ابھی مغربی تہذیب نے اس تہذیب کو پہنچنے میں بہت مراحل اور منزلیں طے کرنی ہیں جبکہ اسلام نے عورتوں کو عطا فرمایا ہے۔

لہذا میں جلسہ مولود البی مسلم کی روئیداد قیمت راقی ۲

پتھر نیچر اشاعت اسلام لاہور

سیرت نبوی

(از قلم جناب محمد مار میڈلوک پکٹھال صاحب)

اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے اور بے قصور انگیز اب بھی اُن پادریوں کے ناپاک الزاموں اور بُھتانوں کو سچ خیال کرتے ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کینہہ دار اور شہوتی انسان (لغو و لاشد) کہا ہے۔ اُمید ہے آپ مجھے معذوریال کریں گے۔ اگر میں لکھ دوں پھر سب بات پر زور دوں کہ آپ ایک نہایت عظیم اور بزرگوار انسان تھے۔ اور ہر باغ کے افراطی و متنفر تھے۔ اگر مجھ کو آپ کے پرائیویٹ چال و چلن کے متعلق صرف ایک ہی شخصیت بیان کرنے کو کہا جائے تو میں کہوں گا ”نہایت ہی پیارا“ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شخصیت بنگھوڑے سے لحد تک نہایت ہی پیاری تھی۔ اور اس دنیا میں کسی شخص کو بھی ملن بڑھ کر سچی محبت نہیں کی گئی۔ آپ سچے وہی لوگ محبت نہیں کرتے ہیں جو کہ آپ سے ہم کلام ہوتے یا آپ کو جانتے تھے اور جن کی محبت کی جھلک اب تک ان کے الفاظ میں نظر آتی ہے۔ بلکہ وہ لاکھوں کرداروں انسان جنہوں نے آپ کا جسم مبارک کبھی نہیں دیکھا۔ اور جن کے پاس صرف آپ کی سوانح عمریاں اور تعلیم و حدیث ہیں۔ وہ بھی آپ پر خدا ہو جاتے ہیں۔ آپ رسول نبی یقیناً رُوحانی ہادی۔ اور نائب خدا بھی کچھ تھے کہ ان حیثیتوں میں آپ کے متعلق کچھ نہیں لکھنے لگا۔ بلکہ صرف ایک پڑوسی اور دوسروں کے دوست اور بچے خیر خواہ ہونے کی حیثیت میں آپ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں ۶

کیا تم یہ فرض کرتے ہو کہ اسلام صرف تلوار کے ہی ذریعے پھیلا یا گیا ہے یا رسول تک پہلے صحابہ نبی سخت دردناک اور خوفناک تکلیفیں اہل سکے ہاتھوں برداشت کرتے رہے۔ مگر پھر بھی انکی تعداد روز بروز بڑھتی رہی۔ مگر یہ سب جماعت منتظر تھی۔ اور اکثر ان میں سے جلاوطن ہو گئے تھے مگر پھر بھی یہ تعداد میں بڑھ رہے تھے۔ اگرچہ اس مبارک جماعت میں افراد کو ہر قسم کی ایذا میں پہنچائی جاتی تھیں۔ مگر پھر بھی بہت ہی کم مرتد ہوتے تھے۔ مگر خدا کے کرم میں اور بہت سے داخل ہوتے جاتے ہیں۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا

جو کھام دنیا میں اپنی دلربائی میں بکیت اُسی روز اُتریں اور پائدار ترقی پر کئی ماہ نہ تھا
 اس جواب کو غور و سُمنو۔ جو کہ آپ کے ایک صحابی نے اپنے انیدار سانسوں کو دیا۔ جبکہ وہ اُسے
 سخت دُکھ اور ایذا پہ پہے تھے۔ انہوں نے اس کو پوچھا۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اس
 محترمہ ہادی جگہ پر ہوتا۔ مگر اس تکلیف کی حالت میں وہ مظلوم چلا اُٹھا۔ مجھے اپنے
 خاندان اپنی دولت اور اپنی اولاد کی کچھ پرواہ نہیں رہنا فاسکے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو ایک کانٹا بھی چُھے۔ یہ اُس عزت اور عظمت کی وجہ کہ لوگ پیغمبروں کی کرتے ہیں۔ اور
 اُس فاداری کی وجہ کہ وہ بادشاہوں کی برتتے ہیں ایک بالکل مجاہد کا وہ چیز ہے۔ یہ دلی اور سچی محبت
 کے کرشمے ہیں۔ ایک آپ کے ذاتی غلام کا یہ قول کہ میں نے محمد رسول اللہ صلعم کی من میں
 خدمت کی ہر گھاس عرصے میں آپ کے کبھی مجھے اُف باتک نہیں کہا۔ ہمیں اس قسم کی دلی
 محبت کی اور بہت سی شہادتیں ملتی ہیں۔ اور وہ بھی اُن لوگوں کی ہیں جو کہ آپ کے ذاتی
 واقفیت رکھتے تھے بعض عیسائی مورخوں نے جنہوں نے آپ کی سوا سحری بھی ہے خیال
 ظاہر کیا ہے۔ کہ جب آپ کو طاقت اور حکومت حاصل ہو گئی۔ تو آپ کا چال چلن پہلے کی
 نسبت اُڑل ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں وہ سنجیدگی اور نرمی جو پہلے تھی وہ حکومت کے
 حاصل ہونے پر زائل ہو گئی۔ مگر مجھے اس خیال کی کوئی ذرا سی بھی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔
 دُنیا سے تمام شہنشاہیں اور فاتحوں میں ہر طرف ایک محمد رسول اللہ صلعم ہی تھے جنہوں نے
 شخصی حکومت اختیار نہیں کی۔ بلکہ اپنے آپ کو بادشاہ بھی نہیں بنایا۔ آپ کو جنگ
 کرنے کی مطلقاً کوئی خواہش نہ تھی۔ مگر جب دشمن حملہ کر کے آپ کو اور آپ کے سچے مذہب کو
 کو عیسیت و نالود کرنے کی خواہش کرنے تھے۔ تو مجبوراً آپ کو بھی لڑنا پڑتا تھا۔ اسلام کی عرض
 اور مقصد امن اور صلح ہے کہ لڑائی اور جنگ۔ اور تاریخ میں عربوں کو جتنا جھوٹے کی جو فہرت
 حاصل ہوئی وہ محض ایک اُفلق کی وجہ سے ہوئی۔ اور اُسکی وجہ دوسرے مذہبوں کا تعصب اور تہیج
 قیود ہیں۔ وہ لوگ جو کہ خیال کرتے ہیں کہ الاسلام محض تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ وہ ہمارے
 مذہب کی حقیقت سے محض نا آشنا ہیں۔ اور جو خوشی اور تسکین قلب اس کو حاصل ہوتی ہو اس سے
 بیخبر ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کو قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے کوئی

مس تی نہیں +

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ذات پات اور فرقہ بندی کا خیال نسبت موجود رہا ہے کے زیادہ سخت تھا۔ اور جبکہ قومیں شریعت اور آزاد مردوں اور غلاموں میں منقسم ہوئی ہوئی تھیں۔ اس وقت شیخ کو یم مسلم بھائی بندی۔ اور مساوات کا حکم لوگوں کیلئے دیا گیا۔ اور تمہارے غلام۔ اُن کو وہی کھانے کو دو جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی کپڑا اُن کو پہننے کو دو۔ جو کہ تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصور کرے جس سے جو کہ ناقابل گزر ہو۔ تو ان کو الگ کر دو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ اور اُن کی بڑا سلوک کرنا روا نہیں ہے۔
”وہ غلام جو کہ نماز پڑھتے ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں“

”اے لوگو۔ میری بات کو سنو۔ اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور بات کو جان لھو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم سب ایک برادری میں منسلک ہو تمہارے لڑکے کوئی چیز جو کہ تمہارے بھائی کی ملکیت ہو استعمال کرنی جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنی کامل رضامندی سے تمہیں اجازت نہ دیے۔ اور نہ انصافی کرنے کو ہمیشہ بچتے رہو۔ اور اس کو محترم نہ ہو۔“

یہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ایسا فرماتے ہیں۔ اس عالمگیر برادری اور یکجا ملکیت کا سبق صرف انہی غفلوں میں ہی نہیں سکھایا۔ بلکہ عملاً اپنے ذاتی نمونے سے بھی سکھانا بت کر دکھایا۔ آپ نے کسی دیوبند یا انسان کو اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی کوئی دھوکہ نہیں پہنچایا۔ آپ شہنشاہ عرب ہو جانے کے بعد بھی اپنے تمام پیروں کو ویسا ہی برادرانہ اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ویسے ہی خادم اور بندے تھے جیسے کہ دوسرے مسلمان تھے۔ مگر رسول خدا ہونے کی وجہ سے آپ کی بات کو دوسروں پر فوقیت حاصل تھی اور وہ عزت اور ادب سے سنی جاتی تھی۔ آپ اپنے گرد کوئی محافظ یا باڈی گارڈ نہ رکھتے تھے۔

بلکہ مسلمانوں میں نہایت آرام اور بیگیری کی ایک ہادی مصنع اور قابل اعتبار دوست کی خیمیت چلتے پھرتے تھے۔ آپ کی طرز معاشرت ایسی سادہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے سے نہ کوئی آئینہ لوگوں کو متنبہ کیا۔ کہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو شور و غل مت کیا کریں۔ اور کھانے کے وقت تمام کے تمام آپ کے مکان پر نہ آجے ہذا کریں۔ اگرچہ یہ باتیں سلیقہ

اور ناسلسلی کے چند اس خلافت نہیں۔ مگر یہ دن بدن بڑھتی جاتی تھیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص جو آپ سے ملنے آتا تھا یہی چاہتا تھا کہ آپ اس کو گفتگو کریں اور اس کی باتوں کو سنیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ کو عہدت تھی اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر چکا ہوں آپ کو جو اپنی بیٹی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عہدت تھی وہ اگرچہ دوسرے رنگ کی تھیں مگر پھر بھی کچھ کم تھی۔ حضرت عائشہ کا نکاح یحییٰ بن یحییٰ بن کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تھا۔ یہ شخصت ابو بکر صدیق کی خواہش تھی کہ جلد بھی جلد ہو سکے یہ بلکہ نفوس عمل میں آجائے آپ کی بیٹیوں میں یا دوسری جنم کی دوسری دوسروں کا دل رکھنے کیلئے تھیں یا وہ سلطنت کی باتیں کرتی تھیں۔ مگر جرات میں آپ اپنی بیویوں کو نہایت محبت اور انصاف کے ساتھ کرتے تھے اور ان سے نرمی رکھتا تھا۔ آپ ایک نواہند۔ باپ۔ پڑوسی۔ دوست۔ حاکم اور اور دوسرے کی محبت سے اپنے زمانے اور تمام آئیوالے زمانے کیلئے ایک بہترین نمونہ تھے اور میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ کی بابرکت شخصیت مسیح سے لیا۔ ایسی شخصیت جو دوسروں کی اصلاح میں تھی۔ آپ کا ایک لفظ بھی سن کر اور نہ دیکھ کر نہ تو سوچ کر نہ لے کر نہ زمین کو نہ تنہا حس نہ ہلنے اور زحی دلوں پر نرم کچا یا رکھنے کے لئے کافی تھا یہاں تک کہ وہ لوگ بھی بول آپ کی غیر عارضی میں آپ کے برخلاف منصوبے باندھتے تھے جب سامنے آتے تھے تو بالکل سیدھے ہو جاتے تھے۔ اور زہر خیر غلام بن جاتے تھے +

آپ کی منگولوں اور حاجتمندوں پر ہر انی اور انکی حاجت رہائی کرنے۔ اور لوگوں کو منصفانہ برتاؤ کرنے کیچوں نے غلبہ اور شفقت برتنے۔ اور بے زبان جانوروں پر پھر بانی کرنے کے متعلق میں سینکڑوں کہانیاں آپ کے سامنے بیان کر رہی ہوں۔ آپ بلیوں کو بوجہ انکی معافی۔ راکتیری کے بہت پسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا گلا۔ اپنے جوتے تھرتھنے میں ایک بلی آئی اور آپ کے کرتے کے دھن پر آکر لپٹ گئی اور ہو گئی۔ جب بہت دیر ہو گئی اور آپ کو اٹھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو آپ نے مجبوراً اپنے کرتے کا دھن کھات ڈالا۔ تاکہ بلی کی پسند میں خلل نہ آئے اور خود کو اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے سب لوگوں کو جانوروں پر بخشنے کی سزا دیا تھا۔ آپ کو قدرت کی ہر بات سے آگاہی تھی۔ کہ یہ بلی قابل تعجب اور نہیں کہ آپ کے بعض صحابہ نے

پیر و پیغمبر لیتے تھے کہ تمام قدرت کی اشیاء ایک حد تک آپ کا حکم مانتی تھیں اور آپ کے محنت رکھتی تھیں۔ مگر آپ انکو ایسا خیال کرنے کو ہمیشہ منع فرماتے تھے۔ اور یہ ان کو جلائے تھے۔ مگر آپ بھی انکی طرح ایک لبتہ ہیں صرف نزع یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا پیغام لوگوں کو پہنچانے کے لئے چُن لیا۔ کیا تاریخ میں ایسے ہیبر کٹر سما۔ کوئی اور شخص نظر آتا ہے۔ اور کیوں جبرانی کی بات نہیں۔ کہ چلنے والے کا ایک مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کرنے ہوئے یہ بول آئے۔ چاہے تم ہر ممکن طریقے سے آپ کی بڑی بڑی تعریف کیوں کر کرو۔ تب بھی تم آپ کی اعلیٰ و افضل صفات و خوبیوں کو بیان نہیں کر سکتے۔ مگر اس قسم کی تعریف اس میں شامل نہیں جو کہ عیسائی لوگ اپنے پیغمبر کی کرتے ہیں (یعنی اسکو خدائی مرتبہ پہنچاتے ہیں)۔
صلو علیہ وسلم

ابوالارتقا و ابن الارتقا

نبی اور ریفنار میں بالامتساز

تھیری آف ایولوشن یعنی مسئلہ ارتقا کے دلدادہ ایک نبی کو بھی ایم کا مصلح سمجھتے ہیں۔ جسے دنیا کی وقتی ضرورت کسی نہ کسی ریفنار کو پیدا کرنا پڑتی ہے لیکن یہ عدم تدبر کا باعث ہے مسئلہ ارتقا ایک سچا مسئلہ ہے۔ فطرت کا ذرہ ذرہ اس پر شام ہے کس طرح ایک نوجوان فوت ہو جاتا ہے۔ اور کس طرح ایک غلط انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے ہمیں شک نہیں کہ دنیا کی تمدنی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ الغرض ہر قسم کی علمی ترقیات بھی اسی مسئلہ ارتقا کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ ایک نسل کی علمی تحقیقیں اور اخلاقی معیروں کا۔ صدیق دریا دوسروں کو مل جاتی ہیں۔ اور دوسری نسل اسکو اضافہ دیتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کے متعلق ابھی آج لوگ یہ قیاس کرتے ہیں۔ کہ انبیاء کی اصلاحیں بھی اسی ارتقائی رفتار کی ایک ممتاز منزل تھیں۔ یعنی انبیاء علم ہر سالہ بھی جو علوم دنیا کو دیتے ہیں۔ وہ دراصل دریا کا ذرہ ذرہ

نسلوں کو حاصل کر کے اس پر مناسب بڑا کر دیا کرتے ہیں۔ یہ ارجوایں تک نبویؐ یغایر
ہوتے ہیں۔ بلکہ صحیح ہیں۔ اور اگر اس قاعدہ ٹھٹھتہ میں کسی وجود کو مستثنا ہونی چاہو
انبیاء علیہم السلام کا ہی وجود۔ انبیاء علیہم السلام ان یغایروں کی طرح ارتقا کے ذریعہ
نہیں ہوتے۔ بلکہ ارتقا کے جدا مجد ہوتے ہیں +

مسئلہ ارتقاء یعنی تھیوری اوت ایوولیوشن کے ولہ اوروں کے لئے یہ افرقی
غور طلب ہے۔ کہ جب ان کے نزدیک دنیا کی رفتار ترقی میں سہ ایک نیا مرحلہ موجودہ حالات میں
ہی پیدا ہوا کرتا ہے اور نئی تحریکیں علی العموم انہیں خیالات کا عکس ہو ا کرتی ہیں جو
پہلے چاروں طرف متعدد طبائع میں پیدا ہو چکی ہوں۔ تو ساتویں صدی عیسوی
کا وہ تاریک زمانہ جس نے ہر طرف فطرت انسانی کو پستی کی تہ میں پہنچا دیا تھا۔ عجب
جیسے تاریک ترین سرزمین میں کمال انسانی کی معراج پر پرواز کر نیوالی فطرت کس طرح
پیدا کر سکتا تھا +

اس عقیدے کے ماننے والے یہ رائے رکھتے ہیں۔ کہ زمانہ میں جس وقت کوئی
تبدیلی خیالات یا انقلاب آرائے یا کوئی اصلاح ہونے لگتی ہے۔ تو کیسی خاص وقت کا یا
کسی خاص ایک داغ کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس نئی تحریک کے مناسب حال طبائع پہلے
سے ہی طیار ہو جاتی ہیں۔ مختلف اسباب صدیوں آہستہ آہستہ کام کرتے آتے ہیں علم
فن کی ترقیات معلومات کی وسعت قدیمہ مرد خیالات کے نقص اپنی جگہ کام کرتے لوگوں
میں ایک قسم کا انتشار اور ہجیان پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں طبائع میں منظر ارا اسی ایک امر
کی ہوت میلان ہوتا ہے۔ دلوں میں اس منقصہ کے حصول کیلئے ایک مجہول لکنہ طریق
پرائنگیں جوش مارتی ہیں۔ الغرض چاروں طرف خیالات میں ایک قسم کی طیاری ہو رہی ہے
ایسے وقت میں کوئی حکیم مزاج لیکن دل کا برہمی انسان پیدا ہو کر ان خیالات کو ایک

مرئی قالب میں مہل دیتا ہے۔ وہ باتیں جو لوگوں کے دلوں میں اندھی اندر پکے ہی جاتی ہیں
وہ انہیں الفاظ کا لباس پہنا کر زمانہ کی بالقدہ ہندو لوگوں کو بالفعل کر دیتا ہے۔ ایسے شخص
کو اگر دوسروں پر ذوقیت ہو سکتی ہے تو صرف اس ایک بات میں کہ اس میں ان امور کے اظہار کی

قابلیت اور جرأت ہوتی ہے جو طباغ میں پہلے سے ہی مرکوز ہوتی ہیں۔ لوگ اسکی مضبوطی و دلائل کے آگے سر نہیں جھکاتے بلکہ اس کے دلائل میں وہ اپنے نصبین کو دیکھ کر انہیں نے الفور قبول کر لیتے ہیں۔ لاریب یہ باتیں جو قہمیں سناہ ارتقاء پیش کرتے ہیں مقبولیت باہر نہیں۔ بلکہ واقعات عالم ان کے مؤید ہیں۔ چنانچہ عیسوی کلیسیا کے مصلحین یعنی لوتھر اور کالین کے حالات اسی مسئلہ ارتقاء کے ماتحت آجاتے ہیں۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یونانی علوم کی ترویج وغیرہ ایسا ہی دیگر فنون کی ترقی تھے ایک طرف اور خالقہ نشین پادریوں کے خلاف روز افزوں نفرت کے دوسری طرف بنیان ریفارمیشن (صلح کلیسیا) کے پیدا ہونے سے پہلے ان کی سرک صاف کر رکھی تھی۔ لوگ پہلے سے ہی اس بات کے لئے طیار تھے۔ جو ان بزرگوں نے تعلیم کی۔ بیٹلیم سوامی دیا نند جی مہاراج کا دیکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی زمانہ کی بعض شناسی میں غلطی نہیں اصلاح ملک کے لئے وہ نسخہ طیار کیا۔ کہ جس کی قبولیت کے لئے طبیعتیں مختلف اسباب کے ماتحت پہلے سے طیار ہو چکی تھیں اصلاح کا جہتہ انہوں نے تجویز کیا اس پر ملک کے تعلیم یافتوں کا ایک حصہ پہلے سے قدم مار رہا تھا۔ آفتاب اسلام کی تیز شعاعوں نے ایک طرف اور جدید علوم کی روشنی نے دوسری طرف شرک کے اندھیرے کو مٹا نا شروع کر دیا ہوا تھا۔ محبت پرستی سولنت اور راتک تعلیم و وحشت پیدا ہو رہی تھی۔ برہمنوں کے خانہ ساز اصولوں سے طبیعتیں رکی جا رہی تھیں۔ توحید کے عشاق تو اسلامی جامہ پہن رہے تھے لیکن وہ جو ابھی تذبذب میں تھے یعنی ایک طرف تہدی شرک کے اثر ہو پورے باہر بھی نہ تھے اور دوسری طرف توحید نے اپنا دھندلا سائنس ان کے لوح دل پر ابھی جما نا شروع کیا تھا انہوں نے توحید کی اس نئی مگر کا ذہب شہنا کو عیسائیت کی توحید نے التثلیث سے تسکین دی۔ پھر ایک لاتعداد جماعت نے وہ چھوڑ کر وحدہ لا شریک براہمہ کے لئے براہمہ مندر بنائے جنہیں کربتوں کو قطعاً کمال دیا گیا۔ مگر عام طور پر لوگوں کا آبائی مذہب جلدی چھوڑ دینا باقویء تھا نہ تو ترک کر کے اپنے عزیزوں سے الگ ہو جانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ یہ

امرو ایسی بھاری قربانی چاہتا ہے۔ کہ جس کیلئے عمت کی طیارہ درکار ہوئی ہو۔ اسلئے ایسے انقلاب کے وقت انسانوں میں ایک قسم کی حرکت مذہبی پیدا ہوتی ہے۔ نئے خیالات کی دلفریبی اور پُرانے تعلقات سے وابستگی ایک درمیانی راستہ تجویز کر لینی ہے انسان ایسے وقت نئی صورتوں کو اُسی پسے پڑنے لباس میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ غنئی باتیں اُسے پسند آئیں وہ ہونہ ہو اسکی آبائی تعلیمات میں سوئکل پڑیں۔ اور وہ انور جن سے وہ متنفر ہو چکا ہو وہ کسی نہ کسی طریق سے پُرانے اصلی عقائد پر الحاق شدہ ثابت ہو جائیں +

توحید کی صداقت جو اسلام ہندوستان میں لایا بُت پرستی کی بُنیاد پرستی تھی لیکن آبائی تعلقات جو ولایتِ ملام کے مانع تھے۔ اسلئے مذکورہ بالا اقدام پرستیانے چاہا۔ کہ تعلقاتِ قدیمہ کے قیام کے ساتھ ساتھ جدید باتیں اختیار کی جائیں۔ براہمہ سراج بھی دراصل اُس انسانی کمزوری کا ایک نتیجہ تھا۔ لیکن براہمہ سراج کا وہیکو چھوڑ دینا اس کی اشاعت عام کی راہ میں روک تھا وہیکو پرستار راجہ رام موہن نے کی بجائے کسی ایسے ہمارے پیش کو قبول کرنے کی تیاری کر رہے تھے جو دیر کو بھی قائم رکھے اور عناصر پرستی بُت پرستی اور دیگر شرک کی نواؤں کو بھی خارج از دید ثابت کر دکھلائے۔ شرمندہ وغیرہ کو بدعات اور ذواتِ پاک کے امتیاز کو برہمنوں کی محترمانہ بلانے اس ضرورت کو سلومی دیا نہند جی نے پُررا کیا۔ اُس نے اسی امر کا پرچار کیا کہ جس کی پاس اسلامی روشنی نے تعلیمِ جدید کے ساتھ ملکر ہندو صحابہ کے دلوں میں پیدا کر رکھی تھی۔ اسی لئے نئی تعلیم یافتہ جماعت نے ہی سب سے اول سلومی جی کو خوش آمدید کہا۔ سلومی جی نے نہ صرف توحید کو مغزوہ ثابت کرنا چاہا۔ بلکہ اُس نے ہر ایک موجودہ ترقی کی اصل شکل ویکو کے الفاظ میں دکھلانے کا کام کیا۔ اس نے ہون کے رھو میں جہاگنی کی پرستش میں کیا جاتا ہو جو انجنوں کی شیم اور اندر کے ہوائی کرہ والی سواری میں سیلون دیکھے۔ زمین کی تہ یعنی پاتال میں اُسے امریکہ نظر آیا۔ اور بندروں کی بستی میں اُسے یورپ دکھلائی دیا الغرض اس جہانیت نے ملک کی نبض شناسی کر کے انہیں خیالات کو الفاظ کے قالب میں ڈھال دیا۔ جو تعلیم یافتہ

جہان میں چاروں فریادوں پر توجہ دینا ایسے واقعات پر مسئلہ ایوولیوشن کے دلدل اور دل کا یہ کہ دینا بالکل بجای کر کوٹھڑ اور کالون کا وجود یورپ میں اور دیانند جی کی شخصیت ہندوستان میں ارتقاء کے ہاتھ کا ایک کامل کرشمہ ہے۔ اس طرح دُنیا کے دیگر انقلابات بھی اسی مسئلہ کی تائید میں زبردست شہادتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر مسئلہ ارتقاء کے ایک قاعدہ عام ہونے میں اگر زمانہ کی تاریخ نے استثنائیں بھی پیدا کی ہیں۔ تو یہ استثنائیں اُن انقلابات میں پائی گئی ہیں جو انبیاء کے وجود نے وقتاً فوقتاً دُنیا میں پیدا کی ہیں۔ اور جس کی کامل تشریح حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

اس امر کے متعلق اس جگہ میں صرف اس ایک صلاح کا ذکر کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے متعلق عرب سے شروع کی۔ دیکھنا یہ کہ آیا یہ تحریک جو آپ کے دل میں پیدا ہوئی وہ ہم عصر کے خیالات کا عکس تھا یا وہ زمانہ مطلق اس امر کیلئے طیار نہیں تھا۔ یہ امر مسلم ہے کہ اس وقت توحید پر کامل موت وارد ہو چکی تھی ہندوستان۔ ایران۔ تمام ممالک میں بت پرستی۔ ناصر پرستی۔ اجرام پرستی اور سب کے آخر انسان پرستی کے ملام ہو رہے تھے عزت اور جرمیت کے بلند و بلند مقام پر بت پرستی کا تخت گاہ تھا۔ اس وقت بھی دُنیا سارے لٹریچر معذور نہیں تھا جو ہندوستان۔ ایران اور زنگستان نے اُس وقت سے بدایا تھا۔ اُن سب کی سب کتب میں علی الترمیم اس آئین معرفت کی ملکی سرچنگا رہی تھیں بھی نہیں دیکھتے کہ جس نے عنقریب فاران مثل ذکر و زکال کے جنگل میں سب کے سب کمر دینے کی تیاری کی تھی۔ ان میں کہ وہ نوید جسے شارع اسلام علیہ السلام نے از سر نو دُنیا میں زندہ کیا وہ پہچانے ارتقاء کی شام کا رہی تھی۔ اس موت پر آپ کی دس گیارہ سال زندگی کا ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے جو شاید اس معاملہ پر بحث پر کافی روشنی ڈال دے۔ آپ اس بچپن کی عمر میں طالب۔ اپنے چچا کے ہمراہ سفر شام کو جا رہے تھے راستہ میں ایک ایسے گاؤں میں قیام ہوا۔ (اثنائے گھٹکوں میں عرب کے عظیم الشان اور نہایت ہی مقتدر دو بتوں یعنی لات اور شبل کا ذکر آ گیا۔ اس پر آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا۔ کہ جس قدر لغت اور عداوت قلبی مجھے لات و شبل سے ہے وہ کسی چیز سے نہیں ہے۔

اللہ اللہ زمانہ ہمیں کل دنیا بتوں کی مہم کر رہی ہو۔ عجب اگر دنیا کے سب
سب بتوں کے تسلط میں ہوں۔ وہ تعلیمات قدیمہ جو بت پرستی کے خلاف سمجھی جاتی ہیں
تھیں عرب اُن کے دائرہ اثر سے ہمیشہ باہر رہا ہو بلکہ وہ تعلیمیں اپنی جگہ بذات خود
مستحکم و مردود ہو چکی ہوں پھر اہل عرب کے نزدیک لات و ہیل کل دنیا کے بتوں کی
نالک سمجھے گئے ہوں اور خدا کے ہاتھ میں پرورش پانیاں ہوتی ہیں اس خانہ ان کی ہر کس کی
شرافت اور عزت اُسی لات و ہیل کے گھر کی تولد سے ہو۔ اُس کی نوا آواز آتکھ اور
کان نے ہمیشہ اُسی لات و ہیل کی تعظیم و تکریم ہی دیکھی اور سنی ہو۔ اُسکی قوم و ملک کی شکل
گشتائی اُسی لات و ہیل کے ہاتھ سے سمجھی گئی ہو۔ جس کثرہ ہوا میں اُس محض دم بچہ کا
ابتدائی اُٹھان ہوا ہودہ لات و ہیل کی عظمت و محبت سے معزز ہو ۛ

الغرض اُس سلیم الفطرت بچے کے گرد ہمیشہ ایسے ہی سامان ہوں کہ جس سے
اُس کے دل میں لات و ہیل کی عظمت و عزت اور محبت جم سکے لیکن جُن ہی
اُن دنوں کا نام اس کے سامنے نیا جائے۔ اُن کے برتاؤ کی ذرا سی پرواہ
نہ کرے اپنی لغت و حقارت کا اظہار کرے۔ اور آئندہ کے واقعات یہ ثابت کر دیں کہ
یہ لغت و عداوت فی الواقعہ اُسکی پاک فطرت میں گڑھی ہوئی تھی۔ اب کیا یہ لغت و عداوت
اُسے ورثہ میں یا خون کے ذریعہ ملی۔ اُس کے ابا و اجداد تو ان بتوں کی محبت و
عشق میں مشغول رہے۔ بلکہ وہ خطرناک مخالفت جلیلہ میں اُس کے عزیز و اقارب کے لات و
ہیل وغیرہ کی حمایت میں اُسی کی۔ وہ اس بات کا کاش شہوت سے کہ آخر حتم کی زندگی میں
ارتقاء کی جو عجوبیاں اپنے ساتھ لے۔ ہوئے نہ تھی۔ اگر آپ کی تعلیم الیودیشن کا
نتیجہ ہوتی تو پھر آپ کا بت پرستی کے خلاف کھڑا ہونا تو دراصل اُنہیں خیالات کا اظہار
ہوتا جو اُس کے معاصروں کے دلوں میں پیدا ہو چکے تھے لیکن عرب نے جو خطرناک مخالفت
آپ کی کی۔ اور پھر بتوں کے خلاف آپ کی تیرہ سالہ جانیہ کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت
معدیہ چند ہی دلی آنحضرت کے ساتھ ہوئے۔ یہ بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ تحریک ہم آنحضرت کے
دل میں جڑی نہ لوائی خیالات کا عکس نہ تھی۔ بلکہ وہ آسمانی ترکیب تھی ۛ

اسیں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لوبست کے چند ہی برس پہلے سرزمین عرب میں تین اور شخص بھی بہت پرستی و متعز نظر آتے ہیں لیکن ان کی ہستی کو آپ کی شخصیت کا ارتقائی طریق پر پیدا شدہ تسلیم کرنا اس مسئلہ کے ضروری لوازمات کو نظر انداز کرنا ہے۔ ارتقائی رفتار ہمیشہ تدریج اور آہستگی کو چاہتی ہے۔ اس کے ماتحت عالم کی کایا پلٹنے والی کسی نئی اصلاح کے وجود میں آ جانے کے لئے تیس چالیس کیا سچاس برس بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ ۲۔ اوقات عالم اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ کسٹھی خاص قسم کے خیالات یا آرائے کا قائم ہو جانا اور پھر ان کے متضاد خیالات یا آرائے کا دنیا سے مٹ جانا ایک نئے عرصہ اور منتہا نیست کی متواتر کوششوں کو چاہتا ہے۔ اول اول کسی خاص تحریک سے ایک نیا خیال و تصور کی شکل میں بیج کے طور پر کسی طبیعت میں پیدا ہو جاتا ہے جس پر اور صد ہا ملتے جلتے واقعات آبیاری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر صدیوں بعد وہ خیال ان بدن مضبوط ہوتے ہوئے اور متضاد خیال کو روز بروز کمزور کرتے کرتے کسی زبردست ہاتھ میں شہودی و مرئی شکل اختیار کر کے طبائع عالم پر بتدریج غالب آ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا نے کوئی انقلابی تحریک ایسی نہیں دیکھی جس نے ارتقائی دور کو تو پیدا نش حاصل کی ہو اور پیدائش کو پہلے صدیوں تک مادر گیتی کے حل میں ہی ہو۔ الغرض یہ ارتقاء کے کارناموں کا نمیزی نشان یہ ہوتا ہے۔ کہ جس باطن کے اندر اس کے ماتحت پیدا ہو کر آخر کار دنیا میں زبردست انقلاب پیدا کرنا ہوتا ہے وہ صدیوں پہلے پیدا ہو کر ایک طرف آہستہ آہستہ اپنا سنگہ طبائع عالم پر جاتی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف اس امر کو کمزور کرتی جاتی ہے کہ جس کی بھیجی اس نے امر سے متصور ہوئی ہے۔ جن واقعات کے لئے تو خدا کا لوتن جیسے مصلحین و نیکستان میں پیدا کر دیئے۔ ان کا آغاز اگرچہ فتح قسطنطنیہ سے مانا گیا۔ لیکن میری تحقیق میں اس کا اصلی سبب فتح قسطنطنیہ کوئی صدیاں پہلے دنیا میں پیدا ہو چکا تھا۔ فتح قسطنطنیہ نے جن رومی اور یونانی مقتفل علوم کو یورپ میں پہنچایا وہ اس قدر ہی خیال کے مؤیدات تھے ۴

اصل اصول ریفارمیشن (اصلاح کلیسیا) کا یہ تھا کہ امر و دنیا میں کسی خاص شخص

کی رائے یا اجتہاد کی پرواہ کیجیے نہ۔ بلکہ برحقہ کی رائے پر کلام آئی کو ترجیح دیکھئے۔
 دوم کتب تکملہ کیسے پوپ کو پہلے۔ چنانچہ ان کے قرار و کیراس کے اجتہاد اور احکام
 پر چھٹا عیسائیستہ کا اسل انکسول قرار دیتا ہے۔ اس بات کی غرض کا حق کرنا تھا
 کہ کتب مقدمہ کے معانی اور مناسبت کوئی اور شخص رائے نہ ہو۔ اور اس کے مقابل
 کو مخیر اور کاملین نے ہر انسانی اجتہاد پر کلام آئی کو ترجیح دینے کے لئے ترجمہ انجیل پر اور
 اس کے مطالب کو عام فہم کرنے پر زور دیا۔ اب امر تحقیق طلب یہ ہے کہ خیال کہ امور غیبیہ میں
 میں ہر امتیاز مذہبی شخصی اجتہاد کے مقابل کلام آئی کو ترجیح دی جائے۔ پوپ میں کہاں پیدا
 ہوا۔ اس کو تجدید و ترمیم علوم یونانی اور روم کی طرف منسوب کرنا اسی صورت میں درست
 ہو سکتا ہے جب اس طریقہ میں یہ اصول کسی کسی سند میں پایا جائے۔ لیکن یہ منہم ہے
 کہ یونانی و رومی علم اوپر زیادہ تر انیس کے قہم و رماغ کا نتیجہ ہے۔ کہ جن کے سامنے یہ سوال بھی پیدا
 نہیں ہوا۔ وہ تو بت پرست مشرک قوام کرتے۔ انہیں انبیاء کو کوئی تعلق نہ تھا۔ معقولات کے
 بیشک سہوہ بادشاہ تھے۔ لیکن حق امداد و حق اعیاد کے معاملات انکی نگاہ کو بہت ارفع تھی۔ اسلئے ان کی رائے
 کو ان کی طرف منسوب کرنا ایک عجیب سی مہم خانہ غلطی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ان
 یونانی و رومی حکماء کے ملین استدلال نے علمی تحقیق کا ذوق سلیم یورپین ذہن میں سپہ کر کے بل پور
 کر پوپ کی غاصیانہ حکومت سے آہستہ آہستہ متغیر کر دیا۔ اور دیگر محاملات مذہبی کی طرح انور
 مذہب میں بھی پوپ کے جوئے کے نیچے گردن رکھنے کی بجائے ہر ایک اہل الرائے کو خود پر
 حکمران کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ شخصی اجتہاد کا دائرہ وسیع
 ہو جاتا اور پوپ کے پاسواؤں کو بھی محاملات ملتہ میں رائے زنی کا حق ہو جاتا۔ نہ یہ کہ کلام
 آئی کی تلاش اور تحسین ان محاملات میں پیدا ہوتی اور ہر مسئلہ میں کلام آئی کے الفاظ کو
 انسانی الفاظ پر ترجیح دیتی۔ یورپ کے مذہبی علم کلام میں یہ ایک نیا امر تھا اور اس کی اصل
 کو یونانی و رومی حکماء کی تحریر میں تلاش کرنا ایک نئے سہوہ و سرکش ہے۔ کیوں اس سنجیدہ علوم و دینا
 کا ایک اتفاقی نتیجہ ہزاروں برس صورت میں یہ اصول انھیں الفاظ میں نہیں ملا۔ کے ساتھ وایت
 نظر آتا ہے۔ قرآن نے ہی کتب مقدمہ میں ہر سبب اول انبیاء کے اس نذرین اصول کو قائم کر کے

کتاب اللہ کے احکام اور مشاہدہ کے آگے ہر انسانی اجتہاد کی کمزور جھلک مادی۔ اس اصول نے
 اہلسنی کی راہ کو یورپ میں اپنا راستہ پیدا کیا۔ اور اس اسلامی عقیدہ نے آخر کار یورپ کے کلاسیکی
 احکام و اجتہاد پر لفظ انا جیل اور مظلومیت کی طرح کو ترجیح دینے کا خیال پیدا کیا کہ لوہر صیغے کو نہیں
 لوہر صیغے میں پہلے مطالعہ عمیل اور ترجمہ عمیل کی طرف طبع کو پھیر دیا۔ چنانچہ لوہر کی اس تعلیم نے
 کہ الفاظ عمیل کو یورپ کے اجتہاد و حکام پر ترجیح دینی چاہئے۔ لوہر کو کلیسیا و مائے پادریوں نے
 محمدی کفر کہا کہ لایا۔ کیونکہ کلیسیہ مذکورہ کے علم و یقین میں لوہر کا یہ طریق عمل محمدی تعلیم فرود والی اللہ و لوسر
 سے اخذ شدہ تھا یعنی امور متنازعہ میں تم کل الشکلی اجتہادوں کو چھوڑ کر خدا اور اس کے
 رسول کے کلام کی طرف رجوع کرو۔ لیکن جن خیالات نے لوہر کو پیدا کر کے اس کے سوا
 مقبولیت عام کا تاج پہنایا۔ وہ لوہر سے صدی پہلے نہیں بلکہ کئی صدیوں پہلے
 اسلام سے یورپ میں آئے۔ اس تہجد علم یونانیہ نے اس خیال کی آبیاری کی
 اور بالمقابل یورپ کی عظمت بھی تھمتی تھمتی آہستہ کم ہوتی گئی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی یہ
 کاہنہ اسلام نے بویا اور پھرتا آہستہ آہستہ یہ درخت یار اور موتا گیا۔ دن بدن ایک طرف توجہ
 اندر بڑھتی گئی اور بہت پرستی بالمقابل کمزور ہوتی گئی۔ راجہ رام موہن رائے اور کیتھ چکرورتی
 اس عمارت توحید کی تعمیر کے مزدور تھے۔ اور اسی کام کو کر نبی و اسوامی دیانند جی بالخرص مسئلہ
 ارتقا و کسپرستاروں کو یہ ماننا پڑتا کہ جس طرح اصل ممکن امور ایک نمٹ پہلے ہمیشہ
 میں یہ کی طرح پیدا ہو کر آہستہ آہستہ اپنے کامل ظہور کی طرف قدم مارتے ہیں۔ اور دن
 بدن ترقی کی شکل اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام طلب امور کیطرت سے طبیعتیں
 دن بدن متنفر ہوتی جاتی ہیں۔ گویا یہ دو متہ تاداسور بالمقابل متکوس رفتا چل کر آخر کار
 قطعیت پر تہدیر آجاتے ہیں صلیب اللہ و التہیۃ کی ترکیب توحیدان لوازمات لفظ
 سے بالکل جدا ہونے آپ کی بعثت سے پہلے عرب میں یا چھاپا میں بڑے پرستی کے خلاف کوئی
 خاص تحریک پیدا ہو کر آپ کی سپید نش تک مضبوط ہوتی گئی۔ نہ توحید کی حمایت میں کوئی
 خاص میلالت تہدیر ہوتی کرتی تھی۔ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ارتقا کے ماتحت
 آسکتی کہ جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ توحید جو جناب موسیٰ علیہ السلام نے تسلیم کی یا جو خیال آریہ

دین میں پائی جاتی تھی وہ تاریخ الہامیہ دین مضبوط ہوتی گئی۔ اور اس کے مقابل شرک روز
 روز کمزور ہوتا گیا ہو لیکن حاملہ بالکل ہر گھوں نظر آتا ہے کہ تو تاریخ میں یہ پتہ لگتا ہے
 کہ تو مختلف رسولین علیہم السلام نے توحید کا سبق دیا لیکن دنیا نے اسے بہت جلد بھلا دیا
 اور جن جن اسلام کی پیدائش کے دن قریب آئے گئے شرک کا اپنا کامل تسلط دنیا پر
 بٹھا گیا تھے کہ نبی کریم کی بعثت پر چاروں طرف شرک ہی شرک نظر آتا تھا بعثت نبوی سے
 سات صدی پہلے قناب مسیح نے ایک حصہ دنیا کو شرک کی نجاست پاک کرنا چاہا لیکن جن
 ہی توحید کی یہندی یونان و روم کے راستے یورپ کے ہر شرک میں داخل ہوئی۔ اسی وقت اس
 نرمی کا اس طرح نام و نشان مٹ گیا جس طرح بڑے بڑے دریا کا سمندر میں داخل ہو کر مٹ جاتا
 ہے مسیح کے بعد ایک آدھ صدی تک تو عیسائیوں میں موصدین نظر آتے تھے لیکن آخر کار یونانی
 اور رومی مشرک کا نہ خیال کیا گیا عیسائیت کو اپنے رنگ میں نگین کر دیا۔ جب پٹر اور دوسری
 کے پرستاروں نے بت پرستی نام و مقام پرانی بت پرستی کو نئے قالب میں ڈھال دیا۔ جب پٹر
 کے تخت پر یسوع اور ونیس کی گرسی پر مریم کو متمکن کیا۔ اور ان کے ماتحت جو جو دیوتا
 دیوتا رومن اور یونانی مائی تھیلو جی میں مختلف جذبات و اشغال انسانی کی سرپرستی
 کے لئے پڑے جاتے تھے۔ ان کی جگہ کیتھولک کلیسیا میں مختلف سینٹوں کو دیکھی۔ الغرض
 تمام کی تمام پرانی مائی تھیلو جی (نذر ہی افسانہ جات) نے عیسائی لباس میں از سر نو
 ظہور کیا لیکن کامیہ مقولہ نہایت ہی عجیبہ و غریب ہے۔ کہ یورپ نے مسیح کو بہت جلد اسلئے
 قبول کیا۔ کہ مشرک یورپ نے از سر نو اس خدا کو انسانوں میں چلتے پھرتے دیکھا کہ جس کی بات
 ان کے افسانہ مملو تھے۔ وہ سنتے آتے تھے کہ کس طرح قدیم و قدیم زمانوں میں خدا جب پٹر اور
 دوسری اوس کے نام پر انسانی سوسائٹی میں جلوہ افروز ہوتا کس طرح وہ انسانوں کے ساتھ ملتا
 جلتا اور ان سے معاملات میں خلل پاتا تھا۔ ان کی نگاہیں طبعاً الیڈ اور اڈوٹی کے
 زمانہ کو از سر نو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اسلئے انہوں نے مسیح کے حالات کو سنکر اس قدیمی جیو پٹر
 اور دوسری اوس کو نئے لباس میں آسمان سے نازل ہوتے دیکھا۔ اور مسیح کو خدائی رنگ میں قبول

اسلئے یہ یورپی رزمیہ کیا ہیں جن میں مشرک یا نہیں کا خدا ہر ایک انسانی معاملات میں خلل پاتا ہر کیا گیا ہے

کر لیا۔ ان مشرکانہ تعلیم کا ذمہ وار بہت حد تک پولس تھا جس نے اسرائیلیوں کو قطع کر کے یونان میں مذہب کو بدل عزیز بنانے کے لٹو یونانی خیالات میں عیسائیت کو رنگین کرتا چاہا۔ وہ توحید جسے مسیح لایا پھر مسمیٰ۔ اور اس طرح عیسائیت کی مشرکانہ شکل ہی مشرک یورپ میں اس کی عظمت پھیلانے کا باعث ہوئی۔ الغرض جو ان مختصر تعلیم کا زمانہ قریب ہوتا گیا توحید کا نقش دھندلا اور شرک کا نظریہ، اور روشن ہوتا گیا۔ یہی حالت ہم ہندوستان میں اور اس کے مصنفات میں دیکھتے ہیں۔ وید کی توحید نے جس شرک کا مٹانا چاہا کچھ عرصہ بعد وہ خود اس کا شکار ہو گئی۔ اگر ویدواؤں نے دریائے سندھ کو عبور کر کے اصلی باشندگان ہندوستان کی زمین پر قبضہ پالیا۔ تو قدیمی معبودوں نے وید والوں کے دلوں پر تسلط پایا۔ چنانچہ ترتیب وید کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ ابتدائی رنگ کی توحید جو دینتروں میں سیان کی جاتی ہے عناصر پرستی میں ل گئی اور شرک نے ڈیرا لگایا۔ اگرچہ عارف بدھ کی پیدائش نے پھر چند صدیاں رفت اور شرک کو دھمیا کر دیا۔ لیکن آخر کار انہیں غوثِ انوار معبودوں نے جو ظہور وید کو پہلے اسٹاک کے باشندگان پر حکمران تھوڑے سرو نوڈرگا اور کالی وغیرہ کی شکل میں ملک کا بہت سا حصہ فتح کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بہت جلد وہ توحید کی دھندلی روشنی جو کسی قدر وید کے ذریعہ ہند میں چمکی تھی فی الفور نابود ہو گئی اور ظلمت شرک کی جہان میں اس قدر پھیل گئی کہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آنے لگی۔ دنیا کا حال ایک تاریک ترین رات کی طرح ہو گیا۔ کہ جس کے خاتمہ پر آفتاب نے بصدآب تاب جلوہ گر ہونا تھا۔ ایسی حالت میں اگر آفتاب اسلام کے طلوع سے کچھ پہلے عرب میں توحید کی روشنی نے چمک دکھلائی تو وہ اس روشنی کی طرح تھی جو شب و مجر کے خاتمہ پر صبح کا وکے رنگ میں مطلع عالم پر پیدا ہو جاتی ہے لیکن جس طرح صبح کا دُوب کی روشنی ایک نئے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ وہی حال ان معدودے چند موصدین تھا جو آنحضرت سے ایک نسل پہلے عرب میں پیدا ہوئے۔ یہ موصدین تو اس آفتابِ صداقت سے پہلے بطور ارباب کے تھے کہ جس نے غنقریب نکل کر کل دنیا کو منور کر دینا تھا تبھی آف اولیویشن کے ماتحت تو چاہتے تھا کہ لعنت نبوی پر مدتوں پہلے توحید مضبوط ہوتی جاتی اور

شرک بالمقابل کمزور ہوتا جاتا اور یہ دونوں امور بالمقابل معکوس فتنہ اور چکر قلعیت کا رنگ نبی عرب کے ہاتھ سے دیکھ لیتے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لہذا نبی پرستی کی بجائی میں اسلامی تحریک کسی نئے پریمی اقلیت کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ نبی پرستی کا عرب جیسے ملک اور پھر خصوصاً مکہ و مدینہ کوئی آسان امر نہ تھا۔ یہ کام خلق استقامت کا وہ انتہائی نکتہ کبھی مصلح میں چاہتا تھا۔ کہ جس کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یا بعد میں تاریخ زمانہ کسی اور احوال العزم انسان میں نہیں دکھلا سکی۔ کوئی محبوب کے محبوب اور عزیز سے عزیز چیز ہمیں نظر نہیں آتی۔ جو آپ کو اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام کو اعلائے کلمۃ اللہ میں قربان نہ کرتی ہو سکتی۔ دراصل حقیقت خطرناک مخالفت کسی مصلح کی راہ میں ہوتی ہو۔ یہ عقیدہ وہاں استقامت کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشکل تو یہ تھی کہ نبی پرستی اہل مکہ کو نہ صرف اس لئے عزیز تھی کہ یہ ان کا آبائی مذہب تھا بلکہ اس لئے بھی کہ اہل مکہ اور خصوصاً قبیلہ قریش کی عزت و درجہ امت ان کا رعب ان کی دولت و ثروت ان کی وجہ عبادت گویا ان کی نصب محبوب ترین چیزیں ان کے علم و یقین میں صرف ایک بت پرستی کے قیام پر ہی قائم رہ سکتی تھیں۔ بٹسکہ کہ کعبہ نے مکہ کو عرب اور اس کے نواحی مملکت کا مرجع بنانا تھا۔ ان نواح میں مکہ ہی بڑی بھاری تجارت کی منڈی تھی۔ قبیلہ قریش کا رعب اگر مکہ پر غالب تھا تو صرف اسی کو کہ وہ بٹسکہ کہ کعبہ کے متولی کا ہن تھے اس لئے جو شخص مکہ کو بتوں سے خالی کر کے ملک سے بٹ پرستی چھڑانا چاہتا تھا وہ صرف اہل مکہ کے جدی مذہب پر ہی حملہ کرتا تھا بلکہ وہ اہل مکہ کو ان کے وہم و گمان میں اٹکی دولت ثروت رعب اور وجاہت محروم کرنے کی بھی فکریں تھا۔ اسکی بہت اڑنے اور جبر و تشیع اسی کو شمشیر ہو سکتی ہے جس کو کوئی شخص پانڈوں کے مقابل ہر دوار میں جا کر گنگا ماتا کی پرستش کے اڑانے میں کرے کیونکہ ہر دوار کے پانڈو بھی عزت و وجاہت اور معیشت بھی پرستش گنگا کے قیام پر منحصر ہے۔ حالانکہ اس وقت ہم اس سلطنت کے سایہ رحمت میں سپا ہگزیں ہیں کہ جو ہماری جسمانی حفاظت کی دھواڑ اور جس کی سیاست ہر ایک حملہ کو روک سکتی ہے۔ لیکن اس پر بھی سوامی دیانند جی ہمارے نے ہر دوار

چھوڑ گئی۔ اُنہوں نے سوانہ بُت پرستی کے مرکز میں بھی اپنی اصلاح کے کام کو ہتھ ملال کے ساتھ جاری کرنے کی جرات نہیں کی۔ انہوں نے تو اس نیک کام کے لئے اُسی گمراہ کو انتخاب کیا جسے اسلامی روشنی اور تعلیم جدیدہ نے سوامی کی موصدائے تحریک کے قبول کرنے کیلئے تڑتوں پہلے طیار کر رکھا تھا۔ جس وقت ہم موجودہ آرام و آسائش والے اور جرمین زمانہ کا مقابلہ اُس خطرناک زمانہ کو کرتے ہیں۔ جو عربوں جیسی خونخوار مطلق العنان اور خلیع اللہجام قوم نے ملک عرب میں سپید کر رکھا تھا۔ اور پھر اس مخالفت پر نگاہ دوڑاتے ہیں جو اس ملک کے کمزور دل کے انسانوں نے دیانند جی کے مقابل پر کی۔ تو ہم کو آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے۔ وہ انسان کیسا عظیم الشان جبرہ استقامت اپنے اندر رکھتا ہوگا جس نے عرب جیسے ملک کو اپنے جیتے جی گل کا گل بُت پرستی کو پاک کر دیا۔

ہرقل قسیر روم اور آنحضرت صلیم

حضرت نبی کریم صلیم کا مشن جناب مسیح اور موسیٰ علیہم السلام کے مشنوں کی طرح اپنی ہی قوم اور لوگوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ آپ کا مشن ہمہ گیر اور تمام نسل انسانی کے وسیع تھا۔ جب رسالت مآب کو دیگر مخصوص و اُبھنوں کو سید قدر اطمینان نصیب ہوا۔ تو اب یہ وقت آیا۔ کہ اسلام کا پیغام تمام دُنیا کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ تاکہ ان ارشاداتِ اُمّیہ کی مکاتفہ تکمیل ہو۔ جن میں کہ آپ کو قل یا ایہا الناس اتی رسول اللہ الیکم جمیعاً (یعنی تمام دُنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہدو۔ کہ میں کسی خاص قوم کا رسول نہیں بلکہ اے دُنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) کہہ کر مپکارا گیا۔ اور کہ جن کی پھر ارشادِ اُتھی اور بھی توضیح کرتا ہوا فرماتا ہے: اِنَّا ارسلناک

کے اذیۃ للناس۔ ہنسنے تم کو صرف عرب کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ تمام لوگوں۔ ہاں کل لوگوں کیلئے بھیجا ہے۔ اور اسی کے ہم معنی یہ آیت کہ تم بھی ہر دو ممالک سلتانہ الا رحمۃ للعالمین۔ یعنی ہم نے تم کو تمام جہانوں اور تمام قوموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور اب اس رحمت کی تمام دنیا جہان کو خبر دینا آپ کا سب سے بڑا فرض منصبی اور مشن تھا۔ اور اسی کو ہم فرض منصبی کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے نمک کی مدد دے کر بھی پیغام حق ارسال فرمایا اور قرب و جوار کی اقوام کے سلاطین کو سفیر ارسال فرما کر اسلام کی دعوت دی +

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے آپ نے دختیہ کلیبی کو قیصر روم کے پاس دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا۔ مسلمان سفیر اس نام مبارک کو لئے اس وقت ہرقل قیصر روم کے پاس پہنچا۔ جبکہ ہرقل ایرانیوں پر شاندار فتح حاصل کر کے شکرانہ ادا کرنے کے لئے حمص سے بیت المقدس تک پیادہ سفر کر کے ایسی شان و شکوہ کو آیا تھا۔ کہ جہاں چلتا تھا زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے +

مسلم سفیر کا بڑی تزک و احتشام سے خیمہ مقدم کیا گیا۔ اور قیصر نے حضرت نبی اکرم صلی علیہ وسلم کے دعاوی کے سننے میں بہت اشتیاق ظاہر کیا۔ اور ساتھ ہی آنحضرت صلی علیہ وسلم کے اعتقاد و عقائد کے متعلق اور معلومات بڑھانے کا متمنی تھا۔ اتفاقاً ملک عرب کے بعض مکی سوداگران کا ایک قافلہ اس جگہ آ پہنچا۔ اور قیصر نے انہیں اپنے دربار میں بلایا بھیجا۔ ابوسفیان جو آنحضرت صلی علیہ وسلم کا مدد و جان تھا۔ وہ بھی انہیں سوداگران میں شامل تھا۔ اور آنحضرت صلی علیہ وسلم کا وہی مدد و جان اس ملاقات کی گفتگو کی صحت و صداقت کا ذمہ دار ہے۔ جو ہرقل قیصر روم اور ابوسفیان کے درمیان ہوئی۔ قیصر نے بڑی تزک و احتشام سے دربار منعقد کیا۔ اور خود تاج و تخت پر بیٹھا۔ اور تخت کے چاروں طرف قیصر اور مسلمان کی صفیں قائم کیں۔ اور پھر جب سوداگران عرب کا اس نصرانی شہنشاہ سے تعارف کرایا گیا۔ تو اس نے مسلمانوں کے ذریعہ اہل عرب کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ ان میں سے کون سی نبوت کا رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا میں۔ پھر اس کو ارشاد دیا۔ کہ وہ قیصر کے پاس کھڑا ہو۔ اور اس کے

ساتھیوں کو جو اس کے پس پشت کھڑے تھے محکم ہوا۔ کہ اگر وہ کسی بات میں کذب یا دروغ بیانی کرے۔ تو تم اسکی تردید کر دینا۔ پھر قیصر نے مترجم کی وساطت سے اس پر استفسارات کرنے شروع کئے۔ جو استفسارات اور جوابات ایک مستلاشی حق کی اطمینان و تسکین قلب کیلئے کافی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد جان کے منہ سے اس قسم کے کلمات کا نکلنا حضرت رسالت پرناہ کی صداقت پر گواہی دیتے ہیں اور غیر مسلم احباب بھی تعصب و ضد کی عینک کو اتار کر اگر ان جوابات کو حق پڑھی کیلئے مطالعہ فرمائیں۔ تو بہت کچھ منفعت حاصل کر سکتے ہیں +

(۱) قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان شریف ہے +

(۲) قیصر۔ اس خاندان میں کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

(۳) قیصر۔ ان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

(۴) قیصر۔ جن لوگوں نے یہ مذہب قبول کیا ہے۔ وہ غریب و کمزور لوگ ہیں یا بااثر و متمول؟

ابوسفیان۔ کمزور و نادار لوگ ہیں۔

(۵) قیصر۔ اسکے پیرو روز افزوں ترقی پر ہیں یا کھٹتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان۔ مسلسل بڑھتے جاتے ہیں +

(۶) قیصر۔ اس کے پیروں میں یہ مذہب قبول کر کے بھی کوئی پھر جاتا ہی یا نہیں؟

ابوسفیان۔ نہیں +

(۷) قیصر۔ کبھی تم لوگوں کو اسکی نسبت جھوٹ کا تجربہ ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

(۸) قیصر۔ تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ کی؟

ابوسفیان - ہاں۔

(۹) قیصر - تم میں سے کون ظفر منہ مڑا؟

ابوسفیان - سبھی ہم غالب آئے اور کبھی وہ +

(۱۰) قیصر - تمہیں کیا سکھاتا ہے؟

ابوسفیان - کتا ہے۔ کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی اور کو خدا کا شریک

نہ بناؤ۔ اپنے آباء و اجداد کی رسومات و عبادت کو ترک کرو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ

دو۔ پاکدامنی اختیار کرو۔ اور سچ بولو۔ زنا نہ عطا کرو۔ اجتناب کرو صلہ رحم کرنا

ان استفسارات کا جو قیصر نے ابوسفیان سے کئے۔ کیا مدعا تھا؟ اور مندرجہ بالا

تسلیمی بخش جوابات کے پانے پر جس نتیجہ پر قیصر نے گور پھینچا۔ وہ خود اس کے ان کلمات

ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس نے اس موقع پر کہے۔ قیصر نے کہا۔ کہ میرے پہلے سوال کے جواب

میں تم نے اُسے شریف النسب بتایا۔ پیغمبر ہمیشہ اپنے خاندان کو پیدا ہوتے ہیں کینہ قوم

کے افراد لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا کینہ قوم میں پیدا ہونا

ہن لوگوں کے ان کی پیروی کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ جن لوگوں کی طرف وہ

خدا کے رسول بنا کر مبعوث کئے جاتے ہیں“ :

کینہ لوگوں میں بھی متقی۔ پارسا اور پرہیزگار ہوتے ہیں لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ

لوگوں کے لئے پیغامبر منتخب کیا کرتا ہے وہ ہمیشہ اعلیٰ اور شریف النسب ہوا کرتے

ہیں۔ دوسرے سوال کے متعلق قیصر نے کہا۔ کہ اگر قریش میں کسی نے نبوت کا دعویٰ

کیا ہوتا۔ تو یہ گمان کیا جاسکتا تھا۔ کہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تیسرے استفسار کے

متعلق قیصر نے کہا۔ کہ اگر اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا۔ تو یہ سمجھا جاسکتا

تھا۔ کہ اسے بادشاہت کی ہوس ہو۔ پھر ساتویں استفسار سے قیصر نے استنباط کیا

کہ اگر اس نے انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر جھوٹ باندھے۔ اور پھر باقی ماندہ استفسارات کے جواب میں

کہا ہے۔ اگر وہ بالکل سچ ہے۔ تو یاد رکھو کہ اس پیغمبر زمان کی صداقت میں کسی قسم کا شک

نہیں کیونکہ سچے پیغمبروں کی یہی نشانیاں ہوا کرتی ہیں۔ مجھے خود ایک آنے والے پیغمبر کا خیال تھا۔ جو کہ عرب میں پیدا ہوگا۔ اور کہ جس کا قبضہ میرے قدم گاہ تک ہو جاوے گا۔ کاش کہ میں وہاں جاسکتا اور خود اس کے پاؤں دھوتا +

اس گفت گو کے بعد قیصر نے خود نامہ مبارک پڑھ کر معزز اراکین دربار کو ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مقام حنین شاہی دربار میں حاضر ہوں۔ جب وہاں پر شاہی دربار منعقد ہوا۔ تو قیصر نے نامہ مبارک کے الفاظ کو جو ذیل میں درج ہیں پڑھنے کا ارشاد کیا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ خط ہرقل کے نام ہے۔ جو روم کا رئیس اعظم ہے۔ پیغمبر سلامتی ہے۔ جو ہدایت کی تیج کرتا ہے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں اسلام لا۔ تو سلامت رہیگا۔ خدا تجھ کو گناہ جو دیگا۔ اور اگر تو نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تیرے اوپر ہوگا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی اور باپا من دون اللہ فان تولوا فاشکوا اباہم نامسلمون +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
من محمد عبد اللہ و رسولہ الی ہرقل
عظیمر الروم سلام علی من التبع اللہ
اما بعد فان ادعوتک بدایۃ الاسلام
اسلم تعلم یتوکل اللہ اجرک مرتین فان
تولین فعلیک انتم الایسین و یا
اهل الکتاب لو الی کلمۃ سواہینا
و ینکمرن کاغبلک اللہ ولا
نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا
اربا با من دون اللہ فان تولوا
فاشکوا اباہم نامسلمون +

فرمان رسالت کے الفاظ پڑھے جانے کے بعد ہرقل قیصر روم نے اہل دربار کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے سرداران روم اگر تم اپنی سلامتی اور ہدایت چاہتے ہو۔ تو عرب کے نبی صلیم کی تیج اختیار کرو۔ اس پر تمام اہل دربار سخت برہم ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی صلیبیں اٹھا لیں۔ اور ان کو تھوڑا میں اُدسچا کھرا کیا۔ اس پر صلیم الفطرت قیصر نے کہ جس کے قلب سلیم میں ایمان کی چمکا رہی مسک چکی تھی۔ اور اس کے دل میں نور سلام گھر کر چکا تھا۔ کہا۔ کہ مجھے تو فقط تمہارے ایمان کی آزمائش کرنی تھی۔ اور اب مجھ پر تباری

وفاداری۔ جان نشاہی اور استقلال پر کمال الطمینان ہو۔ گو قیصر کا دل تو نورا یان ہو مگر وہ چکا
تھا لیکن تخت و تاج کی لالچ ہی فقط اعلان اسلام میں حائل ہوئی +

ایک کمال و قابل نمونہ خاوند

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنام گنندہ تک بھی اس بات کو تسلیم کیے بغیر
نہیں رہ سکتے۔ کہ آپ واقعی ایک کمال و قابل نمونہ خاوند تھے۔ اگرچہ عربوں میں
ایک سے زیادہ بیوی کرنے کی رسم تھی۔ مگر پھر بھی نبی کریم صلیم ایک ہی بیوی یعنی حضرت خدیجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ہی قانع رہے۔ اور انہی وفات تک آپ نے کوئی دوسری شادی
نہیں کی۔ حالانکہ حضرت خدیجہ ایک بوجہ عورت تھیں۔ اور حضرت نبی کریم صلیم کی عمر میں
بھی بہت بڑی تھیں۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو حضرت خدیجہ سے بڑی گہری
محبت تھی۔ اور آپ انہی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ کی صین حیات میں آپ اپنی
محبت میں بٹے ثابت قدم رہے۔ اور انہی وفات کے بعد جب کبھی بھی ان کا ذکر آتا تھا۔ تو
آپ کا دل بھرتا تھا۔ ایک موقع پر آپ نے اپنی پیاری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے فرمایا کہ خدیجہ بہتر ہیں نے کوئی بیوی نہیں دیکھی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں جبکہ تمام
لوگ مجھ سے نفرت کرتے تھے۔ اور جبکہ میں غریب تھا تو وہ میری ضروریات زندگی کی کفیل
ہوئیں۔ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ مجھے حضرت خدیجہ کے سوا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی کسی اور بیوی پر کبھی رشک نہیں آیا۔ حالانکہ حضرت خدیجہ کبھی کی فوت
بھی ہو چکی تھیں۔ اور میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پھر بھی انہایت محبت اور تعظیم سے آپ کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی آپ کوئی بکرا حلال
کرتے تھے تو گوشت کے ٹکڑے حضرت خدیجہ کی پرانی سہیلیوں کو بھی ضرور بھیجوا یا کرتے
تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ کبھی کبھی میں نبی کریم صلیم کو نہایت تعجب سے پوچھتی تھی
کہ کیا حضرت خدیجہ کوئی دنیا میں بیکت اور زالی عورت تھیں۔ تو آپ فرماتے

تھے کہ واقعی وہ ایک بینظیر عورت تھیں۔

اس بات کا خیال دل میں ضرور رکھنا چاہئے کہ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی۔ مگر اس وجہ سے آپ کے اپنی دوسری بیویوں سے سلوک میں کئی فرق نہ آتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی بیویوں کا گھر کے کام و کاج میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اور آپ کی بیوی حضرت میمونہؓ اسٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ دونوں کے سر پر ایک ہی کپڑا تھا۔ ایک دفعہ آپ کی بیوی حضرت صفیہؓ اونٹ پر چڑھنے لگیں تو آپ نے اپنے گھٹنے کا زینہ بنا دیا جس پر وہ پاؤں رکھ کر وہ اونٹ پر چڑھ گئیں۔ آپ کھانا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ہی کھایا کرتے تھے۔ اور اسی گلاس سے پانی پیتے تھے جس سے وہ پیتی تھیں۔ کبھی آپ اپنی بیویوں سے نہایت پاک مذاق بھی کر دیا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ آپ حضرت عائشہؓ کے ساتھ مذاق و ڈرا بھی کرتے تھے۔ کہ دیکھیں کون آگے بڑھ جاتا ہے اور بعض دفعہ آپ حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر قرآن شریف کی آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

یہ ناممکن ہے کہ آدمی محسوس نہ کرے کہ یہ بینظیر انسان ایک نہایت سادہ مزاج۔ نرم دل۔ اور فرشتہ سیرت انسان تھا جو کہ ایک ہی وقت میں رسول امام و پیشوا اور شہنشاہ عرب تھا۔ اور جس نے کہ چند ہی سال میں عرب کی طرز معاشرت و زندگی کی رو کو بالکل بدل دیا۔ اور دنیا کو ایک نیا اور مکمل نہ ہیب عطا فرمایا۔

مومن سار کا بینظیر تحفہ کہ جو لوگ باغی منش کے عادی ہیں ان کے لیے بے ضرر زرد افروغ و دوائی خاصہ مستحبت (موسائی) از حد درجہ کی مفید ہے۔ دوائی کی مفوی الغصا و صمد و ماہ ہے۔ گردہ و صفائے لاصیہ دہکائی ہے۔ زکام۔ ریش و درد کمر یا دیگر درد کو بھی جو یہ باج کے باعث ہوں دور کرتی ہے۔ ہر ایک قسم کی کڑوری کیلئے اکیسے کھلائے طلباء اور عامی کام کرنے والوں کیلئے مفید ہے تمام دن منکے بعد اسکے استعمال سے بہت کم تھکاؤ ہوتی ہے عود زن بچہ و بڑھاپہ سب سے بلاتریز استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت قیمتہ ایک روپیہ ۱۰۰ عر اوردان لکھنؤ کی دورتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں۔ تاجران ادویات کو یہ ہدفی کیلینکس بل۔ کھینسی کیلئے تاجا جانا کورا و درخت مینجر کا رخا نہ مستلاجیت عزیز منزل الامو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

اور اخلاق کے متعلق آپ کی بیوی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت

جبکہ فرشتہ خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی وحی الہی لیکر آیا تو اس کے بعد آپ اپنی بیوی خدیجہ کے پاس تشریف لائے۔ اور اپنی جان کے خطرے کو ظاہر کیا۔ اُس وفادار بیوی نے فرمایا: ”کبھی نہیں! اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔“ آپ حق فرما سکتے تھے کہ میں اب اس کی حفاظت کرتے ہیں اور سہرحی فرماتے ہیں۔ آپ کا زمانہ غریبے یا رومدگار لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ آپ مفلس اور غریب لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ آپ محالوں کی خاطر تو واضح میں کوئی دقیقہ نہیں فرو گذاشت کرتے اور مصیبت اور انداز سیدہ لوگوں کی طرح مدد فرماتے اور انکو تسلی دیتے ہیں“۔

عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ میاں اور بیوی سو بڑھ کر اور کسی دو شخصوں کی سی تعلق اور ایک دوسرے کو گہری واقفیت نہیں ہو سکتی۔ ایک دوسرے کو پیوستہ ہونا شکوک اور خواہشات کا مسکن ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی شخص کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے کے پوشیدہ اور مخفی تر رازوں کو واقف ہے تو وہ شخص وہ مرد ہی یا عورت ہے جنہیں تعلقات زن و شوہر قائم ہیں۔ پندرہ برس تک حضرت خدیجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں اور اس نشان میں آپ کے لڑکے اور لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک فطرت اور مزاج اور دلیرانہ طبیعت کی پوری طرح مداح تھیں۔ جن باتوں کو آپ کی چٹ چاپ اور غور و فکر کرنے کی عادت دوسرے لوگوں کو چھپا سکتی تھی۔ مگر آپ کی بیوی کو نہیں چھپا سکتی تھی۔ آپ حضرت خدیجہ کی صین حیات میں ان کو بھی ویسی ہی محبت اور الفت کرتے تھے

جیسا کہ وہ ان سے کرتی تھیں۔ اور انکی وفات کے بعد بھی آپ ان کو بڑی محبت سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی حضرت خدیجہ بنت جحش اور گھرے تعلق کا اسباب سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ عید الضحیٰ کی قربانی کے موقع پر یا جب کبھی بھی آپ قربانی فرماتے تھے۔ تو حضرت خدیجہ کی پرائی سہیلیوں کو کبھی نہ بھولتے تھے۔ اور ان کو بھی گوشت بھجوا دیا کرتے تھے ایسے حالات کے ماتحت ایک شریف خاتون کی شہادت ان تمام میوز تیسرے بھائی اور مارگو لیتھ (عباسی مورخوں کے نام ہیں) کے ضبط کردہ کی شہادت سے کہیں زیادہ قابلِ عزت و قابلِ اعتبار ہے حضرت خدیجہ کی حیثیت اور مرتبہ ایسا تھا کہ آپ نبی کریم کی سیرت اور چال و چلن سے خوب واقفیت حاصل کر سکتی تھیں۔ تاکہ یہ لوگ جو کہ اندھیرے میں ہمارے مارکر بیٹھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسی زبردست شخصیت کے اندر وہ کیا بات تھی جس نے کہ اتنی تھوڑی مدت میں دنیا کا تختہ الٹ دیا حضرت خدیجہ نہ صرف اپنی پندرہ برس کی بیابتا زندگی میں نبی کریم صلعم کی سیرت سے واقف ہونے کی وجہ سے بلکہ آپ کی بچپن کی سچی زندگی سے بھی واقف ہونے کی وجہ سے جبکہ آپ الامین (یعنی وفادار اور دیانتدار) کہہ کر پکارے جاتے تھے یہ نہایت وثوق کر کہہ سکتی تھیں۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ گویا آپ کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خوبیوں اور نیکیوں کے جامع اور نمونہ تھے۔ اور کوئی ایسی نیکی اور خوبی نہ تھی جو کہ آپ میں موجود نہ ہو۔ سو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کو کس طرح ضائع کر دیتا ؟

کوئی شخص بھی چاہے وہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو۔ اکیا ایسی خاتون کی شہادت کو نظر انداز نہیں کر سکتا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی محبوب اور عزیز تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کے ہم ملک اور ہمقوم لوگوں کی شہادت کو بھی جو کہ تمام کے تمام آپ کو سب سے زیادہ دیانتدار اور راستباز انسان خیال کرتے تھے

اور صلا مین کہہ پکارتے تھے ؟
صلوا علیہ وسلم

نعت

عجب نوریت در جان محمد
 ز غلظتها دلی آنگه شود صاف
 عجب دارم دل آں ناکس را
 ندانم ایچ آنفسه در دو عالم
 خدا ز اں سینه بیزارست صدار
 خدا خود سوزد آں کرم دُنی را
 اگر خواهی نجات از مستی نفس
 اگر خواهی که حق گوید ثنایت
 اگر خواهی دلیل عاشقش باش
 سرے دارم فدای خاک احمد
 بگیوے رسول الله که هستم
 درین راه گر کشندم و ر بسوزند
 بکار دین نترسم از جهانی
 بسے سهل است از دنیا بُردن
 فدای شد در ریش هرزوره من
 دیگر اُستاد را نایم ندانم
 بدیگر دلبرے کارے ندانم
 مرا آں گوشه چشمی بسیار
 دل زارم به پہلویم مجوسید
 من آن خوش مرغ از مرغان قدیم
 تو جان نامتور کردی از عشق
 در لینا گر دهم صد جاں درین راه
 چه سیتها بدادند این جوان را
 الاے دشمن نادان بے راه
 بره موئے که گم کردند مردم
 الاے مبسک از شان محمد

عجب اعلیت در کان محمد
 که گردد از محبت اُن محمد
 که رود تابند از خوان محمد
 که دارد شوکت و شان محمد
 که هست از کینه داران محمد
 که باشد از عدوان محمد
 بیاور ذیل مستان محمد
 بشو از دل ثنا خوان محمد
 محمد هست برهان محمد
 دلم هر وقت مشربان محمد
 بنشار رودے تابان محمد
 نتابم رو ز ایوان محمد
 که دارم رنگ ایمان محمد
 بیاد حسن و احسان محمد
 که دیدم حُسن پنهان محمد
 که خواندم در دبستان محمد
 که هستم کشته آن محمد
 نخواهم جز ملکستان محمد
 که بستیش بد امان محمد
 که دارد جابه بستان محمد
 فدایت جانم لے جان محمد
 نباشد نیز شایان محمد
 که ناید کس بمیدان محمد
 بترس از تیغ و بُران محمد
 بجو در آل و اعوان محمد
 هم از نور بنایان محمد

قرآن شریف فرماتا ہے :-

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْبَنِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا
مِنْ هَذِهِ الْعَتْرَبِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ
لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (سورۃ النساء - آیت ۱۰)

ترجمہ - اور یہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان سے پس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے دشمنوں سے نہیں لڑتے جو دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس سستی (یعنی سکے) سے نجات دے جہاں کے رہنے والے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا۔

جب تمام تواجوان اور جبری جانباڑوں نے اپنے آپ کو فوج میں داخل کر دیا تو اور آویں کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ ضروری معلوم ہوا کہ مستقل پیشہ و عادات کو بھی بھرتی کیا جائے۔ اور ان کو یہ بتلایا گیا کہ یہ ایک فرض ہے جو کہ ادا کرنا ہے صرف ملکی فرض کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ مذہبی فرض سمجھ کر بھی کیونکہ ان کو اپنی جانیں قربان کرنی پڑیں گی۔ کیا تمام انجیل میں کہیں بھی اس قسم کی عبارت ہے جو کہ اس قسم کی کارروائی کو جائز قرار دیتی ہو؟ مگر قرآن شریف میں کئی جگہ مذہبی جہاد کے موقع پر جبری جنگی بھرتی کے جواز کا ذکر آیا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ گذشتہ جنگ انہی معنوں میں ایک مذہبی جنگ تھی۔ مگر یہ میں ضرور کہتا ہوں کہ انگریزی آبادی کا بہت سا حصہ اس کو بھی خیال کرتا تھا۔ چنانچہ گورنمنٹ نے بھی ہی ملان کیا تھا۔ کہ یہ لڑائی کمزور آدمیوں عورتوں اور بچوں کی خاطر اسی جارہی ہو۔ قرآن مجید میں اس عبارتوں کے منہارنہ ذریعے میں یہاں صرف وہی بیان کرتا ہوں :-

(۱) كُنْتُمْ عَلَىٰ سِلَاحٍ وَهُوَ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ وَهِيَ أَنْ تَكْفُرُوا
شَيْئًا وَهُوَ حَتَّىٰ تَكْفُرُوا وَهِيَ أَنْ تَكْفُرُوا شَيْئًا وَهُوَ
تَكْفُرُوا وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (ترجمہ - مسلمانوں) تم پر جہاد فرض کیا گیا اور
ہم کو ناگوار بھی لگ رہا۔ اور تمہیں کہ ایک چیز تم کو نبی ملے اور وہ تمہارے حق میں ترسنا

عجیبیں کہ ایک جیوتیم کو سبلی لگے۔ اُور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور اللہ جاننا چاہتا ہے
انہم نہیں جانتے + (سورۃ البقرہ رکوع ۲۶)

(۲۱) وَلَوْ مَلَا ذَقَرُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضُہُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ
وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (سورۃ البقرۃ - رکوع ۳۳)
ترجمہ: ”اور اگر اللہ نے لوگوں کے نیچے سے بعض کو نہ مہر طانا رہے تو ایک ایک نظام
وہم پر ہم موجود نہ تھے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر مہربان ہے“

سوا سب اس کو تسلیم کر لو کہ ہم اپنی حفاظت کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور مظلوموں اور کمزوروں
کی حمایت اور حفاظت اور یہی کے تدارک کی خاطر جنگ کر رہے تھے۔ کیا عیسوی انجیل
میں کہیں بھی ایسے مطلب کی خاطر جنگ کرنا جائز قرار دیا گیا ہو؟ حالانکہ دوسری طرف قرآن مجید
بڑے زور سے جواب طلب کرتا ہے:-

وَمَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْبَنِينَ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
الظَّالِمِہَا هَلْهَاهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ
نَصِيرًا۔ ترجمہ: ”(مسلمانو!) تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں
اور عورتوں اور بچوں کے لئے دشمنوں کو ٹھیلے ہوئے جو دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اے تمہارے
پروردگار ہم کو اس سختی کی نجات دے جہاں سے رہنے والے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنی طرف سے
کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا (سورۃ النساء رکوع ۱۰) +
اس بات کو تسلیم کر لو کہ ہم پہلے حملہ آور نہیں ہوئے۔ اور ہم نے پہلے زیادتی نہیں کی۔ کیا انجیل
مقدس میں کوئی عبارت پیش کی جا سکتی ہو۔ جو کہ ہماری کارروائی کی تصدیق کرنے
میں قرآن مجید کی اس آیت کو مقابلہ کر سکے؟

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُوكُمْ وَكَفَرُوا لَكُمْ تَدْرَأُونَ
إِنَّ صَلَاحَ الْمُتَعَذِّبِينَ۔ ترجمہ: ”(مسلمانو!) جو لوگ تم کو لڑیں تم بھی اللہ کے رستے
(یعنی دین کی حمایت) میں ان کو لڑو۔ اور زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو سزا نہیں کرتا۔
(سورۃ البقرہ رکوع ۱۹۲)

غلام اور عورت کے بدلے عورت بچہ جس (قاتل) کو اس کے بھائی (طالق ص) کا کوئی جزو (قصاص) معاف کر دیا جائے۔ تو (اور اس مقتول کی طرف سے) اس کا (یعنی قتل بہا) مطالعہ دستور کے مطابق اور وارث مقتول کو غرض مسالحتی کے ساتھ (موت بہا) ادا کر دینا چاہیے پھر دیگر کسی طرف سے تمہارے حق میں آسانی اور مسرت بلانی اگر پھر اس کے بعد جزا دینی کرے تو اس کے لئے عذاب درد ناک ہو اور عقاب منہد و قصاص میں تمہاری زندگی ہو۔ تاکہ تم (مؤزیبی) باز رہو۔

(۲) وَقَاتِلُوا حَتَّى تَقْتُلُوا هُمْ وَآخِرُ جُوهَرٍ مِنْ جَنَّتْ
أَخْرَجُوا كُمْ وَالْقِسَّةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تَقْتُلُوا
هَمْرًا عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقْتَلَ كُمْ فِيهِ فَإِنْ قُتِلَ كُمْ
فَاتَّقُوا هُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (سورۃ البقرہ ص ۲۴)
ترجمہ: اور (جو لوگ تم کو لڑتے ہیں) ان کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور جہاں لوگوں نے تم کو نکالا تو تم بھی ان کو (وہاں ہی) نکال باہر کرو۔ اور فساد کا برپا رہنا (خزینہ) ہی بھی بدھ کر۔ اور جب تک کافر محرمات والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس تم کو لڑیں تم بھی اس جگہ ان کو نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم کو لڑیں تو تم بھی ان کو قتل کرو ایسے کافروں کی یہی جزا ہے۔

(۳) اتَّقُوا الْحَرَامَ بِالْشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتِ قِصَاصًا مِمَّنْ
اتَّعَدَى عَلَيْكُمْ فَأَعْتَدُوا عَلَيْهِمْ مِمَّا عَتَدَى
عَلَيْكُمْ وَأَتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (سورۃ البقرہ
ص ۲۴) ترجمہ: حرمت مہینوں کا معاوضہ حرمت والے مہینوں اور (مہینوں
کی خصوصیت نہیں بلکہ) ادب کی (تمام) چیزیں اُسے کا بدلہ تو جو تم پر زیادتی کئے
تو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ویسی ہی زیادتی تم بھی اس پر کرو۔ اور (زیادتی کرنے میں) اللہ
سے ڈرتے ہو اور جاننے رہو کہ اللہ ان ہی کا ساتھی ہے جو (اس سے) ڈرتے ہیں۔ اسی مطلب
کی اور بہت سی آیتیں بھی ہیں +

ایک معمولی ہاچھڑا نکتہ ہے جس نے مجھے ایک سپاہی کی منیہ سے بڑا متوجہ کیا اور ساتھ ہی
 دلچسپ بھی معلوم ہوا۔ میں ہمیشہ سمجھتا تھا کہ یہ سچی تعلیم دے کر ہر ایک گتہہ بیلانی اور فحش
 اور وہابیات گھٹ گھٹا انسان کے برخلاف اس کے نادر اعمال میں بھی جاتی ہو اور اس کی ترویج
 کی نجات کو خطرے میں ڈالی دیتی۔ مگر یہ سچ نہیں آتی۔ کراچی کی ریزی قوم اس عقیدے کو تسلیم
 سپاہیوں کے نجات پا جانے کے عام یقین کے ساتھ کیوں ملا دیتی ہے۔ ان کے لڑ جکا ایک
 سپاہی کو محبت رکھتے ہیں یہ ایک قدرتی یقین ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع علت کی وجہ جس کی
 خاطر وہ لڑ رہا ہے۔ اور اس سینگیر قربانی کی وجہ جس کی بحیثیت چڑھنے کو وہ تیار ہے۔ یہ
 تمام گتہہ اور خطائیں معاف کر دیا جائیگی۔ مگر انا جیل عیسوی میں اس کی کہیں بھی اجازت
 یا تصدیق نہیں آتی۔ حالانکہ یہود اور فضول گئی کے متعلق جو عقیدہ ہے۔ اسکی پھر بھی کچھ تائید
 اور تصدیق ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کے لوگ بھی ایسی اکھڑ اور فحش زبان نہیں بولتے جیسا کہ انگریزی
 سپاہی بولتے ہیں اما سوائے اٹالین اور فرانسیسی سپاہیوں کے جو کہ سرتاپا کلمہ کفر
 مذہب دین میں ڈوہے ہوئے ہیں اور مزایہ ہے کہ انکی نیت بالکل صاف ہوتی ہے۔ مجھے
 ڈر ہے کہ ان کا مذہب ان کو ملعون قرار دیتا ہے۔ مگر قرآن شریف فرماتا ہے:-

وَلَا تُؤَاخِذْ كُفْرًا بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ
 بِمَا كَسَبْتُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۸)
 مترجم: تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں ان پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن ان
 (قسموں کا پرہیز ضرور) مواخذہ کر لیا جو تمہارے دلی ارادے سے ہیں۔ اور اللہ
 بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

یہ ہے جو کہ قرآن شریف میں سپاہیوں کی قسم کے متعلق فرماتا ہے جو خدا کی راہ میں لڑ کر مارے
 جاتے ہیں۔ یعنی جو کہ سچے مذہب کی حفاظت میں منگلوں اور کمزوروں کی خاطر۔ اور برائی کا تدارک
 کرنے میں ملے جاتے ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا مَنْ يَفْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ذُنُوبُهُمْ
 وَلَكِنْ مَنَّا تَشْعُرُونَ وَلَسْبُلُوا نَكْمَةً لِّشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَاتَّقُوا

آخر کار اب جبکہ لڑائی ختم ہو چکی ہو۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ دشمنوں کو سیر جانہ سلوک کرنے سے خواہشمند ہیں۔ بلا استثناء اس کے کہ وہ سپاہی ہیں یا عام شہری۔ مرد میں عورتیں یا بچے۔ یہ خواہش اسلامی تعلیم کو سوں دودے۔ مگر جو رکاوٹیں خیال ہو کہ جانتے تک حالات اجازت سے سکیں ہاں تک جرموں کو نیک اور دوستانہ سلوک کرنا چاہئے۔ مگر اس غمزدہ کردار کو جو اشخاص ان جرموں اور برائیوں کے بانی مقبالی ہیں وہ تلاش کر کے پکڑے جائیں اور اپنی کفر کو دار کو پہنچیں میرا خیال نہیں کہ عیسائیوں کی انجیل کی کوئی عبارت اس خیال کی تائید کرتی ہو۔ اگرچہ انتقام کے مسئلہ کی پُرانا عہد نامہ کئی جگہ تائید کرتا ہے یہودی اپنے وطن فلسطین میں محبت وطن ہونے کی حیثیت کو نہایت تنگدلانہ برہم اور کینہہ دروگہ تھے۔ قرآن کریم کیسے بھی انتقام کی سپرٹ کو پسند نہیں کرتا۔ اور لڑائی کے خاتمے پر طرح کی دشمنی کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سوائے بدعاشوں کی مخالفت کرنے کے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوا هَٰؤُلَاءِ حَتَّىٰ تَكُونُوا فِتْنَةً وَتَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ
فَإِنْ اِنْقَضُوا فَلَا عُدْوَانَ عَلَی الظَّالِمِينَ = (سورۃ البقرہ کرم ۱۲۸)
ترجمہ۔ اور وہاں تک کہ ان سے لڑو کہ (ملک میں) فساد (باتی) نہ رہے۔ اور (ایک) خدا کا حکم چلے۔ پھر اگر (فساد) باز آجائیں۔ تو (ان پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ زیادتی) تو ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں +

باب سوم

غزوات نبوی

عیسائی دنیا میں اب تک خیال پھیلا ہوا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑا جنگجو اور لڑاکا انسان تھا۔ جو کہ لڑائی کو محنت و مباحثہ پر ترجیح دیتا تھا۔ اور جسکی سب سے زیادہ مضبوط دلیل اور محبت زبردستی اور لڑائی تھی۔ جو اس قسم کے خیالات کی کوئی تائید نہیں دیتا

نہیں ہے +

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے پہلے انسان تھے پہلے جالیس سالوں میں جبکہ آپ کو بھی نبوت عطا نہیں ہوئی تھی۔ ایک نہایت ہی امن و دوست منشیات سے متنفر۔ باعصمت اور رہتبار و دیانتدار انسان تھے اور ایسے لوگوں میں رہتے تھے جو کہ اپنی برعاشیوں اور زیادتیوں میں مشغور تھے۔ انہوں نے اپنے عمدہ چالچلن کی وجہ سے کلامین کا خطاب حاصل کیا تھا۔ اور لوگوں میں صلح کرانے کی وجہ سے بھی کچھ کم مشہور نہ تھے مگر عطا نبوت کے بعد جب آپ نے روحانی اور نبوت کی انگوٹھوں سے اپنے لوگوں کے گندے اور فحش خیالات اور اعمال کو دیکھا تو آپ کو سخت دکھ اور تکلیف پہنچی۔ اور آپ نے جان لیا۔ کہ ان لوگوں کو ان گندہ گویوں سے نکالنے کا انسانی طاقتور بالا تر کام آپ کے حصے میں مقدر ہے۔ چنانچہ پہلے بارہ سال تک آپ نے سخت مصائب اور تکالیف جھیل کر اللہ تعالیٰ کے نام کی سدا ہی کی۔ آپ نے خانہ کعبہ میں اور دیگر ملک جگہوں پر کئی دفعہ کافروں کو بحث مباحثہ اور ان کو سمجھانے میں ہر روز اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ آپ کے پیروؤں کی تکالیف اور شہادتیں اور اپنا بھی اسی قسم کا انجام ہونے سے خطرے میں غرض کہ کسی چیز نے بھی آپ کو کافروں کو بے لے میں ایسا ہی سلوک کرنے پر آمادہ نہیں کیا۔ اور اس بات یقین کرتے ہوئے کہ آپ سب سے پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ کا انسان کو آخری پیام حضرت عیسیٰ کے ذریعے دیا تھا۔ اور کہیں کہ آپ پر اس وقت تک کوئی وحی الہی نازل نہیں ہوئی تھی جو کہ ہتھیار اٹھانے کی اجازت دے۔ اس لئے آپ نے کامل نہ ہی طور پر حضرت عیسیٰ کی نرم اور غیر متجاوز مست پالیسی اختیار کر لی۔ اور اپنے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔

حق الفین سلام یہ ضرور کہیں گے۔ جیسا کہ اکثر کہتے آئے ہیں۔ کہ نبی کریم صلیم اس بات کا انتظام کر رہے تھے۔ کہ ان کے پاس ایک لشکر جمع ہو جائے۔ تب وہ کوئی کارروائی کریں اگر آپ مینے کو ہجرت کرنے سے پہلے کہ معظم میں لڑائی کرنا چاہتے۔ تو وہ اپنے خاندان اور قبیلے کے ایک گروہ کثیر کی کمان کر سکتے تھے۔ کیونکہ اگرچہ وہ لوگ بُت پرست تھے۔ مگر سوائے ابو لہب کے سب آپ کو قتل کی بجائے کے لئے ہر طرح کر رہے تھے

احلاق و عادات نبوی

(از قلم حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ)

حضورِ سالک بابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قلمی شبیہ

(حلیہ مبارک)

آپ کا قدم مبارک نہ لمبا تھا نہ چھوٹا جب آپ تنہا چلتے تو گنگنے آپ چھوٹے قدم کے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی اور آپ کے ہمراہ ہوتا تو آپ اس کو قدم میں زیادہ ہی نظر آتے۔ خود آپ فرمایا کرتے تھے کہ قدم اوسط بہتر ہے۔ آپ کا رنگ سفید تو تھا لیکن جس میں نہ لکڑی نہ کوئی ہو۔ اور نہ بہت سفیدی۔ گویا آپ کا رنگ لکڑی مردار پر چھلنا تھا یعنی ایسی نالیس سفیدی جس میں زردی۔ سُرخ یا کسی اور رنگ کی جھلک تک نہ ہو۔ بعض نے آپ کے رنگ میں سُرخنی بھی بیان کی تو لیکن پھر یہ بھی کہا ہے کہ آپ کے ایسے اعضاء پر نماز کا اثر ہوتا۔ مثلاً بچہ۔ کان۔ گردن۔ سُرخ مائل تھے۔ ان کے بالمقابل باقی آپ کے اعضاء مبارک جو کپڑے سے ڈھکے رہتے سفید تھے۔ موٹر لپٹ گھنگریالے تھے۔ نہ بالکل ڈھلکے ہوئے اور نہ گچھے دار۔ جب شانہ فرماتے۔ تو بالونیں عنبر کی سی کیفیت پیدا ہوتی بعض کہتے ہیں کہ آپ کے بال و ریش مبارک تک لٹکتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ریش تک پہنچتے تھے۔ بعض وقت آپ کی زلفیں کان کے دوسری طرف بھی آ جاتی تھیں۔ بعض وقت آپ کا ناز سے اور اس طرح شانہ فرماتے۔ گردن نظر آئے۔ ریش و مبارک میں صرف سترہ سفید بال تھے۔ مگر اس سے زیادہ نظر آتے۔ تھے۔ حضور کا چہرہ مبارک دوسروں سے زیادہ خوبصورت اور دلربا تھا۔ اور چہرہ مبارک کا حلیہ بیان کرنے والے ہمیشہ آپ کو بے کمال سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر جلد کا رنگ نکھرا ہوا تھا۔ اسلئے رُخ و خوشی کے آثار چہرہ مبارک سے نمودار ہو جاتے تھے

لبض سر موی جو آپ کے صدیق اکبر آپ کو ایسا بیان کرتے۔ جیسا کہ ذیل کے الفاظ
 میں موزون کیا گیا ہے۔
 اس طرح بے عیب درخشاں عارض پر ہونے والے تیرگی سے جس طرح خالی فرستاب ہو
 جبین مبارک کشادہ تھی۔ اور آبرو نیلی اور گھنی تھیں۔ اور آبروؤں کے دبیاں ایک
 رو پہلی چمک تھی۔ چشمان مبارک بڑی بڑی اور سیاہ تھیں جن میں
 سرخی کی جھلک تھی۔ اور درمیان مبارک اس قدر طویل اور گھنی تھیں۔ اور ایسا معلوم
 ہوتا تھا جیسا کہ آپس میں ملنے لگی ہیں۔ اپنی مبارک نسبتاً لمبائی میں ترچھی تھی جنور کے
 دانت کھلے کھلے تھے۔ اور جب سننے۔ تو انکی درخشاں بجلی کی چمک دمک کومات
 کر دیتی تھی لب مبارک خوبصورت و لربا تھے۔ اور رخساران مبارک نرم نہیں تھے
 بلکہ سخت تھے اور آپ کا چہرہ مبارک لمبا تھا اور نہ ہی تھوڑا بلکہ کھینچا ہوا تھا اور لب مبارک
 گھنی تھی۔ اور آپ اسے تراشا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کو بڑھتے دیتے۔ آپ موصوں کو
 تراش لیا کرتے تھے۔ گردن مبارک نہ تو زیادہ طویل اور نہ ہی چھوٹی تھی لیکن دوسروں سے زیادہ
 خوبصورت تھی۔ گردن کا وہ حصہ جو شورج اور تہا کے سامنے ہوتا۔ وہ ایک وہیلی صراحی
 کی طرح کہ جس پر گھنری افشاں ہو درخشاں معلوم ہوتا تھا۔ سینہ مبارک تمام کینہ و
 عناد و فانی کشادہ اور وسیع تھا۔ سینہ کے کسی بھی حصہ کا اٹھارہ دوسرے حصہ سے
 اوپر دکھائی نہ دیتا تھا۔ سینہ مبارک ہموار صاف اور شفا تھا۔ چھاتی سے لیکر ناف تک
 بالوں کی باریک سیلی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھا۔ آنحضرت صلعم کے دونوں شانے
 کشادہ تھے۔ اور دونوں ٹانگوں پر کثرت سے گھنے بال تھے۔ شانے ٹخنے۔ اور لمبوں
 مبارک بھبھے ہوئے تھے۔ آنحضرت مبارک بھی کشادہ تھی۔ اور آپ کے دھنہ شانہ
 پر ایک ٹھہر کا نشان تھا۔ اور اس ٹھہر میں سیاہ تل تھا۔ جو کسی قدر زرد تھا۔ اور اس کے
 گرد کچھ موٹے بال تھے۔ دونوں دست مبارک اور بازو پر گھٹ تھے۔ اور کلاٹیاں لمبی اور پھیلیں
 کشادہ تھیں۔ اور ہاتھ اور پاؤں کشادہ اور نرم تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں مبارک ٹھل کی طرح
 نرم تھیں۔ اور ایک عطار کی ہتھیلیوں کی طرح ان میں سو خوشبو کی مہک آتی تھی۔ پندلیاں اور

رائیں مبارک پر گوشت تھیں جسم مبارک متوسط طور پر مضبوط تھا عالم پیری میں بھی حضور قوی الاعصاب تھے۔ چال چلن میں استقلال شکتی تھا۔ اور قدم مبارک محکم ہوتا۔ چلتے وقت آگے کو جھک کر چلا کرتے بہت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھایا کرتے مشابہت میں آپ فرماتے کہ میں زیادہ تر آدم سے ملت جلتا ہوں۔ لیکن جسمانی بناوٹ میں اپنے جدمحمد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ ہوں +

خوش گفتاری

حضرت سالت یاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو میں دوسرے لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے کم سخن اور شیریں کلام تھو۔ اور آپ کی گفتگو معنی خیز اور سلک مروارید کی طرح پیرستہ و مسلسل ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کلام مبارک میں لطافت تھا آپ بہت ہی کم سخن تھو۔ اور عوام الناس کو اپنے اظہار خیالات کے لئے اپنے کلام کو بہت طول دینا پڑتا ہے لیکن کلام مبارک تمام دوسرے لوگوں سے خیر الکلام ہوتا تھا۔ اور آپ اپنے خیالات کا اظہار نہایت ہی مختصر معنی خیز و عام فہم الفاظ میں فرمادیا کرتے تھے۔ اور حضور کے دہن مبارک سے کلمات اس طرح نکلتے تھے جیسا کہ سلک مروارید میں ایک موتی دوسرے کے بعد مسلسل آتا ہے۔ کلام مبارک میں چھوٹے چھوٹے وقفے ہوتے تھے۔ تاکہ سامعین گفتگو کو یاد رکھنے کے قابل ہو سکیں۔ حضور سرور کائنات بلند آواز تھے۔ اور لب و لہجہ بہت ہی دلکش و دلپسند تھا۔ بغیر موقع و محل کے کلام نہ فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی بھی کوئی شنیع و بیچ لفظ نہیں فرماتے تھے۔ اور حالت برا فرد تنگی میں بھی کلمہ حق کے سوائے کوئی دوسرا لفظ نہیں فرماتے تھے۔ بد کلام اور فحش گو آدمی کو آپ کو نفرت تھی۔ حضور کے سامنے کوئی شخص دوسرے کی قطع کلام نہ کیا کرتا تھا۔ وہ بھی خواہ عالم سچے ہمدرد کی طرح نہایت سنجیدگی اور متانت سے نیک مشورہ دیا کرتا تھا۔ آقائے نامدار اپنے خدام کے سامنے ہمیشہ متبسم رہتا۔ بسا اوقات اس قدر تبسم کرتا کہ گواہیں تک دکھائی دیتے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان پر

حضرت سالت یاب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کرتے۔ اکثر احباب جس نشیمن میں کھاتے آپ بھی اسی میں سے

تناول فرماتے۔ یہی حضور کو محبوب ہوتا۔ جب ستر خوان بچھایا جاتا اور کھانا چٹنا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے ستر خوان پر اس طرح بیٹھتے جیسا کہ ایک مسلم حالت نماز میں بیٹھتا ہو اور ایک ران دوسری کو چوسٹ جاتی۔ اور ایک پاؤں دوسرے سے ملا ہوتا تھا۔ اور حضور سرور دو عالم فرمایا کرتے۔ کہ میں بھی ایک مخلوق ہوں۔ اور دوسری مخلوق کے طرح میری زندگی کا حسہ بھی کلک و شرب پر ہی حضور کو گرم طعام کو اترا تھا بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اعلیٰ عالم میں نکت کی ضرورت ہے، اور خدا تعالیٰ ہمیں آگ کھانے کے لڑ نہیں دیتے۔ اس لئے اسکو ٹھنڈا ہو جانے دو آپ تین انگلیوں سے اپنے ہاتھ کی درازی کے حدود کے اندر ہی تناول فرمایا کرتے۔ اور بعض وقت حقیقی انگلی لقمہ کے سوا کچھ بھی استعمال فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ عثمان بن عفان آپ کے پاس فلو دھائے جب حضور نے ہمیں کھالیا تو ان کو دریافت فرمایا: ”ابو عبد اللہ یہ کیا ہے؟“ عثمان نے کہا حضور میری جان آپ پر زبان ہو۔ ہم نے دیکھا کہ وہ شہد کو ایک برتن میں ڈال کر آگ پر پکایا۔ اور پھر ہمیں آرد گندم ڈالا۔ اور اسکو چھپے سے ساتھ لٹاتے ہے۔ یہاں تک کہ پک کر اسکی وجہ حالت ہو گئی۔ حضور کے پیش نظر ہی حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ یہ کھانا اہلایت لذت و نفیس و خوش ذائقہ ہے۔“

حضرت نبی کریم صلعم اپنی چھینے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی کھالیا کرتے تھے اور سبز کھیر کو سبز کھجوروں اور سبز جھلپوں کے نمک کے ساتھ کھالیا کرتے۔ اور باقی تمام چیزوں کو انکھرا اور ترہیز آپ کے پیادہ مہربوب خاطر تھے۔ وئی اور قند کے ساتھ فروزہ کھاتے تھے بعض اوقات سبز کھجوروں کے ساتھ فروزہ کو دست بک کو کھاتے تھے۔ ایک دفعہ جبکہ ایشین تھے کہ کھجوریں کھا رہے تھے۔ تو بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں بکھتے جاتے تھے۔ انہیں میں ایک بکری لقاقیہ پاس آئی۔ حضور نے اس کو گٹھلیاں دکھائیں۔ اور اس نے بائیں ہاتھ میں سو گٹھلیاں کھالیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ دائیں ہاتھ سے آپ خود کھجوریں کھاتے جاتے۔ یہاں تک کہ کھجوریں ختم کر لیں۔ اور بکری چلی گئی۔ پانی کے ساتھ جناب سالت، آب کھجوریں کھایا کرتے۔ اور دودھ کے ایک گھونٹے کے بعد ایک کھجور کھاتے۔ اور پھر وقت فوقتاً باری باری بہت سی چیزیں کھاتے اور پیتے تھے۔

رعایت رعایت رعایت

آنحضرت صلی علیہ وسلم کے یوم ولادت کی تقریب و اشاعت اسلام مکہ مکرمہ کی کتب

رعایت

خطبات غریبہ { قیمت فی خطبہ مصنفہ حضرت خواجہ ابوالحسن علی بن ابی ایل علی بن مسلم مشرفی

قیام لندن میں اشایان اسلام کو اسلام میں معرفت کرانے اور ان پر حقانیت قائم کرنے کے لیے انگلستان، فرانس اور کچھ دوسرے مختلف مقامات پر تقریریں اور بیچو گئے۔ اور بعض احباب کی فرائض پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

- (۱) سلسلہ خطبات غریبہ موسوم بہ سجدہ ونگ کے ابتدائی خطبات { (۴۱) دہریوں اور دوسریں کے خطاب { مکمل سٹ چھ عدد خطبات
- (۲) { توحید و عبادت صوفیہ { (۵۱) اسلام اور دیگر مذاہب { جلد ۱ و ۲
- (۶) حقوق نسوان رعایتی

لمعات انوار محمدیہ کہ رسول کو مصلحت سے پاک حالات آگئے خلق علیہم السلام کا آئینہ حسن معاشرت کا ذریعہ بھی ادبی تمیز فی اخلاق و اصلاحی مضامین کا انوار و تجوید حضرت کے مختلف شعبہ ہائے علمی کا دلکش ترجمہ جن خواجہ ابوالحسن علی بن ابی ایل علی بن مسلم مشرفی جناب ابی عبد الدین حسن علی بن ابی ایل علی بن مسلم مشرفی کے بی بی و محترم مولوی محمد علی صاحب ایم کے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی سیرٹریٹ لاء و جناب مارٹین نوک کیٹھال جناب ایس ایچ کدیر مصنف و ڈیزائنر و دیگر مشاہیر نے اسے لکھا ہے مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور حضرت صلی علیہ وسلم کو مختلف چیزیں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۵۰ محلولہ

مروارید ثلاثیہ { تین کتابیں مسلم گھر میں مونی چاہئیں

برایں تیرہ حصہ اول (مترجمہ زندہ و کامل الہامی قیمت ۱۰۰ روپے) کھلایا گیا ہے کہ قرآن تم اور ناقہ

الہامی کتابیں جس میں تمدن کے کامل نمونہ موجود ہیں +

آتم الالباب (مترجمہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۰۰ روپے یا مکمل تصنیف اور مبرہہ نمونہ بھی

گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ کہیں یہ کھلایا گیا ہے کہ عربی البانی بان۔

زبان میں نہ تو مکمل ہیں۔ اور ابتدائے سب لمحوں کے آباد اجداد عربی الاصل تھے +

انصوح حسنہ (مترجمہ زندہ و کامل الہامی) قیمت ۶۰ روپے حضرت کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کا پیش کیجیہ۔

مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے کہ پڑھ کر نہ سوائے سوا چارہ نہیں متا کہ محمد صلی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں +

المشہر منہج مسلم ایک سو ساٹھ اشاعت اسلام مکہ مکرمہ کی کتب

اسلام ایک رولوف وولگٹن

اور اس کا اردو ترجمہ
اشاعت اسلام مجریہ لاہور (پنجاب)

ایڈیٹرز: حضرت اجمال الدین صاحبی ایل ایل بی و حضرت موسیٰ صدر الدین صاحبی ایل بی
بلاد غریبہ میں اشاعت اسلام کا مغلوبہ دار تہذیب کے مرکز میں توحید کا پنچامبر - قرآن کریم کے جس و جمال کا دوا حضرت
کے ایک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فتوہ علمی - ادبی و تمدنی - اخلاقی و اصلاحی
مصاحف کا ہوا مجموعہ حضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا ایک مجموعہ ہے۔ اہل بیضا کی طرف دین اسلام کی دعوت کا دھج
ذریعہ ہے۔ اہمیت مثبت جو کہ تاریخی و علمی کی کام کرنا لا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہوری سالہ جس نے اپنے وقت
میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر اختر غلط فہمی اور غلط بیانی کی چادر پڑی ہوئی تھی اس نے چادر کو بھاڑا اسلام کے سوز
چہرے پر میں آنکھ میں چکا چوند کر دی ایک اردو ترجمہ سالہ اشاعت اسلام (تے سالانہ) ماہوری لاہور سے
شائع ہوتا ہے ہر دو ماہوری سالوں میں سہ ماہ نو مسلمین غازیہ دین کی تصاویر ہوتی ہیں +
المستشرقین اسلام رولوف و اشاعت اسلام - عزیز منزل - لاہور

ضروری اشاعت

ہم نے متعدد و سفیر مختلف الحرف ہندوستان میں ارسال کئے ہیں تاکہ رسالجات کی توسیع اشاعت کے میں ہمیں
امیدوائی ہے کہ ہر ایک مسلم احباب اشاعت اسلام بلاد غیر و وولگٹن مشن کے اہم کام سے دلچسپی والا
اپنے اپنے قصوں و شہروں میں ہمیں ہر ایک قسم کی سہولت فرا کر داخل حسنا ہوں گے
سفیران کے پاس دفتر ہذا کی رسید تک ہوگی - جس پر مینجر رسالجات کے
دستخط ثبت ہیں - والسلام
نمو دستخط مینجر سالہ اسلام رولوف و اشاعت اسلام - عزیز منزل خادم

مینجر
لاہور (پنجاب) Khwaja Ghulam

